پارہ ۱۴
يعلمهم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون
مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق جس میں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیسا تھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے مزین ایمان
الموسوم بہ
تفسیر مواہب الرحمن
المشتہر
مع جواہر البیان
مصنفہ
حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الفاجرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل
المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب قبلہ دی الند عالمگیر تیمیہ عین اللہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے
باہتمام بی بی سپرنٹنڈنٹ
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی
۱۹۳۵ء

اطلاع

اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کیلیے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت مناسب ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحے جو سادے تھے ان مین بعض کتب اردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اردو

تفسیر قادری - ترجمہ اردو تفسیر حسینی ترجمہ مولوی فخر الدین صاحب فرنگی محلی کامل دو جلد مین - لعہ/

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۱۰ /

تفسیر سورۂ یوسف - چو مصرعہ از مولوی اشرف علی - ۷ /

پنجسورہ مترجم - با ترجمہ اردو - ۱۰ /

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ کاشفی متن اول پوری تفسیر خوشخط مجلد - ۱۲ /

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف - ۸ /

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج یعنی جو کتاب خود اکبر شہنشاہ اکبر کے نو رتنون مین سے ایک رتن فیضی کی تصنیف ہے اپنے طرز کی نرالی اور عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست کہ مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط حروف و الفاظ کا نام بے نقط رواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی

مصنف کا نحو زیبا و ساہی بلا جیسا اسنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا - بلا جلد لعہ / - مجلد ...

احادیث اردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو مین اس مرتبہ اسمین ترجمہ اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے عہ /

تحفۃ الاخیار - ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - ۸ /

ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولادری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین - للعہ ۱۲ /

ایضاً جلد دوم - حسب مراتب بالا - ...

نسیم الریاض - قاضی ابو الفضل عیاض کی کتاب شفا اوہ درجہ رکھتی ہے کہ آج بھی دنیا اسکا لوہا مانے ہوئے ہے اس مین ان اعتراضات کے جو فلسفہ جدید کے زور یا فلسفہ مغربی کی روشنی مین اسلام کی کلیات و جزئیات پر کئے جاتے ہین نہایت دندان شکن اور مسکت جواب دلائل عقلی و نقلی سے دئیے گئے ہین مولانا محمد اسمٰعیل کاندہلوی نے حسب الایما شبلی زمان مولانا اشرف علی صاحب اردو مین ترجمہ کیا جلد اول ۱۲ / جلد ثانی ۱۲ /

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات - حامل المتن شرح مشکوۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع - ... /

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف - ... /

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسمائے شہر و خواص اسماء حسنیٰ معروف - ۱۰ /

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرۂ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحییٰ - ۵ /

اصول فقہ اردو

نزل الغواشی - شرح اصول الشاشی از مولانا نجم الغنی رامپوری - ۶ /

فقہ اردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد مین ...
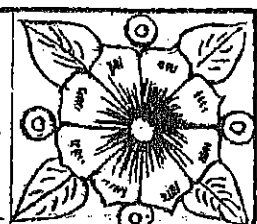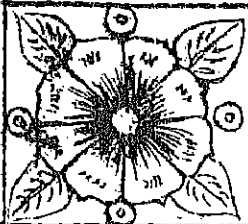
سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً

یہ سورہ بالاجماع و بالاتفاق مکیہ ہے چنانچہ ابن عباس و ابن الزبیر سے مصرح ثابت ہے اور اس کو قرطبی نے نقل کیا ہے اور اس سورہ میں ننانوے آیات ہیں اور حجر ایک وادی ہے درمیان مدینہ منورہ و ملک شام کے وہاں سابق امم سے ایک کافرہ اُمت تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا رحم والا بہت مہربان ہے
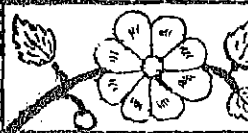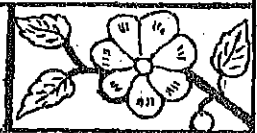
الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

یہ آیتیں ہیں کتاب اور قرآن مبین کی

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا

بہتیرے آرزو کرینگے جو کافر بنے تھے کہ کاش ہوتے وے

مُسْلِمِيْنَ ۝ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

مسلمان انکو چھوڑ دے کھاویں اور نفع اٹھاویں اور غفلت میں ڈالے انکو امید سو قریب وہ جان لیوینگے

الٓرٰ اللہ تعالیٰ خوب دانا ہے کہ اس سے اس کی کیا مراد ہے یعنی بطور اشارت کے تو علماء راسخین سمجھ جاتے ہیں اور بطور اسرار معانی کے اللہ تعالیٰ و اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک بھید ہے جسکو سوائے آنحضرت کے کوئی نہیں جانتا اور بندہ مومن اسپر ایمان لاتا ہے اور بطور تاویل کے یعنے جسطرح پر کہ وقوع ہوگا اور جو مراد اس سے ہے اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے اسپر علماء راسخین بھی مومنین عام کے ساتھ ایمان لاتے ہیں پس ایک تفسیر ہوئی اور ایک اسرار کے معنے ہوتے اور ایک تاویل اسطرح کہ جو انجام وقوع ہوگا یا جو مراد ہے پس اول علماء راسخین کے ساتھ اور دوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اور سوم علم باری تعالیٰ کے واسطے مخصوص ہے اور اول سورۂ بقرہ میں تفصیل سے کلام اس میں گزرا ہے۔ تِلْكَ۔ یہ آیتیں جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت کرتے ہیں۔ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ آیتیں ہیں کتاب کی یعنے ام الکتاب جو علم الٰہی میں ہے یا لوح محفوظ کی یا مراد قرآن مجید ہے کہ علم الٰہی میں مجتمع ہو نا زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں مقدر تھا حالانکہ زمانہ رسالت میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے حافظ تھے پس مع صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت عثمان کا جمع کرنا بھی حکم الٰہی کے موافق تھا اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یعنے ہم نے قرآن اُتارا اور ہم اس کے حافظ ہیں ہر طرح اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمایا پس یہ جمع کرنا بھی حفظ الٰہی سبحانہ تھا لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت حاصل ہے پھر جب کتاب سے قرآن مجید مراد ہے تو قولہ۔ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ اس کتاب کا بیان ہے یعنے وہ کتاب قرآن مبین ہے اور سابق سورہ میں گزرا کہ حضرت قتادہ وغیرہ بعض علماء نے کتاب سے توریت و انجیل مراد لی اور توجیہ بھی گزری اور مقصود بیان اس کا کہ قرآن پاک جامع کتب آسمانی ہے جو متفرق برکات نازل ہوئی تھی اس کتاب پاک میں جمع ہیں و للہ الحمد پھر قولہ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مراد کفر کرنے والوں سے عام ہیں کہ اس زمانہ ختم رسالت کے ہوں یا جب سے دنیا میں کافر شروع ہوئے ہیں اور ان میں وے بھی داخل ہیں جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار و کفر کیا اسی معنے پر اس آیت کی منقول تفاسیر میں اتفاق کیا جاتا ہے اور معنے یہ ہیں کہ عنقریب وے لوگ جنھوں نے کفر کیا تمنا کرینگے کہ۔ لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔ کاش وے مسلمان

ہوتے مراد اسلام ہے ایمان نہیں کیونکہ اسلام و ایمان ایک ہیں یعنی آخرت میں بلکہ آخرت شروع ہونے پر کفار تمنا کرینگے کہ دنیا میں ہم مسلمان مؤمن ہوتے
تو اچھا ہوتا اور یہ بھی معنے ہیں کہ بسا اوقات کافر تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہم دنیا میں مسلمان ہوتے۔ چنانچہ سدی نے اپنی اسناد سے حضرت ابن
عباس و ابن مسعود وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کیا کہ جو کافر بمقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنگ بدر میں مارے
گئے تھے جب آگ پر پیش کیے گئے تو آرزو کی کہ کاش ہم مسلمان ہو گئے ہوتے۔ واضح ہو کہ بسا اوقات کی توجیہ یہ ہے کہ آخرت میں جس عذاب میں ہیں
ان کو اس کی حسرت ہر وقت گھیرے ہے لیکن بیان تمنا اور ظہور ان سے اوقات میں ہے پھر یہ تفسیر گویا مجملہ کافروں میں سے اور ان کے حالات
آخرت میں سے ایک خاص گروہ و موقع کا بیان ہے اور یہ غرض نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں فقط یہی کافر مراد ہیں۔ اور شاہد اس تفسیر کے لیے صحیح کی
روایت ہے کہ بدر کی فتح کے بعد تین روز آنحضرت نے وہاں قیام فرمایا کر تیسرے روز سوار ہو کر اس کنوئیں پر تشریف لے گئے جس میں کفار مقتول
ڈالے گئے تھے اور ان سے فرمایا کہ مجھ سے جو میرے پروردگار نے وعدہ فرمایا تھا میں نے پایا اور تم نے بھی پایا جو تم سے وعید کیا گیا تھا الحدیث فی
الصحیح پس معلوم ہوا کہ ان پر وہ عذاب طاری ہوا جس کا انذار دیا گیا تھا پس انھوں نے تمنا کی کہ کاش دنیا میں مسلمان ہو جاتے۔ امام ابن کثیر رحمہ
تعالیٰ نے کہا کہ بعض کا قول ہے کہ یعنے ہر کافر اپنی موت کے وقت اس کی تمنا کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ موت کے وقت سے وہ وقت مراد ہے جب
عطش پر جان آتی ہے یا ایسی حالت میں کہ اسوقت دنیا سے پوشیدہ ہوتا اور آخرت کا انکشاف ہوتا ہے جس وقت کہ ایمان قبول نہیں ہے اور معنے ربما
یود الذین کفروا یعنے تمنا کرتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے پس اگلے پچھلے سب کافروں کو شامل ہے۔ ولیکن اس تفسیر سے بھی یہ مقصود نہیں ہے کہ
اسی میں انحصار ہے بلکہ دیگر احوال و اوقات تمنا و حسرت انپر پیش ہونے کو موجود ہیں۔ پھر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعض کے قول میں یہ روز
قیامت کی خبر ہے کہ وہاں سب کفار تمنا کرینگے پس اگر موت کے وقت یا ظہور عذاب آخرت کے وقت تمنائے مذکور کی ہو تو وہ بھی ہوئی اور قیامت میں
خاص کر ہو گی یعنے جیسے قولہ تعالیٰ ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین۔ یعنے اگر تو دیکھے جب کافر کھڑے
کیے جاوینگے آگ پر سو کہینگے کہ ہائے کاش ہم لوٹا دیے جاویں سو ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتیں اور ہو جاویں مومن۔ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا
کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد خود عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کافروں کی تمنا اسوقت ہو گی کہ جب ایسے مسلمانوں کو بھی اللہ
تعالیٰ دوزخ سے نکالیگا جنکا نام جہنمی ہو گا۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بالاسناد حضرت ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا
کہ دونوں اس کی تاویل یہ بیان کرتے کہ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں سے خطاکار گنہگاروں کو دوزخ میں مشرکوں کے ساتھ محبوس رکھیگا تو مشرکین
انسے کہینگے کہ تم تو دنیا میں اپنے کو موحد کہتے تھے یعنے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں پوجتے تھے تو تم کو بھی کچھ فائدہ نہ ہوا پس اللہ تعالیٰ مشرکوں کے قول پر
ان گنہگاروں کے لیے غضب فرماوے گا اور اپنی فضل رحمت سے ان کو نکالنے کا حکم دیگا اسوقت مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہی ہوتے۔ اقول
وقال رواہ البیہقی فی البعث و ابن المبارک فی الزہد عبد الرزاق نے حضرت ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے باسناد عن مجاہد رحمہ اللہ و خصیف رح روایت
کی کہ دوزخ والے اہل توحید سے کہینگے کہ تمہارا اسلام بھی تمہارے کام نہ آیا جبھی وہ کہینگے تو عالم الغیب عز وجل حکم فرماوے گا کہ نکال لو دوزخ سے
جسکے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو تب ہی کفار یہ تمنا کرینگے۔ ایسا ہی ضحاک و قتادہ و ابو العالیہ وغیرہم سے مروی ہے امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ
اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی موجود ہیں پھر اسانید کے ساتھ روایات ذکر فرمائیں جنکے اسانید حذف کر کے میں لکھتا ہوں کہ
انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلمہ پڑھنے والے لا الہ الا اللہ والے لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں
کی سزا میں دوزخ میں داخل کیے جاوینگے پھر ان سے مشرک لوگ لات و عزی والے یعنے جیسے لات و عزی کی پرستش سے مشرک ہوتے ہیں ایسے ہی
مشرک لوگ کہینگے کہ تم کو لا الہ الا اللہ نے کبھی کچھ فائدہ نہ دیا یعنے تم تو توحید کا یقین و اعتقاد کرتے تھے اس سے تم کو بھی کچھ فائدہ نہ ہوا کہ تم بھی ہمارے
ساتھ دوزخ میں ہو پس اللہ تعالیٰ ان توحید کے اعتقاد والوں کے واسطے مشرکوں پر غضب فرماوے گا پس انکو نکلوا کر نہر الحیات میں ڈالیگا سو وہ

لوگ جلنے کے زخم و داغ سے اس طرح پاک صاف اچھے ہو جاوینگے جیسے گہن سے چاند نکل آتا ہے پھر جنت میں داخل کیے جاوینگے اور وہان
انکا نام جہنمی ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یا حضرت آپ نے اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ مین نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی ہم پر دروغ باندھے تو وہ جہنم مین اپنا ٹھکانا بناوے۔ کہتا ہون کہ ہان مین نے
اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ایسا فرماتے تھے رواہ الطبرانی مترجم کہتا ہے کہ یہ صفت ان لوگون کی ہے جنکا بیان صحیحین وغیرہ
کی حدیث مین آیا کہ آخر مین جنکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہوگا گو کبھی کوئی نیکی نہ کی ہوگی اللہ تعالے اپنے فضل رحمت سے نکالیگا جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ
تعالے سے بھی مذکور ہوا ہے۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طبرانی نے باسناد خود ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب دوزخ مین
کفار وان کے ساتھ مین اہل قبلہ مین سے جنکو اللہ تعالے چاہے جمع ہونگے تو کافر لوگ ان مسلمانون سے کہینگے کیا تم مسلمان نہ تھے کہینگے کہ تھے کہینگے کیون
نہین تو کہینگے کہ پھر تم کو اسلام نے کچھ نفع نہ دیا کہ تمہارا انجام بھی ہمارے ساتھ جہنم مین ہوا کہینگے کہ ہمارے ذمہ گناہ تھے ان کے عوض ہم گرفتار ہوئے
پس اللہ تعالے عالم الغیب حکم فرماوے گا کہ جو کوئی اہل قبلہ سے باقی ہو اسکو نکال لاؤ پس جب کافر لوگ یہ دیکھینگے تو اسلام کی تمنا کرینگے
پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھین۔ اقول در منثور مین شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے طبرانی کی سنن اوسط کی روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
عنہ سے مرفوع نقل کی اور کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے ورواہ ابن ابی حاتم ایضاً پھر طبرانی نے باسناد خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ اللہ تعالے دوزخ سے کچھ لوگ مومنین نکالیگا بعد ازانکہ اللہ تعالے کے غضب سے گرفتار رہے
ہونگے پس مشرکین انسے وہان کہینگے کہ تم دنیا مین اپنے کو اللہ تعالے کا دوست کہتے تھے پھر کیا ہوا کہ ہمارے ساتھ پڑے ہو پس عالم الغیب حکم فرماویگا
کہ شفاعت کی اجازت عام ہے پس ان کے لیے ملائکہ وانبیا و مومنین شفاعت کرینگے یہانتک کہ بارادۂ الٰہی واس کے حکم کے سبب دوزخ سے
نکالے جاوینگے تب مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی شفاعت پہونچتی تو انکے ساتھ نکالے جاتے یہی فرمایا اللہ تعالے نے ربما یود الذین
کفروا لو کانوا مسلمین۔ پھر یہ لوگ جنت مین جہنمی کہلاوینگے اس جہت سے کہ انکے چہرہ پر سیاہی کا داغ ہوگا پس عرض کرینگے کہ الٰہی ہم سے یہ داغ دور کر دے
پس نہر الجنۃ مین غسل کا حکم فرماوے گا تو انسے یہ داغ جاتا رہیگا مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ملائکہ وغیرہ کی شفاعت سے
نکالے جانے پر کافر لوگ حسرت سے تمنا کرینگے اور آخری حسرت بے انتہا ان کو جب ہوگی کہ جب ان سب کی شفاعت کے بعد حق تعالے اپنے
فضل رحمت سے ایسے لوگون کو جنھون نے کبھی کوئی نیکی نہین کی ولیکن ذرہ کے قریب ان مین ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر تھا اور موافق نبوت
کے اللہ تعالے پر اتنا ایمان رکھتے تھے اگرچہ کبھی نیکی نہین کمائی تھی انکو اپنے علم غیب وعلم محیط کے موافق نکالے گا اور وہ عتقاء الرحمٰن کہلاوینگے جیسا کہ
نہایت ثقہ وحفاظ رواۃ اولیاء نے روایت کیا ہے اور وہ صحیحین وغیرہ مین موجود ہے فافہم۔ حدیث چہارم ابن ابی حاتم نے باسناد خود حضرت امام
محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ روایت کی یعنے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بعضون سے بعض کو آگ
لگے ٹخنون تک اور بعض کو کمر تک اور بعض کو گلے تک پکڑا ہوگا جیسے جنکے اعمال خراب ہون گے بقدر ہر ایک کے اعمال کے آگ نے پکڑا ہوگا اور بعض
اس مین ایک مدت رہیگا پھر نکالا جائیگا اور سب سے زیادہ اس مین رہنے والا وہ ہے جو دنیا کی قدر رہا یعنے جب سے پیدا ہوئی اور جب فنا ہوئے
اتنے زمانہ تک رہا پھر جب اللہ تعالے چاہیگا کہ ان کو دوزخ سے نجات دیوے تو یہود و نصاریٰ وجو کوئی ایسے ہی باطل دین والے و بت پرست
اس مین ہونگے وہ ان گنہگار اہل توحید سے کہینگے کہ تم تو ایمان لائے تھے اللہ وحدہ لاشریک پر اور اس کی سب کتابون و سب رسولون پر مگر آج ہم تم اس مین
یکسان ہین پس اللہ تعالے عالم الغیب والشہادۃ ان گنہگار اہل توحید کے واسطے کافرون مشرکون کے کلمہ پر ایسا غضب فرماویگا کہ پہلے کسی چیز
کے واسطے ایسا غضب نہ فرمایا تھا پس ان گنہگارون کو چشمہ جنت مین نکلوا کر داخل کریگا یہی اللہ تعالے نے فرمایا ربما یود الذین کفروا لو کانوا
مسلمین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اگر کلام ہے تو اسقدر کہ حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے اپنے دادا حضرت علی بن ابی طالب

کرم اللہ وجہہ کو نہین پایا ولیکن اصح وصواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ثقہ جب مرسل روایت کرے تو مقبول ہے اور حضرت علی بن الحسین امام زین العابدین ثقۂ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے ہین پس حدیث صحیح ہے اور اس مین ایک نکتہ لطیف ہے وہ یہ کہ عالم الغیب جل شانہ کے قبضہ قدرت مین سب چیزین مسخر ہین اور ظاہری اسباب بھی چنانچہ اُسنے گنہگارون کو نکالنا چاہا اور یہود و نصاریٰ نے ان مین طعن کیا پس انکے حق مین بہتر اور کافرون و مشرکون کے حق مین غضب ہوگیا فافہم ۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے اس دنیا مین صاف صریح انذار فرمادیا کہ اپنے واسطے راہ خیر اختیار کرین اور اللہ تعالےٰ کے حق توحید و عظمت و شان کا اقرار کرین کیونکہ اگر طاعت و عبادت مین قصور رہے تو یہ کبھی روا نہین ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ کی جناب مین شرک و بے ادبی پکر باندھین بلکہ اس کی عظمت شان کی اقرار کے ساتھ اسی کی درگاہ مین عاجزی ہے کہ الٰہی مین خطاوار و بدکردار ہون اور بلا شبہہ یا جیسے تو جانتا ہے معترف ہون کہ مین ہر طرح تیرے حکم کا سزاوار ہون چاہے بخشدے چاہے سزا دے پس امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اپنے فضل سے عفو فرمادے اور اگر اس نے سزا دی تو اس کا حکم عدل ہے اور وہ حق ہے ولیکن یہ غضب و لعنت نہین پس آخر اس کا رحم ہے برخلاف دوزخیون کافرون مشرکون کے کہ ان کی حالت کا وان کی سرکشی و تمرد و نہایت بے ادبی کا اندازہ کون کرسکتا ہے اور مومن کی زبان ان بے ادبیون کی نقل سے تھرتھراتی ہے جو مشرک و کافر کرتے ہین دے اگر کرور برس جیتے رہین تب بھی انکا عزم بالجزم ہے کہ ایسے ہی رہین آخر اپنی نیت کے موافق اس جہان مین دیسا ہی ٹھکانا پاوینگے اور جب ارحم الراحمین اپنے بندون پر رحم فرماویگا تو یہ کافر لوگ جو اس سے منحرف تھے بے فائدہ حسرت کرینگے کہ ہم بھی دنیا مین اپنی نیت و اعتقاد بدل لیتے حالانکہ دنیا مین اللہ تعالےٰ نے ان کے واسطے اپنے رسول بھیجے اور قرآن پاک نازل فرمایا اور سب طرح اُن کو سمجھایا اور انکا آغاز و انجام بتلایا مگر بجاے ان تمام احسانون کے انھون نے دنیا کفر کیا اور رسول و قرآن کے دشمن ہوگئے ۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا ان کو چھوڑ دے یعنے چندروز تک کہ کھائین اور مزے اٹھائین یعنے جانورون کی طرح زبان و پیٹ و تن پروری مین پڑے ہوئے بغیر روک ٹوک کے رہین یہانتک کہ ان کو نہ سوجھے کہ دے عقل سے وہی نتیجہ پیدا کرتے ہین جو جانور بغیر عقل کے کرتے ہین اور یہ بھی نہ سوجھے کہ آخر یہ کتنے روز تک رہیگا حتے کہ ان چیزون مین ایسے مستغرق ہین کہ بالکل لہو و غفلت مین پڑے ہین ۔ وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ ۔ اور غفلت مین ڈالے ان کو آرزو یعنے دنیاوی لذات و مال و متاع کی آرزو انکو پڑھتی جاوے اور وہ ایسا غافل کرے کہ کچھ انجام نہ سوجھے کبھی توبہ کرکے رجوع نہ لاوین ۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۔ سو بہت قریب جان جاوینگے ۔ یہ بڑی سخت تہدید ہے جیسے فرمایا قل تمتعوا فان مصیرکم الی النار ۔ تو کہدے کہ مزے اٹھاؤ سو تمہارا پھر ٹھکانا دوزخ کو ہے اور یہ لوگ اگر جان لیتے کہ دوزخ الٰہی پناہ کیسا غضبناک مقام ہے اگر ان کو سوجھتا کہ ہم برابر اسی کی طرف جاتے ہین اور ہر روز اس سے قریب و کنارہ پر پہنچے یہانتک کہ موت کے وقت اس مین قدم اتارتے ہین تو کفر نہ کرتے الٰہی ہم کفر و شرک سے پناہ مانگتے ہین الٰہی ہم کو اسلام و ایمان پر وفات دیجیو آمین ۔ ف فی الدرایۃ قولہ تعالےٰ ۔ الٓر ۔ اس سے کچھ فہم انکشافی علما کو حضرت خالق جل شانہ نے عطا فرمائی ہے ہرچند کہ اصل اصول جو ہے وہی ہے جو وہ جانتا ہے پس اشارات مین سے ہے کہ الف سے بیان اثبات ہے کیونکہ مشعر اولیت ہے چنانچہ اسم اللہ کے اوپر مقدم ہے اور لام سے بیان لا یعنے نفی ہے کیونکہ لام شفین لا ہے اور را سے کشف ربوبیت و ظہور انوار رویت یعنے دیدار و ظہور کا بیان ہے اور یہ شرائط معرفت سے ہے کیونکہ جو کوئی بحر نفی و نکرت مین بصفت فنا و نفی واسطے حصول گوہر حقیقت و حق البقا کے نہین ڈوبا تو وہ بحر ربوبیت کو نہین پاتا اور نہ کشف دیدار تک پہونچتا ہے پس اشارت کے سوا صراحت اس مین اس وجہ سے نہین ہے کہ فقیہ و عالم کم ہین اور جو ہوا وہ اشارہ سے بہ نسبت صراحت کے زیادہ لطف پاتا ہے اور یہ جو بیان ہوا نتیجہ ایمان ہے چنانچہ دیکھو کہ اول لا کے سے نفی ہے پھر الف سے اثبات الا اللہ ہے اور بیان را اس واسطے مذکور نہین ہے کہ اکثرون کا استغراق نفی مین دو کبیرہ ہے کہ تیسرے بحر تک نہین پہونچے تو اس مین را نہین ذکر فرمایا اور یہ سر عجیب ہے جس کو اہل توحید مین سے صاحبان اسرار جانتے ہین اور مقصود کتاب یہی ہے چنانچہ دیکھو قولہ تعالےٰ تلک آیات الکتاب و قرآن مبین ۔ یعنے اول مین جو عجیب عجیب بیان ہوا اس کتاب کی اصل ہین اور کتاب اُس کی تفسیر ہے کہ وہ جامع اوصاف ربوبیت و اخبار ازل قدیم ہے ولیکن حجاب حروف کے

ساتھ جمال و جلال کا ظہور اسی شخص کے واسطے ہے کہ قلب ظاہر و حاضر لایا اور بہت گوش ہوش ہو گیا اور کمال اعجاز و انتہا ہے ابلاغ جو مخلوق کی
طاقت سے باہر ہے یہ ہے کہ اغیار یعنی کفار بھی سنتے ہیں اور اپنے موافق معنے سمجھتے ہیں اور اول درجہ پر مومن اس سے ہدایت و فصاحت و بلاغت اپنے
مطابق اعجاز سمجھتا ہے اور درجہ اعلیٰ کے اہل توحید و عرفان اپنے اپنے درجہ کے موافق اسکے اعجاز کاملہ و حجت بالغہ کو دیکھا کرتے ہیں اور درجات
ولایت میں سے عاشق و مشتاق و عارف و موحد وغیرہ ہر ایک اسکے نور میں مستغرق ہے تو نے نہیں سنا کہ اکابر سلف قرآن کی سماعت میں اپنی
جان و تن سے خالی و فانی ہو تے تھے کہ اس وقت اپنا تلوار کا اثر نہ تھا شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مومنین کے لیے وہ بیان ہے کہ
ان کے قلوب ساکن و مطمئن ہوتے ہیں اور مریدین اپنی شان ارادت میں قوی اور مشتاقین کے لیے ہیجان شوق اور محبین کے لیے تنویر اسرار ہو اور جب
اس عظمت و شان قرآنی سے اہل ایمان و عرفان ظہور انوار جمال جلال میں بیدار صفات و ذات میں مستغرق ہونگے کہ تمام مخلوقات ان کے لیے ہو جائیگی
اور کمال عزت و نعمت میں بغیر کسی کراہت و حجاب کے انعام و اکرام سے سرفراز ہونگے تو اہل الکفر و طغیان بھی تمنا کرینگے کہ ہم بھی اس قرآن کے
لیے آنکھ و کان و دل و زبان رکھتے ہوتے جیسے حق تعالیٰ کے لیے اہل معرفت و توحید مطیع و منقاد رہے تھے کما قال تعالیٰ ربما یود الذین کفروا
لو کانوا مسلمین۔ یہ ان کافروں کا بیان ہے جو طریق حق و ایمان سے دور تھے پس تمنا کرینگے کہ ہم بھی اہل ارادت سے ہوتے اور منکر نہ ہوتے کاش ہم کوشش
کرتے اور کسل و سستی نہ کرتے کاش رضا و بندگی میں رہتے اور ناخوشی و کراہت نہ کرتے اور متوکل ہوتے نہ دنیاوی معیشت میں منہمک اور عالم ہوتے نہ جاہل
اور یقین والے ہوتے نہ شک کرنے والے اور عارف ہوتے کہ خود دیکھا ہوتا نہ دوسروں کی تقلید کرتے اور موحد ہوتے نہ خالی دعوے کرنے والے اور
اخلاص سے بندگی والے ہوتے نہ دکھلانے سنانے والے جو شرک ہے کفر و نفاق سے بیگانوں سے پاس ہے حالانکہ صحاح اخبار سے ادہر کفار کے بیان
کو بھی اپنی خطاؤں پر افسوس ہوگا۔ ابن قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں کفران نعمت سب طرح شامل ہے پس اشکال کفار ان تو انکار رسالت
و ہدایت اکبر ہے۔ بعض نے کہا کہ جو معارف و اعتقاد ان سے میں جب بدیہی ظاہر ہوں گے تو بہت سے مخالف لوگوں نے تفویض تو تعطیل بہت ہونگے اور
بہت سے قلوب پر حسرت چھا جائیگی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی فرمائی بقولہ ذرہم یاکلوا و یتمتعوا و یلہہم الامل فسوف
یعلمون منکروں کو تین قسم ہوا ایسا بیان کیا ایک تو ان کے پیٹ کا ذکر ہوگا دوم ان کی فروج ہو شہوات بہری ہوئی کہ تیسرے ان کے نفوس
میں آرزووں کا انبار ہوگا پس ان کو بہائم جانوروں سے تشبیہ دی بلکہ یہ لوگ ان جانوروں سے زیادہ اضل ہیں کیونکہ اپنی حرص و ہوس میں لگ کر
سے منازعت کرتے ہیں اور بہائم کو یقین ہوتا ہے ولیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ سے جاہل و غافل ہو کر اپنے فساد و جہالت پر ان کو وقت نہیں ہوتا ہے
اور اطلاق بذیان و بیہودہ خیالات میں اچھے غرق ہو تے ہیں کہ ایام طاعات و عبادات کو مخالفت میں ضائع کرتے ہیں اور بیکار وقت گذار کر حسرت
کرینگے جب وقت آنا ہی کا ہو گا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بدترحال اس کا ہے جس کا شغل اپنے پیٹ پالنے و خواہش پوری کرنے اور
شہوت کی لذات میں ہو اور خیالات کی آرزو کو بڑھاوے تو اس کو انوار عصمت سے کچھ نہیں پہونچیگا اور ہرگز مقام توبہ تک اسکا گذر نہ ہوگا ابوسعید
القرشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو کوئی اپنے نفس و اس کی تربیت کے لیے ہوا اور وہ ان آیات میں ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے چھوڑ دیا گیا اہل
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں جاہلوں پر اللہ تعالیٰ عزوجل سے جاہل و بے ایمانوں کا بیان ہے کہ ان کی ہمت فقط کھانے پینے و شہوت اڑانے میں
اور آیندہ اس کے افکار میں رہتی ہے پس زندگی موت انکو بھول جاتی ہے اور جن آرزوؤں میں نفس کے پیچھے وہ ان کے نزدیک اس قدر ہوتے
اپنا سود و عنقریب جانینگے کہ جو انہوں نے چاہا وہ ان کے لیے آلت ہے اسی نسیان کو مدارج اہل سعادت سے دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جسکے
حق میں بہتری چاہتا ہے اس کی ہمت ایسی چیز میں رہتی ہے جو اس کو منزل قبولیت سے قریب کرے اور وہ طاعات ہیں اور مخالفت
سے پرہیز کرنا اور اپنے نفس سے حساب کرتے رہنا پس جو شخص اس حالت میں رہا اس کو کھانے پینے و عیش اڑانے کی کچھ پروا نہیں رہتی ہے کما
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝

اور نہیں ہم نے برباد کر دیا کوئی گاؤں مگر یہ کہ اسکے لیے کتاب معلوم تھی نہیں کوئی امت سبقت کرتی اپنی میعاد سے اور نہ تاخیر دی جاتی ہے

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ

اور کہا کافروں نے اے وہ جس پر اتارا گیا ہے قرآن تو بیشک مجنون ہے کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس ملائکہ کو اگر

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ

تو سچے لوگوں سے ہے ہم نہیں اتارتے ہیں ملائکہ کو مگر حق کے ساتھ اور جب تو وے مہلت نہ پاویں بیشک ہم نے اتارا ہے

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

قرآن اور بیشک ہم ہی اسکے نگہبان ہیں

اول آیت میں تو دو مرتبہ تہدید فرمائی کہ ذرھم یاکلوا اور دوسری فسوف یعلمون۔ پھر اس آیت میں انذار کیا کہ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۔ یعنے مشرکوں کو جو مہلت دی گئی اس سے ان کو مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ حال یہ ہے کہ ہم نے نہیں ہلاک کیا کسی قریہ کو چاہے وہ کسی حال میں ہو مگر آنکہ اس کے لیے کتاب معلوم تھی یعنے مدت و وقت اس کے ہلاک کا مقدر تھا نہ اس سے مقدم ہوا اور نہ متاخر ہوا اور وقت مجہول نہ تھا اور نہ وہ قریہ بھولا ہوا چھوٹا تھا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب سے حجت مراد لی یعنے جو قریہ ہلاک کیا اسکے اوپر کتاب سے حجت قائم کر دی اور وقت پورا کر دیا پھر اس کو تاخیر نہ دی اور نہ وقت سے پہلے ہلاک کیا اس میں اہل مکہ کو ارشاد ہے کہ جلدی عذاب نہ آنے سے مغرور نہ ہوں بلکہ شرک و عناد چھوڑیں۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا۔ حرف من واسطے تاکید نفی کے زائد ہے اور امۃ فاعل ہے یعنے امتوں میں سے کوئی امت نہیں سبقت کرتی اپنی مدت مقررہ پر یعنے جب حال پر کفر پر عناد سے رہے اپنے وقت سے پہلے نہیں ہلاک کی جاتی ہے۔ وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔ اور نہ انکو تاخیر ملتی ہے جب وقت آگیا۔ زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عذاب آنے سے پہلے جو تقدیم و تاخیر اللہ تعالیٰ چاہے دیتا ہے پھر نزول عذاب نہیں دیتا ہے۔ شاید غرض یہ ہے کہ اعمال نیکی و صلہ رحم سے عمر بڑھنے کی احادیث اور اس آیت میں اسطرح توفیق ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ آیت تو نص ہے پس حدیث میں وارد ہے کہ ہر شخص کا نطفہ جب روح پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے اس وقت فرشتہ بحکم الٰہی اس کی عمر و رزق وغیرہ لکھتا ہے اس نوشتہ میں اللہ تعالیٰ محو و اثبات موافق علم ازلی کے فرماتا ہے اور سبب سے زیادہ و کمتر ہوتی ہے کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے مقدر فرمانے کا یعنے تقدیر کا ہے اس میں بندہ کی عقل کام نہیں کرتی ہے ولیکن ہم آیات و احادیث پر ایمان لاتے ہیں کہ سب حق ہے۔ پھر کافروں کا عناد بعد اثبات قرآن کے رسول کے ساتھ بے ادبی کے بیان فرمایا بقولہ۔ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ۔ اور کافروں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے۔ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۔ تو بیشک مجنون ہے۔ اول تو قرآن اتارے جانے سے منکر تھے پھر ٹھٹھول کے طور پر اتارتے ہوئے کہا کہ اے وہ جس پر قرآن اتارا گیا ہے پھر سخت انکار سے کہا کہ تو مجنون ہے یہ خود ان کی کمال حماقت تھی کہتے اجعل الالھۃ الھا واحدا ان ھذا لشئ عجاب۔ آیا اس نے اتنے معبودوں کو ایک خدا کر دیا یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ انکا قول خود سخت جہالت ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کب کوئی معبود ہو سکتا ہے پھر ایسے جاہل جس بات کو چونکہ نہیں سمجھ سکتے تھے تعجب کرتے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو رسول نہیں بنا سکتا حالانکہ قول انکے ما کنت بدعا من الرسل یا آپ سے انکو متواتر خبر کے انکار کا الزام دیا کیونکہ آپ انہوں کے رسول نہ تھے تو پہلے سے ہر قریہ و امت میں نذیر گذرا اور خود یہود و نصاریٰ سے اقرار کرتے تھے اور خود حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام پیغمبر تھے کہ آدمی تھے پھر کہ فرشتہ مانگتا اور یہ نہیں سمجھتے کہ فرشتہ آخر بصورت آدمی ہوگا ورنہ اصلی صورت دیکھنے سے ان کی جان نکل جاتی کم حماقت سے کہتے۔ لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ۔ کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس ملائکہ کو۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اگر تو سچا ہے یعنے

تیرے دعوے پر ہمارے سامنے گواہی دیں یا ہمارے جھٹلانے پر تیرے لیے عذاب ہم پر لادیں۔ یہ باتیں جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کہیں چنانچہ ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون۔ تمہارا رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا وہ صریح مجنون ہے۔ اور لولا القی علیہ اسورۃ من ذہب او جاء معہ الملائکۃ مقترنین۔ کیوں نہیں اسپر اتارے گئے سونے کے کنگن یا کیوں نہ آئے اسکے ساتھ ملائکہ ساتھ ملے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تشابہت قلوبہم۔ انکے و ان کے دل باہم متشابہ ہوئے ہیں۔ قریش میں سے ابوجہل کو اس امت کا فرعون فرمایا۔ اسی واسطے فرمایا۔ قال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملائکۃ۔ کہا ان لوگوں نے جو ہمارے لقاء کی امید نہیں کرتے ہیں کہ کیوں نہیں ہم پر ملائکہ اتارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا۔ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ ہم نہیں اتارتے ملائکہ کو مگر حق کے ساتھ۔ یعنے اگر رسول ہم کوئی فرشتہ بھیجیں تو اس کو آدمی کی صورت کریں تو وہی التباس بتادیں جواب کرتے ہیں اور اگر ملائکہ گواہ بھیجیں حالانکہ ان میں استعداد نہیں تو یہ مرجاویں اور اگر سزا کو بھیجیں تو قبل وقت کے ان کو ہلاک کریں پس تنبیہ کردی کہ ملائکہ کو تو ہم حق کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ فرمایا یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین جس دن دیکھینگے ملائکہ کو اسوقت کافروں کو کچھ بشارت وخیر نہ ہوگی اسی واسطے فرمایا۔ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۔ اور اسوقت کہ ملائکہ ہم بھیجیں یہ لوگ کچھ مہلت نہ پاوینگے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حق کے ساتھ یعنے رسالت وعذاب کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ملائکہ کی رسالت کے یہ لوگ لائق نہیں ہیں اور عذاب ان کے حق میں خود وقت سے پہلے ہلاکت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق وتسلی فرمائی بقولہ۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ۔ بیشک ہم ہی نے قرآن مجید اتارا ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ اور ہم اُس کے واسطے محافظ ہیں۔ یہ بڑا معجزہ قرآن کا ہے کہ وہ قیامت تک ہر طرح کی تحریف وتبدیل وزیادتی ونقصان وغیرہ سے پاک رہیگا مخلوقات میں سے کسی کو یہ مجال نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کرسکے اور یہ صرف قرآن پاک کے لیے مخصوص ہے بخلاف دیگر کتب آسمانی کے جن میں یہود ونصاریٰ نے تغییر وتحریف کی گنجائش پالی حتیٰ کہ اس کے نسخوں میں باہم ہزاروں بلکہ لاکھوں اختلاف ہیں اور اصل نسخوں کا پتہ تک نہیں چلتا ہے اور قرآن پاک ایک صریح متواتر معجزہ باقیہ ہے اور باوجودیکہ ہر دن اس کے دشمن موجود ہیں کسی نے اسپر قابو نہیں پایا۔ اور تمام عرب نے زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی کمال بلاغت ظاہری کو تسلیم کرلیا۔ امام مسلم نے صحیح میں عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے تجھپر قرآن اتارا جسکو نہ پانی دھو سکتا ہے الیٰ آخر الحدیث یعنے پانی وآگ وغیرہ کسی کو اسکے مٹنے کی طاقت نہیں ہے۔ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک اسواسطے یکجا جمع نہ فرمایا تھا کہ آپ کو آیات کے نزول کا انتظار رہتا یعنے اگرچہ جبرئیل علیہ السلام ہر رمضان میں آپ سے دور کرتے حتیٰ کہ سال وفات میں دو بارہ دور کیا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ تھے پس آپ نے لکھنے کا حکم دیا اور مجموعہ نہیں فرمایا پھر جب آپ کی وفات سے نزول منقطع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کو اسکے جمع کردینے کا الہام فرمایا پس انھوں نے جمع فرمایا اور وعدہ صادقہ الٰہی سبحانہ تعالیٰ اسکے حفظ کا اس امت پر شروع ہوا اور ابتدا اُس کی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوئی جسکا اول مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کذا ذکرہ الشیخ السیوطی فی الاتقان۔ اور مشورہ کی حدیث صحیح بخاری میں تمام وکمال مذکور ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ یمامہ میں حفاظ صحابہ بہت شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو الہام کیا انھوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ ایسا نہو بہادر دن میں حفاظ شہید ہوجاویں پس جمع کرنے قرآن کا حکم دیجیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اول تو تامل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہیں کیا میں کیونکر کروں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام فرمایا تو حکم دیا پھر جن اصحاب کو حکم دیا انھوں نے بھی تامل کیا پھر بعد الہام کے تسلیم وتعمیل کی۔ اس میں سلاطین اسلام واہل اسلام کو تعلیم عجیب ہے یعنی وزیر کو چاہیے کہ امر حق پر سلطان سے اصرار کرے اور سلطان کو چاہیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ملاوے جب موافق ہو تو حکم دے پھر تمام اہل اسلام اپنے بادشاہ کے حکم پر اس سے

رجوع لا دین اور شریعت طلب کرین نہ آنکی سرکشی کرین اور نہ آنکی شرع کی پروا نہ کرین اور چاہیئے کہ ہر امر مین اہل تقوی وصلاح کا مشورہ لیا جاوے جو امر شریعت وحفظ عدالت سے واقف ہون فقط گوشہ نشین نہ ہون اور نہ عاقبت سے غافل دنیا کے حریص ہون بلکہ دنیاوی زندگی کو لوگون پر ایسا آسان کرین کہ دست عاقبت کا ذخیرہ آسانی سے جمع کر سکے جاوین اور ہر حال مین ایسے علوم والے کام مین کوشش کرین جس سے دین حق ہر طرح غالب و دیندار لوگ سوا دنیاوی لذات کی عزت سے رہین ف فی العرائس قولہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون. ذکر سے مراد صفت الٰہی یعنے کلام اللہ ہے اور صفت قائم بذات پاک ہے اور ذات پاک منزہ از تغیر ہے یعنے قرآن کو عارفین وموقنین وموحدین کے دلون وسینون واسرار مین اتارا ہے اور ان کی حفاظت سے کافرون کی مخالفت کچھ مضر نہین ہے پس جن لوگون کو حضوری سے دور کر دیا ہے وسوسے شکوک ومغالطہ نفس وشیطان وطرح طرح کے واہیات خطرات مین ہین اور حق تعالیٰ عز وجل نے مومنین کے دلون کو ایسے خطرات سے محفوظ کر دیا تو قرآن پاک ان مین اپنے انوار پاکیزہ سے تجلی فرماتا ہے پس قرآن مجید ہر طرح کے تغیر سے محفوظ ومصئون ہے اور کسی کی مجال نہین کہ اسکو زائل کر دے کیونکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین ہے پس ہر زمانہ مین اللہ تعالیٰ جل شانہ کے محبین [illegible] سے موجود ہین تو قرآن پاک ان مین محفوظ ومصئون ہے اور یہی اشارت ہے کہ قرآن کے اسرار مین سے اولیاء کے دلون پر کشف فرماتا ہے انکو اپنے موقع پر محفوظ فرمایا اور ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ قرآن پاک شفاء ورحمت ہے اس بیان سے اہل سعادت کے اسرار ہر طرح کے وسواس وانواع نفس وشیطان سے مصئون ومحفوظ [illegible] ہیں اور اللہ تعالیٰ اسکو اہل سعادت کے دلون مین محفوظ رکھتا ہے اور اس مین فضیلت ان دلون کی ہے جن مین قرآن محفوظ ہے کیونکہ وہ دل اس کتاب مجید کے خزانہ ہین انکو اللہ تعالیٰ ضائع نہین فرماتا کیونکہ اس مین کتاب کی تضییع ہے

حافظ قرآن کی بڑی فضیلت ہے پھر کافرون کی جہالت بیان فرمائی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور بیشک ہم نے بھیجے — تجھ سے پہلے — اگلی امتون کے گروہون مین — اور نہین آتا تھا انپاس کوئی رسول — مگر تھے وے لوگ کہ اسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَوْ

یونہی ہم پرو دیتے — گنہگارون کے دلون مین — وہ اسکے ساتھ ایمان نہین لاوینگے اور ہو گذری ہے رفتار — اگلون کی — اور اگر ہم

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ

کھول دین انپر کوئی — دروازہ — آسمان سے — پھر وہ سارے دن اس مین چڑھین — تو بھی کہینگے کہ یہی نہین ہماری آنکھین باندھی گئی ہے — بلکہ

نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝

ہم جادو مین کھنچے ہوئے ہین

ع ۱۵

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا۔ اور بیشک ہم نے بھیجے یعنے آدمیون کو رسول بنا کر مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ تجھ سے پہلے درمیان گروہون اگلون کے یہ خطاب ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قطعی دلیل سے ثابت کر دیا کفار کا ابطال اور مومنون کے لیے اور حاصل یہ کہ جو خبر متواتر کے درجہ پر پہنچی وہ قطعی دلیل ہے اور یہ متواتر خبر ہے کہ ہم نے برابر اگلون مین رسول بھیجا اور وہ سب آدمیون سے مرد تھے پس رسول بھیجنا کچھ نئی بات نہین اور کبھی رسول فرشتہ نہین ہوا اور شیع الاولین یعنے اگلون کی امتون وگروہون مین۔ اشارہ ہے کہ اگلے زمانہ مین روئے زمین پر متفرق لوگون واصناف انسانون مین ایک ہی وقت مین ان گروہون جدا جدا پیغمبر ورسول بھیجے تھے کہ بنو اسرائیل کے ہر سبط کا جدا پیغمبر تاکہ ہر قبیلہ وشاخ کا علیحدہ پیغمبر کر دیا گیا تھا ایک ہی نبی نہ تھا اور سب پیغمبر ایک دوسرے کی تصدیق کرتے تھے ولیکن ایمان لانے والے اہل سعادت تھے ورنہ انکار کرنے کو سب موجود تھے۔ وَمَا يَاْتِيْهِمْ اور نہ تھا کوئی فریق ان شیعہ وقرون مین سے کہ آتا ان کے پاس مِنْ رَّسُوْلٍ

کوئی رسول ان رسولوں میں سے إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔ مگر یہ کہ تھے اس فریق والے اس سے ٹھٹھا کرتے یعنی ہر شیعہ فریق اس طرح اپنی
بنائی ہوئی خواہش و محبت میں دنیا و نفس کی شہوات میں ڈوبے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے منکر تھے کہ جو رسول آتا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے
حکم سناتا کہ یہ دنیا و اس کی لذات فانی ہیں اور تم مر کر آخرت میں اپنے رب تعالیٰ سے ملوگے وہ تم کو تمہارے نیک و بد کاموں کا بدلا دیگا اور وہاں تم کو سدا
رہنا پڑیگا نیکی کرو اور رسول کو مانو اور اسکے ساتھیوں میں سے ہو اور اپنی راہ چھوڑو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو غرضکہ سب سچ سچ باتیں اللہ تعالیٰ
کی صفات کا سچا اعتقاد بتلاتے تھے تو یہ گمراہ فریق انکو جھوٹا جانتا اور ٹھٹھے و ٹھٹھے میں اڑاتا جیسے حضرت سید الانبیاء خاتم النبیین والمرسلین محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس زمانہ والوں نے کیا اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پڑتا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں ہدایت نہیں دی
چنانچہ فرمایا۔ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ یوں ہی ہم اس جھٹلانے کو پرو دیتے ہیں مجرموں کے دلوں میں۔ حضرت انس
رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یعنی شرک کو۔ اور شاید مراد یہ ہے کہ شرک کے جرم سے جو مجرم ہیں ان کے دلوں میں جھٹلانا
راستہ ہے پس جس نے شرک کیا اس نے رب تبارک و تعالیٰ کو جھٹلایا تو رسول کو ضرور جھٹلاویگا اور رسول کی پیروی ہی سے تو سیدھا راستہ
اللہ تعالیٰ کی قبولیت و رضامندی تک ہے جو کوئی مشرک بنا اس کا راستہ تو شیطان و غضب الٰہی تک ہے وہ درگاہ الٰہی سے مردود و
مطرود ہے پھر کب وہ رسول کی پیروی کریگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی شرک کو ہم پرو دیتے ہیں مشرکوں کے دلوں میں۔ اور
ایسا ہی قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کی اور اس آیت میں معتزلہ و شیعہ وغیرہ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ بندہ خود خالق اپنے افعال کا ہو
جاتا ہے کہ لیے انپر رد ہے اور صریح دلیل ہے کہ کفر یا شرک کوئی فعل ہو سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسکے سوائے کوئی خالق نہیں ہے مگر بندہ اس
فعل کا کرنے والا ہے بقولہ تعالیٰ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ یعنی نفس کو نفع ہے جو اس نے نیک کمایا اور اس پر ضرر ہے جو بد
اس نے حاصل کیا پس بندہ کے ہر ارادہ و اختیار کے پیچھے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا اور فعل بندہ میں وہ نیک ہو یا بد پیدا کرنے والا حق
ہے پاک ہے اور پیدا کرنے میں امتحان و آزمائش و جزا و سزا وغیرہ بہت اسرار ہیں جنکو مخلوق تو قائل ہیں اور کہہ سکتی ہے۔ واحدی
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کہا کہ شرک کو ان کے دلوں میں کفر داخل کرا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمایا [illegible]
تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف نسبت کرنا بہتر ہے پس جو قرآن پاک میں بیان فرمایا وہی اس کو اچھا سمجھے اول یعنی قاضی و رافضی
و معتزلہ جو کہتے ہیں کہ کفر وغیرہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا کیونکہ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے تو امام واحدی
نے ان کو قائل کیا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کیا تو اچھا ہے پس تم بھی اس کو اچھا جانو اگر ایمان لاتے ہو اور وجہ یہ ہے کہ پیدا کرنا
کسی چیز کا عیب نہیں بلکہ قبیح چیز سے آدمی کا موصوف ہونا قبیح ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اہل الحق نے اس آیت سے گمراہ
فرقوں کو قائل کر دیا جو فعل کا خالق بندہ کو بتلاتے ہیں اس طرح کہ صریح ثابت ہوا کہ مشرکوں کے دلوں میں شرک و کفر کا پیدا کرنے والا اللہ
تعالیٰ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ آیت سے [illegible] فرمائی اور ظاہر کیا کہ اللہ تعالیٰ سب مخلوق پر قادر اور سب اس کے
ارادہ کے موافق اس کی قدرت سے پیدا ہوتی ہیں تو لازم ہے کہ اسی سے نیک کام کی دعا کریں اور اسی سے بد کاموں و شرک وغیرہ سے پناہ مانگیں
پس اگر اس نے پناہ دیدی تو اس کا احسان ہے لیکن کافر لوگ اور ایسے لوگ بھی جو اسی کو خالق نہیں بلکہ اپنے آپ کو بھی یعنی بعض چیزوں اپنے افعال
وغیرہ کا خالق جانتے ہیں وہ سب لوگ اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اور نہیں اھدنا الصراط المستقیم کے معنی سمجھتے تو ضرور نہیں ایمان لاتے
چنانچہ فرمایا۔ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ۔ وہ نہیں ایمان لاتے اس قرآن پر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی وجہ سے کہ کبھی خیال ہے جو اسلام و توحید
میں سے بعضی باتیں نہیں مانتے اور عقل کے خلاف سمجھکر اپنے طور پر سمجھتے ہیں۔ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ۔ اور بیشک گذر چکا طریقہ
اگلوں کا۔ چنانچہ اگلوں میں سے بھی بکثرت ایسے ہوئے کہ رسول و اس کے اصحاب کے بعد احکام الٰہی میں شک کر گئے انکو اپنی رائے سے تاویل کر لیا

اسی واسطے حدیث صحیح ہے کہ قرآن میں جو کوئی اپنی رائے سے معنے لگاوے وہ کافر ہے بلکہ جو حکم منصوص ہے اسی کو مانے اور اپنی سمجھ کا قصور سمجھے اور اگلوں میں جو رسول پر ایمان نہ لائے وے اسی طرح اٹکل کے پابند ہوئے اور آخرت و انجام سب سے انکار کیا اس آیت میں سخت تہدید ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و قرآن سے جو لوگ منکر ہوئے اور دین توحید میں نہیں آئے تو اگلوں کا واقعہ و جس طریقہ پر وے چلے اور جو انکا انجام ہوا اسی یاد کریں جیسے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا کہ پھر دنیا میں انکا نشان نہ رہا اور مرتے ہی عاقبت کے عذاب میں پڑے اسی طرح انکا انجام ہوگا۔
حق یہ ہے کہ جو کوئی اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو نہ پہچانے بلکہ اپنی عقل پر اعتماد کرے حالانکہ عقل تو اس کی خواہش و شہوات و اوہام کے نیچے دبی ہوئی ہے باوجود اس کے عقل کو یہ مجال نہیں ہے کہ اپنے خالق کو ثابت کرے کیونکہ خالق نے اس کو ثابت کیا ہے تو وہ گمراہ ہوگا۔ لہذا فرمایا۔ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ ۔ اور اگر ہم ان منکروں ٹھٹھا کرنے والوں پر آسمان سے ایک دروازہ کھول دیں۔ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۔ پس روشن دن میں اس میں چڑھیں برابر یعنے صاف صاف اسکو مشاہدہ و معائنہ کریں تو بھی انپر انکے اوہام و وسواس غالب آویں۔ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا ۔ بیشک کہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے یہی بات ہے کہ ہماری نگاہیں بند کی گئی ہیں یعنے جادو وغیرہ سے ہماری نظر بندی ہوئی ہے جس سے ہم کو ایسا نظر آتا ہے جیسا ادراک نظر چاہیے وہ بند ہوا ہے۔ یہ معنی مجاہد و قتادہ و ضحاک و ابن کثیر وغیرہ نے بیان فرمائے ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سُکِّرَت یعنے نشہ سے آنکھیں متوالی ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہماری آنکھیں وہ ان کام نہیں کرتی ہیں۔ عوفی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ یعنے ہم پر مشتبہ کر دیا گیا ہے ہم سحر میں پھنسے ہیں۔ واضح ہو کہ نظر بندی خفیف سمجھتے تھے اور جادو اس سے زیادہ قوی ہے اسواسطے کہا۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۔ بلکہ ہم قوم ہیں جو سحر میں پھنسائے گئے ہیں۔ یعنے اسطرح صاف واضح دلیل بلکہ معائنہ سے بھی ایمان نہ لاتے بلکہ کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہم کو نظر بندی بلکہ سحر میں پھنسایا ہے۔ حاصل یہ کہ امر حق و دین توحید کے اندر جو باتیں بیان ہوئی ہیں انکو بالکل باطل جانتے ہیں اس قدر ان کافروں و مشرکوں کو جزم و یقین ہے کہ اگر کیسی ہی روشن دلیل انپر پیش کی جاوے حتیٰ کہ آنکھوں دکھلا دی جاوے کہ اس دلیل و معائنہ میں کچھ شک نہ ہو بلکہ ماننا واجب و لازم ہو جاوے تب بھی نہ مانینگے اور کہنے لگینگے کہ ہماری آنکھوں کا قصور و فتور ہے جو ہم کو ایسا نظر آتا ہے اور عجب تعجب کا مقام ہے کہ جو باطل اعتقادات خود سمجھ رکھے ہیں انکو صرف اوہام و خیالات کی بنیاد پر مانا اور اسقدر سخت انکا یقین کر لیا ہے حالانکہ انپر کوئی دلیل عقلی نہیں اور کوئی حجت صحیح نہیں ہے اور یہ اور زیادہ حماقت ہے کہ بیہودہ وہمی خیالی تقریر سے ایک مطلب نتیجہ نکالا اور اسکو صحیح سمجھنے لگے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص جہالت و ہٹ دھرمی میں اس حد کو پہونچا ہو اسکو کون چیز نفع کرے گی
ف فی المدارک قولہ کذلک نسلکہ فی قلوب المجرمین الآیہ۔ جیسے اگلوں کے دلوں میں کفر و ضلال پرو دیا کہ انھوں نے اگلے انبیاء و اولیاء سے انکار کیا اور جو روشن دلائل و آیات واضحات وہ لائے تھے انکا اعتقاد نہ کیا اسی طرح ان کافروں و مشرکوں کے دلوں کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں کہ عجائب آیات و دلائل کتاب و صریح معجزات و صحیح بیانات ان کے دلوں میں کچھ اثر نہیں کرتے اور جب ان دلائل کی روشنی سے انکی آنکھیں چوندھیاتی ہیں کہ بیشک یہ دلیل تو صحیح ہے تب اپنا جاہلانہ باطل اعتقاد نہیں چھوڑتے اور بجائے اسکے یقین کرتے ہیں کہ ہمارے خیال اسوقت کام نہیں دیتے اور یہ اوہام ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خالق جل شانہ نے ان کے دلوں کو ایسا اندھا کر دیا کہ تمام مخلوق کروڑہا ان کی نظر کے سامنے صریح دلیل اس امر کی موجود ہے کہ مخلوق کے واسطے خالق ضرور ہے تو اسقدر اندھے ہیں کہ مخلوق سے خالق نظر نہیں آتا ہے بیشک انکی آنکھیں نشہ ضلالت و گمراہی سے مدہوش ہیں کہ باطل کو دیکھتے ہیں اور حق کو نہیں دیکھتے ہیں۔ ف یہاں تک اللہ تعالیٰ نے نصیحت و ارشاد فرمایا کہ یہ شدید حماقت چھوڑیں کہ جو یقین کر لیا جاتا ہے کیسا ہی بلا دلیل ہو اس کو نہ چھوڑینگے اور جو دلیل صحیح سے ثابت ہو اس میں اپنا مسحور ہونا یا اندھا ہونا گمان کرکے اسکو ترک کرینگے بلکہ دلیل و تقریر میں پہلے چاہیے کہ ہر فقرہ صحیح ہو اگر اس میں شبہ ہو پھر بالآخر جو نتیجہ نکالا جاوے وہ اپنے قاعدہ کے ساتھ درست ہو لہذا اول ان کو فہمائش کر دی کہ تمہارے اعتقادات صرف وہمی و خواہش نفسانی بلا دلیل کے باطل ہیں اب دلائل توحید و حق کو غور سے سنو فقال جل جلالہ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝

اور بیشک ہم نے پیدا کردیے آسمان میں بروج اور انکو زینت دی دیکھنے والون کے لیے اور محفوظ کردیا انکو ہر شیطان سے جو پھینک مارا گیا ہے

إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ

مگر جس شیطان نے چوری سے لیا سننے کو سو پیچھے لگا اسکو آتشی انگارا روشن اور زمین کو ہم نے بچھادیا اور ڈالے اس مین بوجھل پہاڑ

وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۝

اور اگائی اس مین ہر شے سے موزون اور کردیے تمھارے لیے اس مین زندگی کے سامان اور اسکے لیے جسکے تم رازق نہین ہو

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ۝ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ

اور نہین کوئی چیز مگر ہمارے پاس اسکے خزانے ہین اور ہم اسکو نہین اتارتے مگر ایک مقدار معلوم اور بھیجی ہم نے ہوائین بوجھل

فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ

سو اتارا ہمنے آسمان سے پانی سو اس سے ہم نے تم کو سیراب کیا اور تم اسکے خزانہ دار نہین ہو اور بیشک ہم ہی تو زندہ کرتے اور موت دیتے ہین

وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۝

اور ہم ہی آخر وارث ہین

ان آیات مین دلائل توحید ایسے طریقہ سے بیان فرمائے کہ عوام اپنی سمجھ کے موافق بے شبہہ جان لین اور خواص اپنے علم کے موافق عجائب دلائل سے زندہ ہوجاوین اور طریقہ یہ رکھا کہ پہلے ایسی مخلوق الٰہی ذکر فرمائی جہان ان جاہل مدعیون سے جو اپنے کو بھی بعض چیزون کا پیدا کرنے والا سمجھتے ہین بوجہ ایک عجیب مشتبہ طریقہ ظاہری کے انکو وہان ذرا بھی دخل نہین ہے اس مخلوق و اسکے عجائب سے متحیر ہوکر انکا لازمی اقرار ہوگا کہ ان کا خالق ہے پھر وہان سے اتار کر انکے مسکن زمین کی حالت پھر اس مین نباتات کا اگانا پھر اسی سے تمھاری زندگی مقرر کرنا پھر بے انتہا قدرت پھر اسباب پانی کے جس مین تدبیر کا کام نہین چلتا ہے پھر آخر کو ہوشیار کیا کہ اس مسافرخانہ مین چندروزہ ہوکھا و پیو اور چلو پھر آخر ہم ہی وارث ہین تم کہان جاؤگے اسکو جانو پس ہر ایک بات کے دلائل سنو اول یہ کہ خالق عزوجل ضرور ہے جسکا اشارہ فرمایا بقولہ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا۔ اور بیشک ہم نے پیدا کردیے آسمان مین بروج۔ اس سے انکار ممکن نہین کیونکہ نظر آتے ہین اسی واسطے فرمایا۔ اور مزین کردیا ہم نے ان کو دیکھنے والون کے لیے جب یہ مخلوقات تمام آنکھون والے دیکھتے ہین اور ظاہر ہے کہ وہان کسی آدمی کو دخل نہین ہے تو ان کا خالق ضرور ہے پھر خالق اگر اپنے موجود ہونے مین دوسرے کا محتاج ہے تو یہ خالق نہین بلکہ دوسرا خالق ہے اور جو وہ بھی محتاج ہو تو تیسرا ہوگا غرضکہ وہ خالق ہوگا جو خود محتاج نہین ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس مین کوئی احتیاج نہ ہوگی کیونکہ محتاجی تو نقص و کمی ہے جسکے پورا کرنے کو دوسرا قادر چاہیے پس ثابت ہوگیا کہ خالق خود قادر مختار ہوگا اور سب طرح کامل ہوگا بالکل محتاج نہوگا اور اس مین کوئی نقص و عیب بھی نہ ہوگا کیونکہ یہ تو مجبوری اور محتاجی پر ہوتا ہے اور جب وجود مین محتاجی نہین تو دوسری صفات مین کیا محتاجی ہوگی جب آسمان کا خالق جامع اوصاف کمال و قدیم ہے تو زمین کا بدرجہ اولے وہی خالق ہے اور جب اس مین سب کمال ہوئے تو سب سے اعلےٰ ہونے کا کمال بھی ضرور ہوگا اور سب سے اعلےٰ صرف ایک ہوسکتا ہے دوسرا نہین ہوسکتا اور مشرکین عرب وغیرہ یہ گمان کرتے تھے کہ خدا تعالےٰ بڑون کا خالق ہے اور بڑے سب چھوٹون کے خالق اور یہ حماقت ہے اس لیے کہ خلقت تو ایجاد کا نام ہے یعنے کسی کو عدم کے بعد وجود دینا اور خدا تعالےٰ نے بڑون کو پیدا کیا یعنے ان کو وجود دیا تو جب وے اپنے وجود مین خود محتاج ہین تو ان کو دوسرے کے وجود پیدا کرنے کی طاقت کہان ہے اور یہ نہین سمجھتے کہ جس نے بڑون کو پیدا کیا اسی نے چھوٹون کو پیدا کیا کیونکہ اس کی قدرت مین کچھ نقص نہین ہے پس قطعاً ثابت ہوا کہ وہ خالق اکیلا ہے سب سے اعلیٰ و پاک ہے تمام عالم

نہ ہوتا و لیکن اس نے اسقدر امتحانی وسعت دیدی کہ سوا ے اس شیطان کے جو چوری سے سن بھاگے۔ اب مین کہتا ہون کہ جب آسمان کا ہونا ثابت ہوا آنکھون و دیکھنے سے بھی اور عقل کی قطعی دلیل سے بھی اور تمام مخلوقات جو آنکھون ہوش سے چلی آتی ہے سب مین سے کسی نے انکار بھی نہین کیا اور ارسطاطو وغیرہ نے نہایت بلند رصد گاہ بابل وغیرہ سے معاینہ بھی کرلیا غرضکہ بلا دلیل انکار کے سواے قطعاً ثبوت ہوا تو پھر ستارے جو ثابت آنکھون سے نظر آتے ہین پس اب کچھ دغدغہ کرو کہ وہان بھی احکام الٰہی تعالے جاری ہین از انجملہ وہ ہر شیطان سے محفوظ ہے اور رجیم کے معنے رجم کیا ہوا مراد مردود و دھتکارا ہوا۔ مگر اسقدر وسعت دیدی کہ سوا ے اس شیطان کے جو صرف چوری سے سن بھاگے۔ اور جیسے آسمان و زمین و ستارے وغیرہ کے پیدا کرنے مین اللہ تعالے کی عظیم حکمت و جلیل قدرت ہے ایسے ہی ان احکام کی حکمت کا کوئی پار نہین پا سکتا ہے از انجملہ زمین کی مخلوقات پر امتحان و ابتلا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ ہیبت و جلال الٰہی سبحانہ تعالے کے سامنے ملائکہ خائف و با ادب رہتے ہین اور جیسے آدمیون مین اپنے جنس کے آدمی بادشاہ سے چھوٹے درجہ والے رعب کھا کر متحیر ہو رہتے ہین وہان اس سے بہت بڑھ کر معاملہ ہے اللہ تعالے نے قرآن مین فرمایا۔ فاذا فزع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکبیر۔ یعنی جب ہٹ جاتی ہے گھبراہٹ ان کے دلون سے تو پھر وے پوچھتے ہین کہ کیا کہا تمہارے رب نے جواب دیتے ہین کہ حق فرمایا اور وہ بزرگ برتر ہے اب صحیح روایت سے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے آسمان مین کسی امر کا حکم فرماتا ہے تو اس کے کلام کی ہیبت سے ملائکہ اپنے پرون کو عاجزی سے ڈالتے ہین جیسے کسی پتھر پر زنجیرون کی آواز ہوتی ہے جب ان کے دلون سے گھبراہٹ چھوٹتی ہے تو کہتے ہین تمہارے رب نے کیا فرمایا تو جس سے پوچھا وہ کہتا ہے کہ حق فرمایا وہ بزرگ برتر ہے یعنے احکام مین جسقدر بیان ہوا کردیا تو اس حال مین چوری سے کان لگائے ہوئے شیاطین یعنے جو زنجیر کی کڑیون کی طرح ایک دوسری سے متصل ہوتے ہین اوپر والا شیطان کچھ سن بھاگتا ہے وہ اپنے نیچے والے کو بتلا دیتا ہے نیچے والا اپنے نیچے والے کو یہانتک کہ زمین تک پہونچاتا ہے اور کبھی پہلے کو شہاب پہونچا اور ہنوز اس نے دوسرے کو نہ بتلایا تھا کہ وہ جل جاتا ہے پھر کبھی اور اس نے پہونچایا زمین تک تو زمین والا اس کو ساحر یا کاہن کے منہ مین ڈالتا ہے یعنے رمال وغیرہ جن سے لوگ آیندہ کی ہونے والی باتین پوچھا کرتے ہین اور جہالت و کفر سے ان کو غیب دان سمجھتے ہین پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے مگر سچا مانا جاتا ہے اس کے معتقد لوگ کہتے ہین کہ کیا ہم سے اس نے فلان روز نہین کہا تھا کہ ایسا ایسا ہوگا وہ ہوا اور یہ وہی بات ہوتی ہے جو شیطان سن بھاگا تھا۔ رواہ البخاری فی صحیحہ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض اشارات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان جو شہاب سے جل جاتا ہے اس سے بھی ایک قسم کا شیطان پیدا ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم پس استراق السمع سے ایک امتحان خلائق کا بہت وسیع ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ اس مین کسقدر کثرت سے عوام مبتلا ہوتے ہین باوجودیکہ اللہ تعالے نے قرآن مجید مین صریح فرمادیا کہ غیب کو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہے اور حدیث مین سخت ممانعت ہے کہ جو کوئی جادوگر یا کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرے تو اس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اتارا گیا اسکو جھٹلایا یعنے قرآن پاک و رسول سے کافر ہوا۔ اور واضح ہو کہ اس مین علما کے اقوال ہین کہ شہاب جو شیطان کو جلاتا ہے اس سے کیا مراد ہے آیا وہ مر جاتا ہے یا مجروح ہوجاتا ہے کیونکہ شیطان آتشی ہے اسکے حق مین آخرت کی آگ تو عذاب ہے اور باقی کی نسبت کوئی حکم صریح نہین ہے قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہاب اسکو جلاتا و زخمی و مخبل کردیتا ہے قتل نہین کرتا ہے مخبل کے معنے جسکے عضو کو بیکار کر دیا گیا یا وہ جسکی عقل جاتی رہی ہو جیسے مخبط و دیوانہ ہوتا ہے۔ اور حسن بصری و ایک جماعت نے کہا کہ شہاب اس کو قتل کردیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اول قول اقوی ہے اور واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن شریف کے زمانہ نزول مین ایک عظیم الشان خوشی نزول رحمت کی ملائکہ مین تھی اور آسمانون کی حراست شدید کی وجہ سے تمام عرب کے کاہن ایسے بیکار ہوگئے تھے کہ انکی کوئی بات سچ نہ ہوتی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ عرب سے کہانت منقطع ہوگئی اور یہ بات عرب سے مشہور و معروف ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ حکماے یونان و دیگر فلاسفہ نے جو زعم کیا کہ شہاب فقط ایسے ابخرات ہین جن مین روغن کا میل ہوتا ہے وہ کرہ نار کے قریب پہونچکر مشتعل ہوجاتے ہین یا فاسفورس

شکار سنگباری سے ہوا[۲]

بوجہ دو قسم ہوا میں سے ایک قسم پہونچنے سے مشتعل ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہر شخص جسکی آنکھوں میں اللہ تعالےٰ نے عیب نہیں دیا وہ دیکھکر معلوم
کرسکتا ہے کہ معائنہ کے خلاف ہے اور دوسرا قول تو محض جہالت ہے خصوص اسقدر بیہودہ یا مقوص خط ہونا ان ابخرات کے لیے خلاف
عقل ہے اور ہوا سے مجدا سے بہیں اشتعال ہوتا وہاں ایسی وضع سے اس کا ہونا بہت زیادہ بیہودہ کلام ہے اور اگر پوچھا جاوے کہ اس پر کیا
دلیل ہے تو سوا اٹکل کے کوئی دلیل نہیں رکھتے ہیں مگر تعجب ہے کہ دلیلوں سے انکار اور بلا دلیل پر اسقدر اصرار ہے اب میں کہتا ہوں کہ اول
قول اسوجہ سے باطل ہے کہ دخانی ابخرات زمہریر کی سردی سے تجاوز نہیں کرسکتے جبکہ آگے حرارت نہ پہونچے ورنہ حرارت اسقدر کہ زمہریر پر غالب
ہووے ثابت کرو ورنہ قول باطل ہے اور جب اول قول مردود ہے تو دوسرا قول اسی دلیل سے مردود اور نیز اسوجہ سے کہ دونوں قسم ہوا کی زمہریر
تک موجود نہیں اور نہ زمہریر پر منحصر ہوا اور تم خود اس کا اقرار کرتے ہو تو زمہریر سے تجاوز کرکے اس کا وجود باطل ہے اور کیا وجہ ہے کہ یہاں سے زمہریر
تک جہاں ہوا کا زیادہ موقع وجود ہے کیوں نہ ہوا کہ بعد زمہریر کے واقع ہوا۔ اے لوگو تم اپنی ناانصافی پر افسوس کرو اور ایسی جہالت سے درگذر کرو کہ
تم جہالت کے پابند ہو اور حق بات سے تم کو اسقدر انکار ہے۔ مترجم نے خلاف عادت اس مقام پر زیادہ طول سے اسوجہ سے بیان کیا کہ اہل
ایمان کو معلوم ہو کہ انکار کرنے والے کسقدر اوہام کے پابند اور خیالات واہیہ بیہودہ لایعنی کے معتقد ہیں اور بلا دلیل کے حق بات و صحیح واقعی امر سے
انکار کرتے بلکہ دلیل صریح سے منکر ہوتے ہیں جب صریح دلائل و آیات سے توحید خالق جل شانہ و عجائب قدرت ثابت ہوچکی تو اللہ تعالےٰ
نے ہم کو ان کے مساکن یعنے زمین کی آیات قدرت بیان فرمائیں بقولہ تعالےٰ۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔ یعنے اس کی مخلوق میں سے زمین ہے جس کی نسبت فرمایا کہ زمین کو ہم نے کشیدہ کردیا یعنے پانی پر اور القا
فرمائے اس میں جمے ہوئے پہاڑ اور اگائی ہم نے زمین میں ہر شے سے موزون یعنے مقدار معلوم۔ ظاہر آیت دلیل ہے کہ زمین مفروش ہے اور امام رازی
رحمہ اللہ تعالےٰ نے تفسیر میں کہا کہ محتمل یہ بھی ہے کہ گول مثل کرہ کے ہو پھر حکمت الٰہیہ میں سے ہے کہ فلک محیط کے ہر جانب کشش مساوی سے
زمین درمیان میں معلق ہے مگر ایسی کشش اس امر کو مانع نہیں ہوتی کہ درمیان میں معلق ہوکر ٹھہراؤ رہے اسی واسطے مشکوٰۃ کی کتاب بدء الخلق
میں آیا ہے کہ زمین کہ پانی پر لرزہ تھا ایسی پہاڑ اللہ تعالےٰ نے اس پر قائم کردیے پھر یہ زمین تمام کافروں پر حجت قوی ہے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت
پر اور یہ کہ اس کی قدرت الٰہی ہے کہ عقل و حواس کو وہاں مجال گنجائش نہیں ہے۔ اول دلیل یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کیا کہ زمین کرہ ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اس
کرہ کے چاروں طرف ہوا ہے اور نیلگون آسمان نظر آتا ہے یعنے اس خالی میدان کے بیچ میں یہ کرہ معلق ہے پھر اس کرہ میں سے قریب چہارم حصہ کے
خشکی ہے اور باقی چاروں طرف کھاری پانی ہے پس عجیب قوی دلیل قدرت ظاہر ہے کہ وہ پانی صرف اللہ تعالےٰ کی قدرت سے چاروں طرف
قائم ہے ہرگز نہیں ٹپک جاتا حالانکہ پانی ایک بہتی ہوئی چیز ہے دوم دلیل قدرت یہ کہ کھاری پانی مٹی کے ڈھیلے وغیرہ کو گلا دیتا ہے حالانکہ چھوٹے
ٹاپو وغیرہ موجود ہیں اور ان کو کچھ ضرر نہیں کرتا ہے۔ اور اس میں مچھلی و جانور و موتی و جواہرات پیدا ہوتے ہیں سوم بحر ہند شور سمندر رہا کہ بحیرۂ قلزم
سے جس مقام پر ملا ہے وہاں قدرت الٰہی کا آیت یہ وہ حائل ہے کہ اس طرف کھاری اور اس طرف میٹھا ہے حالانکہ پانی اور دونوں آپس میں ملجاتے
ہیں خوب غور سے دیکھو۔ اور ہم اوپر ثابت کرچکے کہ آسمان کا وجود صاف دلیل سے ثابت ہے تو پھر یہ زمین اس کے بیچ میں اسی کی کشش پر ہے
اور جس نے کہا کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے اس نے بالکل اپنی اٹکل سے کہا اور بالکل غلط کہا بلکہ اللہ تعالےٰ کی قدرت دیکھو کہ اس کے بیان سے
اس کا جھوٹ ہم ثابت کیے دیتے ہیں اس طرح کہ جب یہ آفتاب کے گرد گھومتی ہے تو آفتاب مرکز ہوا اور زمین کا دورہ جو تین سو پینسٹھ روز میں پورا
ہوا یہ محیط ہے اور نصف قطر آفتاب کی دوری زمین سے ہے دو نو کروڑ پچاس لاکھ میل کہتا ہے تو پورا قطر انیس کروڑ ہوا اسیس محیط بقاعدہ پیمائش
نکال لو اور زمین کا قطر آٹھ ہزار میل تو محیط نکالو اب لازم ہے کہ زمین کے محیط کو تین سو پینسٹھ میں ضرب دینے سے وہی مقدار برابری ہو جاوے جو محیط
گردش کی ہے حالانکہ اس میں کروڑوں کا تفاوت ہے پس صریح غلطی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کسقدر اپنی غلط رائے کے قائل و معتقد

ہوتے ہیں اور صریح آیات و دلائل سے جو حق و صحیح ہیں انکار کرتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ کرۂ زمین کا پانی باوجود بہتی چیز ہونے کی قدرت الٰہی سے
قائم ہے تو وہ نیچری کہاں گیا جو معجزات کا منکر ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمٹ رکھکر پانی قائم ہونے سے انکار کیا اب شک دور
کرو اور ایمان سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر بچھا دیا شاید کہ زمین گول ہو اور پانی چاروں طرف ہو یا مستوی ہو کہ جہاز جہاں سے روانہ
ہو چلکر گھوما کر پھر وہیں اسی راہ کے اپنے مقام پر پہونچ سکتا ہے بہرحال آیت کریمہ دونوں باتوں کو محتمل ہے پس اس خاک پر جو ہر طرح پانی میں ڈوبی
ہوئی اور درمیان نہروں و دریاؤں و جھیل و چشمہ و کنووں سے بالکل تر ہے اس پر پہاڑ قائم کر دیے۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ۔ اور اس
میں تم لوگوں کی معاش مقرر فرمائی یعنے اناج وغیرہ جس سے آدمی زندگی کرتا ہے اور یہ عجیب قدرت ہے کہ جو چیزیں معیشت ہیں وہ اسی زمین سے
ہیں کیونکہ اناج مثلاً خاک ہو جاتا اور زمین میں ملجاتا ہے پس گویا زمین سے جسم بنایا اور زمین ہی سے اس کو غذا دی نکتہ یہاں سے آیت کا
مطلب سمجھو کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کی خاک سے آدم کا جسم بنایا اور طرح طرح کی خاک مختلف ہونے سے رنگ و اخلاق
ہر ایک آدمی کے مختلف ہوئے اور روح ہر جسم میں گویا علیحدہ ہے اس سے بحث مت کرو بلکہ جسم کو دیکھو تو جب کوئی جسم کمزور ہو جاوے
تو اس جسم کو اسی کے مثل خاک سے غذا دینے سے تندرست ہوگا اور خاک کی غذا اس طرح ہے کہ اس خاک سے جو معیشت پیدا کی ہے اناج ہو
یا گوشت ہو یا اور میوہ و دیگر ادویہ سے تو جو کچھ نقصان آیا ہے وہ پورا ہونے سے پھر تندرست ہو جائیگا ولیکن جو حد موت کی اس نے مقرر فرمائی ہے
اس کا علاج کرنے والا جاہل ہے۔ اور قولہ تعالیٰ موزون یعنے وزن کی ہوئی اس کے معنے بھی سمجھ میں آگئے کہ جملہ اجسام کی حیات و زندگی کے
لیے مناسب و ہر طرح موزون چیزیں اسی زمین سے پیدا کر دیں۔ اور یہیں سے اس حدیث کا مطلب بھی سمجھو کہ قیامت کے روز یہ زمین لوگوں کے
خونوں و مظلمہ و نجاسات سے پاک ہو کر سپید ہو جاویگی اور اس کی نسبت فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے مومنوں کی غذا اسی روٹی سے
ہوگی کہ جو اللہ تعالیٰ تم کو کچھ عطا فرماوے۔ واضح ہو کہ معاش سے مراد فقط کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ لباس و دوا و غذا و ہر طرح کے ضروری اسباب
کو شامل ہے شیخ ماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہی معنے ظاہر ہیں۔ بالجملہ اپنے دلائل قدرت و احسان سے ظاہر و متنبہ کیا کہ ہم نے زمین کو
ممدود فرمایا کہ اس میں سے جملہ اسباب زندگی و رزق مخلوق فرمائے تمہاری زندگی کے لیے۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرَازِقِيْنَ۔ اور ہر اس شخص کی
زندگی کے لیے جسکے تم ہرگز رزق دینے والے نہیں ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ چوپائے جانور وغیرہ ہیں اور ابن جریر رحمۃ اللہ
علیہ نے اس میں باندیاں و غلاموں کو بھی شامل کیا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں سوائے آدمی و جنوں کے جنکو پہلے خطاب ہے باقی سب مخلوقات
حتیٰ کہ چیونٹی و سانپ و بچھو وغیرہ بھی شامل ہیں اور اشارت یہ ہے کہ عام رحمت و کمال حکمت سے جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہے بہت سی
مخلوقات پیدا فرمائی اور اگر آدمی کے ذمہ انکا رزق دینا ہوتا تو وہ ان کو نہ دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق اسی زمین سے دیا اور روئے زمین پر
ہزاروں قسم کے کیڑے و پتنگے ہیں کہ آدمی ان کو پاوے تو ہلاک کر دے حالانکہ آدمی کی زندگی میں ان کو بڑا دخل ہے کہ اکثر ان کی [illegible] سے
آدمی تندرست رہتا ہے مگر نہ جاننے کے سبب سے انکو مار ڈالے یا غذا نہ دیوے اور ہزاروں جانور ہیں جنکو خوبصورت دیکھکر چھوٹے بچے انکے
ماں باپ سے جدا کر کے چڑیمار نکال لاتا اور لوگ اس سے خریدتے ہیں اور آدمی ان کو گرفتار کر کے پالتا ہے اور اپنے نفس کی خوشی کے لیے ان کو
اس طرح پنجرے میں تکلیف دیتا ہے حالانکہ وے پالو کبوتر کے مانند نہیں ہوتے ہیں اور ہزاروں سی خود ایذا اٹھاتا ہے اور ہزاروں چوپائے ہیں
کہ ان سے اپنا نفع لیتا ہے مگر پیٹ بھر غذا انہیں دیتا یا سخت مشقت لیتا ہے اور یہ سب جرم سنگین گناہ ہیں جن میں امتحان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ من
تو ذوی العقول کو بولتے ہیں تو باندیاں و غلام ہو سکتے ہیں جواب یہ ہے کہ ذوی عقل کو غالب کر کے کلمہ من فرمایا اور ما وغیرہ نہیں فرمایا اسی واسطے
مجاہد رضی اللہ عنہ نے چوپائے سے تفسیر کر کے اشارہ کر دیا کہ من سے مملوک تو صریح مصداق ہیں مگر بطور تغلیب ہیں اور شمول غیر ذوی عقل کا کلی ہے۔
پھر رزق ہر ایک کے واسطے مقدر اور زمین سے پیدا اور کبھی مقادیر کچھ اسلیے نہیں کہ وہ کم و زیادہ تھا جیسے بے عقلوں کا گمان ہے بلکہ حکمت الٰہیہ نے

ہر ایک امتحان کے لیے یون ہی مقرر کر دیا ہے لہذا فرمایا۔ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ۔ اور نہین کوئی چیز مگر آنکہ ہمارے یہان اسکے
خزانے ہین۔ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ۔ اور نہین اُتارتے ہم اس کو مگر بمقدار معلوم جسقدر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُتارتا ہے عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی سال بہ نسبت دوسرے کے بارش مین کم وبیش نہین ہوتا لیکن کبھی یہان اور کبھی وہان اور کہا کسی قوم پر
زیادہ اور کسی پر کمی بمقدار اسکے جو سمندر سے تھا۔ رواہ ابن جریر۔ اور واضح ہو کہ ہم کئی مقام پر تحقیق کر چکے ہین کہ ہر چیز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ظاہری
اسباب رکھے ہین ولیکن چونکہ اسباب کا کارآمد ہونے کا بھی آخری درجہ صرف اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے لہذا اہل ایمان کے نزدیک ہر ایک چیز اسی کیطرف
منسوب ہے اور حدیث صحیح مین ہو کہ قحط یہ نہین کہ تم کو بارش نہ ملے بلکہ قحط یہ کہ بارش ہو مگر زمین سے پیداوار نہ ہو۔ جمہور مفسرین نے کہا کہ آیت مین مینہ مراد
ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندون وجانورون کو روزی دیتا ہے۔ ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ
نے مینہ نازل فرمایا اس مین کمی نہین ہوئی ولیکن کہین زیادہ کہین کم ہوتا ہے۔ ابو الشیخ والبزار رحمہما اللہ تعالیٰ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ
خزائن الٰہی اس کا کلام ہے جب کسی چیز کا وجود چاہا فرمایا کہ ہوجا وہ ہوگئی۔ قال البزار وفیہ ضعف (ملخص ابن کثیر وغیرہ) حاصل یہ کہ رزق وغیرہ ہر چیز
اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقدر معلوم وبمقتضائے حکمت ہے جیسے دوسری آیت مین فرمایا ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء
یعنی اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے رزق بندون پر تو حد سے باہر ہو جاوین زمین مین ولیکن جسقدر چاہتا ہے اُتارتا ہے۔ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ۔ اور
بھیجا ہم نے ہواؤن کو لواقح یعنی باردار کہ بوند کر دے سحاب کو اٹھاتی اور پھراتی ہین کقولہ تعالیٰ اقلت سحابا ثقالا یا لواقح بمعنی صاحب لقح جیسے اونٹنی
لاقحہ وہ ہوتی ہے جسکے کثرت سے دودھ ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لواقح ریاح کو بکلام جمع فرمایا کیونکہ لقح کے واسطے جمع ضرور ہے
بخلاف ریح عقیم کے جو قوم ہود پر عذاب تھی اسکو واحد اور عقیم یعنی بانجھ کہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ریح کو
بھیجتا ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی اور باردار ہوتی ہے اور سحاب کی چال چلتی ہے یہانتک کہ جیسے لقحہ سے دودھ کا دوہنا ہوتا ہے اسی طرح مینہ
برساتی ہے۔ ایسا ہی ابن عباس وابراہیم نخعی وقتادہ نے کہا ہے اور امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی نے اپنی مسند مین باسناد حسن حضرت
ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت مین ہوا کے بعد ہوا کو سات سال پیدا کیا اور اس کے در سے ایک دروازہ بند
ہے اور تم کو ہوا اسی دروازہ سے آتی ہے اگر کھول دیا جاوے تو آسمان وزمین کے درمیان ہر شے کو اوڑا کر لیجاوے اس کا نام اللہ تعالیٰ نے
یہان ازیب ہے تم اس کو ہوائے جنوب کہتے ہو۔ قال المترجم جنوب بفتح جیم وہ ہوا کہ جنوب بضم جیم سے چلتی ہے۔ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
پس ہم نے آسمان سے پانی اُتارا۔ فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ۔ پس ہم نے اس سے تم کو سیراب کیا۔ کمال رحمت سے اس کو شیرین پانی کیا اور برسا کر اسکو
زمین کے اندر جذب نہ فرمایا بلکہ چشمہ وپہاڑ وجھیل وتالاب ودریا کر دیے کہ ہر طرح اسی سے نفع اٹھاتے ہو اور اگر سمندر کی طرح شور ہوتا تو زندگی
دشوار ہوجاتی۔ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ۔ اور تم نہین ہو اس کے خزانہ رکھنے والے بلکہ یہ خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی اسکا
حافظ بھی ہے کہ تم کو بقدر معلوم اس سے ہمیشہ ملتا ہے۔ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ۔ اور کچھ شبہہ نہین کہ ہم ہی
زندگی دیتے ہین اور موت دیتے ہین اور ہم ہی تو وارث ہین۔ اس سے کچھ بھی انکار کسی شخص کو نہین ہو سکتا وہ خوب جانتا ہے کہ دنیا مین چندروزہ
زندگی اللہ تعالیٰ کے زندہ کرنے سے حاصل ہوئی اور یہان کسی طرح اس نے بسر کی آخر کو وہ چھوڑ جاویگا پس مبارک اس کو جس نے یہان اپنے
رب تبارک وتعالیٰ کی توحید سے رضائے الٰہی حاصل کی کہ دوسری زندگی مین اس کو نہایت عیش کا جہان ملا۔ ف فی العرائس قولہ ولقد جعلنا
فی السماء بروجا الآیہ۔ اس کے اشارات دقیقہ مین سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناظرین ارواح وقلوب وعقول کے واسطے کشف انوار وذات
وصفات کے لیے منازل ظاہر کر دیے ہین ان مین سے ہر ایک کو بقدر استعداد وسعادت کے نظر حاصل ومشاہدہ واصل ہے پس سیر نظر روحی سماء
ازل وابد مین اور سیر عقلی انوار برج عظمت وکبریا مین اور سیر قلبی جلال وجمال مین ہے اور سیر اسرار سبحات ذات مین ہے اور سیر روحی کا مقام

توحید و تجرید و تفرید ہے اور مقام عقلی معارف کشف ہیں تو مقام قلب عشق و محبت و خوف و رجا وغیرہ ہے اور اسرار کو مقام فنا و بقا و
سکر و صحو حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک عارف و کامل کو بقدر ادب و استعداد کے اپنی اپنی منزل کا ثمرہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سبحانہ تعالیٰ ادراک
خلق سے پاک ہے اور جو فرمایا کہ حفظناہا من کل شیطان رجیم۔ تو جو کوئی حق راہ سے بھٹکا اور باطل ظلمات میں گمراہ ہے یا مدعی وبیہودہ بے ادب ہے وہ
کشف و سیر و مقام و ثمرات سے مطرود ہے اور اشارت ہے کہ یہ بروج صفات و معارف ہمیشہ ہواجس نفس و وساوس شیطان سے محفوظ ہیں۔ قولہ الا من
استرق السمع الآیہ۔ البتہ ہواجس نفسانی و شیطانی کبھی عالم عقول و ارواح و اسرار کے ہاتف غیب سے کوئی بات سنکر دعاوے باطلہ سے مدعی ہوتے ہیں تو طوارق
قہریات سے ان کو جلا کر عالم طبیعت صاف کر دیا جاتا ہے اور واضح ہو کہ یہاں ایک اشارہ اور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے قلوب میں بروج مقامات
و حالات رکھے ہیں جن میں ہر ایک میں علیحدہ علیحدہ عالی حیثیت عالم صفات سے انوار حاصل کرنے میں ساعی ہیں اور ان میں تقلب ہوتا ہے اور اس کا
اشارہ حدیث صحیح میں موجود ہے کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبہا کیف یشاء یعنی حضرت الرحمٰن کے دست قدرت میں قلوب مقہور
ہیں جیسے چاہتا ہے انکو مقلوب فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال سے ان بروج کو طوارق نفوس و وساوس سے محفوظ فرماتا ہے پس جب نفس امارہ
کسی حاشیہ قلب میں قصد کرتی ہے تو جوش قلب کی آگ سے جلکر خاک ہو جاتی ہے اور یہ ارباب صدق و صفا کے چہرہ حال سے بلکہ چہرہ جمال سے روشن
ہوتے ہیں کما قال تعالیٰ تعرفہم بسیماہم۔ تو ان کو ان کے چہرہ سے پہچانے اور فرمایا سیماہم فی وجوہہم۔ ان کے نشان ان کے چہروں سے ظاہر ہیں بعض مشائخ
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں بروج و مناظر رکھے ہیں جن سے آدمی اس کی معرفت کو پہونچتا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ فقط اس شخص کے واسطے ہے جس کی چشم
باطن روشن ہو کہ علو مقام کے لیے اسکو ہدایت حاصل ہو اور شیخ ابن طاہر رح نے کہا کہ آسمانی بروج کے نظائر قلب میں بروج ہیں یعنی خوف و امید و توکل
و تفویض و صبر و تسلیم و یقین ان کی اصل ہے پس ہر ایک برج قلبی و ایک برج سماوی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی راہ ہے مگر اسکو شخص نہیں جانتا سوائے
عارفین و علماء کے اور جیسے بروج سماوی کے لیے ناظرین ہیں یوں ہی بروج قلبی کے لیے وے لوگ ناظر ہیں جو اپنے نفس پر نظر کرنے کی توفیق دیے گئے ہیں شیخ
استاد رح نے کہا کہ جیسے نجوم آسمانی و بروج فلکی اس کے لیے زینت ہیں اور شیطان وہاں مرجوم ہوتا ہے ایسے ہی قلوب میں معارف و علوم نجوم ہیں اگر
ابلیس مع لشکر کے کسی ولی کے قلب سے قریب ہو تو جل جاوے اور یہ قلوب لازمہ سماوی کے لیے زینت نظر ہیں۔ قولہ والارض مددناہا والقینا فیہا رواسی
الآیہ اشارہ سے ظاہر ہوا کہ قلوب عارفین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وسیع ممدود کر دیا ہے کہ اسکے انوار جمال و جلال کے لیے مہبوط ہے کیونکہ وہ مقام تجلی
ربانی ہے اور مصداق قولہ واشرقت الارض منور رہا۔ پس جسقدر تجلی ہوتی ہے اسی قدر اس میں وسعت و انبساط ہوتا ہے اور اس میں گنجائش ضروری ہے
کیونکہ موازی مشاہدہ قدم بے نہایت ہے کیونکہ وہاں عرش الرحمٰن و کرسی ہے اور اس صفت کا کوئی دل سوائے انبیاء و اولیاء کے دلوں کے اللہ تعالیٰ نے نہیں
پیدا کیا اسی وجہ سے تو نے دیکھا کہ وارد ہوا ہے کہ زمین و آسمان وسعت شان الٰہی کے لائق نہیں لیکن مومن کا دل اس میں گنجائش رکھتا ہے اور کشائش
قلبی براہ علم تجھکو ظاہر ہو کہ اہل الصدق کے دلوں میں شان الٰہی کے سامنے تمام عالم ایک رائی سے کم تو پھر جب اس شان سے قلوب میں زلزلہ آیا تو
اس میں عظمت و کبریائی سے پہاڑ قائم کر کے انکو مضبوط کر دیا۔ واضح ہو کہ آیت سے ایک اشارہ اور بھی مفہوم ہوا وہ یہ کہ جیسے ظاہری تزلزل زمین کا پہاڑوں
سے دفع کیا اسی طرح باطنی تزلزل کا دفعیہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے ہے پس سب سے بڑا جو زمین کے سکون کا بلند پہاڑ ہے وہ سب سے زیادہ قیام اسکا اولیاء
کے سردار یعنی غوث سے پھر تین بزرگ سے پھر سات سے پھر دس سے پھر چالیس سے پھر ستر سے پھر تین سو سے ہے لیکن ترتیب یوں ابدال و اوتاد ہیں پھر نقباء ہیں پھر
خلفاء چالیس پھر دس علماء پھر سات عارف پھر تین اہل مکاشفہ پھر اول قطب اعظم ہے جسکی طرف سب کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ انھیں اولیاء سے اپنی مخلوقات
سے بلا دور کرتا ہے اور انھیں سے مخلوق کو رزق دیتا ہے سہل رح نے کہا کہ زمین کو ممدود فرمایا مضبوط کر دیا کہ دیکھنے والا عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور اس میں
اولیاء کے مقامات آراستہ کرے جنکی ذات سے زمین قائم ہے شیخ استاد رح نے کہا کہ نفوس عابدین زمین عبادت ہیں اور قلوب عارفین زمین معرفت ہیں جبکہ
ارواح مشتاقین زمین محبت ہیں اور خوف و رجا اور رغبت و رہبت اسکے لیے پہاڑ ہیں اور جیسے زمین سے اقسام اقسام کے نباتات اگائے اسی طرح قلوب

اہل الحق سے طرح طرح کے یقین وایمان کے معروفات پیدا فرمائے اور یہی عامہ زندہ دلون کے لیے معائش ہین یہی اشارت ہے قولہ وجعلنا لکم فیہا
معائش چنانچہ صدیقین کی معائش زمین قلبی مین انوار شہود ہین اور محبین کے لیے ظہور انوار تجلی مشہود ہین اور عارفین کے لیے کشف قرب معبود ہین اور
موحدین کے لیے بعد کشف کے خطاب مسموع ہے اور زمین قلب کے رہنے والے عقل وفہم ونفس کی غذا انوار ایمان وبرہان والقان ہے۔ قولہ ومن لستم لہ
برازقین سے اشارت واضحہ موجود ہے کہ اس قلب کے رہنے والون کی غذا ت مذکور تمہارے دینے سے نہین پہونچتی ہے بلکہ رازق جل شانہ اپنے فضل وجود
سے انکو یہ غذا دیتا ہے وہی ارواح وعقول وذہن کا رازق ہے۔ استاد رح نے کہا کہ ہر ایک کا سبب عیش مختلف ہے پس معیشت مریدین تو اس کے
اقبال کے یمین سے ہے اور عیش عارفین اس کا لطف جمال ہے اور عیش موحدین اس کا کشف جلال ہے اور ہر ایک زندگی اپنے حال سے مربوط ہے اور ہر ایک کو
اسکے افعال سے حصہ نصیب ہے اور وہ اپنے افعال کے تحمل سے پاک ہے۔ قولہ وان من شیء الا عندنا خزائنہ جو کچھ عارفون کے قلوب مین انوار مکاشفہ
ومعرفت وتوحید وایمان ویقین ومقامات وحالات والہامات وخطابات سے موجود ہین ہر ایک محصور نہین بلکہ ہمارے پاس اسکے خزائن ہین اور ان حقائق کے
خزائن اس کی پاک ذات وصفات ہین اور وہ قائم ازلی ابدی ہے پھر جو کچھ از قسم وجد وحال وکشف ومقال وتوحید ومقام متعلق بپاک صفات ہے اس کا
ظہور بقدر قوت قلوب ہے جبکہ ارادت ازلیہ اس سے متعلق ہوئی ہو۔ قولہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم اسکے اشارت سے یہ علم حاصل ہوا کہ بندون کو اپنے رب ذوالجلال
والاکرام پر بالحقیقت توکل فرض ہے اور اسباب واعراض سے قطع نظر کرین۔ روایت ہے کہ جنید رح جب اس آیت کریمہ کو پڑھتے تو کہتے کہ پھر تم کہان چلے جاتے ہو۔
بعض نے کہا کہ خلق کے پاس حق عز وجل کے خزائن سے قلوب ہین ان مین حق تعالیٰ نے سب سے افضل چیز کو ودیعت رکھا ہے اور وہ توحید ہے اور اسکو معرفت
سے زینت دی اور یقین سے منور فرمایا اور تفویض سے بزرگ کردیا اور توکل سے اسکو آباد اور ایمان سے کشادہ فرمایا اور مخلوق کے اختیار مین اس مین سے کچھ
نہین دیا کیونکہ قلوب کا قیام بقدرت حق تعالیٰ ذرا سی کے اور مانت سے منقلب ہین چنانچہ حضرت سید عالم نے فرمایا کہ ان القلوب الحدیث یعنی دلون کا یہ
حال ہے کہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین ہین انکو جسطرح چاہتا ہے لوٹ پوٹ کرتا ہے پھر دلون مین انوار ہونے کے آثار مین سے یہ مقرر فرمایا کہ
اعضا ظاہرہ جلدی سے اس کی فرمانبرداری کی طرف دوڑین اور اگر اس کی نافرمانی کا نام آوے تو ٹھٹک کر بیٹھ رہین اور مخالفت کرنے سے غمناک و
پریشان ہون مترجم کہتا ہے ایمان کا اور دمرہ اس لیے پایا جو نیکی کرنے سے خوش ہو اور گناہ کرنے سے پچھتاوے جیسا کہ حدیث صحیح کا مضمون اس بارہ مین
آیا ہے۔ شیخ حمدون رح نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اس آیت سے اپنے بندون کی طمع غیرون سے قطع کردی پھر اس کے بعد جو کوئی اپنی حاجت غیر سے سمجھے وہ اسکی
جہالت وغفلت کا سبب ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اقسام آیات الٰہی مین نظر کرنے سے بندہ اس کے حکم پر مطمئن ہوتا ہے شیخ سہل رح نے کہا کہ
سب سے زیادہ خاص خزانے اللہ تعالیٰ کے زمین مین بندون کے دل ہین ایسے بندے جو اس کی معرفت سے مومن ہین وہی اسکی محل نظر ہین تو جو کوئی اس
خزانہ کو ہمیشہ اسکی یاد سے اور نگہداشت سے آباد رکھے تو اللہ تعالیٰ اسکے دل کو ہمیشہ اپنی طرف راجع اور ماسوا سے منہ موڑے رکھتا ہے شیخ استاد رح نے
کہا کہ خزائن الٰہی سبحانہ فی الحقیقت اس کے مقدورات ہین اور اللہ تعالیٰ ہر ایسی چیز پر جو موہوم الحدوث ہے قادر ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسکے خزائن زمین کے
قلوب عارفین ہین اور اس خزانہ مین ہر قسم کے جواہر ہین چنانچہ حقائق عقلی ایک قسم کے جواہر ہین جو بعض اقوام کے قلوب مین رکھے ہین اور لطائف علمی ایک
قسم کے جواہر ہین اور بدایع عرفانی ایک قسم کے جواہر ہین اسی طرح اقسام کے جواہرات ہین اور اسرار عارفین اس کے حبیب کے خزائن ہین پس نفوس اس کی
توفیق کے خزائن ہین اور قلوب اسکی تحقیق کے خزائن ہین اور ہر زبان اسکے ذکر کا خزانہ ہے اور کہا گیا کہ اس سے فقرا کے دلونکو راحت دی اس احسان سے جو اغنیا
کی طرف سے انکو برداشت کرنی پڑتی اس عطیہ سے جو انکو دیتے ہین اور اغنیا کو راحت دی کہ فقرا انسے کچھ طلب کرین پس کسی فقیر کو روا نہین ہے کہ اپنا دل اپنے
رب کی طرف سے پھیر کر کسی مخلوق کی طرف لاوے اور کسی اور کی طرف محتاجی ظاہر کرے اور غنی کو روا نہین کہ اپنا کچھ احسان کسی پر رکھے کیونکہ تمام
مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب قدرت اسی کو ہے کسی کو کچھ نفع پہونچانے کی قدرت نہین سوائے اسکے وہی سب پر قادر ہے۔ قولہ وارسلنا الریاح لواقح فانزلنا
من السماء ماء الآیہ۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ مانند زمین ظاہری کے جسکو مینہ کا پانی پہونچکر گل بوٹے اُگتے ہین قلوب کی زمین کو بھی پانی پہونچا ہے اور اس سے بھی

اقسام اشجار پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث میں قلوب کی تمثیل زمین کے مختلف قطعات رنگ و شورہ و شیریں مختلف پیداوار والے قطعات سے ثابت ہے پس
عارفین کے دلوں میں درخت معرفت کا بیج ہوتا ہے پھر کشف جمال سے ہوا ے خوشگوار لطف چلتی ہے اور انوار جمال سے انکو سیراب کرکے اس میں سے ثمرہ محبت
و شوق و عشق پیدا کرتی ہے قال الترجم فی الحدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا یعنی تمہارے رب کی طرف سے تمہارے ایام زندگی میں
نفحات ہیں ان کے واسطے پیش ہوتے رہو۔ اور فی الحدیث تفعل بالابدان کما تفعل بالاشجار یعنی ہوا ے ربیع جیسا درختوں کے ساتھ کرتی ہے بدنوں کے ساتھ
بھی کرتی ہے غرض کہ اس میں اسرار لطیفہ ہیں فافہم۔ پس بحر کرم سے اسپر باران عنایت ازلیہ برسا کر اس سے ثمرات حکمت پیدا کرکے روح کو غذا دیتا ہے ہر شاخ سے
حکمت و علم غیب و اسرار خاصہ و حقائق پیدا ہوتے ہیں کہ پھول و شگوفہ و کلیاں انوار تجلیات صفات سے ہیں۔ اہل ارادت کو فراق و دوری سے چھڑا کر موافقت
کے شربت سے مفرح فرماتا ہے اور ہر دم انکو جوش مزید باقی ہے سے نکو بکم کہ بر آب قادر نیند + کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ ہوا ے لطف
ازلی جب عارف کے قلب پر چلتی ہے تو اسکو ہوا ے نفس و رعونت طبیعت و بیہودہ خواہش سے چھڑا دیتی ہے اور اس میں تقوی کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں از انجملہ
اللہ تعالے پر اعتصام و اعتماد کرنا اور اس کے سوا سب سے منقطع ہونا اور واضح ہو کہ اسی ہوا کا الٹا یہ ہے کہ کافروں میں سے فجور و عکس نیکی کا پیدا ہوتا ہے
جیسا کہ آثار میں وارد ہے کہ نیکوں کے دل ہمیشہ جوش کرکے نیکی اگلتے ہیں اور فاجروں کے دلوں سے فجور جوش مارتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ جیسے بہار کے
سے درختوں کی رگیں کشادہ ہوکر پانی چوستی ہیں یوں ہی نسیم صبا جب چلتی ہے تو کرم کے ساتھ بعضے دلوں کے کان کھل جاتے ہیں اور وہ وعظ و نصیحت قبول
کرکے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہوا ے عنایت سے طاعات پر ثبات ہوتا ہے اور ہوا ے کرم سے خدا کی نعمت کو
پہچانتا ہے اور نسیم توکل سے آدمی کو اللہ تعالے پر بھروسا ہوتا ہے اور ہر ایک ہوا سے بدن کو کچھ اثر اور دل کو کچھ اثر ہوتا ہے پس نیک بخت وہ ہے جسکو نیک اثر
حاصل ہوا اور بد وہ ہے جو نیکی سے محروم رہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ جیسے ہوا سے پانی و خیر کثیر کی امید ہوتی ہے اسی طرح بندہ کے دل میں ہوا ے
اپنے رب تعالے کی طرف سے امیدوں کے جھونکے پہونچتے ہیں تو پہچان ہے کہ اسکو ارادت میں ثبات و حصول مراد ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ہوا ے انبساط
سے وحشت نہیں رہتی اور ہوا ے قرب سے ہمیشہ انس میں مستغرق رہتے ہیں اور آخر میں جو فرمایا کہ ما انتم لہ بخازنین تو سمجھنا چاہیے کہ یہ سب عنایت کرم بندوں
کے اکتساب پر نہیں ہے بلکہ محض فضل و امتنان ہے اور جب یہ فضل و ولایت عارفین کے دلوں پر پیدا ہوتا ہے تو اسوقت ان کو حیات حاصل ہوتی ہے
کما قال بقولہ۔ وانا لنحن نحیی و نمیت و نحن الوارثون۔ اللہ تعالے اپنے بندوں میں سے جنکو زندہ فرماتا ہے انکو فراق کی موت سے ایمانی حیات دیتا ہے یعنے
کفر و انقطاع سے جو مردہ ہو گیا اسکو معرفت ایمانی و مشاہدہ سے زندہ فرماتا ہے اور جب زندگی پیدا ہوئی تو موت کے جملہ اسباب و اعضا دور ہو جاتے
ہیں اور حیات کے جملہ اسباب پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ابتدا ے درجہ پر خلاف شرع شہوات سے جسمانی اعضا مردہ تھے وہ خوف و عظمت سے زندہ ہوکر تمام
شہوات سے باز رہتے ہیں حتی کہ جب مرتبہ کمال کو پہونچا تو روح اس لائق ہوتی ہے کہ تاب تجلیات کو برداشت کرے کہ بطریق مشاہدہ دیدار ربانی
پس نفس فانیہ جو بقاے حقانیہ زندہ ہے مشاہدہ سے زندہ ہوتی ہے اور اسرار عارفین رح جمال ازلی و توحید حقیقی سے زندہ ہوتے ہیں پس موت و حیات
آیات ہی صورت میں متحقق ہے اور بعد موت کے بقا میں شان حضرت عزت تبارک و تعالے ہے پس یہ نکتہ لطیف ہے اور ابتدائی موت و حیات خود ظاہر
ہے اور جو زندہ ہوا وہ مشاہدہ جمال قدم و استقامت ربوبیت سے زندہ ہوا اور جسکو موت ہوئی اس کو محجوب و منقطع کرکے مردہ کر دیا اور وہی پاک سبحانہ تعالی
اس کے احکام ربوبیت و عبودیت کا علیم ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ زندگی جسکو ہے وہ وصال ہے اور موت اسکو جو دور کیا گیا۔ بعض مشائخ نے کہا
کہ بعض کو طاعات سے زندہ کیا اور بعض کو معاصی سے مردہ کیا اور سب چیزیں ہلاک ہے سوا ے اس کے۔ شیخ وراق رح نے کہا کہ قلوب کی زندگی نور
ایمان ہے اور نفوس کی موت یہ ہے کہ شہوات کی پیروی کریں پس نفس کو ہم کہتا ہے کہ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیہ اور اسکے
سواے بہت آیات و احادیث اسکے واسطے ثبت و متعلق ہیں کہ واقعی موت و زندگی یہی کفر و ایمان ہے اور کبھی کفر کو اتباع شہوات سے اور ایمان کو طاعات
سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی مراد شیخ رح کی ہے اور یہ صحیح ہے کہ بعضے لوگ ایمان لا کر معاصی کے سبب سے مثل مردہ کے ہو جاتے ہیں جیسا کہ ان کم

ہو کیونکہ وہ ایمان کا نقص ہے بلکہ بعید نہیں کہ بسا اوقات صرف اسلام کا نام رہ جاوے ونعوذ باللہ من ذالک شیخ ابو سعید خراز رحہ نے کہا کہ بندوں میں سے زندہ وہ ہے کہ حق سے اس کی حیات ہو اور بندوں میں سے مردہ وہ ہے کہ قیوم حقیقی سے اس کی حرکات ہوں بعض نے کہا کہ دلوں کو مشاہدہ سے اور نفوس کو حجاب سے زندہ و مردہ کیا جاتا ہے۔ شیخ جریری رحہ نے کہا کہ کتنے لوگ زندہ کہ اُن کی زندگی درحقیقت اُن کی موت ہے اور کتنے لوگ مردہ کہ اُن کی موت درحقیقت اُن کی حیات ہے۔ سہل رحہ نے کہا کہ بندگان مومنین کی زندگی معرفت و توجہ برب تبارک و تعالیٰ ہے اور موت کافروں کی مخالفت و روگردانی ہے اور کبھی فرمایا کہ جنکے حق میں سعادت مقدر ہے وہ طاعت و متابعت سے زندہ ہیں اور جن کے حق میں شقاوت مقدر ہے وہ شہوت پرستی و نافرمانی سے مردہ ہیں۔ شیخ استاد رحہ نے کہا کہ تن پروری شہوت پرستی و انکار آخرت سے ہے کمال روح ہے پس نفس اگر مجاہدہ سے مردہ ہو تو قلب زندہ ہوگا اور غافل اپنی غفلت میں مردہ ہے اور بیدار یاد میں مشغول زندہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جن کو لطف سے ہدایت دی زندہ ہوئے اور جنکو دور کیا وہ مردہ ہیں۔ بالجملہ ان قدرتوں سے نظام عالم و مخلوقات و موت و حیات تم سب کو پیدا فرمایا ہے اور اسکے علم میں سب حاضر و موجود ہیں اور بیشک تم لوگ ایک بڑے گروہ مخلوقات کے بعد پیدا ہوئے ہو فقال عزوجل

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ

اور بے شک ہم نے جان لیا ہے تم میں سے اگلوں کو — اور بیشک ہم نے جانا تمھارے پچھلوں کو — اور بیشک تیرا رب وہی حشر کرے گا

إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ

وہ زبردست حکمت والا — دانا ہے — اور ضرور ہم نے پیدا کیا — آدمی کو — کھنکھناتی مٹی سے — جو گہگل بدبودار سے تھی — اور جنکو پہلے اس سے

خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ۝

پیدا کر دیا تھا — سموم کی آگ سے

پہلے بیان فرمایا کہ ہم نے اس طرح آسمان و زمین پیدا کیے اور تمھاری جسمانی معیشت زمین سے دی اور ایک مدت مقررہ کے بعد تم کو پھر خاک میں ملا دیا جیسے تمھاری روزانہ غذا خاک میں ملائی جاتی ہے اور آگاہ فرمایا کہ ہم ہی وارث ہیں تم سب فانی ہو پھر ان آیات سے عبرت دلائی کہ تم خوب جانتے ہو کہ تمھارے پہلے لوگ کہیں ان کا وجود نہیں ہے اور جیسے ہم اُن کو جانتے ہیں ویسے ہی پچھلوں کو جانتے ہیں فقال عزوجل وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ اور بیشک ہمارے علم میں ہیں وہ لوگ جو تم میں سے پہلے ہوئے یعنی آگے ہو گئے ہیں۔ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنے مستقدمین وہ ہیں جو نسل آدم علیہ السلام سے مر چکے ہیں اول یعنے ہم زمانہ والے اپنے وقت سے پہلے خیال کریں۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ اور یہ متاخرین جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں وے ہیں جو زندہ ہیں یا قیامت تک ہوں ایسی ہی تفسیر عکرمہ و مجاہد و ضحاک و قتادہ و محمد بن کعب و شعبی وغیرہم سے مروی ہے اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ محمد بن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے باسناد خود ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عون بن عبداللہ نے محمد بن کعب سے اسی آیت کے معنے میں مذاکرہ کیا اور کہا کہ یہ نماز کی صفوں کے بارہ میں ہے کہ کون صف رغبت سے آگے ہوتی ہے اور کون صف دیر کرکے پیچھے پڑ جاتی ہے تو محمد بن کعب نے کہا کہ یہی نہیں ہے بلکہ مستقدمین جو مر چکے یا قتل ہوئے اور متاخرین جو آئندہ قیامت تک ہونگے۔ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ اور تیرا رب ضرور ان کو وقت قیامت کے قبروں سے اور جہاں ہوں اٹھا کر حشر میں جمع فرماویگا وہ تو بڑا حکمت والا دانا ہے پس عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محمد کو توفیق و جزاء خیر عطا فرماوے یہی معنے ہیں بالجملہ آیت میں استدلال بتلایا کہ جب اس کا خالق ہونا قطعی دلیل سے اور اس کی عظیم قدرتیں تمھاری عقول سے بلند ہیں تو پھر کسقدر جہل و گمراہی ہے کہ تم کو اس میں شک ہے کہ دوبارہ خاک سے کیونکر پیدا ہونگے حالانکہ تم اور تمھاری غذا ایسی عظیم الشان قدرت سے اس نے پیدا کی تو دوبارہ وہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء سابقین و صالحین برابر اس کی متواتر خبر دیتے رہے۔ واضح ہو کہ موجودہ لوگوں میں از راہ موت و حیات کے اگلا و پچھلا ہونا اسیطرح ہے

کہ ہنوز زندگی میں اگلوں سے جو مرچکے ہیں پیچھے رہے ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ اُن کے ساتھ لاحق ہونگے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبروں کی با
میں مردوں کو فرماتے کہ تم ہم سے آگے گئے اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے لاحق ہونے والے ہیں ولیکن سبقت و پچھڑنا فقط موت کی راہ سے تو بیان
ہو گیا ہے اسی قدر پر انحصار نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ہر طرح نیکی و بدی میں آگے ہونے والوں و پچھڑنے والوں کو جانتا ہے حتی کہ اگر ایک بیباک
آدمی کسی فسق و فجور میں بے دھڑک آگے ہوا اور دوسرا اگرچہ اس کے ساتھ ہو لیکن جھجکا ہوا اور ڈرا ہوا تو دونوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ اگلا اور قریب
کفر کے یا کافر ہے اور دوسرا گنہگار ہے جبکہ وہ گناہ سے ڈرتا ہوا ہے اگرچہ غفلت سے ساتھ ہے لہذا اسلف صالحین اس آیت سے اپنے حق میں احکام
نکالتے تھے جیسے طاعت میں مقدم و موخر ہونا اور صف جہاد میں آخرت پر وثوق و خوشی سے مقدم و موخر ہونا یا شہید ہو کر سبقت کرنا اور زندہ رہ کر پچھڑنا
اور جیسے شرعی درجہ سے پچھڑنا مثلاً اول صف اعلیٰ واقدم ہے اور پچھلی ادنیٰ ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ مردوں کی صف بہتر وہی جو اول ہو
اور بری وہ ہے جو سب صفوں سے پیچھے ہو اور عورتوں کی بڑی صف وہ ہے جو سب سے آگے یعنے مردوں سے قریب ہو اور اچھی وہ ہے جو سب سے پیچھے ہو
کما فی الصحاح پھر اگر مردوں کی صفوف میں سے کوئی شخص اس غرض سے پچھلی صف میں ہو جاوے کہ اگلوں کو تکلیف نہ ہو یا سب لوگ برابر حاضر ہوئے
تو خواہ مخواہ صفیں آگے پیچھے ہونگی تو اس صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ ثواب میں برابر ہیں بلکہ اگلوں کو آرام دینے کی نیت سے مزید ثواب ہے لیکن اگر
کوئی شخص اس غرض سے پیچھے صف میں آیا کہ کسی عورت نامحرم پر نظر ڈالے تو اللہ تعالیٰ اسکو جانتا ہے یعنے اس کو اپنی نیت کا بدلا ملیگا چنانچہ حدیث
میں یہ واقعہ مذکور ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت بہت خوبصورت عورتوں میں سے کہ میں نے ایسی نہیں دیکھی ہو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی پس مردوں میں سے بعضے تو اگلی صف میں چلے جاتے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعضے لوگ آگے سے
پیچھے چلے آتے تاکہ رکوع وسجدہ میں اُس کو دیکھیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنے جب یہ آیت اُتری تو اس کا حکم معلوم ہوا کہ یہ معصیت
ہے اور ایسی تقدیم والوں کو ثواب ہوا اور پچھڑنے والوں کو گناہ ہے پس توبہ کرنا لازم ہوا۔ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ و
ابن حبان والحاکم وصححہ ولیکن عبد الرزاق وابن المنذر نے ابو الجوزاء کا قول روایت کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ ٹھیک معلوم
ہوتا ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس حدیث میں سخت نکارت ہے یعنے بالکل پہچانی نہیں جاتی ہے اور سخت ضعف ہے۔ بالجملہ
اگر یہ قصہ ثابت ہو تو مراد وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دی کہ آیت سے اس کا حکم ثابت ہے اور دنیا میں لوگوں کے واسطے اس طرح اللہ تعالیٰ
کی درگاہ میں خوف وحضوری رکھنا ہر کام میں لازم ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مستقدمین جو طاعت الٰہی میں پیش قدم ہیں
اور مستاخرین جو معصیت میں پڑے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مستقدمین حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جہاں تک انسان کی اولاد
مر چکی ہے اور مستاخرین جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے ہیں قیامت تک۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے کوئی مخلوق مخفی نہیں اور وہ انکو ضرور محشور
فرما کر انکے لائق ٹھکانا انکو دیگا اور ثابت ہو گیا ہے کہ آخرت کے دو ٹھکانے ہیں جنت یا دوزخ اور ہر ایک مخلوق انسانی وجنی کے واسطے ان میں
سے ایک ٹھکانا ضروری ہے پھر آدمی ضرور جانتا ہے کہ اکثر اوقات عقل سے اسکو ایک بات بہتر و خوب معلوم ہوتی ہے ولیکن خواہش وخیالات سے
وہ دوسری بات پر عمل کر کے خوار ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت انسانی و پھر آدمی اور جن کی اقسام میں سے شیطانی باہمی عداوت و اس کے
آثار کا جنکو آدمی بالیقین مشاہدہ کرتا ہے مفصل بیان فرما دیا فقال جل شانہ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ۔ اور بیشک ہم نے پیدا کر دیا انسان کو
یعنے حضرت آدم علیہ السلام کو جو انسانی قسم کے اصل ہیں۔ مِنْ صَلْصَالٍ۔ خشک کھنکھناتی مٹی سے جو کہ۔ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ۔ کہگل بودار تھی۔
واضح ہو کہ حماء وہ مٹی جس میں پانی ڈالا گیا ہو اور وہ دیر تک پڑی رہ کر سیاہ بدبودار ہو گئی ہو یا بدبودار نہ ہو اور مسنون سے مراد متغیر ہونا۔ ابو عبیدہ
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جسکا پانی جذب ہو گیا ہو اور سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مسنون وہ ہے جو صورت بنا لیا گیا ہو۔ بہر حال اول جسم
حضرت آدم علیہ السلام تراب یعنے خاک متفرق ریزہ تھی پھر ترکیب جانے کے بعد طین ہو گئی پھر دیر کے بعد طین لازب یعنے چپکتی ہوئی گارا ہو گئی تھی

حماءٍ مسنون ہوئی اور اکثر کے نزدیک یہی طین لازب ہے پھر خشک ہو کر صلصال ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آیات میں جسم انسانی کے ان اطوار میں سے
ہر طور کے لازمی خواص و حالات کے مناسب ہر مقام پر کہیں تراب اور کہیں طین وغیرہ سے تعبیر فرمایا ہے اور اکثر مفسرین و اہل لغت نے کہا کہ
آگ میں پکائے جانے کے بعد برتن کو فخار کہتے ہیں اور بعض آیات میں صلصال کالفخار بھی آیا تو ظاہر اس جسم میں ترکیب آتشی سے فخار فرمایا ہے
اور چونکہ وہ عجیب حکمت تھی لہٰذا کالفخار کہا کیونکہ آدمی اپنی عاجزی سے آگ میں پکایا ہے اس کو آتشی ترکیب نہیں دیکھتا ہے اور ابن عباس رضی
نے کہا کہ انسانی جسم پر تین حالت ہیں طین لازب و صلصال و حماءٍ مسنون اور سورہ بقرہ میں گزرا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین
کے انواع و اقسام کی مشت خاک سے جسم انسانی بنایا پس زمین شور و شیریں و رنگ عمدہ کے رنگ و اقسام پانی کے آثار اخلاق حضرت
آدم علیہ السلام کی مختلف اولاد میں ظاہر ہوئے۔ دقیق نظر و کامل العقل علماء نے لطیف اشارہ کیا کہ نطفہ انسانی ایک جوہر اصل ہو کہ اسی سے
رگ و پٹھے و قویٰ و اعضاء و ہڈیاں ظہور کرتی ہیں حتیٰ کہ اگر کسی بچہ میں کوئی کمی ہو تو کسی تدبیر خارجی دوا سے وہ عضو یا قوت پیدا کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے
بالجملہ جسم انسانی میں چاروں عنصر خاک و باد و آب و آتش موجود ہیں لیکن اسکو خاکی فقط اسلئے کہتے ہیں کہ اسپر غالب و اصل یہی جزو ہے جیسے جنوں پر
جزو آتشی غالب ہو وقال تعالیٰ۔ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ اور جان کو ہم نے پیدا کیا پہلے آدم سے نار سموم سے
اور دوسری نصوص و احادیث میں مارج من النار سے پیدائش ظاہر ہے اور دونوں یعنے متقارب و متلازم ہیں پس جان کون ہے اور نار سموم
کیا ہے اور اسکے متعلق حقائق جاننا چاہیے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک جان بتشدید نون جنوں کا باپ ہے اور آنکھوں سے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے
جن یعنے مستور اس کا نام ہوا اور یہ قسم خلقت کی اپنے آپ کو آدمیوں کی نظر سے پوشیدہ رکھتی ہے اور جیسے پانی بسبب لطافت کے جیسا مقام و ظرف ملے
مثلث مربع مسدس ٹیڑھا سیدھا اسی شکل پر ہو جاتا ہے اس سے زیادہ ہوا پھر اس سے بڑھ کر آگ یعنے جسکو سوزش سے پہچانا جاتا ہے ورنہ لکڑی
وغیرہ انگارا تو وہ جسم خاکی ہے جس میں آگ اثر کرتی ہے مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ پانی و ہوا و آگ میں حواس و تمیز نہیں ہے کہ خود کوئی فعل کرے بخلاف
جنوں کے جو اپنے آپ کو بدلکر دوسری شکل میں ہو سکتے ہیں اور بعض مفسرین جن میں حسن بصری و قتادہ وغیرہ ہیں کہتے ہیں کہ جان وہ شیاطین کا باپ
یعنی ابلیس ہے دونوں قول میں فرق یہ ہے کہ جنوں میں تو مسلمان و کافر ہیں اور وے کھاتے و پیتے و مرتے و زندہ رہتے و پیدا ہوتے ہیں جیسے آدمیوں کا
حال ہے اور شیاطین میں کوئی مسلمان نہیں اور نہ وے مرتے ہیں اور یہی حکم کہتا ہے کہ نہ مرنا ابلیس کے حق میں خصوص تو قطعی ہے ولیکن یہ اس کا
خاصہ خلقی نہیں ورنہ وہ اپنی زندگی تا قیامت کی درخواست نہ کرتا اور شاید اس کی اولاد کا بھی حال یہی ہو گیا ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے
کہ دو واقع قسم جن واحد ہے اور کان من الجن یعنے ابلیس جنوں میں سے تھا اس کی تائید کرتا ہے اور جیسے سلیمان کو دائمی زندگی وغیرہ بعضی خاص
باتیں عطا ہوئی ہیں ممکن ہے کہ اس کی ذریات کو بھی اس کے ساتھ شریک کیا ہو جس سے عام جن خالی ہوں اور کچھ تردد نہیں کہ جو رنگ و ہیأت مثلاً
حبشیوں کو دی گئی اس سے دیگر اصناف انسانی خالی ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ جن میں سے جو مسخ کر دیئے گئے
یعنے ابلیس وغیرہ وہ جان ہیں جیسے بعضی اگلی قومیں انسانی مسخ کی گئی ہیں اور بعض نے کہا کہ خلقت میں جنوں کی پیدائش تو مارج من نار یعنے زبانہ آتش سے
ہے اور جان کی پیدائش نار سموم سے اور ملائکہ کی پیدائش نور سے ہے اور میں کہتا ہوں کہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ظاہراً جنوں کی پیدائش
فقط آگ سے نہیں ہے بلکہ آگ کا جزو ان پر غالب ہے یعنے جیسے آدمی پر خاک کے غلبہ سے وہ ظاہر اور آنکھوں سے نظر آتا ہے اور آدمی تو آگ کو
نہیں دیکھتا تو جن بھی نظر نہیں آتے مگر اس صورت میں کہ دوسری شکل بدلیں کہ اپنا دوسرا جزو خاکی وغیرہ ظاہر اور آتشی پوشیدہ کریں تو شکل خاکی ہیولا
نظر آوے گی۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا تو جنوں کی غذا اور کروز و اشعار پڑھنا اور ان میں سے مسلمانوں کا عاجزی کے لباس خاکی میں بشکل آدمی نماز پڑھنا
ظاہر ہونا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملنا اور باتیں اسکے جو حالات انکے احادیث و آثار و روایات معتبرہ میں ثابت ہوئے ہیں سب کی توجیہ بلا تکلف
ظاہر ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کے ساتھ اسکا ہمزاد پیدا کیا ہے اور قطعی ثابت ہوا ہے کہ اگر اس سے کوئی خلقت مقابلہ نہیں کر سکتی

پس انتظام عالم جس خالق قادر قیوم کے زیر قبضۂ قدرت میں ہے اس سے ہر ایک مخلوق اسکے قہر میں قہور اور اپنے حال میں مجبور ہے جیسے کسی ملک کے
شیروں کو یہ قدرت نہیں ہے کہ لاکھوں جنگل سے نکلکر جمع ہو کر تمام آدمیوں کو ہلاک کر ڈالیں اور بیشمار قطعی دلائل قدرت اور بہت آیات میں ظاہر و
دلیل مذکور ہوئے ہیں کسی کو مجال کلام نہیں دیتے ہیں۔ اور نار سموم وہ ہوا سخت گرم جسکو لون یا لو وغیرہ کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ جو مار ڈالتی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سموم جو چلتی ہے یعنی لون کی ہوا یہ اس سموم کا جس سے جان پیدا ہوئے ہیں ستر جزو کا
ایک جزو ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ آگ کی لپیٹ سے جان پیدا ہوئے ہیں خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابو صالح نے کہا کہ سموم وہ
آگ ہے کہ اس میں دھواں نہیں ہے اس سے صواعق پیدا ہوتے ہیں اور آسمان و سحاب کے درمیان صاعقہ ہے ہیں جب اللہ تعالیٰ کوئی امر پیدا
فرماتا ہے تو حجاب پھاڑ کر آواز سے گرتی ہیں معالم سے بھی یہ خلاصہ ماخوذ ہے۔ اس مقام پر علوم بہت کثیر ہیں اور جو شخص بہ توفیق سے سرسری
خیال و نظر کرے وہ فہم سے محروم ہے اور جس نے دلائل و آیات و عقلیات پر نگاہ کی وہ تقریر کے اشارات سے عجائبات پر حاوی ہوگا واللہ تعالیٰ
ہو الموفق ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولقد علمنا المستقدمین منکم الآیہ واضح ہو کہ مختلف اوقات میں اولیا کے دلوں پر واردات غیبی کا ظہور ہوتا ہے
مثلاً زمانہ طفولیت میں ابراہیم و یوسف و عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام پر اور کمال شباب میں موسیٰ و داؤد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مثلاً ازل میں ارواح کو
خطاب و کشف حجاب جبکہ اتصال تا ظہور رہا یا بعد حجاب کے ایقان و ایمان سے انکشاف ہوا اور جیسے وہ عارف جنکو جذبات نے مقدم کر لیا ان
وہ عارف جو سلوک سے مقام پر پہونچے اور جیسے دوسری اقسام تو یہ ایک راہ سے مقدم اور وہ ایک کمال سے مؤخر ہیں از انجملہ تقدم بولایت
و متاخر بطاعت ہیں یا متقدم بصفت جذبہ از جانب قدس و متاخر بطلب ارادت بتوفیق از جانب اصل ہیں یا تقدم جو محبت و شوق سے طالب
رضوان و متاخر بخیال بحظوظ لذات نعیم جنان ہیں یا متقدم عالی ہمت و متاخر صاحبان معصیت ہیں اور واضح ہو کہ اشارات سے ہے کہ استقدام
انکھیں کو ہے جو ارادت صادقہ رکھتے ہیں کہ جب طاعت کو بلائے گئے تو صفائی قلب و نورانیت سے فوراً حاضر ہوئے اور متاخر وہ ہیں کہ شدت حق
و شوق سے زیر بار ہو کر از خود رفتہ ہیں جیسے بہلول و سعدون و حمدون و ذوالنون و شبلی و حصری و ہشام بن عبدان الشیرازی و علی بن سہل بن بنا وہی
و مانند ان کے جو جذبات حق میں مستغرق تھے۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعض قلوب کی ہمت بلند ہوتی ہے دنیا و ما فیہا بلکہ تمام
عالم ماسواے حق تعالیٰ کو خوشتہ ہو یا اولیٰ سب سے نظر دور رکھتے ہیں کسی سے دامن آلودہ نہیں ہوتے بعض ایسے ہیں کہ اُن کی نظر ایک دم کبھی کون
و مکان سے جدا نہیں ہوتی ہے اور برابر کسی کون و فساد سے لوث رکھتے ہیں شیخ مہر جوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ علم الٰہی دونوں قسم کو محیط ہے
جو شریعت کے ساتھ اس کی طاعت کی طرف راغب ہیں اور جو پریشانی و کسل کے ساتھ اسکے حکم کو اٹھاتے ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ اہل معرفت اپنی ہمتوں سے پیش قدم ہیں اور اہل عبادت اپنی رغبت سے اور اہل توبہ اپنی ندامت سے آگے ہیں اور ان کے مقابل اقوام پستی میں
درجہ بدرجہ ہیں پس مقابل عبادت کے اہل معصیت ہیں اور مقابل اہل معرفت کے کافر ہیں جو خسائس پر بہت مغرور کیے ہوئے اپنی رضامندی و ہمت سے
خوار ہیں اور ابن جعدون نے کہا کہ مستقدمین ایسے بندے ہیں جو عزم کے ساتھ شرعی احکام میں اولے واحسن اختیار کرتے ہیں اور متاخرین وہ ہیں جو رخصت
و اباحت میں گرفتار ہیں۔ قال المترجم یہ تفسیر گویا دوسری آیت سے ماخوذ ہے یعنی قولہ تعالیٰ اولئک یسارعون فی الخیرات وہم لہا سابقون
یعنی یہ کہ ایسے کامل یقین و عزم با جزم والے وہی نیکیوں میں جلدی کرنے اور اس میں سبقت لیجانے والے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کی
لطافت با جمال و تفصیل دونوں طرح پوشیدہ نہیں ہے بلکہ لائق ہے کہ ظاہری تفسیر میں بھی اس آیت سے استدلال کیا جاوے اور وہ احسن التفاسیر
ہوگی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم قولہ ولقد خلقنا الانسان الآیہ۔ واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ازل میں اپنے کمالات شان لطف و قہر سے موصوف تھا
اور دونوں کی تاثیرات تجلی لطیف و قہر جانب عدم ظہور میں آئیں پس تجلی لطف کے انوار سے عدم سے خاک و پانی کو پیدا فرما کر جسم انسانی کے لیے
اصل کر دیا اور تجلی قہر کے آثار سے آگ پیدا کر کے اس کو مواد جن و جان کے واسطے اصل کیا پھر خاک و پانی سے آدم کو پیدا کیا اور ان کی تمام

معیشت بھی انھین دونون سے انواع عجیبہ کے پیرایہ مین ظاہر فرمائین اور یہ تجلی نور لطفی ہے اور جن و ابلیس کو آگ سے پیدا کیا اور وہ تاثیر تجلی قہری
ہے اسی جہت سے ان دونون مین مخالفت ذاتی واقع ہوئی جیسے آگ و پانی مین بہت محسوس ہے ولیکن سبقت لطف و رحمت کی غضب پر
ہونے سے تقدم خاک و پانی کو ہوا پھر آگ کو غضب سے بنایا اسی واسطے جو فریق آدمی بھی ابلیس کے ساتھ مین اپنے محل یعنے آگ کے عذاب
سے سوا ٹھکانا نہین پا سکتے ہین اور بندون کا تقدم ہو کر پھر اُن کے عذاب کی چیز یعنے آگ کا تاخر اُن کے بعد ہوا اور سبقت رحمت کی غضب پر
منصوص ہے تو اُن کے ظہورات مین بھی یہی ترتیب ظاہر ہے لہذا تقدم خاک و آب کا آگ پر صاف معلوم ہو گیا اور وجہ عداوت بھی اور یہ کہ ظہور حضرت
آدم علیہ السلام مع اولاد صالحین و دیگر ذریات کے ظہور رحمت ہین اور یہ کہ ظہور ابلیس مع ذریات اپنی کے ظہور قہری ہے ۔ واضح ہو کہ جب حق تعالے
عز و جل نے خلق انسان چاہی تو سپید موتی پیدا کر کے اسپر جمیع صفات ذات سے تجلی فرمائی کہ وہ دولت کبریا جل شانہ سے وہ آب زلال نورانی
جلالی و جمالی ہو گیا اور جامع برکات تجلی ذات و صفات کے ساتھ متلاطم ہوا اور پانی پر اپنے نفس کا جھین لایا اور یہی جھین طین ہے جس سے حق تعالے
عز و جل حکیم قادر علیم جل شانہ نے زمین پیدا کی اور یہ پانی گرد زمین کے پھر گیا اس کے اندر بھی ساری ہوا پھر اس سے جسم آدم پیدا فرمایا یہی مٹی لزج
اس پانی کے اثر سے تھی اور پانی آثار تجلی سے جو عظمت کی تھی مخمر ہے ہوا کہ خلقت آدم از صلصال حمأ مسنون ہوئی پس جب خلقت آدم کو چاہا تو اسکے
پانی و مٹی پر تجلی قدم و بقا سے خمیر فرمایا اور انھین دونون تجلیات قدرت سے کنایہ ہاتھون سے فرمایا بقولہ خلقت بیدی یعنے قدم و بقا سے پس
چالیس صبح رہا کہ ہر صبح ان مین سے کشف ہزار صفت تھی کہ چالیس ہزار صفت کے کشف سے تخمیر رہی اور طینت آدم و صورت کو ساقط انوار
تجلی صفات فرمایا ۔ اقول یہان سے تکمیلی حالات کا لیہ مین چالیس سن نبوت یا عمر از اسلام چالیس علاوہ وغیرہ سے استیناس ہے کہ بعد شہادت
آثار و انوار توفیق سے تحقیق ہو سکتی ہے واللہ تعالے اعلم ۔ پھر جب صورت کی تکمیل ہو گئی تو درمیان عرش و کرسی کے اُس کو آخرت کے اسی ہزار برس
ڈالدیا اور انواع کمالات سے تجلیات بے پایان اس کو تربیت فرمایا یہان تک نظر اس جسم حضرت آدم پر ہے اور روح آدم کو خلق و صورت آدم و
تمام عالم سے پہلے آخرت کے دو لاکھ سال قبل سے پیدا فرمایا تھا اور یہ بیان حدیث سے ماخوذ ہے اور خلقت روح آدم کی تاثیر تجلی ذات سے تھی
اور تجلی جمیع صفات سے اس کی بھی تکمیل فرمائی اور اسکو تجلیہ غیب الغیب اور اس کے غیب مین مخفی فرمایا اور نظر ملائکہ سے بھی پوشیدہ رکھا پھر طینت آدم
کو لباس غیرت سے ملبوس کیا مگر ملائکہ نے عدم معرفت سے اس کو حقیر دیکھا اور اس صورت کی جلالت قدر سے واقف نہ ہوئے ولیکن بمقتضاے جبلت
نورانیت اس کے ساتھ کچھ لوث کینہ و حسد وغیرہ ذمائم کی گنجائش اُن مین نہ تھی بخلاف ابلیس کے کہ اُس نے اندیشے مین سے اسپر تکبر و تفاخر کیا پھر جب
خالق عز و جل نے ظہور صنعت عجیبہ کو چاہا تو بحکم نفخت فیہ من روحی پردہ غیب سے اُس کو اس جسم مین نفخ فرمایا اور یہ نفخہ پاک منزہ ہر ایسی سانس
سے جو حادث کے خیال مین آوے بس بقدرت و ارادت الٰہیہ یہ صورت جامع اوصاف ادب سے کھڑی ہوئی اور ملک بقا کے تخت عزت پر
متمکن ہوئی اور درمیان جن و ملائکہ کے عدل و قوام و مجمع انعام سے پسندیدہ مختار فرمائی گئی اور اس کو لیاقت قرب و وصال و کشف جمال و جلال
و علم و کمال سب عطا ہوئی پس ملائکہ پر بھی اس کا فضل روشن ہو گیا کیونکہ ملائکہ کا وجود بامر واحد ہوا اور خلقت آدم باین تجلیات ذات و صفات ہوا
مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ ملائکہ نے استدعا کی کہ ہم سب بندے تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہین اور طاعت کے سواے ہمارا کام نہین ہے
ملک آخرت ہمارے لیے کر دیا جاوے اور آدمیون کے لیے ملک زمین و دنیا کیجاوے تو حکم ہوا کہ آدم کے ساتھ جسکو مین نے اپنی دست قدرت سے
بنایا مین نہین برابر کرونگا اس کو جسکی پیدائش مین نے امر کُن سے فرمائی ہے اصل حدیث مشکوٰۃ مین ہے شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہے کہ بڑا
فرق ہے درمیان ملائکہ و آدم کے اور بعض نے کہا کہ دونون مین سے ایک کا ایجاد حکم کُن سے اور دوسرے کا اظہار بدست قدرت از صلصال حمأ
مسنون ہے تو دونون کی قیمتون کا اندازہ کرنا چاہیے شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آدمیون کی نسبت خاکی بیان کر دی کہ کبھی انکو نسبی
غرور نہ ہو بلکہ اصلاح تربیت پر مشکور ہون اور قربت کے لوٹے ہوے ہون مترجم کہتا ہے کہ اکثر کتب تفسیر مین اس مقام پر لکھا گیا کہ سیاق آیات

ہے مقصود اظہار فضیلت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور میں کہتا ہوں کہ آدمی کو ان آیات سے اپنی خلقت میں اللہ تعالیٰ کی عجائب قدرت دیکھنے کو تعلیم ہے کہ وہ اپنے روزانہ تجربہ سے بھی اپنے جسم کو خاکی ترکیب سے پاتا ہے اور ہر ملک کی خاک اور وہاں کا پانی اسی کے جسم سے موافقت کرتا ہے جو وہاں کے مردہ ہیں اور ہر ایک قطعہ کی مختلف پیداوار سے مختلف آدمیوں کو اس کی خاک و پانی کی موافقت سے نفع ہوتا ہے اور یہ تمام پیداوار درحقیقت اسی خاک کے طرح طرح کے ظہورات ہیں اور آخر جسم میں اپنی غذا سے لطیف و کثیف کے سبب خاک ہے اور باقی کمال روحی ہے جو اس جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور بعد جسم کے بغیر کوئی کمال روح کو بانا ممکن نہیں ہے چنانچہ شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ بعد موت کے علم وغیرہ نہیں ہوتا اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف کیا اور کہا کہ ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ ربنا ابصرنا وسمعنا الآیۃ سے استدلال کیا کہ یہ ظہور ان کے واسطے علم مزید ہے اور حق یہ ہے کہ شیخ علاء الدولہ رضی اللہ عنہ کا قول صواب ہے اگر مقصود یہ ہے کہ روح کو نفع ہوتا ہے کیونکہ اگر بعد موت کے بندہ کو حصول الیقین و علم کافی ہوتا تو ہر کافر جو نزع کے وقت حق بات سے آگاہ ہو جاتا ہے قبر میں نکیرین کو جواب صحیح دیتا اور صریح حدیث میں ہے کہ اسی حالت پر حشر ہوگا جس پر مرا ہے اور اگر مقصود یہ ہے کہ ظہور حق و باطل وہاں عیاں ہوگا تو اس میں کچھ شک نہیں ہے مگر کافر کو مثلاً اس سے کچھ حصول نہیں ہے۔ اصل یہ کہ آدمی اپنے نفس کی معرفت سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور اسکو صاف یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ شیطان و اسکی دشمنی کے کیا معنی ہیں حتیٰ کہ دنیا میں آدمی کا دشمن کوئی آدمی اس قدر نہیں ہو سکتا جسقدر شیطان اس کا دشمن ہے بعوض ہلاوہ ذاتی مخالفت کے قدرت سے جو واقعہ ظہور میں آیا وہ اصلی عداوت ہے اور ملائکہ کی دوستی ظاہر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ

اور جب کہا تیرے رب نے ملائکہ سے کہ میں پیدا کرنے والا ہوں ایک بشر کو صلصال سے جو حماء مسنون سے ہے پھر جب میں اسکو پورا کر کے

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِبْلِيسَ

اس میں پھونکوں اپنی بنائی روح کو تو تم گر پڑنا اسکے لیے سجدہ کرتے سو سجدہ کیا ملائکہ نے کل سب کے سب نے سوائے ابلیس کے

أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ لَمْ أَكُن

جس نے نہ مانا اس حکم کو کہ ہووے ساجدوں کے ساتھ فرمایا کہ او ابلیس تجھے کیا تھا کہ تو نہ ہووے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ عرض کیا کہ میں تو ایسا

لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝

نہیں ہوں کہ سجدہ کروں ایسے بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے صلصال سے جو حماء مسنون سے ہے

و۔ اور نصیحت حقیقی و تذکرہ جامع علوم دنیاوی و اخروی بیان کر دے اے محمد کہ۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ۔ جب کہا تیرے پروردگار نے جس نے آدم و تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے اس نے کہا۔ لِلْمَلَائِكَةِ۔ فرشتوں سے کہ۔ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا میں پیدا کرنے والا ہوں ایک بشر مِّن صَلْصَالٍ کھنکھناتی مٹی سے۔ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ۔ جو سیاہ گل سے ہوگی۔ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ۔ پھر جب میں اسکو پورا کروں یعنے جس قدرت و حکمت سے اس کو بنانا چاہا ہے جب اعتدال حکمت کے ساتھ اس کو پورا کروں۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ اور پھونکوں اس میں اپنی روح سے۔ فَقَعُوا تو گر پڑو۔ لَهُ سَاجِدِينَ۔ اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے۔ شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نفخ روح ایک تمثیل ہے یعنے وہاں پھونکنا تھی اور نہ کوئی ایسی چیز جس میں پھونکا جاوے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جسم قابل حیات میں حیات پیدا کرنے کو اس مثال سے بیان فرمایا یعنے جب اس پتلے کی استعداد پوری ہو جاوے اور میں اس میں روح کو جو میرے حکم سے ایک چیز ہے اس میں فائز کروں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا۔ شیخ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ من روحی میں اپنی طرف نسبت کرنا آدم کی بزرگی و تکریم کے لیے ہے اور دوسری آیت میں روح کی حقیقت اسی قدر بتلائی کہ الروح من امر ربی۔ روح میرے رب کے امر سے ہے یعنے امر الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا

اور روح منہ یعنے اللہ تعالے کی طرف سے روح تھا یعنے اللہ تعالے کی مخلوقات میں سے ایک چیز روح ہے کہ عام آدمی اتنا علم نہیں رکھتے جو اس سے
آگاہ ہوں پھر ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اہل الحق کہتے ہیں کہ آدم سے ظہور شان الٰہی سبحانہ تعالے کا تھا پس ملائکہ نے اسکو سجدہ کیا بعضے علماء نے کہا کہ
آدم بطور قبلہ کے تھے اور ملائکہ نے اُن کی طرف کو اللہ تعالے کو سجدہ کیا شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ سجدہ بطریق تحیت سلام کے جھککر تھا
اور سر ٹیک کر نہ تھا اور بعضوں نے کہا کہ نہیں سر ٹیک کر تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ سجدہ عبادت نہ تھا۔ اور واضح ہو کہ حدیث میں آیا ہے کہ آدم کو
حکم ہوا کہ اس گروہ ملائکہ کو سلام کرے انھوں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو تعلیم ہوئی کہ یہی تیری اولاد کی باہمی تحیت ہے کما
فی السنن۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہاں اس قسم کی گفتگو ایک قیاسی بات ہے کیونکہ ملائکہ کی اصلی حالت کو قیاس کر کے صرف ناک تجویز کر لینے سے تب کہا
جاوے کہ انکا سجدہ بھی سر ٹیک کر ہوتا ہے پس بہتر یہ ہے کہ اسقدر پہچان لیا جاوے کہ جو سجدہ اللہ تعالے کے واسطے مخصوص ہے وہ نہ تھا باقی کچھ تردد
نہیں کہ ملائکہ کو حکم ہوا کہ اس کو سجدہ کرو۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا ملائکہ نے کل نے سب کے سب نے۔ شیخ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ظاہرا یہودیوں کی روایت سے ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے یہاں بعض سلف سے نقل کیا کہ اول ملائکہ نے انکار کیا تو اُن کو
اللہ تعالے نے خاک کر دیا پھر دوسرے پیدا کیے انھوں نے فوراً سجدہ کیا۔ اہل اسلام کے نزدیک نص قرآنی ملائکہ نورانی ہیں جو حکم ہوتا ہے بلا درنگ
بجا لاتے ہیں پس یہ روایت یہودیوں کی نادانی ہے بلکہ جن ملائکہ کو حکم تھا انھوں نے فوراً بغیر تاخیر کے سجدہ کیا۔ اسی وجہ سے جس عبادت کا حکم ہو اسکو
فوراً ادا کرنا عمدہ ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کسی نے پوچھا کہ کون عبادت افضل ہے فرمایا کہ نماز کو اول وقت میں ادا کرنا۔ واضح ہو کہ عشاء کی تاخیر
تہائی رات تک دوسری وجہ سے مستحب ہے اور تمام کلام فقہ میں ہے مبرد رحمہ نے کہا کہ کلھم سے معلوم ہوا کہ کوئی نہیں چھوٹا اور اجمعون سے سب نے
یکبارگی سجدہ کیا بعض نے کہا کہ اجمعون تاکید کے بعد تاکید ہے۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے اسی کو ترجیح دی نیشاپوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کیونکہ
اجمعون باوجود معرفہ کے حال ہوتا تو اجمعین منصوب ہوتا اور یہی کرخی نے اختیار کیا بعض مفسرین نے لکھا کہ سب سے اول اسرافیل نے سجدہ کیا تو اُس کو
کرامت عطا ہوئی۔ مگر ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یکبارگی سجدہ واقع ہوا غرضکہ سب ملائکہ نے سجدہ کیا کوئی باقی نہیں رہا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ سوائے
ابلیس کے۔ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ اس نے انکار کیا اس بات سے کہ ہوجاوے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔ یعنے اللہ تعالے نے اس بشر کو
سجدہ کرنے کا حکم جبکہ دیا تھا اس حکم بجا لانے میں اللہ تعالے کی فرمانبرداری کا سجدہ ہوا پس سجدہ کرنے والوں کے لیے بھی فضیلت و درجات تھی جنھوں نے
مانا اور ابلیس نے یہ ثواب نہ لیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو جاوے۔ اسی میں ایک اشارہ ہے کہ وہ ملائکہ میں سے نہ تھا بلکہ اُن کے ساتھ عبادت
کرتا تھا۔ اور دوسری آیت میں بھی تصریح ہے کہ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔ یعنے وہ ابلیس تھا جنوں میں سے سو اپنے پروردگار کا حکم بجا لانے سے
باہر ہوا۔ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہاں استثناء درست ہونا دو طرح سے ہے ایک یہ کہ ابلیس جنوں میں سے تھا لیکن وہ تنہا ہزاروں
ملائکہ کے بیچ میں تھا تو انھیں میں شمار ہو کر مستثنے کیا گیا اور دوسرے یہ کہ ملائکہ کی ایک قسم جن کہلاتی ہے جن کی اولاد بھی ہوتی ہو وہ اس قسم میں سے ہو مترجم
کہتا ہے اگر یہ ثابت ہو تو شاید اس قسم کے ملائکہ بالکل فرمانبردار نہ ہوں گے اور قرآن پاک میں جو ملائکہ کے بارہ میں آیا کہ لا یعصون اللہ ما امرہم وہ اللہ
تعالے کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ تو یہ نورانی ملائکہ کی شان ہوگی ولیکن اعتقاد یہی ہے کہ ملائکہ خلقت نورانی ہے جو نافرمانی کرنے کا مادہ نہیں رکھتے
جیسے اُن کو بھوک کاوٹ وغیرہ نہیں ہوتی ہے اسی واسطے شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے و دیگر محققین نے کہا کہ یہاں حرف الا بمعنے لکن ہے اور یہ فصیح
زبان عرب میں معروف ہے تو معنے یہ ہیں کہ ملائکہ تو سب نے سجدہ کیا ولیکن ابلیس جسکو ملائکہ کے شمول میں سجدہ کا حکم ہوا تھا اس نے از راہ تکبر و اپنے
آپ کو بڑا سمجھنے اور آدم پر حسد کرنے کے سجدہ نہ کیا۔ درحقیقت اس نے آدم پر حسد نہ کیا بلکہ اللہ تعالے کے حکم کو نہ دیکھا کیونکہ اللہ تعالے کا حکم سب سے
بزرگ ہے تو اس حکم کی تابعداری اس پر فرض تھی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ۔ فرمایا کہ اے ابلیس۔ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ
مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ تجھے کیا ہوا کہ تو نہ ہو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔ یعنے ملائکہ کے ساتھ باوجودیکہ تجھے ملائکہ کی فرمانبرداری و تقرب جناب

باری وبزرگی معلوم ہو چکی ہے۔ قَالَ لَمْ أَكُنْ۔ بولا کہ مجھے نہیں چاہیے یا میرے لائق نہیں ہے کہ لَا سْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ
حَمَإٍ مَّسْنُونٍ۔ میں سجدہ کروں ایک بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے کھنکھناتی مٹی سے جو خشک گارے سی ہو گئی ہے یعنے یہ مادہ تو بہت ردی ہے اور
میرا مادہ آتش جو ہر شریف ہے اور نیز بشر ایک جسم کثیف ہے جس کا بشرہ یعنی ظاہر نظر آتا ہے اور وہ ایک جسم لطیف ہر شکل بنجانے کے قابل ہے کما قال
الکرخی اور خلاصہ یہ ہے کہ اپنے کو بعد آدم کو بہتر قرار دیکر اس کے لیے اپنا سجدہ کرنا کسی لائق نہ جانا چنانچہ دوسری جگہ مصرح ہے کہ انا خیر منہ خلقتنی
من نار وخلقتہ من طین میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو گارہ مٹی سے بنایا۔ یہ قیاس اُس نے اپنی رائے سے بنایا اور حقیقت
حال سے ناواقفی کا کچھ خوف نہ کیا باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف اس کا خیال نہ ہوا کہ اگر فرض کر لیا جاوے کہ جسم بشری سے جسم ابلیس
اچھا ہی تو سجدہ کرنا اُس پر نہ تھا بلکہ حکم الٰہی تعالیٰ کی تعظیم تھی وہ بسر و چشم بجا لانا فرض تھا۔ اسی سے علما نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ اگر شور سمجھ حلال ہوتے
اور اُس کی برزگداشت سمجھنے کا حکم نازل ہوتو بھی میں اس کو پلید و خوار جانوں تو کافر ہو جاوے کا خوف ہے کیونکہ یہ احکام تو اللہ تعالیٰ کی
فرمانبرداری ہے یہی معنے بندگی و عبودیت کے ہیں پس اگر شراب حرام کر دی تو بسر و چشم اس کو حرام جانتے ہیں اور اگر یہود کے پر غالب و دنبہ کا
گوشت حلال کیا تو بسم اللہ حلال ہے۔ علما نے کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ تو نے مجھے و اس کو پیدا کیا اور مجھے فخر ہے ورنہ ظاہر زیادہ مواخذہ میں پڑتا
مترجم کہتا ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ دنیا میں گمراہ فرقہ جس بات کو صریح اپنے اوپر لازم کرے یا وہ بات صریح لازم ظاہر ہو جاوے تا آنکہ وہ کفر ہو تو کافر
ہوگا ورنہ اگر کسی گمراہ فرقہ کے اعتقادات کوئی بات کفر کی بدلیل لازم آتی ہو تو اس سے تکفیر نہ ہوگی جیسے مثلاً بعض شیعہ فرقے اپنے صحابہ کی راہ سے منکر ہیں
حالانکہ اس صحابی کا طریقہ عین تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھی تو شریعت و طریقہ نبوی سے انکار ہوا پس کفر ہوا لیکن شیعی نے طریقہ رسول صلعم سے
انکار کا التزام نہیں کیا اس وجہ سے تکفیر نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت سے منکر ہو تو کافر ہے کیونکہ وہ لازم ظاہر صریح
ہے اور خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس آیت سے نکلا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا انکار حکم الٰہی تھا کہ وہ بیجا واقع ہوا پس کفر ہو گیا اور فقط سجدہ نہ کرنا
گناہ تھا۔ اسی طرح نماز ترک کرنا گناہ ہے لیکن اگر دل میں حکم الٰہی کی طرف کوئی بات کفر کی ہو تو باطن میں کافر ہوگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ
واذ قال ربک للملائکۃ انی خالق الآیہ۔ پہلے سے ان کو یہ خبر اس فائدہ سے دیدی کہ ملکوت اصغر انپر ظاہر کیا جاوے گا تاکہ اس سے ملکوت اکبر
مشاہدہ کریں تاکہ اس میں عجائب صنعت و قدرت و آیات جمال و جلال دیکھیں کیونکہ آدم ایک آئینہ حق تھے جس میں آیات الٰہی کا مشاہدہ تھا
پس امتحان اور ان کے نفوس کا اضمحلال تھا پس آیات مشاہدہ دیکھکر اُس کے لیے خضوع میں آویں سے یہ تو وے تو ادر خلائق دید آفتاب ہی بود
چون سایہ ہر دم برلب بام ہنوز۔ قولہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی الآیہ۔ یہ اظہار و اعلام ہے کہ شرافت آدم تو اسی وجہ سے تھی کہ ان کا تسویہ
فرمایا اور نفخ روح فرمائی مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ نے آدم سے اپنا شرف چاہا تھا تو حکم ہوا کہ جسکو میں نے دست قدرت سے بنایا اُسکو انکے
برابر نہ کرو کہ جن کو کُن سے پیدا کر دیا چنانچہ کچھ پہلے یہ حدیث میں لکھ چکا ہوں شیخ نے کہا کہ شرف آدم بشان الٰہی و ظہور صفات تھا اور تسویہ
وہ جامع انوار تجلیات ہوتا تھا جس سے تمام مخلوقات کے لیے قبلہ الٰہی ہو گئے پس معائنہ قدرت و عجائب لطف کے وقت ان کو سجدہ کا
حکم دیا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ جب خصوصیت آدم کی ظاہر کر دی کہ وہ مخلوق بدست قدرت کاملہ ہے
برخلاف سائر مخلوقات کے اور اس میں نفخ روح کی ایک شان خاص ہے تو وہاں کسی دوسری مخلوق کو مجادلہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ہر ایک
کو چاہیے کہ شان الٰہی سبحانہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور اسکو سجدہ کرے۔ شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب آدم میں روح پھونکی
گئی تو روح کی معرفت یوں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ خود علیم خبیر ہے اور اس کا علم حضرت تبارک و تعالیٰ کو ہے پس جبکہ ملائکہ کو اس کی صورت
ظاہری جسم کی حجاب ہوئی اور جمال روحی نہ دیکھ سکے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں عجائب صنعت عزت و جلال و شان جمیع صفات سے رکھی
تھیں باوجودیکہ اس کو صغیر کر دیا تھا اگرچہ تسویہ اس کا اپنی شان پر ہے انھوں نے نہ دیکھا اور مشاہدہ میں جبروت و ملکوت اس میں حاصل نہوا انہ

آئینہ ناسوت میں حقائق لاہوت نظر نہ آیا تو انھون نے پہلے عرض کیا کہ اتجعل فیہا من یفسد فیہا یعنی زمین مین تو ایسے کو خلیفہ کو فرما وے گا جو اسمین فساد
مچاوے ولیکن ملائکہ نے یہ عرض بطریق اعتراض نہین کی تھی بلکہ نیاز مندیت سے عرض کی تو حق عزوجل کو انپر رحم آیا اور حجاب غیرت کو چہرۂ آدم
سے اٹھا دیا تاکہ ملائکہ کو اس کا مرتبہ ظاہر ہو پس انھون نے آدم مین انوار اسما و صفات کے دیکھے اور روشنی سبحات ذات کی اس کے چہرہ سے پائی اور
نور علی نور اس مین دیکھا اور ربوبیت کی شان کا اسپر لباس نظر آیا پس ان کی عقلین گم ہو گئین بسبب صولت جلال کے اور جمال سے انکے قلوب
مائل ہوئے تو انھون نے اسرار سے واقف ہو کر کمال محبت و شدت شوق سے اس کے لیے سجدہ کیا۔ قولہ فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون۔ جو نور حق انکو آدم سے
نظر آیا درحقیقت ملائکہ نے اسی نور حق کے لیے سجدہ کیا تھا نہ آدم کے واسطے بلکہ اس نور ازلی و ابدی کے لیے بلکہ محض ازلی و ابدی کے لیے جو بد باطن
مجادل و غلط کار و ناہنجار لوگون کے اشارہ و وہم و قیاس وغیرہ اوہام سے پاک منزہ ہے اس مقام کو سمجھنے والا سمجھتا ہے اور جو کوئی ملائکہ کو قیاس مین
نہین لاسکتا ہے وہ اس سے زیادہ بلند پرواز ی کہان کر سکتا ہے۔ پھر جو کچھ ملائکہ نے دیکھا اسکو ابلیس نے نہ پایا کیونکہ وہ درحقیقت عالم قہر مین سے تھا
پس عالم جمال سے وہ قطعی محجوب کر دیا گیا تھا لہذا فرمایا قولہ الا ابلیس ابی ان یکون مع الساجدین۔ اور اگر ابلیس اس کو اس شان حقیقی سے دیکھتا تو اسکے
واسطے ہزار بار سجدہ کرتا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ الہ ارین ملائکہ نے آدم کی شکل و ہیات دیکھی اور جو روح کی اضافت اپنی جانب حضرت رب تبارک
و تعالیٰ نے فرمائی ہے اس کو نہین دیکھا اور جو خصائص فرمائے تھے کہ مین نے اس کو پیدا کیا اور قبضۂ قدرت سے مین نے اسکو مستوی کیا اور یہ کہ اس کو
اسما کی تعلیم دی تھی او غیب پر اسکو مطلع کیا تھا یہ کچھ ان مین ظاہر اثر نہ کیے پایا تھا کہ انھون نے سوال کیا پس جب حق سبحانہ تعالیٰ نے ان خصائص کو
ظاہر کر دیا تو اس کے لیے سجدہ مین گر پڑے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ روح آدم مین اور دیگر اشیا مین فرق یہ ہے کہ مخصوص آدم مین تو خلقت
ہے یعنی قولہ فاذا سویتہ الخ اور تخصیص اضافت ہے یعنی ونفخت فیہ من روحی پس اس کو قرب الٰہی و معرفت حاصل ہے اور اس کو اپنے علم سے سرفرازی
دی اور مرجع اس کا اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف ہے اور یہان اشارہ و عبارت سب عاجز ہین اور یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو
ذلت قہری نہین دی بلکہ عزت فخری عطا فرمائی ہے اس کا تعلق بصفت الٰہی ہے اور تعقل باشارہ حق ہے مترجم کہتا ہو کہ اس مقام پر فقط آدم کی
خصوصیت محل غور ہے کہ شاید ان کی ذریات مین سے جو کافر ہین ان مین قلوب نہین ہین پس انکا تعلق علم الٰہی جل شانہ مین ہے کہ آدم سے کیا نسبت رکھتے ہین
اور ایک حدیث مین ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی بائین جانب کی سیاہ روحون کو جو پیدا انھین ہوئی ہین دیکھکر روتے ہین اور دائین جانب سپید ہین
کو دیکھکر ہنستے ہین شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے ملائکہ کی آنکھین کھول دین انھون نے خصائص آدم کو دیکھ لیا اور ابلیس
کی آنکھ اندھی رہی اسی واسطے ملائکہ نے عذر کیا اور ان کے برخلاف ابلیس نے جھگڑا کیا۔ وقال انا خیر منہ آلایہ۔ شیخ ابو الحسین رح نے کہا کہ
ملائکہ نے روح اور اس اختصاص کو جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا معائنہ کر کے حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین آدم کو سجدہ
کیا اور ابلیس نے انکار و تکبر کیا اور وہ تو فرمانبرداری و عبادت کی حالت مین بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بدتر تھا کیونکہ اس نے کبھی اللہ تعالیٰ کی
عبادت نہین کی بلکہ اپنے نفس و ہوائے نفسانی کے عبادت ہی مین مستغرق تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ نادان آدمی بظاہر اس کلام مین جھگڑا
کرے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ منزلت کیونکر عطا فرمائی تھی کہ ملائکہ کے درمیان رہا کرے بالا ان کا معلم ہوا اور جو لوگ کہ علم رکھتے ہین وے
اس کلام کو تحقیق و صحیح جانتے ہین اور اسی کی نظیر بلعم باعورا تھا جسکو اسم اعظم عطا ہوا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص ازلی کافر ہو اسکو قلب نہین ملتا
بلکہ افہام ہو اسکے معنے قلب خالی ہوتا ہے اور جو شخص واصل ہو جاوے پھر جاہل ہونا اس کا تصور مین نہین آسکتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی اپنے
آپ کو مومن یا واصل سمجھے مگر واقعی نہ ہوا اور جب واقعی معرفت نہ ہوئی تو عبادت اسی چیز کی ہو گی جسکو وہ حاصل رکھتا ہے اور اس کا حاصل فقط نفس و
ہوا سے خیالی کی تصویر ہے پس بالضرور اس نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عبادت نہ کی بلکہ یہ زیادہ بدتر ہوا کہ اس نے غیر کی عبادت کی اور زیادہ
بدتر ہوا کہ غیر کو اس نے حق ابنایا اور منجملہ فوائد کے اس مقام پر چند فوائد ضروری ہین از انجملہ یہ کہ ہر حال مین بندہ کو چاہیے کہ رب تبارک و تعالیٰ

ارحم الراحمین سے راہ مستقیم و وصول مطلوب تحقیقی کی ہدایت چاہیے اور کثرت قولہ اہدنا الصراط المستقیم اور اس کے بعد صراط الذین انعمت علیہم الآیہ کی
عظمت ظاہر ہوگئی۔ اگرچہ جو شخص حقیقی وصول کو پہنچا اس کے لیے بھی یہ دعا فرض ہے کیونکہ منزلت بے انتہا ہے اور یہ ہنوز اس کی ابتدا میں ہو۔ ازانجملہ
یہ کہ کرامت پر مغرور نہ ہو بلکہ عبودیت کی راہ و اخلاص پر ثابت قدم ہونا البتہ فضل عظیم ہے اور ظاہری خرق عادت دلیل کرامت جب ہی ہے کہ وہ بندہ راہ
حق پر مستقیم ہو۔ ازانجملہ عالم جو مسند تعلیم پر متمکن ہو اس کو اپنے نفس پر خوف کرنا چاہیے کہ کہیں شیطان کے مانند استدراج میں نہ ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ
تعالیٰ اس دین کو مرد فاجر سے قوت دیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں لوگوں کو نفع ایسے شخص سے دیتا ہے جسکے واسطے خود کچھ
حصہ نہیں ہے۔ ازانجملہ عبودیت فقط امر حق سبحانہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اس نظر سے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے حتیٰ کہ تمام طاعات جو اس نظر سے نہ ہوں اگرچہ
فقط اسی کا سجدہ ہو خالص نہیں اور جو اس کے حکم کی بندگی ہو اگرچہ غیر کو سجدہ کا حکم دیوے وہ اسی کی بندگی اور اسی کا سجدہ ہے اور سابق میں حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی دعا کی تفسیر میں تحت قولہ فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی الآیہ اشارات بیان ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ مقدس مخلوقات کی فرمانبرداری
و نافرمانی سب سے پاک ہے کیونکہ مخلوق جب اپنی ذات سے حادث ہے تو اس کے اعمال و افعال کیسے ہی صالح ہوں حادث کے حادث اور اللہ تعالیٰ کے
پیدا کیے ہوئے ہیں ان کو ذات قدیم مستغنی اعلیٰ از قیاس و گمان و وہم تک کیا مناسبت و لگاؤ ہے اور جب سجدہ کرنے یہ مقام سمجھ لیا اس کو یہاں آدم کو
سجدہ کرنے میں کچھ بھی خلجان نہیں ہے ازانجملہ مذموم سخت یہ ہے کہ آدمی ضعیف بے بنیاد تکبر کرے یا احکام الٰہی میں چاہے کہ ہر ایک بات کی کنہ حقیقت
دریافت کرنے کے بعد مانے اور جو بات اس کی عقل میں نہ آوے اس سے بداعتقاد ہو یہ سب بدتر جہالات میں اور اُن کی برائی و مذمت بالکل بدیہی ہے
اس لیے کہ اس محسوس مخلوق میں جسپر آدمی کو بزرگی دی گئی ہے ہزاروں چیزیں موجود ہیں کہ اُن کی کنہ حقیقت سے آدمی کی عقل بالکل بے بہرہ ہے
بلکہ اس کے جسم میں خود ایسی چیزیں ہیں کہ وہ اپنی ذات سے یقینی وقوف نہیں رکھتا ہے تو پھر تمام جہالت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر کنہ حقیقت سے
آگاہی کا دعوے کرے یہاں اور بھی علوم ضروری ہیں کہ ان کو غور سے سمجھ لینا چاہیے واللہ تعالیٰ ہو الولی الہادی۔ پھر شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے
لکھا کہ جب ابلیس نے اپنی جہالت و بدبختی سے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مقدر مشیت اس پر جاری فرمایا اور اس پر حجت قائم فرمائی بقولہ
قال یا ابلیس مالک الا تکون مع الساجدین۔ اس کے اشارات میں سے ہے کہ جو شخص دعوے کرے وہ جاہل بدکردار ہے کیونکہ ابلیس کو دعوے
معرفت و عبودیت و کمال علمی تھا باوجود اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے خصائص و ظہور صنائع حق سبحانہ تعالیٰ اس کو معلوم نہ ہوئے اور سب
دعوے میں وہ جاہل ثابت ہوا کیونکہ معرفت کے دعوے پر لازم تھا کہ عبودیت معبود سبحانہ تعالیٰ کا ظہور بوصف ربوبیت مشاہدہ کرے کہ جسطرح
مظاہر میں ظاہر ظہور خالق عز وجل ہے اور یہی ہیں معنے قولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض الآیہ اور تاویل بوجہ نافہمی عوام کے ہے اور دعوے علم
میں کاذب اس لیے کہ امر الٰہی سے ورلے امر کے اسرار ظہور و لباس قدرت مشاہدہ علمی لازم تھا مع ان اسرار کے جو اس خاک میں فضل و کمال کے مخفی
و مستتر فرمائے تھے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی ایسے علم کا دعوے کرے کہ اسرار الٰہی اس کے احکام و مخلوقات کے اس پر تحقیقی واضح ہوئے یا اسکے
امکان میں ہیں تو وہ مثل ابلیس کے برگشتہ ہوگا اور یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے علم دیدیتا ہے اور دعوی عبودیت میں اسکا کاذب
ہونا تو صاف ظاہر ہے کہ حکم کی فرمانبرداری میں اُس نے کس قدر جہالت سے اپنی خواری کمائی تھی اور اپنی فضیلت کے دعوے میں کمال جہل سے
نص صریح کے مقابلہ میں قیاس کیا پھر اس سے زیادہ بدتر اُس کے جواب میں یہ امر ہے کہ حضرت بارگاہ کبریا عز وجل میں اُس نے اپنی خودی و تکبر کو
بیان کیا کما قال تعالیٰ لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال الآیہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اس ملعون نے غلط دعوے کیا تھا کہ وہ خلوص کے
ساتھ بندگی کرتا ہے اور قدیم عز وجل کو حادث سے پاک منزہ و وحدانیت کے ساتھ جانتا ہے وہ جاہل جانتا تھا کہ عبودیت خالصہ یہی ہے کہ رکوع
و سجدہ کی صورت پیدا ہو جاوے اور یہ نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا جس طریقہ سے اُس نے حکم فرمایا ہو یہی عبودیت ہے اور اگر
وہ جنیو ڈالنے کا حکم فرماوے تو اس کا حکم بطوع و رغبت بجا لاوے اور ہزار زنار کمر میں باندھے اور پروانہ وار اسی کے حکم کے گرد پھرے جو اس کا حکم ہو۔

اور اپنی مراد و خوشی سے بالکل سروکار نہ رکھنا عشق کی شان ہے اور جب محبوب کے حکم میں چون و چرا ہے تو وہ خود پسند گمراہ ہے کاش اُس نے آدم میں مشاہدہ ملائکہ پایا ہوتا۔ کیونکہ آدم مثل کعبہ کے قبلہ ظاہر تھے اور سجدہ نہیں واقع ہوتا مگر اشارہ ربوبیت میں کیونکہ سجدہ کے لائق سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی چیز نہیں ہے اور مقام امر مقام امتحان ہے اور ابلیس ملعون نے زعم کیا کہ میں توحید میں زیادہ مستحکم ہوں کہ میں نے غیر کو سجدہ نہ کیا حالانکہ وہاں غیر نہ تھا کیونکہ نظر عین الجمع میں وہ وہی تھا اور اگر اس کی نگاہ صحیح ہوتی تو وسائط پر نہ پڑتی کیونکہ عین الجمع میں دلیل و مدلول درحقیقت واحد ہیں اگرچہ بلحاظ رسوم کے ایک نہیں ہیں یعنے کل مخلوق و حادث تو کبھی قدیم نہیں ہو سکتا لیکن نظر توحید میں توحید یہ ہے پھر یہ چیزیں جو محض عبارت ہیں کیونکر آئیں سوائے اس کے کہ توحید نہیں تھی اور وہ ملعون اپنی جہالت سے اپنے کو مقام توحید کا عارف سمجھا اور درحقیقت عین الجمع سے جاہل تھا اور یہ بھی اُس کی غلطی تھی کہ معرفت توحید تو یہی ہے کہ قدیم کو حادث سے الگ و فرد جدا وحدہ لاشریک یقین کرے مگر اس شان سے الگ کرنا کہ وحدت وغیرہ ان میں کسی چیز کو اُس پاک جل شانہ سے لگاؤ نہ ہو اُسی مقام میں بعضے عارفین قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر مثلاً زید کو اللہ تعالےٰ جل شانہ کی مخلوق دیکھکر کہے کہ یہ وہ نہیں ہے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ زید حادث مخلوق ہے مگر اس شخص نے حق تعالےٰ کے ساتھ اشارہ سے امتیاز و تفرید کی اور وہاں اشارہ کو بھی گنجائش نہیں ہے پس اُس نے شرک کیا اور شیخ رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ ابلیس ملعون کی نظر تو آدم پر تھی اور ایک نظر اپنی ذات پر تھی تو دو نظریں اس پر حجاب تھیں اور اگر عارف ہوتا تو غیر کی نظر ہی نہ ہوتی اور اسپر وہ دعوےٰ کرتا تھا اور یہ دعوےٰ عین نظر اپنا دیکھنا جو بالکل حجاب ہے پھر اللہ تعالےٰ کی معرفت کا دعوےٰ ہے برعکس تھا کہ وہ معرفت کے کسی درجہ تک بھی نہیں پہونچا تھا اور یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ بھی محل تحقیق میں ہوتا تو کسی حادث کی خدمت کے لیے اُس کو حکم نہ ہوتا وہ تو بیت ہی نہیں تھی بلکہ وہ ارادت کے ابتدائی درجہ میں بھی نہ تھا کیونکہ اگر ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کے قدموں کی خاک اپنی آنکھوں میں سرمہ کر لیتا اور اُس کو فرح یاقوت و قنا سے زیادہ بلکہ بے قیاس نعمت سے زیادہ لذیذ پا کر کھا لیتا کیونکہ مرید اپنے مقتدی کی محبت میں والہ و شیدا ہوتا ہے و لیکن اس کو کیا نفع ہوتا کہ وہ مرید نہیں تھا بلکہ مرید تھا یعنے سرکش متکبر گمراہ تھا کیونکہ اپنی رائے پر نازاں و اپنی عبادت و معرفت میں اپنے نفس کو اچھا دیکھنے والا تھا پس اُس نے اپنے مقتدی سے انکار کیا اور نظر حق سے مطرود و اور مردود ابدی ہو گیا اور ہم اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہیں ہر گمراہی اور اس کے غضب سے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اور اپنے نیک بندوں کی برکت سے مجھ گنہگار کو بھی شیخ رح کی دعا میں داخل کر کے ہر گمراہی سے پناہ عطا فرماوے اور حقیقی مرضی ایمان پر ہمارا خاتمہ بخیر کردے آمین یا ارحم الراحمین شیخ رح نے لکھا کہ شیطان کی یہ جہالت کچھ کہاں سے حاصل ہو گئی کہ اُس نے کبر و سفر و ریا و ضلالت سے تمام قدرت و قبولیت الٰہی جل شانہ کو نہ پہچانا اور مکان قرب سے دور اور وادی طرد و لعن میں سرگردان ابدی ہو گیا وقد حکم اللہ تعالیٰ جل جلالہ

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ

فرمایا کہ اب تو نکل یہاں سے کہ تو دھتکارا ہوا ہے اور تجھپر لعنت ہے تا روز قیامت بولا کہ اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ

يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ

وہ قبروں سے اٹھائے جاوینگے فرمایا کہ تو مہلت دیے ہوئے لوگوں سے ہے وقت معلوم یعنے قیامت کے دن تک بولا کہ اے میرے رب قسم ہے مجھے تیرے ہی گمراہ کر دینے کی مجھکو کہ ضرور میں

فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ

زینت دونگا انکے لیے زمین میں اور ضرور بیشک گمراہ کر دونگا انکو سب کو سوائے تیرے بندوں کے جنہیں تونے خلاص کر دیا ہے فرمایا کہ یہ راہ ہے مجھپر ٹھیک سیدھی بیشک

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ لَهَا

جو میرے بندے ہیں نہیں ہے تجھکو انپر کچھ قابو ولیکن انپر جو تیری فرمانبرداری کریں بہکے ہوئے اور البتہ جہنم ان کی وعدہ گاہ ہے سب کے سب کے لیے جہنم کے

سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۝

سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے

ع ۱۶

قَالَ۔ یعنے جب ابلیس نے فرمان الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے سے نافرمانی کو ٹھیک سمجھا اور تکبر کا جواب دیا تو اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ فَاخْرُجْ مِنْهَا
پس تو نکل یہاں سے بعض نے کہا یعنے جنت سے اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اور بعض نے کہا جماعت ملائکہ سے۔ اور ظاہر کلام شیخ سیوطی رح کا یہ ہے کہ
جنت سے نکل کیونکہ قلنا اهبطوا بعضکم لبعض عدو میں آسمان سے اخراج متعین ہے کیونکہ آسمان بحکم قولہ حفظنا ہا من کل شیطان محفوظ ہے پس شاید کہ اول
میں شیطان کو جنت سے نکالا پھر شیطان کو آدم و ذریات کے ساتھ آسمان سے زمین کو اتارا اور بہتر یہ ہے کہ ان مقامات میں جو بات منصوص ہے اسی قدر
پر اقتصار کیا جاوے اور وہ عام آدمیوں کی سمجھ کے لائق ہے اور اس سے زیادہ اس وجہ سے دشوار ہو جاتی ہے کہ عقل تو جسم کی خواہشوں میں مکدر و
آلودہ ہو رہی ہے اور روح صاف ظاہر نہیں ہے اور اس ملک کا قیاس یہاں ہو نہیں سکتا اور چونکہ بعضے لوگ ناواقفی سے زمین کی چیزوں پر قیاس
کرتے ہیں تو بھٹک جاتے ہیں۔ رجیم کے معنے قاموس میں ہیں کہ لعنت و شتم و مطرود کرنا و حجر کرنا پس قولہ۔ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔ کیونکہ تو رجیم یعنے مرجوم ہے
اس میں یہ سب معنے متحقق ہیں کیونکہ رجم پتھروں سے مارنا شیطان کے حق میں شہاب ہیں اور دھتکارا ہوا ان سے نکالی جانے سے اور مہجور ہونا اس کے حق
میں ظاہر ہے اور لعنت اس کلام سے کہ۔ وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اور یوم الدین یوم جزاء ہے یعنے روز قیامت جس میں ہر کردار
کا بدلہ اس کے کمانے والے کو ملیگا۔ اور حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے ابلیس کو اس کے تکبر و نافرمانی و بے ادبی پر مرجوم و ملعون کردیا اور ایسے ملعون کو وہاں رہنے کا
شرف نہیں ہوسکتا تو حکم دیا کہ یہاں سے خارج ہو۔ واضح ہو کہ مقام حج نمونہ قرب ہے اور رمی الجمار مقام منیٰ میں شیطان کے مرجوم یعنے سنگسار
ہونے پر دلیل ہے اور بندہ مومن بنام پاک اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اللہ اکبر و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم شیطان کو رجم کرتا ہے
اور خالی لاحول سے بھی شیطان کا دور ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور واضح ہو کہ جملہ عبادات میں شرط یہ ہے کہ خلوص دل و عاجزی کے ساتھ اپنے
رب عزیز حکیم سے چاہے کہ اسی کے حول و قوت سے شیطان مجھ سے دور ہو۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالے نے ابلیس کو
ملعون کردیا تو ملائکہ کی صورت سے اس کی صورت بگڑ گئی اور وہ ایسی آواز سے رویا جیسے عورتیں منہ ڈھانپ کر رونے والیاں روتی ہیں پس دنیا میں جو
رونا ایسا پایا جاوے قیامت تک وہ اسی کے رونے پر ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ امام غزالی وغیرہ محققین علماء نے تحقیق کردی کہ شیطان پر اللہ
تعالے کی لعنت قیامت تک متحقق ہے ولیکن ہم کو کوئی یہ لازم نہیں کہ اسپر لعنت کریں بلکہ یہ فعل اچھا نہیں ہے اور جب شیطان پر لعنت کرنا اچھا
نہیں حالانکہ اس پر اللہ تعالے کی لعنت معلوم ہے تو کسی دوسرے پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے کیونکہ اگر وہ لعنت کے قابل نہوا یا انجام میں وہ ایمان پر مرنے
والا ہے تو واقعی ملعون نہوا تو وہ لعنت خود لعنت کرنے والے پر لوٹنے سے یہ تباہ ہو جائیگا اور حدیث میں گناہ سے بچنے کی تاکید کے لیے آپ نے عام طور پر
بدون کسی شخص کو خاص کرنے کے البتہ کہا ہے جیسے لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ یعنے اللہ تعالے یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے
کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ کیونکہ جو کوئی یہودی یا نصرانی مریگا وہ قطعی جہنمی ہوگا۔ اور واضح ہو کہ یہ لعنت جو آیت میں ہے اپنی رحمت
سے بالکل دور کر دینا ہے اور کبھی عرب لوگ لعنت اس کے سوائے دوسرے معنے میں بولتے ہیں جیسے میرے پاس سے دور ہو تو یہ بھی اچھا نہیں مگر وہ اس حکم
میں داخل نہیں ہے پھر جاننا چاہیے کہ آیت میں لعنت کی انتہاء روز قیامت مذکور ہے تو بعض علماء نے کہا کہ اس سے یہ لازم نہیں کہ اس کے بعد نہ ہو اور بعضے نے
کہا کہ روز قیامت تک تو لعنت اس کے واسطے بطور اعمال بد کے ہوگی اور بعد اس کے سزا سے لعنت یعنے سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔ بعض نے کہا کہ جب
شیطان کے لیے یہ حکم ہوا کہ تا قیامت تجھ پر لعنت ہے تو شاید اس نے سمجھا کہ وہ قیامت تک زندہ چھوڑا جائیگا پس اس نے درخواست کی چنانچہ آیت
میں ہے کہ۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ بولا کہ اے میرے رب تو مجھے مہلت دے یعنے موت نہ دے۔ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ اس دن تک کہ آدم و اسکی
ذریات اٹھائے جاوینگے۔ گویا اُس نے اپنے لیے دائمی زندگی مانگی اس لیے کہ دوسری بار صور پھونکے جانے پر اٹھائے جاوینگے پھر اُس کے بعد موت نہیں ہے
مگر بیضاوی میں ہے کہ اُس نے اس درخواست میں دو باتیں چاہیں ایک یہ کہ اس کو اغواء کرنے کے واسطے وقت وسیع ملے اور دوسرے یہ کہ بعث کے وقت
تک نجات ملے کیونکہ بعد وقت بعث کے موت نہیں ہے کہ اول درخواست منظور فرمائی گئی اور دوسری منظور نہیں ہوئی چنانچہ فرمایا۔ قَالَ فَاِنَّكَ

مِنَ الْمُنظَرِينَ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۔ یعنے تجھے مہلت ہے تا روز وقت معلوم بعض علماء نے کہا کہ وقت معلوم سے مراد قریب بعث کا وقت ہے کہ اس وقت شیطان مر جاوے گا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ پہلا نفخہ ہے جب اول صور پھونکا جاویگا کہ اس میں ابلیس بھی مر جاویگا اور دونوں نفخہ صور میں چالیس سال کا فرق ہوگا۔ دوسرے نفخہ پر پھر سب زندہ اٹھائے جاوینگے بعض علماء نے کہا کہ اس نے یہ نہیں چاہا کہ اسکو موت نہو بلکہ چاہا کہ اس کے عذاب میں قیامت تک تاخیر دیجاوے۔ اور وقت معلوم سے بعض نے کہا کہ یعنے قیامت ہے۔ بہرحال وقت معلوم اس لیے کہا کہ اس کا علم صرف اللہ تعالے ہی کو ہے کوئی اور نہیں جانتا۔ البتہ اس کے علامات احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور اس زمانہ میں سب علامات سوائے چند کے پائے جاتے ہیں اور بڑی علامت کہ دنیا ظلم وجور سے بھر جاوے گی اس نظر سے کہ بڑا ظلم اللہ تعالے سے کفر وشرک ہے اسوقت صریح موجود ہے اور انشاء اللہ تعالے علامات دیگر جو صریح معجزات ہیں جیسے مسلمانوں کا کافروں میں ملجانا اور تمام روے زمین پر نصرانیوں کا غلبہ وکثرت ہونا وغیرہ دوسرے مقام پر مفصل بیان کرینگے۔ پھر واضح ہو کہ شیطان کی درخواست قبول ہونا اسکے لیے کرامت نہیں ہے بلکہ درحقیقت اس کے واسطے شدت عذاب و ذخیرہ بداعمالی ہے اور حکمت ومشیت الٰہی سبحانہ تعالے کے موافق ہے اور واضح ہو کہ کافر کی دعا قبول ہونے میں علماء نے کہا کہ بقولہ ما دعاء الکافرین الا فی ضلال نہیں دعا کافروں کی مگر بھٹکانے میں یعنی قبول نہیں ہوتی۔ اور حق یہ ہے کہ اس کلام کے معنے تو یہ ہیں کہ کافر جس جانب پکارتا چلا آتا ہے وہ گمراہی ہے اور جو دعا کرتا ہے وہ گمراہی میں ہے کیونکہ جب اس نے راہ مستقیم واعتقاد صحیح نہیں پایا تو جو چاہیگا وہ گمراہی میں ہوگا پس کافر کی دعا قبول ہوتی ہے لیکن اگر اس نے دنیا کی آسائش وفراغت چاہی تو زیادہ گمراہی کے واسطے اور اگر دوسرا جہنم اچھا مانگا تو وہ اور بھی گمراہی ہے بہرحال وہ سوائے گمراہی کے کچھ نہیں مانگیگا گو یہ ممکن ہے کہ دنیاوی دولت اس کو دیجاوے اور جیسے شیطان کو زندگی دراز دیدی گئی جب مطمئن ہوا تو اس نے دوسرا حسد آدم سے ظاہر کیا۔ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي بولا اے رب قسم مجھے تیری مجھے اغوا کرنے کی یعنی میں قسم کھاتا ہوں تیرے اس فعل کی کہ تو نے مجھے غوی وگمراہ کر دیا۔ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ ۔ البتہ میں زینت دونگا اولاد آدم کے لیے زمین میں یعنے آدم خود تو برگزیدہ پیغمبر ہے مگر جو اسکی اولاد میں سے ہونگی کہ جب تک دنیاوی زندگی میں رہینگے ان کی نظروں میں گمراہی کو مزین کرونگا چنانچہ دیکھو کہ دنیا میں ایک قسم کے لوگ ہیں کہ رنڈیوں کا ناچ دیکھنا ودیگر افاحش ان کی نظروں میں بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں اور دوسری قسم والے جو شیطان کے تزئین سے بچ گئے ہیں اس کو نہایت ناگوار وبیہودہ فحش سمجھتے ہیں اور شیطان کا داؤں سب پر ہے سوائے ان کے جنکو وہ اللہ تعالے کی بندگی میں مستقیم جانتا ہے چنانچہ آیت میں ہے۔ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۔ اور ضرور ان سب کو اغوا کرونگا۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۔ سوائے تیرے بندوں کے ان میں سے جنکو تو نے اخلاص کے ساتھ جدا کر دیا ہے یعنے وے لوگ اپنے ہر کام میں سوائے تیرے کسی شرک کو اور ریا کو اور نفس کے خطرات وغیرہ کو دخل نہیں دیتے ہیں۔ اس نے جان لیا کہ ایسے مخلص بندوں میں اس کا وسوسہ کچھ کام نہ کریگا۔ آثار میں آیا ہے کہ جب زمانہ بابرکت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تھا تو گروہ شیاطین پریشان ہو کر اس کے پاس واپس جاتے اور کہتے کہ عجب بندے ہیں کہ ہر چند ہم کوشش کرتے ہیں ہم کو کچھ نہیں ملتا ہے اور ہر ایک وسوسہ میں بجاے اس کے کہ انسے ہم کچھ پاویں وے اپنے رب رحیم سے بہت خیر حاصل کر لیتے ہیں وہ کہتا ہے کہ صبر کرو کہ آئندہ تمہارے قبضہ میں ان کی مہار ہوگی پھر جب حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالے کا زمانہ ہوا تو پھر گروہ ابلیس نے شکایت کی کہ عجب بندے ہیں کہ مشکل سے ہم انسے کچھ پاتے ہیں پھر فوراً وے توبہ واستغفار سے اپنا پورا کر لیتے ہیں اس نے کہا کہ عنقریب ایسے ہوں گے کہ تم انسے راضی ہو گے۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے قلب کی حفاظت اور اللہ تعالے شانہ کی یاد میں کچھ دیر اپنی عمر کا حصہ صرف کرے اور دیکھے کہ کسقدر خطرات وبداعمالیاں ووساوس سے شیطان آتا ہے تو اس کو معلوم ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں جو اللہ تعالے نے فرمایا انہ بہم رؤف رحیم بیشک رب تبارک وتعالے انپر نہایت مہربان ورحمت سے بخشنے والا ہے۔ یہ کسقدر عظیم نعمت ورحمت تھی۔ یہاں دو مقام ہیں اول یہ کہ شیطان نے ذریات آدم کا زمین میں ہونا کہاں سے جانا اور جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اول سے فرما دیا تھا پس حضرت آدم علیہ السلام مع اولاد کا زمین میں خلیفہ ہونا معلوم تھا۔ اور فی الارض سے معلوم ہوا کہ جب تک زندگی دنیاوی ہے اسی قدر حصہ میں اثر شیطانی کا ظہور

ہوتا ہے خواہ اس طرح کہ لوگون کی نظر مین گناہون کو اچھا مزین کرے اور گناہون مین پڑنے کا سبب ہو جاوے یا ان کو دنیا کیسے آراستہ کرنے مین اور اسکی
خواہش مین اور ایسے امور مین جس سے دنیا حاصل کرنے مین پڑ جاوین مشغول کر کے نیک کامون سے باز رکھے۔ تو وہم اس نے استثنا کہاں سے معلوم کیا تو
ماننا حضرت آدم علیہ السلام کے دیگر انبیا مع اصحاب کے نمونہ تھے اور اس نے زمین مین اُن کا مسکن و مدفن ہونا قیامت تک معلوم کر لیا تھا اور واضح ہو
کہ جو اس نے گمراہ کرنے وغیرہ کا دعوے کیا یہ اس کے مقدور ہونے کی علامات سے ہو ورنہ فاعل مختار در حقیقت اللہ تعالے ہے جیسا کہ آیات اس مین صریح
ہین اور معالم وغیرہ مین آل عمران کے قولہ زین للناس حب الشہوات الآیہ کے تحت مین تزئین از جانب شیطان بطریق سبب ظاہری اور تزئین از جانب
باری تعالے بطریق خلق مذکور ہے اور شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر در منثور مین یہان ایک حدیث ذکر کی کہ مین راہ مستقیم کا ہادی راہ نمائندہ
ہون اور واصل کر دینے کے اختیار مین سے مجھے کچھ نہین ہے اور شیطان گمراہی کی طرف بلانے و برانگیختہ کرنے والا ہے ولیکن گمراہ کر دینے کے اختیار مین سے
اس کو کچھ بھی نہین ہے۔ واضح ہو کہ جن بیوقوف لوگون نے شیطان کے وجود سے فقط اس وجہ سے انکار کیا کہ وہ آنکھون سے محسوس نہین ہوتا ہے تو بالکل
بے عقل ہین۔ جتنے کہ بہت سی قوتین زیادہ تر ہم مین موجود ہین جو ہم کو محسوس نہین ہوتی ہین یا گر ہم عقل سے جانتے ہین کہ زیادہ انکا وجود ضرور ہے پھر اس
مقام کی آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کے واسطے بعد اللہ تعالے پر یقین لانے کے ضرور ہے کہ ہر دم کے شیطانی وساوس وخطرات سے اللہ تعالے کی جانب
خلوص رکھکر بچا جاوے اور جو لوگ آدمیون مین سے شیطان کے اغوا مین شیطانی ہو گئے ہین اُن اور زیادہ بچنا چاہیے کیونکہ بسبب مجلس ہونے کے اُن کی
بات پر کان دھرنا اور عقلی قوت سے نیک و بد کی تمیز نہین کرتا بلکہ ہر شخص کا کام بھی نہین ہے کہ وہ تمیز کر سکے اور زیادہ تر اقرار پائی ہے چنانچہ اللہ تعالے کے
کلام سے واضح ہوتا ہے۔ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ راہ ہے مجھ پر سیدھی بعض علما رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا کا
مرجع مخلص بندون پر قابو نہ ہونا یعنی اللہ تعالے نے اپنے فضل وکرم سے یہ بات اپنے حفاظت مین کر لی کہ ان کا حق عز وجل پر شیطان کو کچھ قابو نہ ہوگا
اور واضح ہو کہ اللہ تعالے خود ہی جانتا ہے کہ اس کے بندے کون ہین یعنی جن بندون کو اس نے خالص کر لیا ہے اگرچہ یہ معلوم ہے کہ جو ایمان واسلام پر
ہین وے عام طور پر اس کے بندے ہین حتی کہ انکا خاتمہ بخیر ہو جاوے پس ابتدا مین آدمی کافر ہوتا ہے اور آخر مین ایمان پر مرتا ہے اور ابتدا مین فاسق گنہگار
بدکردار ہوتا ہے اور آخر مین پاک توبہ کر کے ایمان پر مرتا ہے یا ایمان پر ہوتا ہے اگرچہ اس کے کام گناہ کے بھی ہون جبکہ اس کے دل مین خالص یقین ہو تو یہ
سب اللہ تعالے کے بندے ہین اور باقی سب شیطان کے گروہ مین شامل ہو گئے ہین اور حضرت آدم علیہ السلام عالم آخرت مین اپنی بائین طرف سیاہ
روحون کو جو پیدا ہونے والی ہین دیکھکر روتے ہین جیسا کہ حدیث مین ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ کافر لوگون کی روحین ہین جو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام
سے دائمی جدا ہونے والے ہین اور ہمیشہ شیطان کے ساتھ ہون گے۔ اور بعض علما نے ہذا کا مرجع مشار الیہ سابق کلام قرار دیا چنانچہ کسائی رحمہ اللہ تعالے
سے روایت کیا جاتا ہے کہ یہ امر بطور تہدید و دھمکی کے ہے یعنی ہر نیکی وبدی کی جزا وسزا مین ضرور دونگا اور بعض نے کہا بعضون کا تیری گمراہی مین جانا
اور کچھ بندون کا اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین رہنا اور تیرا سب کو سوا مخلصین کے بہکانا اس سب کا مرجع اللہ تعالے کی طرف ہے یہی قول مجاہد و
قتادہ وحسن بصری کا ہے ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ شیطان نے دعوے کیا تھا کہ تیری مستقیم راہ پر
مین بیٹھکر لوگون کو ہر طرف سے بہکاؤنگا یس ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اُس کو رد فرمایا کہ جو راہ مین نے بندون کے واسطے مقرر کر دی ہے وہ خالص
ہے جو اس پر مستقیم رہا وہ تیرے خطرے سے بیخوف کر دیا گیا۔ اقول یعنے شیطان کو رد کر دیا کہ تو راہ مستقیم پر نہین بیٹھ سکتا ہے اسی واسطے حدیث مین راہ مستقیم کے
داہنے بائین بکثرت راہین شیطان کی بیان فرمائین کہ جیسے شہوات دنیا سب بے تعداد ہین ایسے ہی ہر شہوت کی جانب بلانے والے شیطان بے تعداد
ہین۔ لہذا یہین سے کہا گیا کہ مرد نیک وبا کے واسطے عمدہ پہچان راہ مستقیم ہے حتی کہ جو کوئی راہ مستقیم پر قائم ہو وہ نیک ہے اور یاد رکھو اس کے نشیب ہے۔ اور
یہ بھی جان رکھو کہ جو لوگ راہ مستقیم پر ہین اُنکے بیچ مین شیطان جھگڑے دلڑائیان ڈالتا ہے اُن کو ہوشیار ہونا چاہیے ورنہ جو لوگ گمراہ ہو کر اس کے پیرو ہین
اُن مین باہم اس راہ پر اتفاق وصلح ہے ان مین ایسے جھگڑے ڈالنے کی شیطان کو خواہش نہین ہے بلکہ خلاف مقصود ہے اللہ تعالے اپنے فضل سے ہم سب کو

راہ راست پر مستقیم رکھے پھر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ بیشک میرے بندے سے اُن پر تجھ کو کچھ قابو نہیں ہے
اپنے بندے کہنے سے اُن کی شرافت فرمائی اگرچہ مومن و کافر سب اسی کے بندے ہیں اور نظیر اُس کی قولہ نفخت فیہ من روحی۔ اپنی روح سے یعنے اپنی
پیدا کی ہوئی حالانکہ سب چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور مراد یہاں بندگان مخلصین ہیں۔ اہل بلاغت نے کہا کہ علیہم یعنے اُن کے دلوں پر۔ پس اُس سے
یہ لازم نہیں کہ ان بندوں کے اجسام سے گناہ نہ ہو مگر اُن کے دل کافر نہونگے مثلاً اس گناہ کو حلال سمجھیں و بے دھڑک کریں بلکہ توبہ کرلینگے۔ علماء
نے کہا کہ کچھ قابو نہ ہونا اس معنی کر ہے کہ ایسے قابو میں سے کچھ نہ ہوگا جس سے وے کافر و دائمی جہنمی ہوں یعنے توبہ نہ کریں یا شرک وغیرہ ایسا عمل کریں جس سے
ہلاک ہوجاویں پس گنہگار مومنین جنکا یقین اللہ تعالیٰ و رسول پر قطعی ہے وے بندگان الٰہی میں شامل ہیں اور وے بھی مخلصین میں سے ہیں کیونکہ اگرچہ
بعضے گنہگار کچھ دنوں عذاب میں پڑیں لیکن ہمیشہ ابدالآباد تک عذاب میں کافر کر دیے جانے والوں سے اُن کو خلاصی ہے پس یقین و ایمان بے زوال
نعمت ہے کہ مومنوں پر شیطان کا کچھ قابو نہیں کہ اُن کو ابدی جہنمی کردے۔ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔ لیکن تیرا قابو اُس پر ہے جس نے تیری
پیروی کی ایسے لوگوں میں سے جو گمراہ ہیں علماء نے کہا کہ غاوین جو ابلیس کے پیرو ہیں وہ مشرک لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں تصریح کر دی
بقولہ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون یعنی شیطان کا قابو فقط انھیں پر ہے جو اُس سے دوستی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا شریک
لاتے ہیں۔ شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ اس کلام میں ایک تو مخلصین بندوں کی بزرگی ظاہر فرمائی ہے اور یہ کہ شیطان کے دام اغوا سے وہ چھوٹے
ہوئے ہیں اور دوم یہ کہ غاوی مشرکوں پر جو شیطان کا قابو ہے وہ کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ شیطان کو انپر حقیقی قدرت ہے بلکہ اس وجہ سے قدرت ہوئی
کہ انھوں نے کمبختی سے شیطان کی پیروی اختیار کی۔ واضح ہو کہ آخرت میں انسان کے دو مقام ہیں ایک جہنم اور دوسرے جنت جیسے جنت ملک کرامت
و عزت ہے اس کے مقابلہ میں جہنم خواری و مصیبت ہے پس مخلوقات بھی انھیں دونوں مقام کے واسطے تقسیم ہیں پس نیکوکار مومنین اور نیز ایسے مومن
گنہگار جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یا شفاعت شافع اکرم صلعم و دیگر صالحین سے بخشدیا وے جنت میں چلے جاوینگے اور بعضے ایسے گنہگار مومن جن کے
واسطے جہنم کی سزا متعین ہوئی تو خوب جان لینا چاہیے کہ اُن کا اصلی ٹھکانا جہنم نہیں ہے بلکہ جنت ہے چنانچہ چند روزہ سزا کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل
سے اُن کو نکالکر اُن کو ان کے ٹھکانے پہونچادے گا۔ اب رہے شیاطین اور سوائے مومنین کے باقی آدمی مشرکین وغیرہ تو ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے چنانچہ
حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوْعِدُہُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اور بیشک جہنم ان کا ٹھکانا ہے سب کا۔ یعنی شیطان و اُس کے متبعین غاوین سب کا
ٹھکانا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس الآیہ یعنی ہم نے پیدا کیا ہے جہنم کے لیے بہت بڑے حصہ کو جن و انسان
سے آخر آیت تک۔ اور پہلے گذرچکی وہاں ان لوگوں کے حالات و شناخت مذکور ہیں۔ اور اسقدر یہاں بیان کر دینا مناسب ہے کہ اکثر اہل جہنم آخرت سے
ناشناس ہوتے ہیں اور سوائے دنیاوی موجودہ عیش و خواہشات کے اس کی سمجھ نہیں رکھتے کہ آخر انجام کیا ہے اور وے زمین کو جس نے اسقدر خراب
اونچا خالی بنایا اسی نے ایک پھول نہایت خوش رنگ سڈول پیدا کیا تو اس فناگاہ دنیا کی آرائش خلاف فطرت کا نتیجہ آخر کیا ہے بغرضیکہ یہ لوگ
گونگے بہرے اندھے ہوتے ہیں۔ اور بعضے پتھروں و درختوں کو پوجتے ہیں جب ان کے معبود آگ سلگانے اور جلانے کے لائق ہیں اور ان کے عابد تو
معبودوں سے بدرجہا بدتر ہوئے پس یہ بالضرور جہنم کے لائق ہیں پس ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ لَہَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ۔ جہنم کے سات دروازے
ہیں۔ اور واضح ہو کہ سات ہونے کی حکمت اصلی بہت دقیق اور علم الٰہی میں ہے اگرچہ فوائد ظاہر ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے سات کیے گئے اور
بعضا بعض حکمت کہے ہے کہ اقسام و انواع جن سے جہنمی دائمی ہونے کے واسطے طبائع مجبول ہوئے ہیں سات اقسام ہیں۔ لِکُلِّ بَابٍ مِّنْہُمْ جُزْءٌ
مَّقْسُوْمٌ۔ ہر باب کے لیے ان لوگوں میں سے ایک حصہ بانٹا ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ ابواب سے مراد یہاں طبقات ہیں یعنے تلے اوپر کی تہ چنانچہ ابن
جریج رح نے کہا کہ دوزخ کے سات درکات ہیں پہلے طبقہ کا نام جہنم ہے یعنے جو کل کا نام ہے وہی اول طبقہ کا نام ہے دوسرا طبقہ لظی تیسرا طبقہ
حطمہ چوتھا سعیر پھر سقر پھر جحیم پھر ہاویہ ہے۔ بعض نے کہا کہ کفر و شرک و گناہوں کے مراتب مختلف ہیں اسی جہت سے جہنم میں ان کے منازل مختلف ہوئے

سراج میں خطیب نے لکھا کہ سات دروازہ ہونا اس جہت سے کہ اُس کے لوگ سات فرقہ ہونگے۔ اقول یہ تو آیت میں صریح منصوص ہے پھر نہ کہا کہ
بعضوں نے سات اعضاء کی تعداد پر سات دروازے بیان کیے ہر ایک عضو کے گناہ کے واسطے ایک دروازہ اور وہ آنکھ وکان وزبان وپیٹ وفرج
وہاتھ وپاؤں ہیں اور چونکہ نیت دلی جب نیک ہو تو انھیں اعضاء سے ثواب ہوتا ہے لہذا جنت کے آٹھ دروازہ مقرر ہوئے۔ اقول ایسی توجیہ مشکل ہے اس
سے کہ کافر اپنے تمام اعضاء کے ساتھ بدکار ہے وہ تمام دروازہ پر کہاں تک مقسوم ہوگا اور حق یہ ہے کہ اُس کے جاننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر دروازہ
سے اللہ تعالیٰ بچاوے اور آخرت کا قیاس دنیا پر نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اتقوا السبع الموبقات۔ ڈرو ایسے سات گناہوں سے کہ ہر ایک
ہلاک کرنے والا ہے اور شاید کہ جو کوئی اُن میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہو وہ اپنے دروازہ سے جاوے۔ اعوذ باللہ منہا۔ حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ
سات طبقات میں سے اول پھر دوم پھر سوم اسی طرح سب بھر دیے جاوینگے۔ ابن عمر رضہ سے اس آیت میں مرفوعاً روایت ہے کہ سات ابواب میں سے
ایک ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے میری اُمت پر تلوار کھینچی رواہ البخاری فی التاریخ والترمذی وقال غریب۔ انس رضہ سے مرفوع روایت ہے کہ
ہر باب کے جزو میں سے ایک جزو ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور ایک جزو وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ میں شک کیا اور
ایک جزو جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے غفلت کی اخرجہ الخطیب فی تاریخہ وابن مردویہ۔ امام ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ہر گروہ ایک دروازہ سے موافق
اپنے اعمال کے داخل ہوگا اور اپنے اعمال کے موافق درکے میں قرار پکڑے گا۔ اقول اس سے اشارہ ہے کہ جہنم میں طبقات ہونا اس امر کے منافی نہیں ہے
کہ اس میں ابواب ہوں اس لیے کہ ہر باب سے اس کے طبقہ میں جاویں گے پھر ابن جریر کی روایات سے لکھا کہ حضرت علی رضہ نے خطبہ پڑھتے میں فرمایا
کہ ابواب جہنم یوں ہیں یعنی طبق پر طبق ہیں اور ایسا ہی عکرمہ کا قول ہے اور ضحاک نے ابن عباس سے نام درکات کے بیان کیے جیسے اوپر ابن جریج کی
روایت گذری ولیکن نسخہ ابن کثیر میں بجائے ابن جریج کے ابن جریر لکھا ہے اور یوں ہی اعمش سے مروی ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ ابواب کے اجزاء
واللہ ان کے اعمال کے منازل ہیں۔ قصہ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن المبارک کی روایت سے یزید بن قسیط سے روایت کی کہ اگلے انبیاء
کی مساجد اُن کے گاؤں سے باہر ہوتی تھیں جب کوئی نبی چاہتا کہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے حکم حاصل کرے تو اپنی باہر والی مسجد میں جاتا اور
جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ نماز پڑھتا۔ اتفاق سے ایک پیغمبر گئے تو نماز میں اُن کے اور قبلہ کے درمیان ابلیس آکر بیٹھ گیا پس پیغمبر نے اعوذ باللہ من
الشیطان الرجیم پڑھا پھر دوبارہ ہوا غرضکہ تین بار ایسا ہی ہوا پھر ابلیس نے کہا کہ مجھے بتلا دے کہ تو مجھ سے کس چیز سے بچ جاتا ہے پس پیغمبر نے فرمایا کہ
نہیں بلکہ تو بتلا کہ آدمی پر تو کب غالب ہو جاتا ہے باہم تردید کلام ہوئی آخر پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر تیرا قابو نہیں ہے بولا کہ یہ تو
میں نے تیری پیدائش سے پہلے سنا ہے پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے میں اس سے تیری چونک سے پناہ مانگتا ہوں جب کبھی تیرا وسوسہ فلاں شروع
مجھے ظاہر ہوتا ہے۔ بولا کہ تو نے سچ کہا اسی سے نجات ہوتی ہے اور کہنے لگا کہ آدمی پر جب غصہ چڑھتا ہے تو میں اُس پر غالب ہو جاتا ہوں اور جب اُس پر
خواہش اور شہوت غلبہ کرتی ہے تو میں اس پر غالب ہو جاتا ہوں اعوذ باللہ من غلبۃ الشیطان۔ ف فی القرآن قولہ قال فاخرج منہا فانک رجیم۔ سنگ
قہر سے سنگسار کیا گیا مکان لطف میں اور واپس کیا گیا اپنے معدن میں یعنی قہر میں کیونکہ لطف اس میں عاریت تھا۔ اور لعنت اس کے لیے تا یوم الدین قرار
دی ولیکن وہ ازل میں بھی ملعون تھا اور واضح ہو کہ طاعت ومعصیت کی انتہاء یوم الدین ہے پس جو غلبہ اُس کو مشرکوں وکافروں پر ظہور میں آیا ہے وہ اس
روز تک منقطع ہو جائیگا ولیکن اُس کا ازلی مقہور ہونا جو قدیم ارادہ الٰہیہ تھا اس کے ساتھ باقی رہیگا کیونکہ اس میں انقطاع نہیں ہے اور گنہگاروں کی
باگ اس کے قبضہ میں دینا اس طور پر ہے کہ اگر مشیت الٰہی متعلق ہو تو اُس کے ساتھ جو راہ چاہے اختیار کرے کیونکہ جیسے شیطان باوجود آتشی ہونے کے
متکبر ومنکر ہوا یہ شخص غاوی باوجود خاکی ہونے کے شریک ہوا اور یہ اُس کے حق میں زیادت قہر اور دوری ہے۔ کاش اگر ابلیس مردان خدا میں سے ہوتا
تو وادی قہر میں بھی اُس کا طالب ہوتا تو دیکھتا کہ عجائب ربوبیت سے اُس کو معادن قہر سے کیا کچھ نظر آتا ہے جیسے میدان لطف سے مردان خدا
پاتے ہیں ولیکن میں یہ کیونکر کہتا ہوں اس لیے کہ وہ تو لڑکوں ولڑکیوں وعورتوں وہیجڑوں کے پیچھے پیچھے وہی ناکارہ وسوسہ باتیں کرتا پھرتا ہے جس سے اسکا

جہل ظاہر ہے۔ شیخ واسطی رحمہ نے کہا کہ کبھی وہ بعض عبادات کو بھی مزین کر کے دکھلاتا ہے ولیکن اس پر لعنت ہر طرح مستحق ہے کہ یہاں بھی فریب سے خالی نہیں ہوتا ہے قولہ قال رب فانظرنی الخ یہ اس کی کمال جہالت تھی کہ اس نے جانا کہ قدر معلوم یعنی مقدرات سے بھی سبقت لیجائے گا پس اس کو موت نہ ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کر دیا بقولہ الی یوم الوقت المعلوم یعنی نفخہ اولی پر تو بھی مر جائے گا جیسے سب مرینگے۔ اس نے چاہا تھا کہ اولاد آدم سے بعد موت کے بھی فریب کرے پھر اس نے جناب باری تعالیٰ میں جرأت کی کہا قال تعالیٰ قال رب بما اغویتنی لازینن لهم فی الارض الآیہ۔ یہ دعویٰ تکبر ہے یعنی عالم قہر میں اپنی قدرت کا دعویٰ کیا یعنی قسم ہے کہ جیسے تو نے مجھے اپنے لباس قہر کی ملبس فرمایا ہے میں بھی اولاد آدم کو اغوا کروں گا۔ چونکہ قدرت الٰہی سبحانہ تعالیٰ ظاہر ہے تو قدرت الٰہیہ نے بندوں کے اختیار کے ساتھ قدرت چاہی تاکہ اولاد آدم کی ہلاکت میں اس کو اپنی مراد پوری حاصل ہو پھر چونکہ رحمت الٰہیہ اسکے غضب پر سابق ہے تو اس نے ایک تنگی کے واسطے دو تجلیاں رکھی ہیں اور ایک بیماری کے لیے ایک ہی دوا رکھی ہے اور ایک کے فردوں گنہگار ہوں کو جن بندوں پر ہوں اس کی ایک ندامت واستغفار ہے کہ جب اس نے پشیمان ہو کر عزم بالجزم کر لیا کہ اب نہ کرونگا بخش دیتا ہے تو یہ سراسر رحمت ہے اور غضب الٰہی پر رحمت کو غلبہ ہے لہذا الٰہی نتیجہ قہر کہ لباس میں ملبوس ہوا ہے دور جاتا کہ غضب کو غلبہ مشیت حق سبحانہ تعالیٰ نے نہیں دیا ہے پس اللہ تعالیٰ کے بندگان مخلص ایسے ہوگئے ہیں کہ اس نے رحمت ولطف کے واسطے اور ولایت وکرامت کے لیے سرفراز فرمایا ہے وہ بحکم توحید میں غرق اور شرک سے بالکل بیزار ہوں گے چنانچہ آدم علیہ السلام ہو گئے ہیں لہذا اس نے استثنا کیا اور کہا قولہ الا عبادک منہم المخلصین۔ اور یہی اس نے دیکھا کہ ایسے خاص بندے قہر قدیم سے باہر ہو کر لطف ابدی کے میدان میں رکھے گئے ہیں چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایسے بندے ملبوس بانوار قدس اور صدر نشین مجالس انس ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ولطف کے واسطے مخصوص کر دیا ہے۔ ولقد قال قوله ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الآیہ۔ اور حدیث میں بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو تاریکی میں پیدا فرمایا پھر ان پر اپنی طرف سے نور پاشی فرمائی سو جسکو اس نور سے ملا وہ ہدایت پر ہے اور جس کو نہیں ملا وہ تاریکی ضلالت وقہر میں ہے۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربهم۔ یعنی یہ کتاب ہم نے تجھ پر اتاری کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے باہر لاوے نور کی جانب ان کے رب کی قدرت واجازت سے پس ظاہر ہے کہ اہل اصطفا میں سے اس بلند مرتبہ والے ہیں کہ خود برگزیدہ واپنے سایہ عاطفت سے دوسروں کو انوار رحمت وقبولیت میں لانے والے ہیں وے ملبوس بانوار صفات ومشرف بانوار ذات ہیں ان کے تن بحکم تمام عبودیت میں مستغرق ہیں اور ان کی جان ودل کمال شوق ومحبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور احادیث صحیح میں ہے آنکہ تم میں سے کسی کو اس کے اعمال داخل جنت نہ کریں گے اور نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھکو اپنی رحمت میں داخل کرے پس اللہ تعالیٰ نے خاص بندوں کو اپنی رحمت میں کر لیا ہے۔ ان کی ارواح خاص ہوائی ہیں اور ان کے اسرار سر الغیب میں دامن حفظ وعصمت یس حی القیوم کی غیب الغیب میں محفوظ ومعصوم ہیں وہ ابلیس ملعون کو ان تمیز ہے کہ ان پر قابو پاوے جبکہ ابلیس کے پیدا کرنے والے ومقہور کرنے والے قاہر عزوجل نے ان کو رحمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ابلیس کو صریح ان سے مایوس کر کے صاف فرما دیا کہ میرے اسرار حکمت وقدرت سے تجھ کو اسی قدر دیا گیا کہ تو ایسے لوگوں پر مسلط ہو جو تیری طرح غاوی گمراہ جاہل مقہور ہیں۔ اے غافل ذرا گوش ہوش سے سن لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی یہ تعریف بتلائی کہ وے اپنے نور اخلاص سے ابلیس کے اغوا سے معصوم ہوگئے اور یہی نور توحید ہے اور یہ نور توحید تبھی ملتا ہے کہ وحدہ لاشریک سے پاوے پس جب یہ کشف پایا تو جب ملعون ابلیس اپنا وسواس لاتا ہے تو اخص الخواص تک قابو نہیں پاتا اور خاص الخاص کے پاس سے خوار پھرتا ہے اور خاص بندے وعام مومنین کے دلوں میں جب کفر وشرک وریا کے وسواس لاتا ہے تو نور توحید کی طرف ان کی دائمی توبہ واستغفار اور اپنے رب کی طرف توجہ ہے نور توحید سے نار ابلیس بجھکر خوار ہو جاتی ہے اور وہی نور غالب و باقی رہ جاتا ہے اور غلبہ ابلیس ان سے منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ بوجہ کرامت ورعایت ازلی کے خطرات قبول کرنے سے محفوظ ہیں اور ہلاک خطرہ کوئی ان میں نہیں رہ سکتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت یحییٰ بن معاذ رازی سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے اپنے مخلص بندوں کو اکرام فرمایا ہے جواب دیا کہ وے غیب پر ایمان لائے ہیں اور مشاہدہ پاتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ابتدا میں بندہ

اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے بدیہی دلائل قدرت اور صدق رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور جو کچھ سرور عالم فخر آدم رسول حبیب کریم
محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کتاب الٰہی سے اور احادیث سے تعلیم فرمایا اس پر دلی جزم و یقین کرتا ہے جب اس راہ پر آگیا تو ہر قدم پر انوار ہی انوار ہیں کیونکہ
وہ تاریکی سے نور کی راہ پر آگیا تھا پس سب مشاہدہ و معائنہ ہو جاتا ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ ذوالنون مصری رح نے فرمایا کہ تمام لوگ مردہ
ہیں سوائے علماء کے اور علماء بھی سب سوتے ہیں سوائے ان عالموں کے جو عمل کرتے ہیں اور عمل کرنے والے بھی سب مغرور و فریب کھائے ہیں سوائے
اُن کے جو اخلاص سے عمل کرتے ہیں اور جو اخلاص پر عمل رکھتے ہیں وے بڑے خطرہ میں ہیں۔ شیخ نصرآبادی رح نے کہا کہ جو اخلاص پر آتا ہے وہ
بڑے خطرہ میں ہے کیونکہ اخلاص اُس کا دروازہ ہے اور جو مخلص ہو گیا وہ خطرہ کی حد سے گذر گیا اور پھر وہ اخلاص سے بھی خطرہ کرتا ہے کیونکہ اخلاص
بھی خطرہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ذوالنون رح کا پہلا فقرہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام سے ماخوذ ہے کہ فرمایا۔ الناس موتیٰ و اہل
العلم احیاء یعنی لوگ سب مردے ہیں اور علم والے زندہ ہیں۔ پھر آنحضرت رض کا قول بھی کلام الٰہی سبحانہ تعالیٰ سے ماخوذ ہے ولیکن عوام کو یہ بات فقط
مثال معلوم ہوتی ہے اور ادراک نہیں کر سکتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہی بات واقعی ہے اور ظاہر میں جانتا وہ ہے جو سوتا نہ ہو حالانکہ اہل العلم اسکے برعکس
جانتے ہیں اور یہ بھی مفہوم مشکل ہے پھر علم وہ قسم معرفت ہے جو علوم دینی ظاہری کے بعد حاصل ہوتی ہے اور وہ بغیر تفسیر و حدیث و فقہ کے ممکن نہیں ہے
اور جس نے فقط فقہ پر غلو کیا اور باقیوں سے رکا حالانکہ فقہ سے اُس کی مراد یہی معروف مسائل بیع و شراء و طلاق و نکاح و وکالت و حیض و نفاس ہیں
تو اُس نے غلطی کی وہ خود نا سمجھ ہے بلکہ لابدی و فرض واجبی ہے کہ ساتھ ہی قرآن و حدیث سے واقفیت حاصل کرے اگرچہ ظاہری اعمال جوارح کے
مسائل میں ائمہ فقہ پر اعتماد کر لے اور انھیں اعمال کی احادیث میں جھگڑے میں نہ پڑے کیونکہ اصلی مقصود تو یقین و اخلاص حاصل کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے
بندگان مخلصین میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شمار کر لیا جاوے فافہم واللہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ بعض نے مخلصین کے بیان میں کہا کہ ایسے بندے ہیں جنکو قرب
میں بلا کلفت و مشقت داخل کر لیا اور بشری اوصاف سے ان کو فانی کر کے اوصاف حق سے آراستہ کیا یعنی وہ مرتبہ جو قرب النوافل کا حدیث صحیح میں آیا ہے
کہ چلنا و پھرنا و جملہ افعال و اخلاق و عادات میں قدرت و قوت از جانب حق تعالیٰ اس طرح ہوتی ہے کہ خود بندہ میں اپنی ارادت نہیں رہتی ہے یہی معنے
ان کے فانی ہونے کے ہیں پس وے ظاہری صورت و ڈھانچہ سے مخلوق کے ساتھ ہیں اور ارواح و اسرار سے حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری میں ہیں اُن پر
خلق کا کچھ اثر نہیں اور جس حال میں خلق کے ساتھ ہیں اُن کو خود خبر ہے بلکہ مسرور و متنعم عیش باقی میں ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ہیں اُن کا کچھ
بھی نہیں سوائے حق تعالیٰ کے اور نہ اُن کا کسی طرف مرجع ہے سوائے اس کے بلکہ وہ موجود حق ہے وہ حق قدیم ہے اور وے عدم میں وے فانی
ہیں اور وہی باقی ہے قال تعالیٰ کل شیء ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون۔ قال ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ حضرت جعفر صادق رح سے
روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ تمام مخلوقات باعتبارات کے کہ اُسی نے اُن کو پیدا کیا ہے سب عباد الرحمٰن و بندگان خدا ہیں اور عبادی میں خاص بندے
پیدائش و معرفت دونوں طرح ہیں یعنی اپنی طرف تخصیص کی تو ظاہر میں کسی نادان کو شبہہ ہوتا کہ شاید مخلصین کے سوائے باقی لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے
کسی دوسرے کے بندے ہیں تو آپ نے اس کے معنے بیان کر دیئے کہ تمام مخلوق کوئی ہو سب کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے اور اُس نے بندوں میں سے
دو قسم فرمائی ہیں ایک کو اپنی محبت دی اور اپنی معرفت سے اُن کو منور کیا تو انھیں کو اپنا خاص بندہ کیا اور آیت میں عبادی سے ایسے ہی بندے
مراد ہیں اور باقیوں کو پیدا کر کے روئے زمین کی رونق و آبادی و طرح طرح کے مذاہب و اقسام اقسام کے خیالات ان میں دیئے سوائے اپنی معرفت
و محبت کے پس ایسی مخلوقات الٰہی کی مخلوقات ہیں مگر اُس کی بندگی کے لئے نہیں ہیں تو ایسی مخلوقات میں سے جو لوگ زمین کو آدمیوں سے آباد کرنا چاہیں اور
زمین کی آبادی و تجارات و زراعت و تن پروری کے سامان اور عیش کے وسائل بہم پہونچانے میں اپنے ہم جنس سے فائق ہوں اکثر وہی اس دنیا میں سردار
کر دیئے جاویں گے تاکہ روئے زمین آباد رہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین
پر جو لوگ ہیں سب ایمان لاتے۔ یعنی اُن کی پیدائش و خصلت و ان میں مادے و قوتیں دنیا اپنی حکمت پر رکھی ہیں۔ اور فرمایا اذا تولی سعی فی الارض لیفسد

فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد یعنی ایک قسم کے آدمی کی مذمت میں کہا کہ جب تیرے پاس سے لوٹ کر روانہ ہوا تو بستی میں پھرا تاکہ اسمیں خرابی پھیلاوے اور برباد کرے کھیتی اور جانداروں کی نسل کاٹے اور اللہ تعالے تو فساد کو پسند نہیں رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسی خصلت رکھتا ہو وہ بادشاہی کے قابل نہیں ہے اور جب کوئی ظالم بادشاہ ہوا تو وہ اپنی بدبختی کی سزا گمانے گا اور اگر اسوقت کے لوگ بھی بدکردار ہوئے تو اُن کی سزا دینے کو ہوا ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ مخلص وہ بندہ ہے جو خلاص پا گیا ہو اپنی ذات پر نظر کرنے سے اور اپنے افعال کی خوبی دیکھنے سے بلکہ ہر حال میں اللہ تعالے کے ساتھ اس کا معاملہ ٹھیک ہو پس نہ آگے بڑھے مگر اسی کے حکم و رضامندی کے لیے اور نہ پیچھے ہٹے مگر اسی واسطے۔ شیخ جعفر رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اس آیت میں اپنے مخلص بندوں پر احسان عظیم ظاہر فرمایا کہ اُن کی نیکی و اخلاص اسی کے فضل سے ہے کہ اُسنے شیطان کو اُنپر قابو نہیں دیا اور مخلصین کے کئی درجے ہیں ایک یہ کہ افعال میں اخلاص ہو دوم قلب میں اخلاص ہو سوم اس کے ظاہر و باطن دونوں میں اخلاص ہو اور چہارم اعلی مرتبہ اخلاص کا یہ ہے کہ روح اپنے لائق کدورات سے پاک اور خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو جاوے تو اس حالت میں اُس کو اللہ تعالے کے ساتھ مرتبہ استقامت اور اُس کے قربت تک رسائی ہوتی ہے یعنے جیسے انبیاء کو قرب نبوت ہے روحانی مخلص بندوں کو بھی اپنے پیغمبر برحق کی اتباع میں حاصل ہوتی ہے۔ شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ جس بندے کو اللہ تعالے حقائق توحید کا مشاہدہ نصیب فرماتا ہے اور وہ تمام عالم کو قبضۂ تقدیر میں پاتا ہے یعنی جس طرح حکم الٰہی ازلی ہو چکا ہے تمام عالم میں تدبیر کرنے والوں کی تدبیر ہے بلکہ خود تدبیر بھی اُن سے اسی طور پر جاری ہوتی اور وہی نتیجہ دیتی ہے جو حق تعالے نے چاہا اور مقدر فرمایا ہے بلکہ خود کچھ نہیں ہے الا افعال حق سبحانہ تعالے کہ وہ ہر شے پر قاہر اور شاہد و محیط ہے تب ایسے بندے پر سوائے حق کے کسی غیر کا تصرف ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا ہے اور زبان سے غیر کا نہ ہوگا کیسب اعتقاد میں حق ہے اسی معنے میں حسین بن منصور کے اشعار کا مضمون ہے۔ کفر میرا بھی تیری پاکی ہے + عقل کی میری کا ہوسنا کی ہے + آدمی کون کدھر ہے ابلیس + کون قادر میری بیباکی ہے پھر حق سبحانہ تعالے نے جن بندوں کو اخلاص کے درجات عالیہ اور حفظا از مکر و از شر ابلیس کے ساتھ ممتاز فرمایا انکے عالی درجات آخرت و حصول مقامات علیہ سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے شانہ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ

جو لوگ پرہیزگار ہیں باغوں میں ہیں اور ندیوں میں جاؤ اس میں سلامتی سے خاطر جمع سے اور نکال ڈالی ہم نے جو ان کے جیوں میں تھی خفگی

إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝ نَبِّئْ عِبَادِي

بھائی ہوکر تختوں پر سامنے نہ پہنچیگی انکو وہاں کچھ تکلیف اور نہ انکو وہاں سے کوئی نکالے خبر سنا دے میرے بندوں کو

أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝

کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان اور یہ کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے

اللہ تعالے جلشانہ نے اول آگاہ فرمادیا کہ بندگان حق تعالے شیطان کے تسلط سے محفوظ و مکرم باکرام الٰہی سبحانہ ہیں اور اُن کا ادنی مرتبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالے کا بندہ قرار دیں اور یہ جب ہوگا کہ اللہ تعالے اپنے رب کو پہچانیں اور جب پہچانینگے کہ یہ یقین کریں کہ وہی خالق وہی مالک وہی رازق وہی علیم وہی حکیم ہے وہی اللہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک ہے اسی نے اپنے بندہ خاص محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے لیے اپنا رسول فرمایا پس جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وآلہ واصحابہ اجمعین نے ہم کو معرفت سکھلائی وہی معرفت الٰہی ہے وہی اعتقاد دل سے یقین کرے اور وہی راہ اختیار کرے اور یہ تو ایسی بات ہے کہ اُس سے انکار بالکل بیجا ہے اللہ تعالے نے دنیا کی زندگی بسر کرنے کی لذات و تدبیرات کسی سے منع نہیں فرمایا بلکہ پاکیزہ عقلی حدود البتہ مقرر کر دیے ہیں تو کسی شخص کو ایسے رب غفور رحیم کی بے انتہا نعمتوں سے مایوس نہ ہونا چاہیے اور جب وہ کچھ نہ تھا تو اُس کو دنیاوی لذات سے بھی آگاہی نہ تھی باوجودیکہ پیٹ میں پورا بچہ بالکہ دایہ کی گود میں اچھا بڑا ہو گیا تھا اسی طرح اب آخرت سے انکار کرنا اُس کی نادانی ہے پس آخرت کے مقابلہ میں ہنوز طفل مکتب یا بچہ شیرخوار ہے اُس کو لازم ہے کہ شیطان سے جس نے صریح عداوت کی اُس کو بالکل چھوڑے اور شرم کرے کہ وہ رب تبارک و تعالے کے سوائے دوسرے

ساتھ میں آنا چاہیے کہ ہرگز نہ پاوے گا بلکہ رب عزوجل کو رب جانے کہ شرک و کفر سے متقی ہو۔ اور رب تبارک و تعالیٰ نے متقیوں کے لیے دنیا کی تلاش کے سوا
آخرت کے عیش وہ بیان فرمائے ہیں کہ جو خیال و قیاس سے باہر ہیں لیکن سمجھدار آدمی بیان سے مقصود سمجھ لیتا ہے اگرچہ مزہ و کیفیت نہ جانے اسی طرح دنیا کی
چیزیں جو اسی جہان کی ہیں اُن کے نظائر سمجھ کر آخرت نادیدہ پر یقین کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ۔ البتہ بیشک یہ سچ ہے کہ جن لوگوں نے
تقویٰ کیا وہ ہیں۔ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۔ باغوں و نہروں میں اُن کا ٹھکانا ایسے پاکیزہ مقامات میں۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ۔ اُن سے کہا جائے گا کہ
داخل ہو ان میں ہر طرح کی سلامتی کے ساتھ بالکل بےخوف پس اُن کو وہاں اللہ تعالیٰ کا سلام و ملائکہ کی تحیت پہونچے گی اور ہمیشہ سالم رہینگے اور ہر گونہ سے
بےخوف اور زوال و فنا سے بےخوف ہوں گے۔ جاننا چاہیے کہ متقین سے کون مراد ہیں پس اعلیٰ درجہ تو متقین کا وہ ہے جو قولہ تعالیٰ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل
المشرق والمغرب تا قولہ تعالیٰ اولٰئک ھم المتقون میں مذکور ہوا اور اس میں ہر قسم کے نیک اعمال ہیں و لیکن جبکہ یہ اعلیٰ درجہ تقویٰ کا ہے تو ان کے واسطے اعلیٰ
درجہ جنت کا ہوگا اور یہاں کلام جنت کے اول درجہ سے ہے لہٰذا صحیح یہ ہے کہ یہاں متقی وہ ہے جس نے شرک سے تقویٰ کیا کیونکہ جہنم کی ابتدا شرک سے ہے
پھر جو مشرک کہ دنیا میں لوگوں پر ظلم کرے اور حرام خوری و چوری و زناکاری وغیرہ کرے اس کے واسطے انتہائی درجہ جہنم کا ہے اسی طرح جو شرک سے بچا وہ
ابتدائی جنت میں ہے پھر جب صالح اعمال کیے تو اعلیٰ درجات میں اور یہی تفسیر یہاں جمہور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یہاں ایک عالمانہ نکتہ
معلوم کرنا چاہیے کہ متقی کا وصف صادق ہونے کے لیے شرک سے پرہیز ضروری ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ شرک جہنم میں ہے اور جنت میں داخل ہونے کے
لیے شرک سے پرہیز شرط ہے مگر اس کے ساتھ متقی ہونے کے لیے یہ بھی ضرور نہیں کہ تمام انواع تقویٰ کا جامع ہو بلکہ ایک فرد سے تقویٰ رکھنے سے متقی ہو جائے گا
جیسے ظالم ہونے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ دنیا میں جسقدر اقسام و افراد ظلم کے ہیں سب ہی کرے بلکہ ایک قسم کا ظلم کرے وہ بھی ظالم ہے اور قاتل نے اگر ایک مرتبہ بھی
کسی کو قتل کیا وہ قاتل ہو گیا اسی مقام سے کہا گیا کہ مصلی و صائم اور جن چیزوں کا حکم کیا گیا ہے وہ حکم ایک مرتبہ ادا کرنے سے پورا ہوتا ہے پھر اگر ہر بار
جدید حکم ہوتا ہو جیسے جب نماز ظہر کا یا عصر کا یا پانچوں وقت کا وقت آتا ہے تب ہی حکم متوجہ ہوتا ہے حافظوا علی الصلوات۔ مگر حج میں یہ بات نہیں ہے۔ بالجملہ یہاں
متقی وہ ہے جس نے شرک سے تا موت پرہیز کیا۔ جنات و عیون۔ ظاہر ان سب کے لیے ہیں پس اعلیٰ متقی اعلیٰ درجہ میں اور ادنیٰ متقی ادنیٰ درجہ میں اور شاید
کہ ہر ایک کے لیے کئی جنت ہوں مانند قولہ تعالیٰ ولمن خاف مقام ربه جنتان۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ہر واحد کو جنت و نہر ضرور ہوگی۔ امام رازی رح نے کہا میں کہا
کہ عیون جمع ہے شاید کہ قولہ تعالیٰ فیہا انہار من ماء غیر اٰسن الآیہ کے انہار ہوں یا نہریں تمام قسم و نہروں کو شامل ہوں۔ یہ حکم کہ ادخلوها بسلام۔ اس کے یہ معنے
ہیں کہ متقین داخل ہوں گے جنات و عیون میں در حالیکہ اُن سے کہا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ ملائکہ کے یا اللہ تعالیٰ برحمت سے خود کلام فرماوے
کہ ان میں بسلام داخل ہو۔ اور بعض نے کہا کہ پہلی جنت میں داخل ہو کر جب ایک سے دوسری میں جانا چاہینگے تو حکم ہوگا کہ ان داخل ہو بسلام۔ شاید یہ
تکلف اس وجہ سے کیا کہ جب وے جنات و عیون میں ہوں گے تو پھر اُن سے داخل ہونے کو کیونکر کہا جائیگا ضحاک رح سے مروی ہے کہ آمنین ہونگے موت سے
کبھی نہیں مرینگے نہ بڈھے ہوں گے نہ بیمار اور نہ تنگی بھوک کے یعنی جمیع آفات و مکروہات سے سلامتی کا مقام ہے واضح ہو کہ روایت میں آیا ہے کہ اہل ایمان جو دنیا
از راہ ایمان کے باہم بھائی تھے ولیکن جیسے بھائی کو کبھی بھائی سے ملال ہو جاتا ہے اس طرح سے میل جو ان کے دونوں میں آپس میں ہو گئے تھے جب جنت کا حکم دیے
جاینگے تو جنت کے دروازہ پر ان سے یہ مظالم و قصاص کر لیے جاوینگے پھر اُن کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اہل جنت پہلے دروازہ
جنت پر ایک نہر میں نہلائے جاوینگے پس ان کے دلوں سے حسد و میل وغیرہ سب جاتا رہیگا اور یہی اثر قوی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ
صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ۔ اور نکال کر باہر کر دینگے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں ہے غل سے۔ غل لغت میں کینہ و عداوت اور ناگواری و بغض و حسد وغیرہ لیکن
یہاں عداوت و کینہ ادنیٰ درجہ میں شاید ہو اور یہ امر تو ہونا ہی ہے اسواسطے لازم ہے کہ وہ ایمان کی وجہ سے مومن کو عدو نہ جانے اور اس کے ساتھ کینہ نہ رکھے
ورنہ گناہ گار ہوگا پس ظاہر بشری غلبہ یا دنیاوی معصیت سے اس کے ساتھ کینہ ہو۔ مگر اعلیٰ درجہ اور اونچے طبقہ والوں میں تو فقط ناگواری داخل ہو سکتا ہے
جیسے آدمی کو اپنے فرزند یا باپ سے باوجودیکہ ان سے محبت صادقہ رکھتا ہے کبھی کبھی ہوتا یا رہتا ہے جس مقدار کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی رکھیگا

بلکہ پاک صاف کرکے داخل کرے گا۔ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ درحالیکہ وے بندے بھائی بھائی ہوں گے جنت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے
تخت کی صفت میں آیا ہے کہ جیسے صنعا میں سے شام تک مکلل بیاقوت وجواہر ہوں گے حق یہ ہے کہ جو کچھ انسان قیاس کرے اس کی حد تک ہے اور اللہ تعالیٰ
نے اس عالم آخرت پر عام اطلاع نہیں دی اور خاص اطلاع والے ان عوام کو سمجھا نہیں سکتے مگر وہ کچھ شان کبریائی ہے کہ آدمی کے دل پر کبھی خطور نہیں کر سکتی ہے
مجاہد رح نے کہا کہ آمنے سامنے کہ ایک دوسرے کی قفا نہیں دیکھیگا۔ ابن عباس رض سے زیادہ مروی ہے کہ تختوں پر ملاقات کریں جب پھرینگے تو تخت
گھوم جاوینگے اور یہ متقابل رہینگے اور یہ نہایت درجہ کا انس واکرام ہے۔ زید بن ابی اوفی رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ہم لوگوں پر نکل آئے اور یہ آیت
پڑھی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے باہم محبت کرنے والے جنت میں ایک دوسرے پر نظر فرمادینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم والبغوی فی تفسیرہما والطبرانی فی معجمہ
قال الامام ابن کثیر رح فی تفسیرہ سعید بن منصور رح نے اپنی تفسیر میں کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ابن فضالہ نے لقمان سے اُس نے ابو امامہ رض سے کہ جنت میں کوئی
مومن داخل نہ ہوگا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سینہ سے غل کو نکال ڈالے یہانتک کہ اُس کے سینہ میں سے درندہ حملہ کرنے والے کی مثل نکالے گا۔ شیخ نے کہا
کہ یہ روایت موافق ہے اُس کے جو صحیح میں ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دوزخ سے مومنین خلاص پاکر جنت و دوزخ کے
درمیان ایک پل پر روکے جاوینگے پس بعض کا بدلا بعض سے ان مظلمہ کا لیا جائیگا جو اُن میں دنیا میں پڑ گئے تھے یہانتک کہ جب پاک ہوجاوینگے تو اُن کو
جنت میں داخل ہونے کا حکم دیدیا جائیگا۔ اور لکھا کہ ثوری رح نے باسناد ابو صالح تابعی سے روایت کی کہ اخوانا علی سرر الآیہ دس صحابہ رض ابوبکر و عمر و عثمان
و علی و طلحہ و زبیر و عبدالرحمن و ابو عبیدہ و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید اور گیارھویں عبداللہ بن مسعود رض میں یعنی یہ اصحاب اول مصداق اس آیت کے ہیں اور
لکھا کہ سفیان بن عیینہ نے باسناد خود حضرت علی رض سے روایت کی کہ واللہ یہ آیت ہمارے اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے ونزعنا ما فی صدورہم الآیہ۔ اور لکھا
کہ ابن جریر رح نے کہا حدثنا الحسن حدثنا یزید بن ہارون اخبرنا ہشام عن محمد ہو ابن سیرین قال استاذن الاشتر علی علی رضی اللہ عنہ آخرہ یہ اسناد جید ہے اور معنے یہ ہیں
کہ محمد بن سیرین رح نے کہا کہ اشتر یعنی مالک اشتر نخعی نے اجازت چاہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاضر ہونے کی اور اسوقت آپ کے پاس طلحہ بن عبید اللہ رض کا
ایک بیٹا بیٹھا تھا پس آپ نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ کھڑا رہے پھر بعد اُس کے اجازت دی تو مالک نے حاضر ہوکر کہا کہ مجھے گمان ہے کہ آپ نے مجھے اسی شخص کی
وجہ سے روک رکھا آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر اُس نے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس عثمان کا کوئی لڑکا ہوتا تو بھی آپ مجھے روکتے فرمایا کہ ہاں اور میں اُمید رکھتا ہوں
کہ میں اور عثمان ان بندوں میں ہونگا جنکے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ پھر ابن جریر رح نے باسناد صحیح ابو حبیبہ مولای
طلحہ سے روایت کی کہ جب علی کرم اللہ وجہہ محاربہ جمل سے فارغ ہوچکے تو طلحہ کے بیٹے عمران حضرت علی رض کے پاس آئے پس آپ نے عمران کو مرحبا کہکر بٹھایا
اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تیرے باپ کو ان بندوں میں سے کردے جنکے واسطے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین
پھر ابن جریر رح نے بسند اعلیٰ صحیح اسی روایت کو یہاں تک سے زائد روایت کیا یعنی ابو حبیبہ نے کہا کہ جب علی کرم اللہ وجہہ نے مرحبا کہکر عمران سے یہ فرمایا تو
دو شخص جو ایک طرف بچھونے پر بیٹھے تھے بولے کہ کل تو آپ سے ان سے مقاتلہ ہوا اور وے لڑائی میں مارے گئے اور اب تم سب کو بھائی بھائی کرکے اللہ تعالیٰ
تختوں پر بٹھلاویگا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ قوم بڑی دور کی زمین پر پڑی ہیں کس خواری میں ہیں
اے کم فہم اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہیں ہوں گے تو اور کون لوگ ہوں گے۔ وکیع نے اسناد جید کے ساتھ ایسی ہی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
فرمائی ہے اور اس روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کا ایک شخص کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے زیادہ ہے پس آنحضرت رض نے
اس قدر سخت شدید آواز سے اُس کو ڈانٹا کہ مجھے خوف ہوا کہ چھت نہ دہل جاوے اور فرمایا کہ اے کم فہم اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہ ہوں تو اور کون ہونگے
سعید بن مسروق نے بن ابی طلحہ کی اسناد سے روایت کی اور اس میں ہے کہ حارث اعور نے کھڑے ہوکر ایسا کلمہ کہا تو آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے اٹھکر ایک
لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اُس کے سر پر مارا اور فرمایا کہ تو بتا اور کون لوگ ہیں اونکا نے اگر ہم لوگ نہیں ہیں۔ سفیان ثوری رح نے بسند صحیح روایت کی
شیخ ابراہیم رح سے کہ ابن جرموز جس نے حضرت زبیر بن العوام رض کو شہید کیا تھا اُس نے آکر اجازت چاہی تو آنحضرت رض نے اُس کو بہت دیر تک اپنے

پاس حاضر ہونے کی اجازت نہ دی پھر اس کو اجازت دی تو اُس نے آکر کہا کہ جو لوگ امتحان کے وقت کام آتے ہیں انھیں پر آپ جفا کرتے ہیں تو آپ نے
فرمایا کہ تیرے منہ میں خاک اور مجھے تو امید ہے کہ میں اور طلحہؓ و زبیرؓ اُن بندوں میں ہوں جنکے واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا و نزعنا ما فی صدورہم من غل
اخوانا الآیہ۔ ایسا ہی ثوری رح نے امام محمد باقرؑ کی روایت سے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر اسی مقام پر وہ واقعہ
ہوا جو صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جس نے زبیرؓ کو شہید کیا جب وہ آنحضرتؐ کے پاس آیا اور اُس نے بیان کیا تو آپ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا
ہے کہ ہر پیغمبر کے لیے حواری ہیں اور میرا حواری زبیرؓ بن العوام ہے اور اُس کا قتل کرنے والا دوزخی ہے یہ سنکر وہ شخص بہت غصہ ہوا اور بیہودہ بکنے لگا کہ پھر تو
آپ اس اُمت کے لیے بلا رہو کہ جو تمھاری مدد نہ کرے وہ برباد اور مدد کرے وہ برباد اور اسی غصہ میں اُس نے خنجر نکالا اپنے پیٹ میں مار لیا اور مرگیا پس آپ نے
تکبیر کہی اور فرمایا کہ رسول صلعم نے سچ فرمایا تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ کثیر رح نے کہا کہ میں امام ابوجعفر محمد بن علی یعنی امام باقر فرزند امام زین العابدین علیہم السلام
(خلوت میں سے نام کثیر النہر مشہور ہیں ۱۲)
کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ تمھارا دوست میرا دوست تم سے سالم میرا سالم اور تمھارا دشمن میرا دشمن اور تم سے لڑنے والا مجھ سے لڑنے والا ہے میں تم سے اللہ تعالےٰ
کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ تم صاف بتلادو کہ بھلا تم تبرا کرتے ہو ابوبکر و عمر رض سے پس فرمایا کہ اے کثیر میں اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتا ہوں اُن کی تبرا سے
اگر میں ایسا ہوں تو میں گمراہ ہوا اور میں ہرگز ہدایت پانے والوں سے نہیں ہوں گا اے کثیر تو ان دونوں سے محبت رکھ اگر اس میں تجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ
میری اس گردن پر ہے پھر یہی آیت پڑھی و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ اور کہا کہ ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم اجمعین یعنے اللہ تعالےٰ ان سب سے
راضی ہوا مترجم کہتا ہے کہ امام الفقہا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے
پوچھا کہ کہاں کا ہے میں نے عرض کیا کہ کوفہ کا ہوں فرمایا کہ جا اور میرے پاس مت بیٹھ میں نے عاجزی کی اور بیٹھ گیا پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کا قول
دربارہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا ہے اور میں قسم سے کہتا ہوں کہ میں آپ کا دوست ہوں فرمایا کہ ارے وہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور
اللہ تعالےٰ و رسول اُن سے راضی ہیں اور میں اگر اُن سے بدگمانی کروں تو میں گمراہ ہوا نہ ہدایت پر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اہل عراق تو آپ کی نسبت اُن سے
تبرا کا گمان کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف سے بیزاری کی روایتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بالکل کذاب و جھوٹے ہیں تو میں نے کہا کہ آپ اُن کو کچھ نہیں فرماتے
کہ اے شخص وہ لوگ میرا کہنا مانینگے تو نہیں دیکھتا کہ میں نے تجھ سے کہا کہ میرے پاس نہ بیٹھ اور تو نے نہ مانا۔ کذا فی مخازن المعروف وغیرہ۔ لا یمسہم فیہا
نصب نہ چھو جائیگا اُن کو جنت میں نصب یعنی مشقت و اذیت و جو چیز ناگوار ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم
دیا کہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دوں جنت میں ایک ایسے مکان کی جس میں نہ صخب ہو نہ نصب۔ یعنی کوئی ناگوار کلام یا فعل یا چیز وہاں نہوگی [illegible]
وغیرہ میں ہے کہ جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ سے یہ امور پہونچیں اور اللہ تعالےٰ نے اُس کی نعمت کو لذت محض و عیش خالص کر دیا ہے امام غزالی
رحمہ اللہ تعالےٰ کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ عالم اس دنیا کے بالعکس ہے کہ وہاں ظہور عالم روحانی کا ہے اور جسم اُس کے تابع ہے مترجم کہتا ہے کہ موید
اُس کے واسطے کلام الٰہی الدار الآخرۃ لہی الحیوان ہے یعنی دار آخرت وہ زندہ ہے پس اس میں ظہور روحانی ہے اسی واسطے جنتیوں کو جسمانی کی [illegible]
گھٹنے پر قیاس نہیں ہو سکتا اگرچہ جسقدر بیان قیاس میں آتا ہے یہ تو اس میں ضرور ہوگا اسی واسطے جنت کو جس انتہا کی خوبی پر قیاس کرو اس سے کہیں بڑھ کر
لیا اُس کی نعمتوں کا بیان ہوا ہے۔ وما ہم منہا بمخرجین۔ اور وے اس میں سے کبھی نکالے نہ جاوینگے۔ یہ تصریح ہے کہ جنت دار الخلد ہے دوامی
ہمیشگی ہے اور دیگر آیات و احادیث شاہد ہیں کہ نعمتوں کا تزائد و ترقی ہوگی اور قدرت الٰہی بے انتہا ہے۔ شیخ حافظ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ آیت سے
جو ظاہر ہے وہ حدیث میں مصرح آیا ہے کہ کہا جائیگا کہ اے اہل الجنۃ تمھارے لیے ہے کہ تندرست رہو کبھی مریض نہ ہو اور یہ کہ زندہ رہو کبھی نہ مرو۔ اور یہ کہ عالم شباب
میں رہو کبھی بوڑھے نہ ہو اور یہ کہ ہمیشہ اسی میں مقیم رہو کبھی یہاں سے کوچ کر کے باہر نہ کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ نے کبھی دوسری آیت میں تصریح فرمائی لا یبغون عنہا الآیہ
یعنے اہل جنت کبھی جنت سے تحویل و تبدیل نہ چاہینگے۔ اس سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ جیسے عالم اجسام میں آدمی ایک ہی جگہ سے اکتا کر سفر چاہتا ہے وہاں
ایسا نہیں ہے کہ دنیا وہی بادشاہ تو کبھی فقیری کی کیفیت دیکھنے کو تبدیل چاہے مگر وہ سے لوگ کبھی اُس سے تحویل نہ چاہینگے بلکہ حق تعالےٰ نے [illegible]

و کرامت حاصل ہونے کی راہ کا ایک لازمی جزو ارشاد فرمایا یعنی قولہ تعالیٰ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ
یعنی خبر دیدے اے محمد میرے بندوں کو کہ میں بڑا غفور رحیم ہوں اور بے شک میرا عذاب بھی وہی بڑا دکھ دینے والا عذاب ہے یعنی جیسے قدرت الٰہی
محیط ہے ویسے ہی اُس کی جنت جو ظہور رحمت کا محل ہے وہ بڑی مغفرت و رحمت ہے ویسے ہی اُس کی جہنم جو محل ظہور غضب ہے بڑے دکھ کا عذاب ہے پس جب
عذاب اسی کا عذاب ہے تو خوف اسی کا چاہیے اور امید بھی اسی سے چاہیے باقی عالم جو کچھ سوا اس کے ہے سب اُسی کی مخلوق ہے اور سب اُسی کی رحمت
و غضب کے درمیان میں ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کی وفات کے وقت تشریف لیگئے پوچھا کیا
حال ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے گناہوں کا خوف ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا امیدوار ہوں فرمایا کہ یہ دونوں جسکے دل میں جمع ہوں ضرور اللہ
تعالیٰ اُس کو بخشدیتا ہے۔ واضح ہو کہ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ آپ نے اس شخص کو امید زیادہ کر دی اور علما رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حالت حیات میں
چاہیے کہ بندہ پر خوف غالب رہے اور وقت موت کے چاہیے کہ امید غالب ہو جاوے اور خوف کم ہو جاوے۔ اور دوسری حدیث میں صریح حکم فرمایا ہے
کہ مرے کوئی تم میں سے مگر اس حال میں کہ اُسکا گمان اپنے پروردگار سے بہت نیک ہو یعنے بھروسا کرے اپنے رب عزوجل پر کہ وہ غفور رحیم ہے مجھ نا چیز کے گناہ بخشدیگا
اور مجھے اپنی رحمت میں داخل فرما دیگا۔ اور دوسری حدیث قدسی میں آیا ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی۔ یعنے میرا بندہ جو
گمان یقینی میرے ساتھ رکھتا ہے میں اپنے بندہ کے یقین پر اس کے ساتھ ہوں مترجم کہتا ہے کہ آدمی اپنے رب سے بدگمان نہ ہو پس اللہ تعالیٰ کو
کوئی حاجت اپنے بندے کو عذاب دینے کی نہیں ہے مگر کافر نے جب شیطان کا دامن پکڑا اور اللہ تعالیٰ سے خواہ انکار کیا یا ایسے طور پر اقرار یا ایسے فعل کیے
کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے انکار ہے یا اللہ تعالیٰ کی شان سے انکار ہے تو جس کا دامن پکڑا اُس کے ساتھ پہونچ جائیگا اور شیطان کا مقام جہنم ہے
پس آگاہی دینا کیا ہے۔ شیخ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اس آیت کے سبب نزول میں مصعب بن ثابت سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنے یاروں کی ایک جماعت پر گزرے وہ لوگ ہنستے تھے تو فرمایا کہ یاد کرو جنت کو اور یاد کرو دوزخ کو پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم یہ حدیث
(وقد رواہ ابن المنذر ایضا)
مرسل ہے اور ابن جریر کی روایت میں ہے کہ ایک صحابی سے فرمایا کہ کیا میں نے تم کو نہیں دیکھا کہ تم ہنستے تھے پھر واپس ہو گئے اور حجر اسود تک نہ پہونچے
تھے کہ الٹے پاؤں لوٹ آئے اور فرمایا کہ جبرئیل نے آ کر مجھے پیغام پہونچایا کہ رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم میرے بندوں کو مجھ سے نا امید کرتے ہو پھر یہ
آیت پڑھی۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم کو حدیث پہونچی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے عفو کا اندازہ
بندے کے علم میں آوے تو وہ کبھی حرام سے بھی پرہیز نہ کرے اور اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندازہ اس کے علم میں آوے تو خوف سے اُس کی جان نکل جاوے۔
مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب رحمت کو
پیدا کیا تو سو حصے فرمائیں ان میں سے ننانوے اپنے یہاں رکھیں اور تمام مخلوقات میں ایک رحمت بھیجی پس اگر کافر کو معلوم ہو جاوے وہ سب رحمت جو
اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے تو وہ کبھی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن کو معلوم ہو جاوے وہ تمام عذاب جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے تو وہ دوزخ سے مامون نہ ہو
مترجم کہتا ہے کہ دوسری روایت صحیحین و مسند امام احمد وغیرہ میں تصریح ہے کہ رحمت کے سو حصہ سے ایک حصہ جو دنیا میں ظاہر فرمایا اسی رحمت کا
اثر ہے جو ماں اپنے بچہ پر اور تمام جانور و چرند پرند اپنی اولاد پر کرتے ہیں اور باہم لوگ شفقت کرتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ مومنوں پر پورے سو حصے
رحمت نازل فرماویگا۔ واضح ہو کہ اس آیت میں تمام بندوں کو نہایت ترحم و شفقت کے خطاب سے فرمایا کہ نَبِّئْ عِبَادِیْ یعنے میرے بندوں کو خبردار
کر دے پس جو شخص کافر کہ اس خطاب سے سرفرازی نہ لیوے اُس پر ہزار افسوس ہے اور یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ اس کرامت کے مصداق وہی
بندے ہیں جو ایمان سے مشرف ہوئے اور واضح ہو کہ عربی زبان سے جو شخص واقف ہو وہ جانے کہ اس آیت میں کمال لطف ہے اول انی انا الغفور الرحیم
میں ایک حرف ان تحقیق و تاکید ہے دوسرا انا سے تاکید بلیغ تیسرے الغفور معرفہ باللام چوتھے الرحیم کے ساتھ پانچویں جملہ اسمیہ کہ دوام و استمرار
کے ساتھ تاکید ہے اور دوم ان عذابی هو العذاب الالیم میں کئی سببوں تاکیدات ہیں جو دو باتوں سے ایک یہ کہ اس میں عذاب کو اپنی طرف

نسبت نہیں فرمایا یعنی انا اس مین نہیں ہے دوسرے یہ نہیں فرمایا کہ انی انا المعذب بالعذاب الالیم پس اپنے آپ کو عذاب کرنے والا نہیں فرمایا بلکہ
خبر دیدی کہ میرا عذاب ایسا سخت ہے اس سے ظاہر ہوا کہ رحمت کا پلہ بہت بھاری ہے اور جو عذاب اللہ تعالے کے بندون پر ہے وہ مقصود نہیں ہو اسی
کہا گیا کہ دوزخ کافرون کے لیے اصلی ٹھکانا ہے اسی واسطے اللہ تعالے نے دوزخ کی نسبت فرمایا کہ اعدت للکافرین وہ خاص کر کافرون کے لیے مہیا فرمائی
گئی ہے حالانکہ بعضے گنہگار مومن بھی اس مین جاوینگے تو اُن کے واسطے خاص نہیں ہے بلکہ اُن کا خاص ٹھکانا جنت ہے ایک لطیفہ یہ ہے کہ حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ میرے بندون کو خبردار کردے تو گواہی کردے کہ اللہ تعالے نے مغفرت و رحمت اپنے فضل پر لازم کردی ہے اور یہ بھی
ظاہر کردیا کہ خاص بندے اس راہ امید و بیم کے وہی میرے بندے ہین جو رسول کے مطیع ہین اور اس کی بشارت پر یقین کرتے ہین اور واضح ہو کہ جو شخص
ذرا غور سے نظر کرے وہ جانتا ہے کہ اسی مین دعوے و قطعی دلیل دونون موجود ہین کیونکہ کمال اعلی شان الٰہی ہے پس جب سب سے اعلے وہی اللہ تعالے ہے
تو قدرت و رزق دینے و پیدا کرنے و علم رحمت وغیرہ سب مین بے انتہا کمال جسکا ہوا وہی ایک اللہ تعالے ہے تو اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرا تو سب باطل کفر
و شرک کے عقیدے و مذہب مٹ گئے اور فقط دین توحید سچا و صحیح رہا جسکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا پس وہی اللہ تعالے کے سچے رسول ہین الٰہی رب
ارحم الراحمین مجھے سچے ایمان و مغفرت پر وفات دیجیو آمین والحمد للہ رب العالمین ف واضح ہو کہ اوپر بیان ہوا تھا کہ تقوے کے مراتب بہت ہین ادنے
درجہ یہان مراد ہے اور اعلے درجہ تک درمیان مین مراتب ہین پھر ان مراتب تقوے کے لیے ہر درجہ مین خاص آثار ہین چنانچہ ایک ادنے درجہ کا ایمان والا
ایک عالم باعمل کے مقابلہ مین اپنے آپ کو برابر نہیں کرسکتا ہے اور ہر ایک عمل صالح یہان ثواب جنت کا عمل ہے لہذا عرائس مین لکھا کہ قولہ ان المتقین
فی جنات وعیون الآیہ متقی وہ ہین جنھون نے اپنی چشم اسرار کو دونون جہان وکون و مکان سے اُٹھا کر بند کرلیا اور حضرت الرحمن جلشانہ پر مقصور کیا یعنی ہر
چیز جو عالم مین ہے سب سے مشاہدہ صنعت و ظہور قدرت حق سبحانہ تعالے اُن کو نظر آتا ہے اور وے جنات مشاہدہ ذات و صفات مین ہین چشمہاے محبت
و معرفت سے سیراب ہین اُن کو بشارت پہونچتی ہے کہ یہان تم کو خوف فراق نہیں ہے اور نہ ابلیس کے مانند ملعون ہونے کا خوف ہے یہ شاہراہ مستقیم وصال ہے
مترجم کہتا ہے کہ سوائے وحی انبیاء علیہم السلام کے مومنون کو بھی بشارت ملتی ہے بقولہ تعالے ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا
ولا تحزنوا الآیہ یعنی جو ایمان لائے پھر نیک اعتقاد و نیک اعمال پر مستقیم ہوگئے تو انپر ملائکہ اُترتے ہین کہ تم خوف نہ کرو اور غمگین مت ہو آخر آیت تک شیخ رحمہ اللہ تعالے نے
لکھا کہ بعض بزرگون کا قول ہے کہ جو کوئی شرک سے بچا وہ جنت کے باغون و نہرون مین ہے اور جس نے اعلے درجہ کا تقوی پایا اُس کو حضرت باری تعالے
کے قرب منزلت اعلی کا مقام حاصل ہے جیسے قولہ تعالے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جس نے ثواب کے
واسطے تقوی کیا اُس کو وہ ثواب دیا جاویگا جس کی اُمید کرتا تھا اور عذاب سے بیخوف کردیا جاویگا اور جس نے نیک اعمال کو اس نیت سے نہیں کیا
بلکہ خالص اللہ تعالے کے واسطے کیا تو حق تعالے عزوجل ہی اُس کا عوض ہے مترجم کہتا ہے کہ جس کا عوض حق تعالے جلشانہ ہے اسی کے لیے
سب کچھ ہے اور واضح ہو کہ جو کچھ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہے یہ بالکل حدیث شریف کا مضمون ہے کہ قیامت مین اہل جنت کے تین گروہ ہونگے
ایک جنھون نے جنت کی خواہش مین اعمال کیے دوم جنھون نے جہنم کے خوف سے اعمال کیے سوم جنھون نے رضامندی الٰہی عزوجل کے واسطے اعمال خالص
کیے اور ثواب کی اسی طرح تقسیم مذکور ہے جسطرح مجمل شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے کے کلام سے ظاہر ہوئی اور یہ حدیث سابق مین کسی پارہ مین گزر چکی ہو فتدبر
شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ متقی وہ ہے جس کو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے تقوے دیا یعنی شرک و بد اعمال سے بچا لیا اور وہ نہیں ہے جو بناوٹ
سے متقی بنا ہے نہیں بلکہ اپنے بنائے کوئی بن نہیں سکتا جب تک اللہ تعالے اس کو اپنے فضل سے نہ بچاوے اور جنات کے درجات مین بعضے اونچے اور
بعضے نیچے ہین اور ہر درجہ کی نعمت متفاوت ہے اسی طرح ہر متقی کے لیے یہان درجات مین بعضے تو خدمت و طاعت مین حلاوت پاتے ہین اور بعضے بسط و
راحت مین بعضے لوگ امید و رغبت مین اور بعضے اُنس و قربت مین غرضکہ ہر ایک کے لیے ایک مشرب خاص ہے جیسا کہ آج یہان ہے ویسا ہی کل
وہان ہوگا۔ اور قولہ ادخلوہا مین شیخ استاد نے نکتہ بیان کیا کہ اس مین یہ نہیں فرمایا کہ اُن سے کون کہیگا کہ جنات مین داخل ہو۔ تو اس کی یہ وجہ ہے کہ بعضون

ملائکہ کھینچنے کرا دخلوہا۔ اور بعضوں سے حق تعالیٰ فرما دے گا اور کہتے ہیں کہ شاید ملائکہ کے کہنے سے وے لوگ داخل نہ ہوں کیونکہ محبوب کے ہاتھ سے شرف کا
مشتاق غیر کے خلعت پر کیا خوش ہو اگرچہ تمام دنیا کی بادشاہت بخشتا ہے۔ قولہ ونزعنا ما فی صدورھم من غل الآیہ۔ اس آیت میں بیان ہے کہ صدیقین و متقین
کے دلوں میں میل نہیں رہنے پاتا کیونکہ وے جمال الرحمن کے واسطے مخصوص ہیں اور بحکم قولہ علیہ السلام القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث اُن کو اللہ
تعالیٰ اپنی مشیت و حکمت کے موافق لوٹ پوٹ فرماتا ہے۔ واضح ہو کہ ارواح اصل میں دریائے وحدت میں غرق اور قدم میں تسبیح کرتی تھیں وہاں دنیا
کے غبار اور شیطانی ہوا جس کو دخل نہ تھا ولیکن جب حق تعالیٰ نے اُن کا امتحان چاہا تو اجسام کو پیدا کر کے اُن میں شہوات کے بڑے بڑے جنگل اور ہزاروں
قسم کے غار پیدا کر دیئے اور قلوب کو مکانات ارواح بنایا اور ارواح کو مکانات عقول کیا اور عقول کو مکانات اسرار کیا اور اسرار کو مقامات لطائف معرفت
و حکمت کر دیا اور یہی مواضع تجلی جمالی و جلالی ہیں پھر سب کو مواضع فطرت اجسام میں رکھا پس جب یہ لشکر ان اجسام میں آیا اور متواتر اس پر تجلی حق ہوئی تو سینوں کا
کو ان کدورات سے جو بمقتضائے بشریت ہیں صفائی ہوئی اور شیطانی دروازے ان پر بند ہو گئے پس بیماری و بد خلقی وہاں نہ رہی اور وسواس کو دخل نہ رہا جب
وے بوصف تقویٰ متصف ہو کر متقی ہوئے تو انہیں کے واسطے نص صریح کر دی کہ اُن کے سینوں سے غل کو خارج کر دیا قبل اس کے کہ وہ جنات میں داخل ہوں
پہلے خود اُن کے دلوں سے غل و غش کو دور کر دیا پھر اپنے کرم سے اُن کو جنات مشاہدہ میں داخل فرمایا اور قرب منزلت میں جگہ دی کہ باہم ایک دوسرے کو
نظر محبت سے دیکھتے ہیں ہر ایک دوسرے کے چہرہ سے آثار ظہور الوہیت کو مشاہدہ کرتا ہے اور اگر یہ میل ان کے دلوں میں معاذ اللہ رہتا تو کیسا برا حال ہوتا کہ
اُن کے دلوں میں ایسی بُری چیز موجود ہوتی معاذ اللہ حاشا ہم اللہ تعالیٰ سے کبھی ہرگز یہ گمان ان کی نسبت روا نہیں ہو سکتا اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اُن کی ارواح کو اُن کے اجسام میں ڈالنے سے پہلے اپنی قدرت سے ان غلول کے واسطے اُن کے دلوں میں جگہ نہیں رکھی تھی اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو مقام
واسطے محبت الٰہی و اُنس و تسبیح و تقدیس حق کے ممتاز ہو وہ مغشوش بغل طبیعت ہو حالانکہ یہ اوصاف اہل ہوا سے ہے اُن لوگوں کی شان نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ
کے واسطے باہم الفت و محبت رکھتے ہیں تو نہیں دیکھتا کہ اُن کی تخصیص آخرت کے لیے فرمائی ہے ہاں قدرت الٰہی سے یہ بعید نہیں کہ بعض اولیاء کے دلوں میں کچھ
غل واسطے امتحان کے رکھے تاکہ ولی اس کے دفع میں اور اپنے اسرار کے پاک کرنے میں اور حق تعالیٰ سے پناہ مانگنے میں مشغول ہو اور اس میں اسکے واسطے درجات
رفیعہ ہوں کہ اُس نے نفس سے محاربہ اور شیطان سے مدافعہ کیا اور یہ اُس کے حق میں نقص نہیں بلکہ کمال ہے تو نے نہیں دیکھا قول اسد اللہ علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ کا کہ آپ نے اس آیت میں فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ و زبیر انہیں بندوں میں سے ہوں۔ شیخ ابو جعفر علیہ السلام نے کہا کہ کیسے غل
ان دونوں میں باقی رہے گا جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باہم الفت ہو گئی اور اسی کی محبت پر دونوں نے اتفاق کیا اور اسی کی مودت پر (محمد باقر) باہم دوست ہوئے اور اسی
کے ذکر سے باہم مانوس ہو گئے کوئی شبہ نہیں کہ یہ دل بالکل صاف ہوں گے ہوائے نفس سے و طبیعت کی تاریکیوں سے بلکہ نور توفیق سے اُن کو سرمہ دیا گیا تو باہم
ایک دوسرے کو بھائی بھائی دیکھتے ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام کو بنائے کعبہ کا حکم دیا اور کہا
کہ اس کو پاک رکھے اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک کیا اور بذات خود اپنے بندوں متقین کے دلوں کی تطہیر فرمائی
جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام پر ان کو مقدم نہیں کیا بلکہ ان ضعیفوں کی تطہیر دوسروں سے مشکل تھی پس خود ہی تطہیر فرمائی اور اللہ
تعالیٰ کبھی ضعیف کے حال پر ایسا رحم فرماتا ہے کہ قوی اس سے تعجب میں آتا ہے اور شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے
صدور کا کلمہ اس آیت میں فرمایا اور قلوب نہیں فرمایا کیونکہ قلوب اُسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جس طرح چاہتا ہے منقلب فرماتا ہے۔ قولہ لا یمسھم فیھا نصب
وما ھم منھا بمخرجین۔ ان کو انوار تجلی میں و مشاہدہ جمالی میں جگہ دی گو سلطان کبریائی سے محروس کر دیا کیونکہ اگر سطوت قدم کا ظہور ان پر کبھی ہو تو تمام لذت بلکہ تمام
جنتوں سمیت اُن کو فنا کر دے کیونکہ حادث اگر قدیم سے سطوت عظمت کے ساتھ مقترن ہو تو ایک لحظہ میں زائل و فانی ہو جاوے اسی وجہ سے جب قیامت
کے روز ظہور جلال ہو گا تو سب فنا ہو کر پھر جلد پیدا ہوں گے پس اگر ان بندوں کو نور بقا سے لباس نہ ہوتا تو فنا ہو جاتے اور یہ بھی ہے کہ اگر فضل و رحمت کا
ظہور تمام ان پر نہ ہوتا تو وہ سطوت جلال و عظمت کے سطوات میں تمام ہو جاتے اور ہیبت سے زائل ہوتے پس مترجم کہتا ہے کہ بیہقی وغیرہ کی حدیث میں ہے

کہ ابین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن، حدیث صحیح ہے اور معنے یہ ہین کہ کوئی چیز حائل نہ ہوگی درمیان قوم کے یعنے اہل جنت کے
اور درمیان دیدار اپنے رب تبارک وتعالے کے مگر چادر کبریائی انکے رب پر جنت عدن مین۔ یعنے جنت عدن مقام اعلی ہے اور وہان کے جنتی بندون کو دیدار
رب تبارک وتعالے سے کوئی چیز مانع نہین بغیر ازینکہ ردائے کبریائی۔ بیہقی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس کے یہ معنے ہین کہ ردائے کبریائے الٰہی سے یہ لوگ اُس کو
نہین دیکھ سکینگے اور جبوقت دیدار نصیب ہوگا اُس وقت یہ پردہ اٹھا دیا جائیگا پس یہ پردہ اس قوم پر حائل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ نہین ہین کہ قوم
پر ہیبت وعظمت کبریائی کا ظہور ہوگا ورنہ سب فنا ہو جاوین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دیدار کے واسطے نیز ظہور کمال رحمت سے ہوگا اور ہیبت وعظمت سے نہ ہوگا
قولہ وما ہم عنہا بمخرجین. معنے یہ ہین کہ وہان مقام امتحان وتربیت نہین ہے اور جہان امتحان تھا یعنے دنیا مین تو وہان اس بندے نے حالت غضب الٰہی مین رضا
وتسلیم رکھی اب سراسر رحمت ہے۔ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ کون تکلیف اُس کو نہین ہے جو کارگاہ امتحان مین اللہ تعالے سے غافل ہو یعنے تربیت
سے محروم ہے اور کون راحت اُس کو ہے جو بیدار ہوشیار ہے کہ قدم سے حدوث کے اقتران مین فقط تعذیب وہلاک ہے یعنے جو ہلاک ہوا وہ باقی ہے اور بقاء
صفت قدیم عزوجل ہے اُس کو فنا نہین ہے پھر حق تعالے عزوجل نے محل امتحان کی طرف بندون کو ارشاد کیا کہ مقامات درجات حاصل کرین اس مین
مریدون کو ترغیب اور سالکون کو خوف عتاب سے ترہیب ہے بقولہ تعالے نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی الآیہ۔ جب عارف مواضع خطر مین پہونچتا ہو
وہی اپنے فضل سے اُس کی مغفرت فرماتا ہے وہی ان کی تضییع اوقات پر ندامت کا تدارک فرماتا ہے وہی اُن کے اسرار کو انواع ذکر صفائی سے معمور فرماتا ہے
اور یہ رحمت مزید ہے کہ انواع کشف ومشاہدات سے سرور اور عذاب فراق وحجاب سے دور کر دیتا ہے۔ واضح ہو کہ ان اسرار کی خبر شاید کہ قولہ لا یمسہم فیہا
نصب مین ہو کیونکہ ان کے واسطے خاص رحمت یہ تھی کہ طبائع بشری سے نکالکر ان کو لباس رحمت وبقا پہنایا کہ بلا زوال باقی ہوئے اور اگر یون ہی چھوڑے
جاتے تو غضب کبریائی مین سوختہ ہو جاتے پس ان کو حجاب وفراق سے دور کر کے رحمت مین مستغرق کرنے کا ذکر کر دیا کہ یہی غفران حقیقی ہے۔ دو وصف بیان
فرمائے اور صفت مغفرت ورحمت صفات حقیقیہ قدیمہ مین سے ہین اور رہا عذاب تو یہ صفت فعلی ہے اور جب صفت کو فعل سے مفرد وتہی کیا جاوے تو فعل
اس صفت مین زائل ہو جاتا ہے جبھی تو مقام امید کو مقام خوف پر غلبہ ہے کیونکہ امید شاخ اُنس وربط ہے اور وہ بندہ کے ساتھ ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ اسی صفت
حقیقیہ کا یہ اثر ہے اور خوف کبھی زائل ہو جاتا ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قرب رب العالمین مین خوف زائل ہوگا بدلیل قولہ تعالے لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون
اسی سبب سے کہ عذاب زائل ہوگا اور صفت مین فعل گم ہوگا۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مراد یہان یہ ہے کہ بندون کو خوف وامید مین رکھا جاوے
تاکہ راہ ایمان پر مستقیم رہین کیونکہ جسپر امید غالب ہو وہ بیکار ہو جاتا ہے اور جس پر خوف غالب ہو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالے نے اس
آیت مین کہا کہ ان بندون کے واسطے آگاہی پہلے سے دیدی جب دنیا مین موجود ہین کہ آخرت مین مجتمع کیے جاوینگے اسی واسطے تو ان کو شکوہ نہ ہوگا اور بلا وامتحان
مین کمزور نہ ہونگے بلکہ اُس کو خوشی سے اٹھا رہے ہین کہ ہر حال مین خوشی کے ساتھ بسر کرتے ہین اس وجہ سے کہ ان کا علم اپنے رب کے ساتھ وسیع ہو گیا اور
اللہ تعالے کے وعدون پر ان کو سکون ہے تو اس کی طرف سے احکام برداشت کرتے ہین اور جو بات غیرون پر پوشیدہ ہے اُن کو ظاہر ہے اور جو اللہ تعالے کے
واسطے انپر ہے اور جو اُن کے لیے اللہ تعالے نے مقرر کیا ہے سب جانتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے کا حق بندون پر یہ ہے
کہ اُس کے ساتھ شرک نہ کرین اور اللہ تعالے نے بندون کے لیے اپنے فضل سے لازم کیا کہ وے ایسا نہ کرین تو ان کو عذاب نہ فرماوے واضح ہو کہ مترجم نے
اس حدیث کی تفسیر مین تامل کیا ولیکن تنبیہ یہ ہے کہ جہانتک بندہ سے ہو سکے شرک کو پہچانے پھر اُس کو ترک کرنے کی فکر کرے اور اکابر اولیاء اللہ تو یہ بھی شرک
جانتے ہین کہ زید نے مجھے ناحق مارا اور عمرو نے میرا روزینہ مجھے نہین دیا اور فلان شخص کے پاس جاتے تو نوکری ملجاتی تو لیے بہت برا کیا پھر جو باتین خفی شرک
ہین اُن کا ترک کرنا تو ایمان کے واسطے ضرور ہے فافہم واللہ تعالے ہو الغفور الرحیم۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنی پاک شان کو فضل
وعدل سے وصف فرمایا اور جس بندے کو اُس کا فضل پہونچا وہ تو ہر بلا سے نجات پا گیا اور جسپر اُس نے اپنا عدل رکھا وہ ہلاک ہوا دیکھو ابلیس نے غرور کیا
کہ اُس کی اس قدر طویل عبادت اُس کی نجات وتقرب کے واسطے کافی ہے جب عدل مین لایا گیا تو مطرود اور ملعون کر کے نکالا گیا اور ہمیشہ کے لیے اسکو

جو اُترکر دیا اور دیکھو اپنا فضل اُس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابل ساحرون کو پہونچایا جو عمر بھر بڑے کامون مین گرفتار رہے اور فرعون کی عزت کی قسم کھاتے تھے پس دم بھر مین ان کو ساحت فتنہ سے اپنے فضل سے نکال لیا اور اعلےٰ منزلت اہل سعادت پر پہونچا دیا ان کے گناہ اور کفر سب جاتے رہے۔
ان قصون کو عبرت سے دیکھو لہذا اللہ تعالےٰ جلشانہ نے اگلون کے واقعات بیان کیے لقولہ تعالےٰ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ط قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا

اور احوال سنا انکو ابراہیم کے مہانون کا جب چلے آئے اسکے گھر مین اور بولے سلام وہ بولا ہم کو تم سے ڈر آتا ہے بولے

لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ۝ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۝

ڈر مت ہم تجکو خوشی سناتے ہین ایک ہوشیار لڑکے کی بولا تم خوشی سناتے ہو مجھکو جب پہونچ چکا مجھکو بوڑھاپا اب کاہے پر خوشی سناتے ہو

قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝

بولے ہم نے تجکو خوشی سنائی تحقیق سو مت ہو تو ناامیدون مین بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے مگر جو راہ بھولے ہین

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلٰى قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ۝ إِلَّا آلَ لُوطٍ ط إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ

بولا کہ پھر کیا مہم ہے تمھاری اے اللہ کے بھیجو بولے ہم بھیجے آئے ہین ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے ہم ان کو بچا لینگے

أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالَ

سب کو مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھہرا لیا وہ ہے رہ جانے والون مین پھر جب پہونچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوے بولا

إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝ قَالُوا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ وَأَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا

تم لوگ ہو کچھ اوپری بولے نہین پر ہم لائے ہین تجھ پاس جس مین وہ جھگڑتے تھے اور ہم لائے ہین تجھ پاس مقرر بات اور ہم

لَصٰدِقُونَ ۝ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبٰرَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا

سچ کہتے ہین سو لے نکل اپنے گھر والون کو رات رہے سے اور آپ چل اُن کے پیچھے اور مڑ کر نہ دیکھے تم مین کوئی اور چلے جاؤ

حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ۝ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ ۝ وَجَاءَ أَهْلُ

جہان تم کو حکم ہے اور چکا دیا ہم نے اُسکو وہ کام کہ اُنکی جڑ کٹی ہے صبح ہوتے اور آئے شہر کے

الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ قَالُوا أَوَلَمْ

لوگ خوشیان کرتے بولا کہ یہ لوگ میرے مہان ہین سو مجکو رسوا مت کرو اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ بولے ہم نے تجکو

نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ ۝ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ

منع نہین کیا جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہین میری بیٹیان اگر تم کو کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی مین

يَعْمَهُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

مدہوش ہین پھر پکڑا انکو چنگھاڑ نے سورج نکلتے پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے انپر پتھر

مِنْ سِجِّيلٍ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُقِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً

کھنگر کے بیشک اس مین پتے ہین دھیان کرنے والون کو اور وہ بستی ہے سیدھی راہ پر البتہ اس مین نشانی ہے

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

یقین کرنے والون کو

ان صحیح واقعات میں جو بیان فرمائے ہیں عجائب عبرت و علوم ہیں غور سے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل باطنی اس دنیا میں کس طرح اپنے بندوں متقیوں کو
شامل رہتا ہے اور کبھی انپر خوف بھی آتا ہے اور انجام اس کا فضل و بشارت ہے اور جو لوگ محض نڈر و بےخوف ہوتے ہیں اُن کا انجام عذاب و خواری
ہے اور کس طرح اہل تقویٰ کو امتحان میں مبتلا کیا جاتا ہے اور آخرت انھیں کے لیے ہوتی ہے اور اہل تقوے کو فراست نور الٰہی و عقل و دانائی ہوتی ہے اور
اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے اور جب اس کا عذاب آتا ہے تو پھر عذاب سخت ہے اُس سے چھٹکارا بہت دشوار ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
کے بھتیجے لوط علیہ السلام دونوں ایک وقت میں پیغمبر تھے مگر ابراہیم مقدم تھے انپر ایمان لا کر لوط پیغمبر مبعوث کیے گئے۔ فافہم۔ یا بہتر جب ہم اس مقام کی تفسیر کو
مفصل واقعات سے جو دیگر آیات میں مذکور ہیں مزید کر کے بیان کرتا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستور تھا کہ مسافر وغیرہ
کی مہمانی بہت خوشی سے چاہا کرتے ایک روز اتفاق سے بارہ خوبصورت شریف لڑکے اُن کے یہاں آئے جنکو انھوں نے مہمان سمجھکر خوشی سے لیا ہی اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ اور آگاہ کر دے اُن کو یعنے سب بندوں کو مہمانان ابراہیم سے چونکہ ضیف دراصل مصدر ہے لہذا جمع کرنا
ضرور نہ تھا ورنہ مروی ہے کہ بارہ یا دس یا تین تھے جن میں جبرئیل بھی بصورت اطفال خوبصورت تھے پس فرمایا۔ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ط
یعنے آگاہ کر دے وہ ماجرا جب وہ داخل ہوئے ابراہیم پاس تو انہوں نے سلام کیا جیسے سنت طریقہ ہے اگرچہ اسی زبان میں سلام کیا ہو پس ابراہیم نے
انکو سلام کا جواب دیا چنانچہ سورہ ہود میں آیا ہے پھر انپر غور نہ کیا اور دریافت میں لگا کہ جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھون کر لائے اور مہمانوں کے
آگے رکھا اور ان کی بی بی سارہ یا مع ہاجرہ کے خدمت کو کھڑی ہو گئیں۔ مگر انھوں نے اُس میں ہاتھ نہیں ڈالا تب غور سے دیکھکر فراست سے کچھ پہچانا۔
قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ کہا کہ ہم لوگ تم سے ڈرے ہوئے ہیں۔ ظاہر فراست سے ان میں مشاہدہ کیا کہ عذاب کرنا بھی اُن سے ٹپکتا ہے اگرچہ خوشی
بھی ملی ہوئی ہے اور وجل کی کیفیت بھی ایسی ہی ہوتی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے خالص مومنوں کو جو اللہ تعالیٰ سے اشد محبت کرتے ہیں وجل سے
قولہ اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم میں موصوف فرمایا ہے پس ایسا خوف از جانب حق تعالیٰ ہوتا ہے اور ظاہر میں اُن سے کہدیا کہ ہم کو تم سے خوف ہے
قَالُوا لَا تَوْجَلْ بولے کہ کچھ خوف مت کر یعنے ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ہماری غذا یہ نہیں ہے اسی سبب سے ہم نہیں کھاتے إِنَّا
نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے علم والے کی یہ بشارت اسحٰق کی تھی۔ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ
تُبَشِّرُونَ۔ بولا کہ کیا تم بشارت دیتے ہو مجھے اس حال پر کہ مجھے بڑھاپا پہونچ گیا ہے سو کس چیز کے ساتھ بشارت دیتے ہو۔ اور دوسرے مقام
پر یہ بھی کہا کہ میری جورو بانجھ ہے اور شاید یہ ہو کہ یہ غلام علیم حضرت اسمٰعیل ہوں پھر سارہ رضہ خدمت کرنے کو کھڑی تھیں وہ ہنسیں تو انکو بشارت
دی اسحٰق کی ولیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بشارت حضرت سارہ رضہ کو دیتے آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ میں تو بوڑھی ہوں اور میرا یہ شوہر بھی بڈھا ہوا اور ابراہیم
نے بھی ایسا ہی کہا اسپر انھوں نے اُن کی زندگی میں وسعت اس قدر بیان کی جو سورہ ہود میں مذکور ہے کہ سارہ رضہ کو بشارت دی اسحٰق کی پھر اسحاق کے
بعد یعقوب کی یعنے بیٹے کا بیٹا بھی دیکھیگی اور سارہ رضہ کو کہا کہ کیا تم تعجب کرتی ہو اے اہل بیت نبوت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تمپر
رحمت و برکت ہے۔ ابراہیم و اُن کی بی بی کا تعجب بوجہ قدرت کے نہ تھا بلکہ بطریق عادت تھا لہذا جب۔ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا
تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ۔ ملائکہ کہنے لگے کہ ہم نے تجھکو سچی بشارت پہونچائی ہے تو نا اُمید ہونے والوں میں سے مت ہو یعنے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو
بغیر ماں و باپ کے پیدا کرتا ہے تجھکو تعجب و مایوسی نہ چاہیے۔ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ۔ ابراہیم نے کہا کہ قدرت و رحمت
سے مایوسی نہیں ہے اور کون شخص اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوگا سوائے گمراہوں کے یعنے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی مایوس ہیں جو اس سے منکر
ہیں اور کفر و شرک کرتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہے یہانتک ابراہیم کی دلجمعی ہوئی بلکہ ان کو بہ خوشی ایسی بڑی
خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہونچی اب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ تو ظاہر تھا کہ ابراہیم کی مہمانی میں نہیں بلکہ ان کو بشارت دینے آئے
تھے اب انھوں نے مطمئن ہو کر ان سے پوچھنا شروع کیا۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ۔ پوچھا کہ پھر تمہارا بڑا کام کیا ہے اسے

اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے فرشتو۔ انھون نے فراست سے ان مین دیکھا تھا کہ عذاب و رحمت ملی ہوئی رکھتے ہین۔ قالوا انّا اُرسلنا الیٰ قوم مجرمین۔
بولے کہ ہم لوگ بھیجے گئے ہین قوم بدکار کی طرف جب یہ معلوم کیا تو جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا فلما ذھب عن ابراھیم الروع وجاءتہ البشریٰ یجادلنا فی قوم لوط
کہ جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور اس کو بشارت پہونچی تو اُس نے شروع کیا ہم سے جھگڑا کرنا دربارہ قوم لوط کے۔ روایت ہے کہ کہا کیا تم ایسے گانون کو
ہلاک کرو گے جس مین اتنے مسلمان ہون کہا کہ نہین تو پھر اگر اس مین اتنے ہون بولے کہ نہین آخر کہا کہ اگر ایک گھر ہو تو بولے کہ نہین تب کہا کہ پھر اسمین تو لوطؑ
ہے بولے کہ ہم جانتے ہین جو اس مین ہے اور اے ابراہیم اس مین زیادہ حجت بیکار ہے تیرے رب کا حکم آچکا اور اس مجرم قوم کو ضرور عذاب پہونچے گا
تو کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم لوط کو ہلاک کرو انھون نے کہا۔ الّا اٰل لوطٍ انّا لمنجّوھم اجمعین ۵ الّا امراتہ قدّرنا انّھا
لمن الغابرین۔ سوائے آل لوط کے کہ مجرم نہین ہین اور ہم ان سب کو نجات دینے والے ٹھہرائے گئے ہین سوائے اُس کی بی بی کے کہ ہم نے مقدر کر دیا
ہے کہ وہ گانون ہی مین رکھ رہا گانون والون کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگی۔ اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت مین فرمایا کہ ملائکہ نے اس ملک کو تمام تلاش کیا کہ وہان کون
مومن ہین سو کوئی نہ ملا سوائے ایک گھر مسلمانون کے پس باوجود اسقدر وعظ و نصیحت و دو بہت سے پیغمبرون کے صرف حضرت لوط یعنے پیغمبر کا گھر مسلمان تھا
باقی سب بدکار فاجر تھے۔ فلما جاء اٰل لوطٍ المرسلون۔ پھر جب ملائکہ ابراہیم کے پاس سے روانہ ہو کر لوطؑ پاس پہونچے۔ پس نہایت
خوبصورت اطفال کی شکل مین تھے۔ اُن کو دیکھکر دل تنگی سے سلام و جواب ہوا اور حضرت لوطؑ ڈرے کہ یہ لوگ میرے مہمان بنتے ہین اور یہ قوم لڑکون وغیرہ
سے اغلام کرنے مین مشہور اور نہایت سخت حریص ہین اور مجھ مین قدرت ظاہری نہین کہ اُن کو دفع کرون خواہ مخواہ فضیحت ہونا پڑا اور یہ بھی نہین معلوم
کہ ایسے خوبصورت شکیل رجال کے اس شان سے کس قبیلہ و قوم کے ہین۔ قال انّکم قوم منکرون۔ کہا کہ تم ایک جماعت انجان ہو مین تم کو پہچانتا
نہین ہون یا شاید مراد ہو کہ تم سے مجھے خوف ہے کہ کوئی ناگوار بات تمھاری طرف سے پہونچی اور یہ بھی بنور آلہی تفرس تھا۔ اور قصہ مین ہے کہ لوط علیہ السلام
نے اُن سے معذرت کی کہ یہ قوم سخت بدکار و عجیب ناہنجار ہے تم شاید یہان سے واقف نہ تھے نادانی مین بغیر جانے یہان چلے آئے ہو۔ قالوا بل جئناک
بما کانوا فیہ یمترون۔ بولے بلکہ ہم لائے ہین تیرے پاس حق وہ چیز جس مین وے شک کرتے تھے۔ یہان درمیان مین قوم کا
آنا و شورش اُٹھانا وغیرہ بیان مین موخر کر دیا اور ملائکہ نے پیچھے اپنے آپ کو لوطؑ کی تشفی کے لیے ظاہر کر دیا کہ ہمارا آنا کسی برائی کے ساتھ تیرے حق مین نہین
ہے یا کہا کہ ہم آدمی نہین ہین بلکہ بھیجے ہوئے رسول ہین کہ تیرے پاس حکم حق لائے ہین۔ واتیناک بالحق اور لائے ہین ہم تیرے پاس حق کو۔ یعنے
یقینی عذاب اس قوم بدکار کا لائے ہین جس مین کچھ شک نہین ہے۔ وانّا لصادقون۔ اور ہم اس خبر دینے مین بالکل سچے ہین۔ ظاہرا درمیان مین قوم
کے شورش کا جو حال آگے آتا ہے وہ سب واقع ہو لیتا تک ملائکہ نے ظاہر نہین کیا تا کہ اس قوم بدکار کی بیحیائی اور بھی زیادہ اسپر وبال ہو اور لوطؑ
جیسے انبیاء نرم و رحیم ہوتے ہین اُن کی بہودگیون اور حرکتون سے نہایت دل تنگ ہوجاوین اور خود اُن کو ثواب عظیم ملجاوے اور قوم کی طرف سے
نالان ہو جاوین آگے جیسا کہ آتا ہے اس کے بعد ملائکہ نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم عذاب لائے اور ہم بالکل سچ کہتے ہین ہماری ظاہری صورت پر مت جاؤ
یہ سب سچ ہے۔ فاسر باھلک بقطعٍ من الّیل۔ سو تم روانہ ہو جاؤ تھوڑی رات گئے قرطبی رح نے لکھا کہ لوط و اُن کی دونون بیٹیان نکلین اور
ملائکہ کے کہنے کے موافق کر۔ واتّبع ادبارھم۔ اور تو پیچھے ہو جانا اپنے لوگون کے ان کو ہانکتے چلنا کہ لوگ تیرے کہنے کے موافق چلین۔ ولا یلتفت
منکم احد۔ اور تم مین سے کوئی مڑکر نہ دیکھے۔ ظاہرا اسی واسطے اُن کو خود پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا۔ یا عدم التفات سے مراد یہ کہ ایسے جلد روانہ
ہونا کہ کوئی مڑکر بھی نہ دیکھنا۔ وامضوا حیث تؤمرون۔ اور چلے جانا جدھر تم کو حکم دیدیا گیا۔ کہا گیا کہ ملک شام کی طرف حکم تھا۔ بعض نے
کہا کہ مصر کا۔ کہا گیا کہ اسی قوم لوط کے بعض گانون اطراف کا۔ کہا گیا کہ حضرت خلیل اللہ کے پاس چلے جانے کا۔ قرطبی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے لوط
کے واسطے زمین کو لپیٹ دیا کہ ایسے جلدی سے قوم ظالم کے شہرون سے باہر ہوگئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہونچ گئے۔ وقضینا الیہ
ذٰلک الامر۔ اور وحی کر دیا ہم نے لوطؑ کو یہ حکم کہ۔ انّ دابر ھؤلاء مقطوع مصبحین۔ آخر تک یہ قوم بدکار قطع کر دیجائے گی ضرور مصبحین جب یہ لوگ

دل اندھا ہو جاتا ہے۔ اور یعمہون از عمہ ہے اور یہ دل بینائی زائل ہونے کو کہتے ہیں اور عمی ظاہری اندھا پن ہے پس عمہ زیادہ سخت ہے کہ فرمایا کہ لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب یعنی آنکھیں ظاہری اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ شیخ الامام ابن کثیر و ایک جماعت مفسرین نے اپنی تفاسیر میں بیان کیا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم و جملہ مخلوقات سے افضلیت پر تنصیص فرمائی ہے چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ اہل تفسیر یعنی صحابہ و تابعین و سلف و خلف نے اور علماء ائمہ نے اجماع کیا ہے کہ یہ اللہ تعالی جلشانہ نے مدت حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ بہت بڑا مرتبہ و کمال بزرگی و کمال رفعت ہے۔ اور ابو الجوزاء نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ نہیں پیدا کیا اللہ تعالی نے کسی جان کو جو اس کے نزدیک زیادہ بزرگ ہو بہ نسبت محمد صلعم کے اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالی نے کسی کی زندگی کی قسم کھائی سوائے محمد صلعم کے لقولہ لعمرک الآیہ۔ روایت ابن جریر و علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی لعمرک یعنی تیری بقا کی قسم انہم لفی سکرتہم یعمہون قال یترددون۔ شیخ ابوبکر بن العربی نے لکھا کہ مفسرین نے بالاجماع کہا ہے کہ اللہ تعالی نے اس کلام میں محمد صلعم کی حیات کی قسم اپنے حبیب صلعم کی کمال بزرگی ظاہر فرمانے کے لیے یاد فرمائی ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ لعمرک الآیہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ قسم تیری حیات کی اے محمد تیری عمر کی اور دنیا میں تیری بقا روئے زمین کی۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے یہ روایت مرفوع اسناد کی کہ اللہ تعالی نے کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی سوائے حیات محمد صلعم کے فی قولہ لعمرک الآیہ۔ شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ شیخ ابن العربی نے کہا کہ کونسی چیز اللہ تعالی کو مانع ہے کہ وہ حیات لوط کی قسم کھاوے اور جو قدر چاہے اپنی نبوت کی تشریف بڑھاوے اور جو کچھ فضل اللہ تعالی نے لوط کو عطا فرمایا وہ سب اس کا کئی گنا محمد صلعم کو عطا فرمادے گا کیونکہ محمد صلعم کا مرتبہ اللہ تعالی کے نزدیک لوط سے بہت بڑا ہوا ہے تو نہیں دیکھتا کہ اس نے ابراہیم کو خلت سے یعنی خلیل بنا کر اور موسی کو کلیم سے شرف عطا فرمایا اور محمد صلعم کو حبیب کر کے شرف فرمایا پس جب اللہ تعالی نے حیات لوط کی قسم کھاوے تو حیات محمد صلعم کی قسم اس سے زیادہ ارفع ہے۔ قرطبی رحمہ نے کہا کہ یہ قول محمود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہاں بعض مفسرین کو دو خدشہ ہوا کہ قصہ لوط میں حیات محمد صلعم کی قسم جملہ معترضہ ہے پس شاید کہ قسم حیات لوط کی ہو تو ابن العربی نے کہا کہ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حیات محمد صلعم کی قسم بدرجہ اولی اس سے زیادہ ارفع ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہاں تو کچھ نہیں ہے بلکہ قصہ لوط اور ان کی قوم کا ایسا عجیب ہے کہ اللہ تعالی نے تعجب دلانے کو محمد صلعم اپنے حبیب کو مخاطب کر کے قوم لوط کی شدت عمہ کو بیان کر دیا اور یہیں سے تجھے معلوم ہو کہ جو بعض مفسرین نے کہا کہ اگر قسم لعمرک میں خطاب آنحضرت صلعم کو ہو تو انہم کی ضمیر غائب راجع بجانب قریش ہے یہ وہم کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ بیان تو یہ ہے کہ شدت ناہنجاری و کمراہی قوم لوط پر متنبہ کر دیا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالی نے والتین والزیتون اور والعصر اور واللیل والضحی اور والشمس وغیرہ اقسام کی قسم یاد فرمائی ہے اس میں کچھ شرف نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں بنا جس قسم کی قسم کھائی ہے وہ چیز اپنی نوع میں اشرف ہے پس آنحضرت صلعم اس نوع انبیاء و رسل اکمہ میں اشرف ہیں علاوہ بریں یہ وہم خیال دنیا اجماع مفسرین و اہل بلاغت ہے و مخالف قول ترجمان القرآن ابن عباس حبر الامۃ ہے۔ بلکہ ارض اعنی حدیث ابن مردویہ ہے اور جس شخص نے یہ وہم کیا کہ سوائے اللہ تعالی کے دوسرے کی قسم کروہ ہے لہذا ہر قسم میں مضاف محذوف ہے مثلا والشمس یعنی وخالق الشمس یعنی قسم ہے پیدا کرنے والے آفتاب کی یہ وہم نہایت دور اور بالکل واہی ہے اس واسطے کہ بندوں کو روا نہیں ہے کہ وہ شریعت الہی کے خلاف کریں اور اللہ تعالی پر کوئی شریعت و بندگی و تابعداری نہیں ہے وہ پاک معبود جل شانہ ہے جو وہ چاہے کرے اس کی درگاہ کبریائی کسی واہی مخلوق کے اعتراض کے لائق نہیں ہے۔ بالجملہ قسم یاد فرمائی حضرت کبریا عزوجل نے اپنے حبیب محمد صلعم کے عیش حیات کی کہ قوم لوط جو اسطرح مست بادہ شہوت تھا اور اس قدر اللہ تعالی سے بے خوف و اس قدر اس کے پیغمبر لوط کو تنگ دل کرنے والی تھی اندھی ہو رہی تھی کہ انکو اپنی حد و رجعہ کی بدکاری نہیں سوجھتی تھی۔ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ پس ناگاہ ان کو پکڑ لیا ایک سخت آواز نے سورج نکلتے۔ علماء نے کہا ہے کہ فجر کے وقت لوط کا گھر گھیر کر اندر گھسے تھے اور بالآخر الٰہی شدید القوی ذو مرہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا کہ حضرت جبرئیل نے بفرمان قہر سلطان العزۃ جلشانہ کے سخت آواز سے انکے پردہائے گوش پھاڑ دیے۔ جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا پس کر دیا ہم نے اس قریہ کے اونچے کو نیچا۔ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ اور برسا دیے

اسپر پتھر سجیل سے یعنی جہنم کے گرم پتھر جس صفت پر دنیا کے واسطے حکمت الٰہیہ مقتضی ہو برسا دیے کہ سب بالکل تباہ ہو گئے۔ لوط کی جورو بھی انھیں میں تھی وہ لوط کے ساتھ نہیں گئی یا اس کو لے نہیں گئے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ ساتھ گئی تھی ولیکن اُس نے آواز سخت ہیبتناک کے وقت دیکھا فریاد کی کہ ہائے میری قوم پس ایک پتھر اُس کو بھی پہونچا اور وہ بھی انھیں میں شامل ہو گئی۔ واضح ہو کہ بعضے جہال کا خیال ہے کہ وہاں آتشی پہاڑ تھا یا زمین کے اندر گوگرد وکوئلہ کی کان تھی وہ باہم مل کر رگڑے آگ پیدا ہو گئی اور تمام قریہ پر آگ گیا اور تہ وبالا ہو گیا اور یہ جہالت بھی قوم لوط کی ناہنجاری سے کم نہیں ہے اس لیے کہ بدلیل قطعی جب آخری قدرت اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو ہے تو اس جاہل کو بیہودہ احتمال ہے کہ ایسے اسباب پیدا ہو گئے اور حق تعالیٰ کے افعال اس دنیا میں عجائب قدرت و اسباب کے ہیں اور ہر گمراہ کے لیے اُس کی گمراہی موجود ہے اور یہ بیہودہ اوہام بلا دلیل بلکہ مخالف قطعی دلیل قدرت الٰہی تعالیٰ کے اُس کی گمراہی کی قوی دلیل ہیں نعوذ باللہ من ذلک۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ ایسے واقعات میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فراست رکھتے ہیں۔ یا جو اہل فکر ہیں کہ واقعہ میں غور کر کے اس سے صحیح استدلال و فہم حاصل کرتے ہیں۔ قتادہ رحمہ نے کہا اہل عبرت کے لیے بعض نے کہا اہل تامل کے لیے کہ باطنا اسم و رسم و علامات و تفکر باطن کی طرف غور سے معرفت حاصل کرتے ہیں مجاہد رحمہ نے کہا کہ اہل فراست کے واسطے آیات ہیں۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین یعنی ڈرو مومن کی فراست سے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے پھر پڑھی آپ نے یہی آیت۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ والترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن السنی وابو نعیم وابن مردویہ والخطیب۔ بعض نے کہا کہ فراست دو قسم ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ صاحب فراست کے دل میں ڈالدیتا ہے تو لوگوں کے احوال کو صحیح دریافت کر لیتے ہیں بعض حضرات نے ذکر کیا کہ اُس نے یہ الہام کی تعریف بیان کی اور وہ بھی ناقص۔ پھر کہا کہ دوسری قسم وہ کہ تجربہ وغیرہ سے لوگوں کے احوال جانتا ہے اور اس باب میں لوگوں کی نحوی و پرانی تصانیف ہیں انتہی۔ حضرت شیخ کہتا ہے کہ یہ اس نے اوہام و بیکاری کی اقسام میں سے ایک قسم بیان کی۔ اور حدیث میں مومن کی قید ہے اور صاف تصریح ہے کہ وہ اپنے اختیار و قدرت سے نہیں بلکہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور مومن جب کامل ہوا تو قرب النوافل کا درجہ اسکو ہوتا ہے اور قرب النوافل کی حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اور یہاں فراست کی مثال ایک واقعہ بیان کر کے چھوڑتا ہوں۔ واضح ہو کہ زمانہ خلافت حضرت عثمان رض میں ایک شخص نے راستہ میں ایک عورت اجنبیہ پر نظر بد کر ڈالی پھر حضرت عثمان رض کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجلس کے عام لوگوں کو عام خطاب کر کے فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ تم میں کا آدمی میرے پاس آتا ہے اس حال سے کہ اُس کی آنکھوں نے زنا کیا ہے اگر ایسا ہی ہوا تو میں حد ماروں گا یہ روایت سنن وغیرہ میں موجود ہے۔ اس شخص نے دوسرے موقع پر بعد آنے کے تنہا حاضر ہو کر پوچھا کیا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی آتی ہے فرمایا کہ نہیں لیکن فراست ہے یعنی جو فراست مومن کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰت میں جو شخص بنور توفیق الٰہی سبحانہ تعالیٰ بنظر یاد سے اُس کو عجائب شان قدرت حضرت ذوالجلال والاکرام نظر آتی ہے۔ وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ۔ اور یہ گانوں البتہ راستہ پر ثابت ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یعنی راستہ نشان دار پر ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا راستہ واضح پر ہیں۔ فی التفسیر الشیخ الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی قریہ سدوم جس کو انقلاب صوری و معنوی و سنگساری پہونچا حتیٰ کہ بحیرہ گندہ خبیثہ ہو گیا وہ راستہ واضح پر ہے۔ آجتک اُدھر سے راستہ جاری ہے مانند قول تعالیٰ وانکم لتمرون علیہم مصبحین وباللیل یعنی تم انپر گذرتے ہو صبح کو اور راتوں میں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس واقعہ میں نشانی ہے مومنوں کے لیے یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ و انبیاء و مرسلین پر ایمان لائے وہ جو آثار دیکھتے ہیں اُن سے عبرت اٹھاتے ہیں اور پہچانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ قادر قوی عزیز کا انتقام تھا اس قوم بدکار سے اور جو لوگ کہ ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ و اُس کی قدرت کے محیط ہونے کو نہیں پہچانتے وہ اُس کو حوادث عالم پر محمول کرتے ہیں اور ستارہ کی گردش یا زمین کے اندر گوگرد و کوئلہ کی کان کی باہم رگڑ سے مشتعل ہونے وغیرہ پر محمول کرتے ہیں غرضکہ کل سے ایک سبب مستقل زعم کر لیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ مؤثر فی الحقیقۃ اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر واضح ہو کہ مومنین عام کے لیے اس میں ایک عبرت فرمائی اور متوسمین کے لیے آیات فرمائیں تو اہل توسم خاص ہیں اور ابن جریر نے اپنی اسناد سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو لوگوں کو

مقدورات غیب پر بلا علامت کے اور بدون علت و سبب کے بلکہ یہ فراست متعلق ہوتی ہے باکشاف اُس چیز کے جو غیب سے ظاہر ہو یعنی سر مقدور و خفیات ضمائر و مکنونات سرائر پس یہ روح ناطق بحق و سامع آواز غیب و مشاہد حق بحق ہوتی ہے پس نور حق سے بعد موصوف بصفات حق کے حکمت حق کے واسطے دیکھتی ہے پس جو بنظر حق دیکھے اور بسماع حق سُنے اور بکلام حق متکلم ہو اس پر مخفی کچھ نہ ہوگا مگر جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے کیونکہ حادث کو تحمل قدم کسی حال میں نہیں ہے۔ اقول اسی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام پر یوسف کا چاہ کنعان میں ہونا پوشیدہ رہا اور مصر سے بوے پیراہن سونگھے ہیں آئی شیخ نے کہا کہ جاننا چاہیے کہ فراست کے دس مرتبے ہیں از انجملہ بعض فراست پنجشم ظاہر حاصل ہوتی ہے اس طرح کہ منقلبات آیات و افعال کو عالم صورت میں دیکھتا ہے اور یہ تصرف حق بمقام آیات ہے تاکہ جو خلق کی نظر سے پوشیدہ فرمایا ہے وہ اس کو ظاہر ہو اور یہ تصرف فراست ظاہر پر عمر و بن تعلیم عقل و قلب و روح و نفس و سر و سر السر ہے اقول یعنی ان چیزوں کی معرفت حاصل ہو تو ظاہر میں جو افعال و تغیرات واقع ہوتے ہیں اور انپر پردہ امتحان و حجاب ہوتا ہے جس سے مخلوق اُس کو منوط باسباب وغیرہ دیکھتی ہے اہل حق اُس کے مکنون سر ہی سے واقف ہوتا ہے۔ دوم بسمع ظاہر کہ عارفوں کے کان سنتے ہیں عالم کی حرکات کو اور جو لوگ کہ بزبان خلق بولتے ہیں اور یہ گوش ظاہر ہے اور یہ فراست متعلق باسماع ظاہرہ ہے اور وہ بھی فراست ہے جو گوش باطن و قواے باطنیہ سُنتے ہیں۔ قسم سوم فراست یہ وہ ہے جو منظر سر کی صورت میں اشکال تصرف حق سے ظاہر ہوتے ہیں مثلاً آدمی کی زبان سے کوئی بات نکالی جاتی کہ مختلفت نہ باتوں سے اس کے بدن کے تمام بال بہراہ تصرف حق بولتے ہیں پس وہ اپنے نفس سے دیکھتا و سنتا ہے ظاہر میں دلائل ان امور کے جو غیب سے واقع ہونگے اور یہ قسم بھی متعلق بہ بینائی و سماعت و حرکت فطرت باطن و ایصال اثر بظاہر ہے چہارم قسم وہ ہے جو کہ اس باطن حاصل ہوتی ہے جہان کہ اس کی لطافت سے غائب چیزوں کے دلائل علامات بدلالت واضحہ لائح ہوتے ہیں پنجم قسم وہ کہ نفس امارہ کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں اس طرح کہ اس میں تمنا و جنبش ظاہر ہوتی ہے اور یہ ایک سر عجیب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ باب الغیب کا افتتاح چاہتا ہے تو آثار ابتلائی آثار کو نفس امارہ میں ڈالدیتا ہے خواہ محبوب کرکے کہ وہ تمنا کرنے لگتا ہے اور خواہ مکروہ کرکے کہ اُس کو گھبراہٹ ظاہر ہوتی ہے مگر یہ کوئی پہچانتا نہیں مگر وہی جو ربانی یعنی بندہ حق ہو کہ اعمال شرع ظاہر پر اور حلم و علم و رضا و تسلیم وغیرہ اعمال باطنہ پر مستقیم اور اپنی خواہشات کا مغلوب نہ ہو۔ قسم ششم وہ ہے جو قلب کو حاصل ہوتی ہے خواہ اس طرح کہ الہام سے اُس نے سُن لیا اور خواہ بطریق فعل کہ اس میں جو واقع ہوگا اس کی ٹھنڈک ظاہر ہونے لگی اور یا بطور کشف کے کہ دیکھکر جان لیتا ہے ہفتم قسم وہ ہے کہ عقل کو حاصل ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہے کہ وحی علمی کا بوجھ اس پر طاری ہوتا ہے پس وجود وحی و الہام سے اُس کو جان لیتا ہے جو حق عز و جل کا تصرف عنقریب واقع ہونے والا ہے اور یہ بھی اس کو ازراہ سمع و بصر حاصل ہوتا ہے۔ قسم ہشتم وہ ہے کہ روح کو فراست حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے اندر تصرف حق تعالیٰ کو دیکھتی ہے اور جو غیب سے ظاہر کیا جاوے اُس کو شاص نظر سے دیکھتی اور حق تعالیٰ سے سنتی ہے خواہ بطریق واسطہ یا بلا واسطہ نہم وہ قسم ہے کہ چشم سر باطن و سماع سر باطن ہوتی ہے کہ سر باطن تصرف صفت کو دیکھتا ہے اور حالت کو نور صفت میں ہونے کی علامت معائنہ کرتا ہے۔ دہم وہ ہے کہ سر السر میں اس کا حصول ہوتا ہے اور وہ ظہور قدرتہا ے غیبیہ کا باشکال ربانیہ روحانیہ ہے پس دیکھتا ہے تصرف ذات صفات میں اور سنتا ہے صفات کو بوصف حیثیت و خطاب از ذات بلا واسطہ اور اسی عارف کی انتہا ہے اور فراست حقیقیہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خلق کو ڈرایا ہے اس کلام سے کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی ڈرو مومن کی فراست سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے وہی فراست ہے اور جب ایسی فراست سے خوف واجب ہوا جو بنور حق دیکھتا ہے تو کیونکر ایسے شخص کی فراست سے خوف نہ ہوگا جو بحق دیکھتا ہے نہ بغیر حق۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سر ارمتا لہ میں اور اپنے حظوظ کے ساتھ میں اپنی اوقات سے چھپے ہوئے ہیں ان کا صادق اپنی جنبش میں اس پر زیادہ ظاہر ہے بنسبت اس کے صادق کے اپنے تعبد میں اور سر ایسے کاتبہ بطریق قہر ظاہر ہوتی ہے ایسی چیز کہ تجھے اس پر واقف کردے بطریق غیب پس ستر میں اپنے مطلع ہو کر ان کی اوقات میں فراست سے واقف ہو جاتا ہے۔ عباد وست کرد ۱۲ قال المترجم اس کلام کے معنے جہانتک مجھے ظاہر ہوتے ہیں یہ ہیں کہ سرائر اپنے قبضہ اختیار و قدرت میں نہیں ہیں بلکہ متصف بصفات آمیہ ہو کر اپنے حظوظ میں مشغوف اور

اپنے ذاتی اوقات سے پھیرے ہوئے ہیں اور اُن کی حرکت چونکہ بقبضۂ قدرتِ الٰہیہ ہے تو اُن کی تعبدی حرکت سے اس میں زیادہ صادق ہے کیونکہ شاید
تعبدی حرکت میں خود بسر اثر کا حظ ہو بخلاف اس حرکت کے پھران بسر اثر ہے غیر اختیاری طریقہ سے یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل کے اختیار سے ہمیشہ ایسی
بات ظاہر ہوتی ہے کہ کبھی بطریق ترانہ از حاجت و بخواہش تجھ کو وقوف ہوتا ہے کہ متفرس بلحاظ اُن کی اوقات کے انپر مطلع ہو کر معلوم کر لیتا ہے پھر
شیخ واسطی کا تتمہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان فی ذلک لآیات للمتوسمین واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ متوسمین وے ہیں جو نفوس سے
تفرس حاصل کرتے ہیں بعض نے کہا کہ مراد متفرس بنا ہے ہیں جن کو فراست عطا ہوتی ہے اور وے تین قسم کے ہیں فراست بنظر و بسماعت و بعقل اور اُنسے
بڑھ کر بحال کشف و مشاہدہ ہے بشرطیکہ جس کو یہ دونوں عطا ہوئے ہوں کہ اُس کی فراست غائب و حاضر دونوں میں صحیح ہوتی ہے۔ قال المترجم
مخلوقات الٰہی دو قسم کی ہیں اول وہ جو ظہور میں محسوس یا غیر محسوس موجود ہیں اور دوم جو پردہ غیب میں ہیں پھر ظہور کے غیر محسوس کی کبھی فراست بعقل
کلی ہے اور محسوس کی فراست بعقل جزئی ہو سکتی ہے اور اسی قسم کو لوگوں نے عوام کی سمجھ کے موافق بیان کیا ہے اور بعضے رسمی علوم کے پابند بھی اسی کو فراست
سمجھتے ہیں اور واضح ہو کہ اس میں بھی دو ملاحظہ ہیں واقع ہوئی ہیں ایک یہ کہ عقل جزئی کو پہنچا نہ ہوا اور دوم یہ کہ نہیں اور عالم معرفت سے یہ مراد ہے کہ اکثر یہ
ہے اس زمانہ میں عوام لوگ عقل جزئی اس کو سمجھتے ہیں جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے تتبع کرنے سے ایک کیفیت بطور مزاج کے انکشافی پیدا ہو جاتی ہے اور
یہ درحقیقت حواس ہی میں ان کو عقل سے کچھ تعلق نہیں ہے اور بعضے حکمائے اسلامیہ اشراقیہ مانند شیخ شہاب الدین مقتول کے بنابر قول بعضے آئمہ کے جن کا
بیان نفحات وغیرہ میں ہے تصریح کرتے تھے کہ اُس نے نادانی سے فلاسفہ کی اتباع میں غلو کیا اور وہ عالم عقل جزئی کو پہونچا اور وہیں توقف کر گیا
اور ہنوز عالم عقل کلی دور ہے تو عالم روحانی کا ذکر کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بعبادہ ہو العلیم الخبیر بعض نے کہا کہ متوسم وہ ہے جو بسر اثر کا متفرس ہو پس اگر
تجھے چاہیے کہ فی الحقیقۃ بواطن سے واقف ہو تو اُن کی گردش اختلاق اور موافقت کو معائنہ کر کے معلوم کر لے۔ شیخ محمد بن الحنیف رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ فراست کی تین قسم ہیں اول دریافت کر لینا ایسی بات کا جو آفات سے محفوظ اور نفوس میں پوشیدہ قائم ہے اور وہ احوال عوام خلق سے بالکل مخفی ہیں
اور یہ قسم مخصوص بانبیاء و رسل ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں کہا تھا کہ اس عورت کا حکم ظاہر ہے اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا
مترجم کہتا ہے کہ شاید نقل میں سہو ہوا ہے واللہ اعلم کیونکہ یہ امر شریک بن سحما کے طفل کے حق میں فرمایا تھا کہ اُس کی ایسی صورت ہو تو اُسی کا ہے اور
ایسا ہی ہوا تو فرمایا کہ لعان حکم الٰہی ہو چکا ورنہ میں اُس کو سزا دیتا کما فی الصحاح واللہ تعالیٰ اعلم۔ دوم تجلی اُن احکام خفیہ کی جو نفوس میں اللہ تعالیٰ نے
ودیعت رکھے ہیں جن کو وہ جانتا ہے اور یہ کشف بعضے خاصان حق کو صدیقین و اولیاء میں سے بھی بعد انبیاء کے ہو سکتا ہے جیسے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرما دیا تھا کہ یہ دونوں تیرا بھائی و بہن ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً قصہ یہ زنا سے نظری جس کو حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ نے بیان فرما دیا تھا وہ تیسری قسم میں سے ہو قسم سوم اطلاع قلوب وقت کشف کے اگرچہ بعید ہوا اور یہ مقرون بالہام الٰہی تعالیٰ ہے جیسے
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یا ساریۃ الجبل الجبل فرمایا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ باسناد صحیح اس طرح مرقوم و مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ اپنے زمانہ خلافت میں جمعہ کے روز منبر پر مدینہ میں خطبہ پڑھتے تھے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں حاضر تھی کہ ناگاہ آپ نے بلند آواز سے
یہ کہنا شروع کیا کہ اے ساریہ پہاڑ کو دیکھ پہاڑ دیکھ یعنے پہاڑ سے ڈرایا۔ پھر خطبہ بدستور پڑھنے لگے اور یہ ساریہ ایک شخص کا نام ہے جو نہاوند میں
آپ کی طرف سے ایک لشکر کے سردار تھے جو وہاں کفار پر جہاد کرتا تھا اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ کافروں نے پہاڑ پر کمین کی تھی جس سے غفلت ہونے میں
تمام لشکر ہلاک ہوا جاتا تھا پس آپ کی یہ آواز وہاں ساریہ رضی اللہ عنہ کو اور تمام لشکر کو یکساں پہونچی اور وے لشکر دشمن سے بچ گئے پھر اُن کو یہ معلوم
نہ تھا کہ آواز دینے والا کون تھا یہاں تک کہ بعد فتح کے جب غنیمت کا حصہ بیت المال لے کر ایلچی آیا تو اُس نے یہاں قصہ بیان کیا تو معلوم ہوا کہ
حضرت امیر المومنین علیہ السلام خلیفۃ الرسول صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی آواز تھی فافہم۔ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ سے فراست کو دریافت کیا گیا
تو فرمایا کہ فراست آیات ربانیہ ہیں یعنے پروردگار عزوجل کی طرف سے علامات بزرگی ہیں عارفوں کی پیشانی و چہروں پر پس اُن کی زبانیں موافق ان

آیات کے کلام کرتی ہیں اور وہ سچی پڑتی ہیں حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب پوچھا گیا تو کہا کہ فراست نظر حق ہے کہ بندہ اسی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ حقیقت حال سے جو خبر دیتا ہے وہی ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے قوم حضرت لوط علیہ السلام کا حال بیان کر دیا کہ بستی تہ و بالا کر دی اور جو اس قوم کے کسی مقام خارجی میں تھے وہ پتھروں کی مار سے مرے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا مختصر حال بیان فرمایا جن کا ملک سرسبز گنجان درختوں کی وجہ سے ایکہ کہلاتا تھا اور باوجود فراخی کے یہ لوگ مال کے واسطے فاجر و فاسق کافر تھے ناپ تول میں ڈنڈی مارتے اور دیہاتیوں سے خریدنے میں ان کو دھوکا دیتے اور موقع پاتے تو راستہ میں لوٹ مار کر لیتے غرضکہ نہایت دنی و کمینہ بدذات قوم تھے ہر چند حضرت شعیب علیہ السلام نے انکو نصیحت کی کسی طرح نہ مانے ایسے ہی اصحاب حجر کی بدکاریاں و دنیاوی ثروت کے لیے تھیں وہ بھی ہلاک ہوئے قال اللہ تعالیٰ

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۙ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَلَقَدْ كَذَّبَ

اور تھے ایکہ والے بے شبہ ظلم کرنے والے لوگ سو ہم نے ان سے بدلا لیا اور دونوں شہر کھلے راستہ پر ہیں اور ضرور جھٹلایا تھا

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۙ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

حجر والوں نے رسولوں کو اور ہم نے انکو دی تھیں اپنی نشانیاں سو وہ ان نشانیوں سے منھ موڑتے اور تھے کہ تراشتے تھے پہاڑوں سے اپنے

بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۙ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا

امن سے رہنے کا گھر سو انکو پکڑا آواز سخت نے انکے صبح کے وقت سو کچھ فائدہ نہ دیا انکو جو کچھ وے کماتے تھے اور ہم نے نہیں پیدا کیا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ

آسمانوں و زمین کو اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے مگر حق کے ساتھ اور قیامت تو ضرور آنیوالی ہے سو اچھی طرح اُسکے تجاوز کر بیشک تیرا رب

هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

وہی پیدا کرنے والا دانا ہے اور ہم نے تجھے عطا فرمائی سبع از مثانی اور قرآن بزرگ مت دوڑا دے اپنی آنکھیں

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا

اس چیز کی طرف جو ہم نے انکو متاع دی ہے ان میں سے ازواج کو اور مت ان پر غم کھائیو اور پست رکھیو اپنا بازو مومنوں کے لیے اور کہہ کہ میں ہی ہوں

النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔـلَنَّهُمْ

کھلا ڈر سنانے والا ہوں مثل عذاب کے جو اتارا ہم نے اہل کتاب پر جنھوں نے کر ڈالا کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے سو قسم ہے تیرے رب کی ہم ان سے پوچھیں گے

اَجْمَعِيْنَ ۙ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ

ان سب سے جو وے کرتے تھے سو تو ظاہر کر دے جو کہ تجھے حکم ہوا اور منھ موڑ لے مشرکوں سے ہم نے کفایت کر دیا تجھکو

الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ

ٹھٹھا کرنے والوں سے جو بناتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرا خدا سو نزدیک ہے جان لینگے اور ہم بیشک جانتے ہیں کہ تیرا

صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝

سینہ بھنچتا ہے اس سے جو وے کہتے ہیں سو تسبیح پڑھ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور رہ سجدہ کرنے والوں میں سے اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک آوے تجھکو یقین یعنی موت۔

وَاِنْ كَانَ اور بیشک تھے اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ایکہ والے لَظٰلِمِيْنَ ظالم لوگ۔ یہ قوم شعیب علیہ السلام تھی ضحاک و قتادہ وغیرہ نے کہا کہ ایکہ درخت گنجان کو کہتے ہیں اور ظلم ان کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے شرک کرتے تھے اور رہزنی کرتے اور ناپ تول میں کمی کرتے۔ کذا فی تفسیر الشیخ اور شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرتے (کہا گیا کہ درختان قدیم انکے استعمال کے تھے) اس ظلم کو قابل عذاب دنیاوی کر لیا اور ان کا قصہ سابق میں گذر چکا ہے اور ابن مردویہ

ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ دو قوم تھے دونون کی طرف شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اصحاب الایکہ قوم شعیب علیہ السلام ہے ملخص۔ علے ہذا شاید کہ دونون قومین شرک وبدکاری مین قریب قریب ہون۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے اُن سے انتقام لیا یعنے دنیا سے ان پر عذاب استیصال طاری کردیا اور یہ اس طرح ہوا کہ سات روز تک اُنپر سخت حرارت طاری ہوئی یہان تک کہ اُن کے دم گھُٹ گئے مگر کچھ مائل بایمان نہوئے آٹھوین روز ایک ٹکڑا ابر کا اُنکی طرف بھیجا گیا تو میدان مین نکلکر اُس کے سایہ مین جمع ہوگئے کہ اُن پر پانی برسا دے پس اُس سے آگ برسی کہ سب جلکر خاک ہوگئے۔ وَاِنَّهُمَا۔ اور یہ دونون قوم یعنے قوم لوط جنکا ویرانہ کور ہوئی اور قوم ایکہ اور شاید کہ شعیب کے دونون گروہ مراد ہون۔ لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ البتہ راہ مبین کشادہ پر ہین۔ یعنے اہل عرب براہ مدینہ شام کو جاتے تھے مین ان قومون کی بستیون کی طرف سے رہ مین گذرتے ہین اور ابتک انکے آثار ظاہر ہوتے ہین۔ قوم ایکہ بعد قوم لوط علیہ السلام کے ان سے قریب زمانہ ومکان کی راہ سے تھے چنانچہ قولہ وما قوم لوط منکم ببعید۔ مدین والون کو شعیب علیہ السلام نے سمجھایا و عبرت دلائی تھی۔ راستہ کو اسواسطے امام کہتے ہین کہ مسافر اسکی قدم سے مقصود تک پہنچتا ہے۔ امام مبین راہ ظاہر جیسا کہ ابن عباس و مجاہد و ضحاک وغیرہم سے مروی ہے پھر قوم ثمود کے واقعہ پر اللہ تعالے نے یہان ختم فرمایا بقولہ وَلَقَدْ كَذَّبَ۔ اور بیشبہہ جھٹلایا۔ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والون نے۔ ثمود کے دیس کا نام حجر ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ وہ پہاڑون کے درمیانی وادی کے رہنے والے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حجاز وشام کے درمیان ہے تبوک کو جاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام سے مع لشکر گذرے تھے اور اُن کے کچھ آثار ابتک قائم ہین غرضکہ یہ قوم عرب کی تھی اور المرسلین کی نسبت فرمایا اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والون نے۔ الْمُرْسَلِيْنَ۔ رسولون کو یعنے صالح علیہ السلام اپنے خاص رسول کو جھٹلانے مین سب رسولون کا جھٹلانا لازم آیا۔ جب صالح علیہ السلام نے اُن کو معجزات دکھلائے اور سمجھایا تو انھون نے انکار کیا مگر اس طور پر کہ اس پہاڑ سے ابھی ایک اونٹنی ایسی ایسی نکلے پس صالح علیہ السلام نے اُن کو روکا کہ ہٹ مت کرو اللہ تعالے تو اسپر قادر ہے کیونکہ کچھ ایمان نہ لائے تو عذاب سے ہلاک کیے جاؤگے نہ مانا اور اس پر اصرار کیا تو حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالے نے یہ معجزہ دیدیا کہ ایک پہاڑ کو جنبش ہوئی جیسے حاملہ اونٹنی پس اس مین سے شق ہوکر ایک اونٹنی نکلی اور اس اونٹنی سے اسی وقت ایک بچہ ہوا اور وہ بچہ بھی بڑا ہوکر ماں کے برابر ہوگیا اسقدر دیکھ لیا مگر پانچ یا زیادہ سردارون مین سے فقط ایک سردار مسلمان ہوا باقی جاہلون نے جادو وغیرہ پر محمول کرکے انکار کیا۔ شاید کہ ایک کی وجہ سے عذاب بالفعل موقوف ہوگیا یہی فرمایا۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا۔ اور ہم نے دین قوم ثمود کو اپنی نشانیان۔ حتے کہ اس اونٹنی کی یہ کیفیت تھی کہ ایسا اسقدر دودھ تھا کہ تمام قوم اپنے برتن اس کے دودھ سے بھر لیتی اور وہ کم نہوتا تھا۔ فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ مگر یہ قوم ان آیات سے منھ موڑے تھی کچھ عبرت نہین حاصل کرتی اور نہ اللہ تعالے پر ایمان لاتی تھی۔ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ۔ اور تھے کہ تراشتے تھے۔ مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑون سے بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ۔ اپنے رہنے کے گھر درحالیکہ مامون ہوتے یا درحالیکہ وہ گرنے سے بیخوف ہوتے یا چورون کی نقب یا دست گرنے وغیرہ سے نڈر رہتے بعض نے کہا کہ عذاب سے نڈر ہونے کے لیے بناتے اپنی طاقت و قوت ومکان کی مضبوطی پر بھروسا کرتے اور بعض نے کہا کہ پہاڑون کو کاٹ کر گھر بنالیتے کہ عمارت کی ضرورت نہو۔ شیخ امام ابن کثیر نے ضمیر بیخوفون سے حال قرار دیا اور معنے بتلائے کہ نڈر ہوکر پہاڑون کو کاٹتے وگھر بناتے یعنے بدون خوف کے اور بدون ضرورت کے ایسا کرتے تھے اور یہ اترانا وبیہودہ عبث دنیاوی تھا چنانچہ وادی الحجر مین اُن کے مساکن دیکھنے سے ظاہر ہوا جہان حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے گذرے تھے اور وہان پہنچنے پر آپ نے سر نیچا فرمایا اور سواری کو تیز کردیا اور اپنے اصحاب کو منع فرمایا کہ مت جاؤ ایسی قوم کی آبادی مین جو عذاب الٰہی سے ہلاک کی گئی ہین مگر اس طرح کہ تم روتے ہوئے جاؤ اور اگر رونا نہ آوے تو تم منہ یاد کرو اور قوم کی حالت یاد کرکے رونے والے بنو اس خوف سے کہ ایسا نہو جو اُن کو پہنچا وہ تم کو پہنچے۔ اقول بعض اصحاب نے وہان جانے مین جلدی کی تھی اور بعضون نے قوم ثمود کے کنوین سے ہانڈیان چڑھائی تھین پس آپ نے حکم دیکر ہانڈیان لٹوادین اور آٹا گوندھا جانورون کو کھلوادیا اور کوچ کا حکم دیا پھر آگے جاکر مومنون کا جہان کنوان تھا اُس پر اُترے اور نالا بہ سبیل پر ناقہ کی آمد ورفت کا ناکہ دکھلایا وتمام

الحدیث فی الصحاح. ظاہر یہ ہے کہ نڈر و بے خوف ہونے کو بتاتے جبکہ پیغمبر علیہ السلام نے اُن کو ڈرایا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ پس اُن کو پکڑا سخت
آواز نے مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے جب وے صبح کے وقت میں تھے اور سابق میں رجفہ مذکور ہوا ہے ظاہر آگے پیچھے ملے ہوئے دونوں واقع ہوئے اور بات
یہ ہوئی کہ اونٹنی پیدا ہونے پر جب باقی ایمان نہ لائے تو حضرت صالح نے افسوس کیا اور تاکید کی کہ اچھا اس اونٹنی کو کچھ ایذا نہ دینا شاید تم عذاب
سے بچو چنانچہ عرصہ تک وہ اونٹنی جاڑوں میں وادی کے اوپر رخ میں دھوپ میں چرتی تو اُس کی درازی جسم و خوفناک ہیئات کلان سے اُسکے
جانور بھاگ کر وادی کے اندر رُخ میں ہو جاتے اور سردی کھاتے پھر گرمیوں میں وہ اندر رُخ میں آجاتی تو اُنکے جانور بھاگ کر وادی کے اونچے رُخ
میں جاتے اور پانی بطور چشمہ کے وسیع تالاب میں جمع ہوتا تیسرے روز اونٹنی مع بچہ کے سب پانی پی جاتی تو دوسرے روز کا باقی قوم کو ملتا آخر نڈر ہوگئے
اور اپنے لوگوں میں سے شقی بدتر کو آمادہ کیا کہ اونٹنی کو قتل کر دے۔ حدیث میں ہے کہ یہ اشقی شخص ایسا تھا کہ لوگ اُس کی عزت کرتے اور اُس کے کہنے پر
چلتے اور کسی کا صدمہ اُس کو نہیں پہونچ سکتا تھا جیسے قریش میں عبد بن زمعہ یا فرمایا جیسے ولید ہے [قد ار ۱۲] پس اُس شقی نے اونٹنی کی راہ میں موقع پا کر اُس کی پچھلی
ٹانگوں پر تلوار ماری کہ وہ آسانی سے زمین پر گری اور لوگوں نے تیغ ہو کر دیکھا کہ عذاب تو نہیں آیا پس دلیر ہو گئے اور صالح علیہ السلام سن کر فوراً گئے اور دیکھ کر
روئے اور قوم سے کہا کہ تین روز تم کو مہلت ہے چوتھے روز ہلاک کیے جاؤ گے اور تمہارے منہ سرخ و زرد و سیاہ ہو جاویں گے جب دوسرے روز
سے یہ شروع ہوا تو گھبرا کر صالح سے دعا چاہی انہوں نے کہا کہ قبول نہ ہوگی مگر اس طرح کہ تم اُس کے بچہ کو لا کر اُس کی خدمت کرو مگر جس وقت اونٹنی ماری
گئی بچہ اُسی وقت بھاگ کر پہاڑ پر چلا گیا اور مروی ہے کہ جس شخص نے ایسا کیا تھا وہ اُس کی تلاش میں پھر انکو ثابت ہوا کہ جس وقت ماری گئی تو
بچہ پہاڑ پر چلا گیا اور وہاں وہ کئی آواز سے اپنی ماں کو پکارا پھر پہاڑ شق ہوا اور وہ اس میں سما گیا جب نہ ملا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تین روز
تک تلاش کرو چوتھے روز عذاب ہے پس اپنے چہروں کا بگڑنا دیکھ کر یقین کر لیا اور شام سے کفن پہنکر بیٹھے اور واویلا کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور
عذاب نہ آیا تو کچھ مطمئن ہوئے اور سمجھے کہ صالح علیہ السلام کی طرف سے نہیں بلکہ اونٹنی کے گوشت کی تاثیر ہے یہ حجۃ فی اللہ تعالےٰ کی طرف سے بہانا
ہوتا کہ یکبارگی زلزلہ سخت آیا کہ سب گھبرا کر گھٹنوں کے بل جھک گئے اور ساتھ ہی ایک سخت دل پھاڑنے والی آواز نے سب کو ہلاک کر دیا اور یہ
نہیں قدرت آلہیہ تھی کہ صالح علیہ السلام مع مومنین کے اس صدمہ سے محفوظ رہے۔ اور کافروں کا کنواں و بستی علیحدہ تھی اور مومنوں کا کنواں اور
بستی علیحدہ تھی جیسا کہ حدیث صحاح میں غزوۂ تبوک جاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا اور تابعین نے چاہیں
نے متواتر اس کو دیکھا ہے۔ واضح ہو کہ جب اپنی ہٹ سے کافروں نے اونٹنی مانگی اور دیئے جانے پر ایمان نہ لائے تو بعض کے ایمان سے عذاب رفع
ہوا تھا مگر یہ شرط کر دی تھی کہ ناقہ کو کوئی نہ ستانا اور اُس کا پانی نہ روکنا ان لوگوں نے باوجود اس راحت و منفعت کے جو اونٹنی سے پہونچتی تھی
کہ سب [illegible] بھاگ گئے تھے اور دودھ وغیرہ کثرت سے ملتا تھا ان کافروں نے تھوڑی سی تکلیف بھی گوارا نہ کی اور چند روز کے بعد بالکل بیخوف ہو کر
اس کو قتل کرایا اور قاتل کو اللہ تعالےٰ نے اشقی یعنی سب سے زیادہ بدبخت فرمایا ہے حالانکہ وہ اونٹنی ایک عجیب معجزہ تھا جس کا باقی رکھنا علیہن فرض تھا
لیکن لوگوں نے دنیاوی مال متاع و شہوات پر مغرور ہو کر اُس کو قتل کیا۔ فَمَا اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ سو کچھ بھی دفع نہ کیا اُن پر سے اس
چیز نے جسکو کماتے تھے یعنے قوت و مال و پہاڑوں کے مکان اور سب سامان و بدکاری کے افعال جن پر مغرور تھے کوئی کام نہ آیا اور ان کے آسمانی
خداؤں نے اُن پر سے عذاب کچھ دفع نہ کیا بلکہ جب گرفتار ہوئے تو افسوس ہے کہ برابر دائمی عذاب میں پڑ گئے اور اسوقت اُن کی آنکھ کھلی جس سے دوبارہ
زندہ انہیں ہو سکتے اور نہ کچھ تدارک کر سکتے ہیں۔ اور واجب ہے کہ آدمی ان کی عبرتناک حالت کو دیکھکر خوفِ الٰہی سے تھرا اٹھے کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ
خطاداری میں ہے اور ہم لوگ تو سراسر خطادار ہیں اور کون شخص ہے کہ حضرت رب العزة جل شانہ کی معرفت اُس کے لائق اور اس کی عبادت اُس کی
شان کے لائق کر سکتا ہے اسی واسطے حدیث ابن مردویہ رحمہ اللہ تعالےٰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک جاتے ہوئے حجر میں قریب مکانات ثمود کے اُترے پس لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی لیا جن سے ثمود پیا کرتے تھے اسی پانی

سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں چڑھائیں جب آپ پیچھے سے وہاں پہونچے تو یہ دیکھکر اُن کو حکم دیا کہ ہانڈیاں بہا دو اور آٹا اونٹوں کو کھلا دو حالانکہ لشکر
میں بہت تنگی و تشنگی تھی پھر وہاں سے کوچ کر کے اُس کنوئیں پر پڑاؤ کیا جس سے ناقہ پانی پیتا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا کہ ثمود کے مکانات
میں مت جاؤ جو قوم عذاب کی گئی ہے کہ مجھے خوف ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم کو ویسا ہی پہونچے جو اُن کو پہونچا سو تم اُن کے وہاں مت جاؤ۔ مترجم
کہتا ہے کہ یہ کمال شفقت تھی اور اس میں بعض اسرار ہیں فافہم اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے حجر والوں کے حق میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ تم اس قوم کے وہاں مت جاؤ مگر اس صورت سے کہ روتے ہوئے ہو اور اگر ایسے نہ ہو تو اُن کے
وہاں مت جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم کو وہی پہونچے جو اُن کو پہونچا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سورۂ ہود میں یہ قصہ مفصل احادیث سے گذرا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم موافق عادت شریف کے لشکر کے پیچھے چلتے اور لڑائی کے وقت آگے ہوتے تھے پس جب تک آپ پہونچیں کچھ لشکر پہلے پہونچ گیا
اور بعضے لوگ متفرق ہو کر کام میں مشغول ہوئے اور بعضے لوگ قوم ثمود کے کھنڈلوں میں دیکھنے گئے تھے جب آپ پہونچے تو اُن سب کو بلوایا اور یہی
ارشاد فرمایا انتہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عقول سلیمہ والے بندوں کو ارشاد فرمایا کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے مگر حق کے ساتھ یعنی یہ سب مخلوقات باطل نہیں
ہے بلکہ انتہا سے حکمت پر ہے اور سب کے نتائج و فوائد ہیں۔ اسی حکمت کا اقتضا تھا کہ ایسی قوم جیسے سدوم والے یا ایکہ والے یا حجر والے تھے ایک قسم
عذاب سے ہلاک کیے جاویں کہ اُن کے افعال دیکھا دیکھی تمام زمین پر نہ پھیلیں بلکہ ان کا فساد دفع ہو جاوے اور اُن کی عبرتناک حالت سے
دوسروں کی اصلاح ہو اور یقین ہو کہ جزا و سزا واقع و ثابت ہے۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ۔ اور ضرور قیامت آنے والی ہے پس اگر دنیا
میں کسی پر عذاب شروع نہ ہوا تو ضرور قیامت میں اُس کو سزا ملے گی اور یہ بالکل باطل خیال ہے کہ ہم خاک ہو جاویں گے یا دوسرا جنم ہوگا بلکہ جنہے
پیدا کیا وہ اُن کو جس طرح چاہے رکھے اور جس طرح جتنے بار چاہے پیدا کرے تو جب اُس نے مقرر کر دیا کہ قیامت میعاد مقرر ہے تو باقی خیالات
خام ہیں پس وہ کافروں سے انتقام بعذاب فرماوے گا اور نیکوکاروں پر رحمت و فضل و احسان فرماوے گا۔ واضح ہو کہ جو شخص مر گیا اُس کی قیامت
آ گئی کیونکہ اُس پر آثار عذاب یا ثواب مترتب ہو جاتے ہیں اور بعد موت کے اس کے لیے کوئی موقع ایمان کا نہیں رہا اور دنیا کی چند روزہ زندگی
غنیمت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ایمان و توفیق خیر عطا فرماوے اور نیکوکار چند روز تک ہر حال سے نیک طور پر زندگی بسر کر لیتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو آپ کی قوم قریش وغیرہ کی طرف سے ایذا پہونچی تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ سو تو اُن سے درگذر کر اور
نیک طریقہ سے اُن سے اعراض کر یعنے اُن پر عذاب کی خواہش میں جلدی مت کر اور ایسا ہو تا کہ جیسے باوقار حلیم درگذر فرماتا ہے مجاہد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے کہا یہ حکم اُس وقت تک کے لیے تھا کہ جہاد کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور ایسا ہی عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور دیگر علماء نے کہا کہ اس
آیت میں تو نیک خلق کے ساتھ برتاؤ کا حکم ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحکم قول تعالیٰ انک لعلی خلق عظیم۔ کمال درجہ خلق نیک پر تھے اور جہاد
تو ایک طاعت عظیم ہے وہ خلق نیک سے منافی نہیں ہے بلکہ مراد یہ کہ ہر نیک و بد کے ساتھ اپنا برتاؤ موافق رضا سے حق تعالیٰ کے ہو اور ہر ایک
جس چال چلتا ہے اُس میں اُس کے واسطے بھلائی چاہے اور باقی حال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ۔
تیرا رب وہی اچھا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اس مقام پر کمال معرفت ہے کہ حق تعالیٰ خالق ہے اور خالق اپنی مخلوق کے پیدا کرنے
میں ہر طرح قادر ہے اور اُس کی ذرہ ذرہ ماہیت و حقیقت سے اور جس لائق وہ ہے اور جو اُس سے ہوگا سب جانتا ہے تو اُس نے اپنی قدرت و اختیار
سے باوجود علم قدیم کے ہر ایک کو پیدا کیا ہے اور چونکہ اُس کی بے انتہا وسیع سلطنت میں تمام زمین بلکہ جو کچھ نظر آتا ہے ذرہ سے بھی کم ہے کیونکہ کسی
عدد کو بے انتہا کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہیں ہے تو اس ذرہ سے بدتر زمین میں آدمی کا وجود تو ذرہ کا کئی کروڑواں حصہ بلکہ کم ہے پھر بنیاد ہوا اُس کو
یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا حکمت بالغہ کا بھید دریافت کرلے کہ یہ کیا شان ہے پس سراسر جہالت اُس کی جو حق کو نہ مانے اور اپنی رائے

دخیال میں سرگردان ہوکر آخر خوار و ندامت سے شرمسار و لاچار ہوا اور البتہ عادت الٰہی سبحانہ بلحاظ اکثریت کے جاری ہے کہ جو لوگ آخرت کو اختیار کریں اُن کو وہ بیچوفی و خود مختاری دنیا میں نہو جو آخرت سے منکروں اور دنیا کے لینے والوں کو ہو فلہذا دنیا والوں سے تجاوز و اعراض کرنا اور اُنپر رحم کرنا ضروری ہے ولیکن اس قدر دیکھنا ضرور ہے کہ یہ امر خیر ہے اور یہ بات بدتر ہے اور ہر بشر قبضۂ تقدیر میں اپنا اپنے حال پر ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نعمت کی طرف توجہ دلائی جو اُن کو عطا فرمائی اور اُن کے طفیل میں ہم سب مسلمانوں کو عطا فرمائی الٰہی یہ نعمت ہم پر کامل کردیجیو کہ ہم ایمان پر وفات پاویں اور وہ یہ ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ۔ اور البتہ ہم نے تجھے دی سبع از مثانی اور قرآن عظیم۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ مت دوڑانا اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف جو ہم نے لوگوں کو اس میں سے تمتع دیا ہے اقسام مال سے جوڑی جوڑی خلاصہ یہ کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے آپ کے اُمتی بندوں کو جو ایمان کے نور سے سرفراز ہوگئے ہیں توجہ دلائی کہ ہم نے سبع مثانی و قرآن عظیم سی نعمت تجھے دیدی اب تو ہرگز دنیاوی اموال جو چند روزہ متاع اُن کو دی ہے اس طرف توجہ مت کرنا یعنے ہر ایک کو دیکھ کہ کافروں کو جو کچھ دیا وہ محض ہیچ پوچ ہے اور جو تجھ کو دیا ہے وہ بے انتہا نعمت ہے۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ سبعا من المثانی والقرآن العظیم میں دو قول ہم کو پہونچے ہیں اول یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک وغیرہم تابعین رحمہم اللہ نے کہا کہ سبع طوال مراد ہیں یعنے سبع مثانی سبع طوال ہیں اور باقی قرآن عظیم یا سب قرآن عظیم میں سے سبع مثانی سبع طوال ہیں اور مراد سبع طوال سے سورہ بقرہ و آل عمران و سورہ نساء و مائدہ و انعام و اعراف و یونس ہیں اور ابن عباس و سعید بن جبیر نے سورۂ یونس کو صریح بیان کردیا ہے اور شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان سورتوں میں فرائض و حدود اور قصص و احکام مکرر بیان فرمائے ہیں اور ابن عباس نے کہا کہ ان میں امثال و اخبار و عبرت کو مکرر فرمایا ہے اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ سفیان (ابن عیینہ ۱۲) رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مثانی وہ دو صدی سورتیں ہیں بقرہ و آل عمران و نساء و مائدہ و انعام و اعراف اور ایک سورہ انفال و براءۃ ملا کر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب مجموعہ کسی اور پیغمبر کو نہیں دی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف دو ان میں سے دی گئیں یہ روایت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ ان میں سے عطا ہوئی تھیں جب انھوں نے الواح کو ڈالدیا تو چار اٹھالی گئیں اور دو باقی رہیں۔ قال المترجم بعضے راویوں سے وہم ہوا کہ انھوں نے دو اٹھائی اور چار باقی روایت کیں اور مقصود ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ ہم نے تجھے ساتوں مثانی دیدیں یعنے اور کسی کو جملہ ہفت نہیں دیں اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سبع مثانی یہ سبع طوال ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہی قرآن عظیم ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنے یہ ہوئے کہ عظیم قرآن جو سبع طوال ہیں ہم نے سب تجھے عطا فرمائیں اور مترجم کا گمان ہے کہ یہی قول ارجح و اصح ہو اگرچہ ایک جماعت علمائے شافعیہ نے قول دوم کو ترجیح دی ہے چنانچہ شیخ امام نے بھی نقل کیا کہ قول دوم یہ ہے کہ سبع مثانی وہ سورہ فاتحہ ہے اور وہ سات آیات ہیں اور یہ قول بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عمر و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ساتویں آیت بسم اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے مخصوص فرمایا ہے اور یہی ابراہیم نخعی و عبد اللہ بن عمیر و ابن ابی ملیکہ و شہر بن حوشب و حسن بصری و مجاہد کا قول ہے اور قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ سبع مثانی وہ فاتحہ کتاب ہے اور وہ سات آیات ہیں ہر رکعت فرض میں مکرر اور ہر نفل میں مکرر پڑھی جاتی ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ بڑا شبہہ اس بارہ میں احادیث کثیرہ ہیں کہ سورۃ الحمد میں سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیت ہے اسی واسطے ایک جماعت علمائے حنفیہ میں سے اس طرف گئی ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے اگرچہ وہ ایک آیت تنہا اتری تھی اور مقصود اس سے فصل درمیان سورتوں کے تھا مگر وہ بالاتفاق ایک آیت قرآن سے ہے تو اس میں منافات نہیں کہ وہ سورۃ الفاتحہ سے جزو کردی

گئی اور احادیث اس بارہ میں بھی صریح ہیں کہ سورۃ الفاتحہ کی قرأت فرائض ونوافل کی رکعت میں ضرور ہے اگرچہ معروف متون فقہ میں فرض قراءۃ فقط اول دو رکعت میں یا بطریق اختیار اول دو رکعت یا آخر دو رکعت میں مذکور ہے اور باقی میں نہیں اور فاتحہ تمام کی قراءۃ واجب کہتے ہیں سورۃ بھی فقط دو رکعت میں ولیکن مقتضا سے دلیل یہی ہے کہ قراءۃ فاتحہ ہر رکعت میں واجب ہے خواہ حقیقۃ یا تقدیراً اور جس نے ترک کیا اُس کی نماز بدیانت واجب الاعادہ ہو واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب. بالجملہ قول دوم یہ تھا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے پھر شیخ نے کہا کہ اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے اختیار کیا اور حجت ان احادیث سے لایا جو سورۃ الفاتحہ کے فضائل میں ہم نے اول میں نقل کر دی ہیں اور بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس مقام پر دو حدیثیں لکھی ہیں اول ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف گزرے در میں نماز میں تھا پس آپ نے بلایا تو میں نہ آیا یہاں تک کہ نماز پڑھ لی پھر آیا تو فرمایا کہ تجھے کون چیز مانع ہوئی میرے پاس آنے میں تو میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا تھا فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم. پھر فرمایا کہ میں تجھے نہ بتلاؤں ایک سب سے بڑی سورۃ قرآن میں قبل اس کے کہ مسجد سے نکلوں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور فرمائیے پھر آپ باہر جانے لگے تو میں نے یاد دلایا پس فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین یہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں. دوم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام القرآن وہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے پس یہ تنصیص ہے کہ سورۃ الفاتحہ یہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے ولیکن اگر یہی وصف سبع طوال وغیرہ کا بھی ہو تو کچھ منافی نہیں ہے کما قال تعالےٰ اللہ نزل احسن الحدیث کتاباً متشابہاً مثانی جیسے کہ قولہ تعالےٰ لمسجد اسس علی التقوےٰ الآیہ کا شان نزول مسجد قبا ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد شریف کی طرف اشارہ کیا انتہی کلام مترجماً اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جزم و تنصیص محل تامل ہے اس واسطے کہ جب اکابر صحابہ مثل حضرت علی و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دونوں قول مروی ہیں تو انہیں سے قول ثانی کو حقیقت اور اول کو مجاز قرار دینا بدلیل فضائل سورۃ الفاتحہ کے بعید ہو کیونکہ حقیقت میں سبع طوال اُس کی مصداق ہیں اور سورۂ فاتحہ پر اطلاق بطریق فضیلت ہے اور یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ آیت میں مراد سبع طوال ہیں اور بوجہ اشتراک فضیلت کے فاتحہ کو اس سے موسوم فرمایا اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے قرآن پاک کی تفاصیل کو سورۂ فاتحہ میں مجمل فرمایا اور سورۂ فاتحہ کو آیہ بسم اللہ میں جیسا کہ حسن بصری وغیرہ سے تفسیر سورۂ فاتحہ میں مذکور ہوا پس جیسے قولہ تعالےٰ ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ہن ام الکتاب میں ام الکتاب سے سورۂ فاتحہ مخصوص نہیں ہے بلکہ محکمات آیات جس قدر ہیں سوائے متشابہات کے سب ام الکتاب ہیں ولیکن سورۃ الفاتحہ کے فضائل سے ثابت ہوا کہ وہ ان ام الکتاب آیات کی جو تفصیلاً آئی ہیں اجمالاً جامع ہے پس اس سورہ کو ام الکتاب کہا گیا پس فرق باجمال و تفصیل ہے اسی طرح سبع مثانی و قرآن عظیم بھی سبع طوال ہیں جیسا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنے تفصیلاً سبع مثانی یہ سبع طوال ہیں اور انھیں کا اجمال یہ سورۃ الفاتحہ ہے پس خلاصہ یہ کہ آیت کریمہ میں تخصیص کرنا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے بعید ہے اور حق یہ ہے کہ سبع مثانی و قرآن عظیم بطریق تفصیل تو وہ قول اول یعنی سبع طوال ہیں اور بطریق اجمال سورۂ فاتحہ ہے اور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ مثانی سے مراد کل قرآن ہے بدلیل قولہ کتاباً مثانی تقشعر الآیہ اور یہی قول ضحاک وطاؤس وابو مالک کا ہے پس ان اکابر رضی اللہ عنہم کے قول میں تخالف و تسامح مجاز نہیں ہے کیونکہ اگر تخصیص مراد سبع مثانی سے فاتحہ لیتے ہو تو بطریق صدق الوصف کے سبع طوال کو انھوں نے سبع مثانی کہا اور یہ مجاز ہوگا پس ارجح یہ ہوا کہ دونوں قول ان کے متفق و صحیح ہیں اور فرق باجمال و تفصیل ہے اور جو احادیث دربارۂ فضیلت سورۃ الفاتحہ کے وارد ہیں اور جن میں یہ وہم ہوتا ہے کہ یہی سبع مثانی ہے تو اس سے یہ معنی لینا کہ سبع طوال مراد نہیں بلکہ بطریق صدق الوصف داخل ہیں بعید ہے اور حق یہ ہے کہ مجمل و مفصل میں سے جس کی نسبت کہو کہ یہ وہی ہے صحیح ہے فافہم والحمد للہ رب العالمین. اور یہ جو بعض نے حجت کی کہ یہ سورہ مکی ہے اور سبع طوال اکثر مدنی ہیں تو ہم نزدیدینا بصیغہ ماضی نہ ہوا پس مراد فاتحہ ہے تو جواب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بھی مدنیہ ہے بقول مجاہد باوجودیکہ انھوں نے سبع طوال سے تفسیر کی ہے علاوہ بریں تہ علم الٰہی میں مقدم تھی فافہم. پھر قولہ لا تمدن عینیک. اس میں ابن عباس رض نے کہا کہ آدمی کو منع کیا گیا ہے کہ دوسرے کے مال کی طرف نظر ڈالے،

مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مقصود اُمت والے ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم پر خزائن زمین اور تمام
بادشاہت پیش کی گئی اور آپ نے منظور نہ کی اسی واسطے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالے نے اس آیت میں کہا کہ جسکو قرآن دیا گیا پھر اُس نے کسی
ایسی چیز پر نظر ڈالی جس کی تحقیر قرآن میں مذکور ہے تو اُس نے قرآن کی مخالفت کی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ قولہ لا تمدن عینیک
الآیہ کے معنے یہ ہیں کہ تو قرآن عظیم کی نعمت جلیلہ لے کر بالکل بے پروا ہو جا اُس چیز سے جو متاع دنیا و اصناف اموال لوگوں کو دیے گئے ہیں اور واضح
ہو کہ حدیث میں آیا ہے کہ لیس منا من لم یتغن بالقرآن ہم میں سے نہیں جس نے قرآن پاک کے ساتھ تغنی نہیں کی۔ شیخ ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ استغنا نہ کیا یعنے قرآن مجید کے ساتھ باقی ہر چیز سے استغنا و بے پروائی ہو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت کی دلیل سے یہ معنے
حدیث کے صحیح ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حدیث میں یہی معنے مراد ہیں۔ پھر اُس کا شان نزول اس طرح ہے کہ ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے روایت
کیا کہ ابو رافع صحابی رضی نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنا نہ تھا کہ آپ اصلاح حال
کریں پس آپ نے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ محمد رسول اللہ صلعم تجھ سے کہتا ہے کہ مجھے آٹا قرض دے یعنی بعد رجب کے چاند دیکھنے تک۔ اُس نے کہا
کہ نہیں مگر رہن کے ساتھ دونگا پس میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا پس آپ نے فرمایا کہ یہ تو قطعی ہے کہ میں اُس کا جو آسمان میں ہے
اور اُس کا جو زمین میں ہے امین ہوں اور اگر اس نے قرض دیا ہوتا یا بیچا ہوتا تو میں اُس کو ضرور ادا کرتا پھر جب میں آپ کے پاس سے نکلا
اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی لا تمدن عینیک الآیہ گویا اللہ تعالے نے اپنے نبی علیہ السلام کو دنیا سے تعزیت کی۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ
تعالے نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ آدمی کو منع کیا گیا کہ دوسرے کی مال کی تمنا کرے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے ازواجاً کو
کہا کہ وہ اغنیا ہیں پھر اللہ تعالے نے اُن کے اموال سے اعراض کا حکم دیا یعنے اُن کی ذات سے اعراض اور عدم التفات کا حکم دیا قولہ
ولا تحزن علیہم۔ اور ان کافروں پر غمگین مت ہو۔ یعنے جس طرح یہ لوگ کفر و عناد پر عزم مضبوط کر چکے ہیں تو تو بھی اُن کے ایمان کا شوق
بقولہ تعالی علیکم بالمؤمنین تو تجھے چاہیے کہ اللہ تعالے پر بھروسا کر کے جو راہ مجھ پر ہے وہ سب کو دکھلا دے و سنا دے تا کہ لینے والے راہ پر آ جاویں
بعضوں نے کہا کہ ہم نے جو کچھ ان اقوام کو دنیا سے دیا ہے تو اُس کی فرحت ہو نہ اُس پر غمگین ہو یہ معالم التنزیل میں اسناد خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کسی بدکار کو تو نگر دیکھ کر خوش نہ ہو کیونکہ تجھے نہیں معلوم کہ اپنی موت کے بعد وہ کس چیز سے
ملنے والا ہے اور اُس کے لیے اللہ تعالے کے یہاں ایسی قاتل چیز ہے کہ اُس کے ساتھ کبھی مرنے والا نہیں ہے ابو ہریرہ رضی سے پوچھا گیا کہ وہ کیا چیز ہے فرمایا کہ آگ ہے۔
صحیح مسلم میں ہے کہ دیکھو اپنے سے نیچے والے کو اور مت دیکھو اُس کو جو تم سے بڑھا ہو کیونکہ یہی اچھا لائق ہے کہ تم اللہ تعالے کی نعمتوں کا انکار نہ کرو۔ شیخ
عوف رضی نے کہا کہ میں تو نگروں کی صحبت رکھتا تھا تو کوئی شخص مجھ سے زیادہ دل میں غمناک نہ ہوتا تھا میں اپنے سے اچھا سواری کا جانور دیکھتا
اور اپنے سے اچھا کپڑا دیکھتا پھر جب میں نے اس حدیث کو سنا تو فقیروں کے ساتھ بیٹھنے لگا پس مجھے راحت حاصل ہو گئی۔ واخفض جناحک
للمؤمنین۔ اور پست کر اپنا بازو واسطے ایمان والوں کے یعنے اپنا بازو شفقت سے اُن کے واسطے نرم رکھنا اور اُن کے ساتھ
تواضع پیش آنا ایسی ہے کہا گیا کہ مومن اگرچہ کثیر المال ہو فقیر ہے اس لیے کہ اُس نے اپنی جان و مال کو اللہ تعالے کے واسطے فروخت کر دیا ہے
اور جو کچھ اُس کے پاس ہے سب میں وہ اللہ تعالے کی طرف سے امانت دار ہے کہ موافق حکم الٰہی تعالے کے اپنی ذات پر اور اہل و عیال اور اہل استحقاق
پر خرچ کر دیتا ہے۔ وقل انی انا النذیر المبین۔ اور کہہ دے کہ میں بس صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ یعنی اس غفلت کی جگہ میں تا بعد
لوگ عذاب سے ڈرائیں اُن کو صحیح سچی صاف خبر دیتا ہوں کہ اُن کے پیچھے عذاب ہولناک ہے اور ظاہر ہے کہ عذاب ہولناک سے جو جو ہونا
دنیا کی تمام راحت و آرام میں ہے پس ڈرو اس عذاب سے جو سامنے ہے صرف چند انفاس کا پردہ حائل ہے۔ کما انزلنا علی المقتسمین
جیسا عذاب ہم نے اتارا بٹ کرنے والوں پر۔ یعنے ڈرو ایسے عذاب سے جیسا ہم نے اقتسام والوں پر اتارا اور کرخی رحمہ اللہ تعالے نے کہا

کلام مین مقدر جملہ ہے اے انزلنا الیک کما انزلنا الخ یعنے ہم نے تجھ پر کتاب اُتاری جیسے اگلون پر اُتاری تھی جنھون نے اُس کے ٹکڑے کر دیے یا
بعض باتون پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کیا۔ زمخشری کے نزدیک سابق آیت انا کے متعلق ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ
اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ لوگون سے کہدے کہ مین تم کو صاف ڈرسناتا ہون عذاب الیم سے کہ اگر میری تکذیب کر
تو تم پر ضرور عذاب ہوگا جیسے تم سے اگلی اُمتون پر ہوا جنھون نے اپنے اپنے پیغمبرون کو جھٹلایا اور اللہ تعالے کے احکام پر ایمان نہ لائے پس اللہ تعالے
نے اُنپر عذاب و انتقام اُتارا۔ المقتسمین وہ لوگ جنھون نے قسم کھائی باہم کہ انبیاء کی مخالفت کرین اور اُن کی تکذیب کرین اور اُن کو اذیت دین جیسے
قوم صالح کے حال سے آگاہ فرمایا کہ تقاسموا باللہ لنبیتنہ واہلہ الآیہ یعنے باہم ملکر قسم کھائی کہ راتون جاکر صالح و اُس کے لوگون کو قتل کر دین۔ اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ باہم قسم کھائی مانند قولہ واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت اور قولہ اولم تکونوا اقسمتم من قبل الآیہ یعنے
نہایت سخت قسم کھائی کہ اللہ تعالے نہین اُٹھائے گا جو مرگیا اور جیسے کہا کہ کیا نہین تم قسم کھاتے تھے پہلے کہ تم کو زوال نہین ہے غرضکہ گویا کسی
چیز کا انکار نہ کرتے تھے مگر آنکہ اس پر قسم کھاتے تھے تو مقتسمین ان کا نام ہوا۔ انتہی۔ اور معالم وغیرہ مین قریش وغیرہ کے مقتسمین کو لکھا کہ جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور دعوت کی تو موسم حج مین کفار قریش نے باہم جمع ہو کر قسم کھائی کہ ہم سب ایک بات پر متفق ہوجاوین کہ تمام
دور دور کے عرب جو آنے والے ہیں ہم کو مختلف نہ پاوین پس ولید بن المغیرہ نے سولہ آدمیون کو بھیجا جو راستون و پہاڑون پر مکہ کے کر دیے گئے جو عرب
آتے اُن سے کہتے کہ تم اُس شخص کی بات پر جو ہم مین پیدا ہوا ہے دھوکا نہ کھانا کہ وہ مجنون ہے حالانکہ خود کبھی شاعر و کبھی ساحر و کبھی کاہن کہتے تو ان
حالت پر سب نے متفق ہو کر مجنون کہا تاکہ عرب اُن کو مختلف نہ پاوین اور آپس مین کہا کہ شاعر و ساحر وغیرہ درحقیقت وہ نہین ہے تو عرب ہم کو
جھوٹا سمجھین گے۔ واضح ہو کہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ اہل کتاب ہین جنھون نے اپنی کتابون کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پریشان کر دیا
اور اس مین تحریف کر دی۔ مترجم کہتا ہے کہ ان انھون نے اقتسام اُس کی تحریف و اخفاء امر پر کر لیا تھا یا یہ عضین کی تفسیر کو شامل ہے
شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ صحیحین مین ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
مثل اور جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالے نے بھیجا ہے اُس کی مثل ایسی ہے جیسے ایک مرد اپنی قوم پاس آیا اور کہا کہ اے قوم مین نے اپنی دونو
آنکھون سے لشکر کو دیکھا ہے اور مین ننگا ڈر سنانے والا ہون اے قوم خلاصی ڈھونڈھو خلاصی ڈھونڈھو پس اُس کی قوم مین سے ایک گروہ
نے اُس کا کہنا مانا پس رات سے اندھیاری مین اُٹھکر کوچ کر گئے اور وہات کے وقت مین سامان کر کے نجات پا گئے اور دوسرے گروہ نے اُس کو
جھوٹا جانا اور اپنے مکانون مین رہے صبح ہوتے اُن کو لشکر نے گھیر لیا اور سب کو قتل و غارت کر دیا پس یہ مثال اس کی جس نے میری اطاعت کی
اور جو چیز لایا ہون اُس کی پیروی کی اور مثل اُس کی جس نے مجھے جھٹلایا اور جو حق بات لایا ہون اُس کو جھٹلایا ہے۔ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
عِضِیْنَ۔ مقتسمین کی شناخت فرمائی کہ ایسے لوگ ہین جنھون نے قرآن کو عضین کر لیا یعنے اپنی بے ایمانی سے اپنے گمان پر ایسا کر لیا۔ واضح ہو
کہ عضین جمع عضۃ در اصل مین عضوۃ بحذف واو تھا اور عرب بولتے ہین کہ عضا الشاۃ یعنے عضو عضو و پارہ پارہ کر دیا بکری کو۔ بعض نے کہا
اصل مین عضوۃ تھا بحذف ہا اور عرب بولتے ہین کہ عضہتہ یعنے اس پر بہتان باندھا اور نظیر اُس کی لفظ شفۃ کہ در اصل شفہۃ تھا اور لفظ
سنۃ کہ در اصل سنہۃ تھا بالجملہ عضین جمع ہے خواہ عضوۃ کی یا عضہۃ کی اور ہر تقدیر پر مانند سنین جمع سنہ کے عضین بھی عقلاء کی جمع کے مانند جمع
کیا گیا ہے اور قرآن سے مراد یا تو یہی قرآن پاک ہے یا توریت و انجیل وغیرہ مراد ہین کہ وہ بھی قرآن یعنے قرات کی گئی اور اللہ تعالے کی طرف سے
اتاری گئی تھین۔ اسپر ایک معنے پر اُس کی تفسیر یہ ہے کہ عضین بمعنے اجزاء اور قرآن بمعنے یہی قرآن تو مقتسمین سے مراد قریش کے کفار جنھون نے
قرآن پاک کو اجزاء کر دیا کہ بعض پر اقرار اور بعض پر انکار یا بمعنے بہتان کہ بعض کو شعر و بعض سحر و بعض کہانت و بعض اساطیر الاولین وغیرہ کہا اور
کسائی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عضہ کذب و بہتان ہے یا بمعنے عضاۃ جو ایک درخت خار دار زہر آمیز ہوتا ہے اور مجروح کرتا ہے یعنے قرآن

مانند اُس کے سمجھا کہ بتون کی مذمت سے کافرون کو ایذا دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ عضہ بزبان قریش جادو ہے اور عورت ساحرہ کو عاضہہ کہتے
ہیں اور حدیث میں ہے کہ انہ علیہ السلام لعن العاضہۃ والمستعضہۃ یعنے جادو کرنے والی عورت اور جادو کرانے والی دونوں پر حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ واضح ہو کہ معانی باہم قریب یا مشترک ہیں سب ہیں خواہ بہتان سے اجزا ہوں یا جادو کی نسبت کرنے سے یا دیگر
اسباب سے بہرحال یہ لازم ہے کہ سالم نہ رکھا تو اسلام سے خارج ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ موجودہ لوگون کو عذاب سے خوف دیا کہ جیسا عذاب
اگلون پر نازل فرمایا تھا جنھون نے یہ حرکت کی کہ قرآن پاک کو اجزا اور کذب و بہتان وغیرہ کے ساتھ پارہ پارہ کیا پس مراد اگلے لوگ اور قرآن
سے مراد اگلی کتابین ہیں۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ جعلوا القرآن عضین یعنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اُن کتابون کو
جو اُنپر اتاری گئی تھین پس بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر و انکار کیا بخاری رحمہ اللہ تعالے نے سعید بن جبیر و ابو ظبیان سے ابن عباس سے
روایت کی کہ وے اہل کتاب ہیں کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا۔ اور ایک روایت میں المقتسمین کہا ابن عباس نے کہ بعض پر ایمان
لائے اور بعض سے کفر کیا یہود و نصارے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و حسن و ضحاک و عکرمہ و سعید بن جبیر وغیرہم سے
مروی ہے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ عضین کہا یعنے سحر اور عکرمہ نے کہا کہ عضہ زبان قریش میں سحر ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا
کہ اُس کو اعضا اعضا کر دیا کہا کہ سحر ہے اور کہا کہ کہانت ہے اور کہا اساطیر الاولین ہے اور عطاء نے کہا کہ ساحر و کاہن و مجنون کہا یہی عضین ہیں
محمد بن اسحق نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ و سعید بن جبیر عن ابن عباس روایت کی کہ ولید بن المغیرہ کے پاس چند قریش مجتمع ہوئے اور وہ اُن میں
صاحب شرافت تھا اور موسم حج آگیا تو بولا کہ اے گروہ قریش موسم آگیا اور عرب کے گروہ ہمارے یہاں آنے والے ہیں اور تم میں اُس شخص کا
حال سُن چکے ہیں پس تم اُس کے بارہ میں ایک رائے پر متفق ہو جاؤ اور اختلاف مت کرو کہ تم میں سے بعض کی بعض تکذیب کرین بولے کہ ان شیخ ہے
اور اے ابو عبد شمس تو ہی ہمارے لیے ایک رائے قائم کر دے بولا کہ نہیں تم کہو اور میں سنون تو کہنے لگے کہ ہم کہا کرینگے کہ کاہن ہے بولا کہ وہ تو کاہن ہے
نہیں۔ بولے کہ کہینگے مجنون ہے بولا کہ وہ مجنون تو ہے نہیں بولے کہ شاعر کہینگے بولا کہ وہ شاعر بھی نہیں ہے بولے ساحر بولا کہ یہ بھی نہیں ہے بولے
کہ پھر تو بتلا کہ ہم کیا کہینگے بولا کہ واللہ اُس کے کلام میں ایسی حلاوت ہے کہ تم اس میں سے کچھ ہی کہو گر پہچان لیا جائیگی کہ یہ جھوٹ بات کہتے ہو اور
اقرب یہ ہے کہ تم اُس کو ساحر بتلاؤ پس یا اسی پر قسم کھا کر علیحدہ ہو گئے پس اللہ تعالے نے اُن کے حق میں نازل فرمایا کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا
القرآن عضین۔ یعنے انھیں۔ فوربک لنسئلنہم اجمعین۔ پس قسم ہے تیرے رب کی۔ لنسئلنہم اجمعین۔ البتہ ہم سرزنش و غضب کے ساتھ سوال کرینگے
ان کافرون مقتسمین سے سب کے سب سے یعنے قیامت کے روز۔ عما کانوا یعملون۔ اُس چیز سے جسکو وے کرتے تھے یعنے دنیا میں جو
گمراہیان وغیرہ و بہتان کرتے تھے قیامت میں غضب الٰہی کا اُن پر سوال ہوگا اور حساب میں ماخوذ ہو کر سزا سخت کے مستحق جیسا ہونا ہے
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہی ولید بن المغیرہ و اُس کے ساتھی لوگ جنھون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بیان کیا تھا چھوڑ کر ان
افعال و حرکات میں اُنھون نے خود لا الٰہ الا اللہ سے انکار کیا اور لوگون کو بھی اس سے مانع ہوئے کیونکہ اصل مقصود رسالت و قرآن یہی کلمہ توحید
الٰہی تعالے ہے اسی واسطے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ سے سوال سب سے ہوگا بروایت عبد الرزاق یعنی مجاہد رحمہ اللہ
تعالے سے یہی تفسیر مروی ہے اور امام ترمذی و ابو یعلی الموصلی و ابن المنذر و ابن جریر و ابن ابی حاتم نے انس بن مالک سے روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فوربک لنسئلنہم الآیہ میں فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ سے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ موقوف
بھی ہے اور ترمذی وغیرہ نے مرفوع روایت کی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اس کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے کہ تم میں سے
کوئی نہیں بچے گا مگر آنکہ اللہ تعالے اُس کے ساتھ تنہائی فرماویگا جیسے چودھوین رات کے چاند سے ہر ایک تنہا دیدار پاتا ہے پس فرماویگا کہ اے ابن آدم
تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکا دیا تھا۔ ابن آدم تو نے کیا عمل کیا جو جانا۔ اے ابن آدم تو نے رسولون کو کیا جواب دیا۔ ابو العالیہ نے کہا کہ قیامت کے

ان سب بندوں سے دو باتوں کا سوال ہوگا کہ کیا تم نے عمل کیا اور رسولوں کو کیا جواب دیا۔ ابن عیینہ نے کہا کہ سب سے سوال ہوگا اس کے اعمال و مال سے۔ ابن ابی حاتم نے معاذ بن جبل سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ قیامت کے روز آدمی سے اس کے ہر کام کا سوال ہوگا حتےٰ کہ آنکھوں میں جو سرمہ لگایا اور انگلی سے مٹی کے ڈھیلے سے لیپا پس نہ پاؤں میں تجھے قیامت کے روز اس حال میں کہ کوئی اور تجھ سے زیادہ سعید ہو اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فوربک الآیہ پڑھی اور پوچھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان۔ یعنے سو اس روز نہ پوچھا جائے گا اپنے گناہ سے کوئی آدمی و جن۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان سے یہ پوچھ نہ ہوگی کہ تم نے یہ کام کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس کو خوب جانتا ہے ولیکن یوں فرماویگا کہ تم نے ایسا ایسا کیوں کیا۔ واضح ہو کہ بعض علماء نے کہا کہ اس سوال میں تمام مومنین بے گناہ و گنہگار اور تمام کفار شریک ہیں یعنے ان سب سے سوال ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ یعنے پھر تم پوچھے جاؤ گے اس روز نعمتوں سے یہ بھی عموم پر دلالت کرتا ہے اور تائید اس کی اس حدیث صحیح سے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے یعنے رات کو تو آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے پس آپ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ مجھے بھوک نے نکالا ہے پھر عمر رضی اللہ عنہ ملے انھوں نے بھی یہی عرض کیا اور خود مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا پس آپ ایک صحابی کے مکان پر گئے انھوں نے طعام حاضر کیا اور ٹھنڈا پانی بھر لائے ان سب صاحبوں نے بھی کھایا اور پیا اور آپ نے واپس ہوتے وقت پھر دونوں صاحبوں سے فرمایا کہ تم قیامت کے روز اس نعیم سے پوچھے جاؤ گے۔ یعنے اس مذکورہ کھانے کی مانند سوال ہوگا۔ واضح ہو کہ مومنین سے یہ سوال بطور مواخذہ نہ ہوگا بلکہ بطور تحقیق فرمودہ نعمت کا ہے اگر اس کا شکر ادا کیا ہے تو سالم ہو جاتا ہے اور جس سے مواخذہ چاہا وہ پکڑا گیا اور کفار سے سرزنش و ملامت و مواخذہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بعض علماء نے کہا کہ آیت کریمہ میں شاید فقط کفار کے حق میں ہے اور اس سے لازم نہیں کہ اوروں سے سوال نہ ہو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ قریب و ارجح معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فاصدع بما تؤمر یعنی صاف ظاہر کر جیسے صادع یعنے پھاڑنے والا ظاہر کر دیتا ہے پس تو ظاہر کر جس چیز کا تجھ کو حکم دیا جاتا ہے۔ واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ علماء تفسیر کا قول ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اظہار امر کا حکم دیا۔ ابن عباس کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ برابر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم استخفاء کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو آپ اور آپ کے اصحاب نے ظاہر کیا۔ اقول شاید مشرکین آنحضرت انکار کرتے تھے اور امور حق سے ٹھٹھا کرنے کی وجہ سے اور ممکن ہے کہ خیال بمقتضائے بشریت لوگوں کی ایذا کو برداشت نہ کر سکیں ایسا کرتے تھے اور حق یہ ہے کہ مشیت ایزدی میں ہر کام کے لیے ایک شان کے ساتھ متعلق ہے پس تقاضا مصلحت کا اس کی مثل ہے جیسے قولہ تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس چنانچہ اس کی تفسیر گذر چکی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی استقامت کے حراست کیا فی تھی پھر جب اس کا حکم آیا آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی حفاظت میں لے لیا اس مقام پر بعد اظہار کے فرمایا۔ واعرض عن المشرکین۔ اور التفات مت کر اور منہ موڑ مشرکوں سے۔ یعنے ان کی باتوں سے اور ان کے شرک و استہزاء پر متوجہ ہو کر دل گیر مت ہو۔ انا کفیناک المستہزئین۔ ٹھٹھا کرنیوالے مشرکوں کو ہم نے تجھے کفایت کر دیا یعنے اُن کے شر و ٹھٹھا کرنے سے باز رکھا اور ہلاک کر دینے کے واسطے ہم کافی ہوئے۔ اب یہ خبر سنو تو جان رکھ کہ یہ لوگ بوجہ استہزاء کرنے پر آمادہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موافق علم قدیم کے ان پانچوں کو اسی گمراہی میں ہلاک کیا۔ یہ لوگ قریش میں سے سردار اور مکرمہ تھے اور یہ پانچ شخص تھے ولید بن المغیرہ و عاص بن وائل و اسود بن المطلب و اسود بن عبد یغوث و حارث بن الطلاطلہ۔ یہ قول قرطبی کا ہے اور دوسروں نے اسی کی متابعت کی ہے۔ پھر ان استہزاء کرنے والوں کی شناخت اُن کی بد خصلت سے بیان فرمائی کہ۔ الذین یجعلون مع اللہ الٰہا آخر فسوف یعلمون۔ ایسے گمراہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا شریک بناتے ہیں سو عنقریب جان لیویں گے۔ یعنے اپنا بد انجام و شرک کی خرابی عاقبت جلد تر اُن کو معلوم ہو جاویگی۔ شیخ امام نے کہا کہ حافظ ابوبکر البزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد

آخر اسناد تک انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گزرے تو ان ٹھٹھا کرنے والوں میں سے بعض نے آپ کو غمز کیا پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان بدبختوں کو غمز کیا تو یہ ان کے جسموں میں ضرب نیزہ کے مانند اثر کر گیا چنانچہ وے سب مر گئے اور محمد بن اسحاق نے اپنی اسناد کے ساتھ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پانچ شخص قریش میں سے صاحب شوکت تھے پھر ہر ایک سے ہر ایک کو بیان کیا اور وہی ہیں جنکا ذکر اوپر ہوا ہے اور اسود بن المطلب بھی ابو زمعہ ہے پس جب ان لوگوں نے شرک میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ٹھٹھا کرنے میں حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالے نے صاف ظاہر کرنے اور مشرکوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا اور ان ستہزئین کو ہلاک کر دیا۔ پھر محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طواف کرتے تھے کہ جبرئیل آئے پس کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلعم بھی کھڑے ہوئے پس اسود بن عبد یغوث گزرا تو جبرئیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا پس اس کو استسقا ہو گیا اور وہ مر گیا اور ولید بن مغیرہ گزرا اس کے پاؤں کے ٹخنے کے پاس زخم کے اثر کی طرف اشارہ کیا پس پھوٹ نکلا اور اسی میں مر گیا حالانکہ اس سے کئی سال پہلے اس کو یہ زخم اس طرح پہونچا تھا کہ وہ خزاعہ میں سے ایک شخص کی طرف گزرا جو اپنے تیر کا پھل اس کے گانسی میں لگا رہا تھا تو اس کے ازار میں الجھ گیا اور اس مغرور نے جھکنے کو عار سمجھا چنانچہ اسی طرح چلا گیا اسی سے خفیف سا زخم ہو گیا اور وہ کچھ نہ تھا اب وہ پھوٹ نکلا اور اسی میں مر گیا اور عاص بن وائل کے قدم کی طرف اشارہ کیا چنانچہ وہ طائف کو جاتے گدھے سے گرا اور اس کے خمص قدم میں کانٹا گڑا جس سے وہ مر گیا اور حارث بن طلاطلہ کے سر کی طرف اشارہ کیا وہ پیپ کی ریزش سے مر گیا۔ اور محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سب کا سردار ولید بن المغیرہ تھا۔ اور یونہی سعید بن جبیر و عکرمہ نے بھی مانند قول عروہ رضی اللہ عنہ کے روایت کیا ولیکن سعید بن جبیر نے حارث بن طلاطلہ کی جگہ حارث بن غیطلہ کہا اور عکرمہ نے حارث بن قیس کہا ہے امام زہری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ الحقین دونوں نے صحیح کہا کیونکہ اس کی ماں کا نام غیطلہ تھا اور باپ کا نام قیس تھا۔ غرضکہ مجاہد و مقسم و قتادہ و بہتوں نے پانچ ہی روایت کیے ہیں مگر شعبی نے سات بیان کیے و مشہور قول اول ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشفی و تسلی و اپنی طرف توجہ کی تاکید کی بقولہ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ۔ اور ہم ضرور جانتے ہیں کہ تیری شان یہ ہے کہ تنگ ہو جاتا ہے تیرا سینہ بوجہ ان کے قول کے۔ یعنی انکار کرنے و اللہ تعالے سے شرک کرنے اور سحر و جنون و کہانت و کذب وغیرہ کہتے ہیں اس سے تو دلگیر ہوتا ہے۔ اہل تفاسیر نے کہا کہ یہ بمقتضائے بشریت و جبلت انسانی تھا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ یہ کمال شفقت تھی کہ ان لوگوں کی طرف متوجہ اور ان پر ترس کھاتے کہ عذاب سخت میں چلے جاتے ہیں اور ڈرتے کہ جسقدر اظہار کرو اسیقدر زیادہ تکذیب کریں گے تو غضب الٰہی میں پڑیں گے ولیکن مشیت الٰہی اپنی مخلوق کے حق میں جاری ہے اور وہی خوب جاننے والا ہے لہذا استہزئین کو ہلاک کر دینے سے ان کا قصہ طے کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ ایمان پر حریص تھے تسلی و تسکین فرمائی کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ پس تسبیح پڑھ اپنے رب کی پاکی کے ساتھ یعنے اللہ تعالے پاک اور بڑا علیم و حکیم ہے اس کے علم و حکمت کے موافق جو واقع ہوتا ہے خوب ہے پس جب اس طرف توجہ ہوئی تو ہر ایک دلگیری رفع ہو گئی اور زیادہ تقرب فرمایا کہ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ۔ اور ساجدین میں سے ہو یعنی اللہ تعالے کی تسبیح و نماز میں مشغول ہو کہ وہ اپنی حکمت سے مخلوقات کا انتظام فرماتا ہے اس میں کسی کو دخل نہیں ہے اور نہ علم الٰہی سے کوئی واقف ہے پس مشرکوں و ان کی بیہودگی کو خالق عزوجل کی طرف سونپ دے اور تو اللہ تعالے کی تسبیح و نماز پر قائم و کامل ہوا اور برابر اسی پر ثابت رہ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ۔ اور عبادت کرتا رہ اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھ کو موت آجاوے۔ یہاں سے صریح معلوم ہوا کہ عبادت پروردگار موت سے پہلے ساقط نہیں ہوتی ہے اور بعض جاہلوں نے زعم کیا کہ فقیر عارف سے ساقط ہو جاتی ہے یہ پوری جہالت ہے بلکہ جسقدر قرب زیادہ اسی قدر بندگی زیادہ ہوتی ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ زیادہ عبادت پر تم کو شعور نہ ہو لیکن کسی شخص بے عبادت پر کمال کا گمان فقط وہم و خطرناک ہے اور بے تفسیر آیت ہونا اس سے صاف ظاہر ہے مقصود آیت یہ ہے کہ موت سے پہلے کسی وقت میں عبادت سے غافل نہ ہونا چاہیے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کے ذکر و نماز

ودوام عبادت سے دلون کو تسکین ہوتی ہے وقد قال تعالے فی سورۃ مریم واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا. یعنے مجھے وصیت کردی ہے
یعنے مجھ پر عہد کر دیا ہے نماز و زکوۃ کا جب تک مین زندہ ہون. سعید بن منصور و ابن المنذر و تاریخ حاکم اور ابن مردویہ و دیلمی نے مرفوعاً روایت
کی کہ اللہ تعالے نے مجھے یہ وحی نہین فرمائی کہ مال جمع کر اور تاجرین مین سے ہو بلکہ تسبیح کر اور ساجدین مین سے ہو. شیخ امام نے نماز کے بارہ
مین مسند احمد کی روایت نقل کی کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ حضرت خالق عزوجل نے فرمایا کہ اے ابن آدم اول روز مین چار رکعت سے عاجز
مت ہو مین آخر روز مین تجھے کفایت کرون گا۔ ورواہ ابوداؤد والنسائی. اقول اسی کو صلوۃ الضحی کہتے ہین اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم پر
جب کوئی کام سخت یا گران ہو جاتا تو نماز پر قائم ہو جاتے کما فی الصحاح وغیرہ اور لکھا کہ یقین سے مراد موت ہے. بخاری رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ سالم یعنے ابن عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ یقین موت ہے اور یہی قول مجاہد و حسن وقتادہ وعبد الرحمن بن زید کا ہے. بدلیل قولہ تعالے وکنا
نکذب بیوم الدین حتی اتانا الیقین. یعنے کافران جہنم کہینگے کہ ہم لوگ دنیا مین قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے یہان تک کہ ہم کو موت آگئی. اور صحیح مین
ام العلاء الانصاریہ سے مروی ہے کہ جب عثمان بن مظعون نے انتقال کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے پاس آئے پس ام العلاء انصاریہ
نے کہا کہ تجھ پر اللہ تعالے کی رحمت ہے اے ابو السائب پس میری گواہی ہے تجھ پر کہ اللہ تعالے نے تجھ کو بزرگی دیدی. آنحضرت صلعم نے یہ سنکر فرمایا
کہ اری تجھے یہ کس نے بتلا دیا کہ اللہ تعالے نے اس کا (یعنے عثمان بن مظعون) اکرام کیا ہے مین نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ پھر کون بزرگی
کیا جائیگا تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ فقد جاءہ الیقین یعنے عثمان بن مظعون کی موت آگئی اور مین اُس کے لیے بہتری کی امید کرتا ہون. بعضہم
کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدفن مین عثمان کو دفن کرکے اُن کے سرہانے پتھر رکھا اور فرمایا کہ مین نے تجھے لوگون کا امام بنایا اور یہ
بڑی بزرگی ہوا اور پیچھے ایک خواب کے جو اُن کے بارہ مین دیکھا گیا تھا اُس کی تعبیر مین فرمایا کہ یہ اُس کے اعمال صالحہ ہین. غرضکہ مقصود یہ تھا کہ
کوئی شخص اپنے قیاس سے بدون قطعی علم کے اللہ تعالے کے علم غیب مین جرأت نہ کرے اور امید کرنا صحیح ہے. شیخ امام ابن کثیر نے لکھا
کہ اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ عبادت مثل نماز وغیرہ کے آدمی پر واجب رہتی ہے جب تک اُس کی عقل ثابت ہو پس اپنی حالت
کے موافق نماز پڑھے چنانچہ صحیح بخاری مین عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھ کھڑے
ہو کر پھر اگر یہ قدرت نہ ہو تو بیٹھکر پھر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے. اسی سے استدلال کیا گیا کہ بعض ملحدون نے جو یقین کے معنے معرفت کے لیے ہین کہ جب
بدرجہ معرفت پہونچے تو آدمی سے تکلیف شرعی ساقط ہو جاتی ہے تو یہ قول غلط اور کفر وضلال ہے اور کمال جہالت پر بنی ہے کہ انبیاء
علیہم السلام سب سے زیادہ عارف واعلم تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ عبادت پر قائم تھے اور تا وقت موت نیک کامون کی مواظبت
پر مستقیم تھے بلکہ مراد یہان یقین سے فقط موت کے معنے ہین کذا فی تفسیر الحافظ اور واحدی نے جماعت مفسرین سے موت کی تفسیر نقل کی اور وجہ
یہ لکھی کہ موت یقینی واقع ہونے والی ہے اس مین کسی کو شک نہین ہے اور ابو حیان نے کہا کہ موت کے نامون مین سے ایک نام یقین ہے اور دونون
آنے پر شک ہر طرح کا زائل ہو جاتا ہے اور عبادت کی انتہا وقت موت تک بیان کرنے مین اعلام ہے کہ عبادت کسی وقت موت سے پہلے
ساقط نہ ہوگی یعنے جن شرائط کے ساتھ ادا کرنا چاہیے جب شرائط موجود ہون تو ساقط نہ ہوگی ومن اللہ تعالے التوفیق. ف فی العرائس قولہ
فاصفح الصفح الجمیل. یہ اس وقت ہوتا ہے کہ تقدیر ازل کو بصفت شہود وغیب دیکھے بوصف سر اور اسباب کو عمل مین لا دے اور ہر حال مین حق
سبحانہ ہو اور جو کچھ بواسطہ جاری ہو وہ امر الٰہی ومشیت پر راجع کرے سے من از حق شناسم نہ از عمرو زید. ایسی صورت مین واسطہ ساقط ہونے پر
ملامت کسی پر نہ کریگا اور ہر پابند تقدیر پر اُس کو رحمت وشفقت ہوگی چنانچہ دلالت کرتا ہے اس پر قولہ ان ربک ہو الخلاق العلیم. اس سے اشارت
اور تسلی نکلی کہ قوم سے جو انکار وایذا واستہزا تجھے پہونچے وہ قوم اپنے خالق محیط قاہر کی مخلوق ہے اور مقصود تربیت ہے کہ اولو العزم کے مرتبہ پر
پہونچایا جاوے لہذا وہی خوب جانتا ہے جو اُس نے مقدر کیا اور تجھے خلق عظیم عطا کیا. اور اس مین ایماء ہے کہ تیرا خلق عظیم نمونہ اوصاف پاک

حضرت خلاق علیم ہووے کہ عفو و کرم سے اُمت والوں سے تجاوز ہو۔ عمرو بن دینار نے بواسطہ محمد بن الحنفیہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت کی کہ صفح جمیل یہ ہے کہ بلا عتاب کے رضامند ہو بعض نے کہا کہ جس میں ملامت نہ ہو اور بعد کو کینہ نہ رہے ویسا ہی حال ہو جیسا پہلے تھا
اور یہ نعمت الٰہیہ و سرفرازی تامہ والوں کو ہوتا ہے کما قال تعالے ولقد آتیناک سبعا من المثانی الآیہ ظاہر تفسیر تو گزر چکی اور اس میں اشارت ہے
کہ تجھ کو خلعت سبع مثانی عطا ہوئی ہے یعنے تیرا لباس صفات ہفتگانہ سے اس لیے ہوا کہ متصف بتخلق الٰہیہ ہو کر ربانی و ملکوتی و جلالی و جمالی ہو اور
ایسی ہی قدسی و جسیم و عارف ذات صفات ہو۔ اور ایسا شخص آئینہ جمال ذات الوہیت ہوتا ہے پس ہو جاتا ہے عالم بعلمہ تعالے و قادر بقدرتہ تعالے
اور سمیع بسمع الٰہی و متکلم و بصیر بکلم و بصر قدیم ہوتا ہے پس علم الٰہی سے گذشتہ و آیندہ کا علم حاصل کرتا ہے اور خواطر کی شہوات و ترکات دیکھتا اور تمام
چیزوں کے انقلابات دیکھتا ہے اور دل کی خطور کرنے والی چیزوں میں سے لوگوں کے دلی اسرار پر واقف ہوتا ہے اور ہر کام کو بارادۂ الٰہی کرتا ہے
اور دلہاے مردگان سے ملکر اُس کے واسطے اُن کو مدد دیتا ہے اور عالم کے اجسام کو غذا دیتا ہے اور اجسام کو حیات سے اور جب کسی کا دل کسی طرف
مائل ہو وہ اس نسبت کی طرف متوجہ ہو کر اسوا سے انکو اُٹھالیے گا۔ اور لکھا کہ اوصاف باری تعالے مع متقابلات کے ہیں جیسے قدم و بقاء اور
جلال و جمال اور دیدار و صمدیت و ربوبیت پس صفات اوسے مع ان صفات سبعہ کے ملکر مثانی ہو گئیں پس مشاہدہ قدم و اُسکے اتصاف سے تمام
حادثات سے مجرد ہو جائیگا۔ اور مشاہدہ بقا و اس کے اتصاف سے مقام بیداری میں متمکن ہوگا اور مشاہدہ جلال و اتصاف سے وہ ہیبت بینے ہیبت
والا ہو جائیگا تمام آسمانوں و زمین میں۔ اور جمال کے مشاہدہ و اتصاف سے عاشق وجہ قدم اور آئینہ حق ہوکے عالم ہوگا۔ اور مشاہدہ دیدار و اتصاف
سے شوق و محبت ازل میں غرق ہوگا اور مخلوق کے دلوں کے لیے محبوب ہو جائیگا۔ اور مشاہدہ صمدیت و اس کے اتصاف سے صمدانی ہوگا جس کا
کھانا پینا مشاہدہ ہے اور حدیث صحیح ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ اس کے واسطے اشارت صریح ہے اور اس کی صفات میں سے یہ ہوگا کہ جو کوئی اسکو
دیکھے اُس کی بھوک و پیاس کو تسکین ہو جائیگی۔ مشاہدہ ربوبیت و اُس کے اتصاف سے حق عز و جل کے ملک و بندوں میں متصرف ہو جاتا ہے
تو نے حدیث صحیح میں نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی درخت نے کس طرح تعمیل کی کہ دور سے پاس چلا آیا اور جس حالت میں کہ
آپ قضاے حاجت کے واسطے بیٹھے تھے درختوں نے پردہ کر لیا اور بطور معجزات کے شق القمر ہوا اور درختوں نے حاضر ہو کر گواہی دی اور یہی تھا کہ
ہر درخت و پتھر آپ کو سلام و سجدہ کرتے اور اونٹ و جانور بھی چنانچہ احادیث و آیات اس میں صریح ہیں مانند قولہ وسخرنا مع داود الجبال الآیہ
پس اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان صفات قدیمہ مثانیہ کے انوار سے مخصوص فرمایا تھا اور قرآن عظیم اس پر زیادہ کیا جس میں جمیع اسماء
و نعوت و صفات سے خبر دیدی ہے جو آپ کو نہیں پہونچی ہیں کیونکہ جمیع صفات تو غیر متناہیہ ہیں پس قرآن شریف نے معرفت ذات و صفات
سب کے علم و نور سے مشرف کیا اور عظمت قرآن پاک کی بعظمت متکلم عز و جل ہے اور اللہ تعالے نے خود اپنی عظمت سے کلام فرمایا براہ عظمت
ذات اور اُس کی عظمت سے یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کے نیچے علوم ازلیہ ابدیہ کا ایک سمندر ہے اور کلمات الٰہی کو کوئی چیز
مخلوقات میں سے نہیں احاطہ کر سکتی ہے اور واضح ہو کہ مثانی کی صفت یوں بھی مفہوم ہے کہ ہر صفت کے لیے صفات ثانی از عینیت الذات ہے
پس صفت ثانی الذات اور ذات ثانی الصفات ہے مگر کچھ افتراق و اجتماع کی راہ سے نہیں ہے یعنے یہ امر قیاس بشری سے باہر ہے یہ نہیں ہے کہ
ذات و صفات دونوں علیحدہ دو ہیں اور باہم مجتمع ہیں بلکہ وہ واحد ہے ہر طرح سے اور وہ ہر تفرقہ و جمع سے پاک ہے بلکہ وحدت کو بھی وہاں دخل
نہیں ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ توحید یہ کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ اور رہا وہی ہے لیکن ضمیر و مرجع کی امر کا وہاں اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ سب باتیں
حادث ہیں اور قدیم ذات ان سب کی خالق ہے وہ پاک ہے مخلوق کی صفات و قیاس و گمان و وہم سے پس حاصل یہ ہے کہ یہاں اپنے حبیب
صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل فرمایا کہ معانی ذات و صفات دیدیے اور معرفت دی بعد ازانکہ خود ہی عارف مخلوق ہے گویا عرفان علمی جو صفت تعالیٰ
سے ہے اس کا لباس اپنے بندہ رسول کریم کو پہنایا اسی واسطے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور مروی ہے کہ جس نے

مجھے پہچانا حق پہچانا۔ واضح ہو کہ قرآن عظیم تعلیم شان ربوبیت ہے جس سے حقائق کی معرفت دی اور علوم غیب سے سرفراز فرمایا و احکام عبودیت
تعلیم کیے (مترجم) کہتا ہے کہ غیب سے یہاں وہ حقائق مراد ہیں جن پر لوگ آگاہ نہیں ہو سکتے ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ نے سب سے
اعلیٰ و افضل چاہا اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا اور کلی علم غیب غیر متناہی ہے وہ سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے اور
جس قدر سے آگاہ کر دیا وہ جسکو آگاہ کیا اُس کی نسبت علم غیب نہیں رہا۔ شیخ نے لکھا کہ زیادہ دقیق اشارہ اس میں یہ ہے کہ سبع مثانی یہی صفات
قائم ہیں اور تاثیر اُن کی از راہ اتصاف ہے کہ قلب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں اُن کا اثر ظہور رہا گویا وہ مظہر کامل سبع صفات کے ہوئے کیونکہ وہ
عالم قادر سمیع بصیر متکلم مرید حی القیوم ہے اور یہ صفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ان صفات قائمہ بالذات سے ہوا ہیں جو ہر طرح کی
علت و اس کی تاثیر سے پاک ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے تو نے نہیں دیکھا کہ حدیث قرب
النوافل میں آیا ہے کہ جب بندہ کو محبوب کر لیا تو خود ہی اُس کی سمع و بصر و لسان و دست ہوتا ہے اور معنے اُس کے یہی ہیں جو مذکور ہوئے اور اللہ تعالیٰ
حلول و اتصال اور ہر طرح کے خیال و تشبیہ سے پاک ہے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اور در صورتیکہ
ظاہر کلام سے یہ معنے ہوں کہ آدم کو اُس کی صورت پر پیدا کیا تو یہ تصویر پیدائش الٰہی بر وجہ کامل ہے جس میں آثار صفات پاک کے ظاہر ہیں۔ اور یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ قرآن عظیم کے ساتھ صفات عامہ و خاصہ کا اشارہ ہو یعنے صفات عامہ و خاصہ سے آگاہ فرمایا اور قرآن عظیم سے معانی صفات عامہ و
خاصہ کے ظاہر فرمائے جس سے تو صفات کے دیدار سے مشتاق بدیدار صفات خاصہ ہوا جو متشابہ ہیں کیونکہ وہی معدن جمال و جلال ہیں اور تو
بواسطۂ صفات عامہ کے تمام حادثات سے خالص الوہیت کے لیے متفرد ہو گیا۔ اور ظاہر آیت سے سبع مثانی یعنے چودہ خصال عطا فرمائی مثل رحمت
و شفقت و عفو و صفح و کرم و ظرافت و لطافت و حُسن و جمال و ہیبت و حیا و سخا و وفا و ولایت و نبوت و رسالت۔ اور اسی کے مانند علی بن موسیٰ
الرضا نے بواسطہ اپنے والد ماجد کے جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کیا ہے اور اس میں مودت و شفقت و الفت و نعیم و سکینت مذکور ہے اور کہا کہ
قرآن عظیم میں اسم اعظم ہے۔ پھر جب یہ نعمت عظیم دیدی تو تمام جہان اول و آخر اپنے حبیب کی نظر میں خوار کر دیا بدین معنے کہ پیروان طریقہ حبیب صلے اللہ
علیہ وسلم اسوقت صادق ہوں گے کہ اسی شان پر ہوں فقال عزوجل لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم۔ یعنے اے صاحب اوصاف مزبورہ
جس میں یہ معانی عظیمہ و صفات ربانیہ ہوں تجھے لائق نہیں ہو سکتا کہ اصناف اہل دنیا کی طرف نظر کرے جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور فانیات میں
مشغول ہیں کیونکہ ہیچ سے متعلق خود ہیچ ہے ع دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ + ہمت صحیح و بلند ایسی نابود چیز سے متعلق نہیں ہوتی اور یہ اشارہ ہے
کہ فطرت نفسانی اپنی خلقت میں شہوات کے واسطے مجبول ہے (پیدا کی گئی) چنانچہ ہر حال میں شہوات اس میں رہتی ہیں اگر ظاہر نہ ہوں تو مخفی ہوتی ہیں پس سلامت قلب
و نعمت دائمی کے ساتھ سوائے حق عزوجل کے غیر کی طرف نظر نہیں ہوتی اور اس مقام میں اہل اخلاص کو خطر اور یہ محل امتحان ہے اور عارف تو ماسوائے
حق تعالیٰ کے دوسرے وسایط سے مشاہدہ میں بھی خطرہ رکھتا ہے کیونکہ خالص مشاہدہ وہ ہے جو واسطہ سے خالی ہو پس خلیل اللہ علے نبینا و علیہ السلام
کے آخر کلام پر نظر صحیح ہے کہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیہ۔ اور اول کلام ان کا مقام عشق ہے اور آخر کلام افراد قدم از حدوث ہے
پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ آپ کا اول مقام وہ رکھا جو خلیل علیہ السلام کا آخر مقام تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے وجود سے بھی چشم پوشی فرمائی پس اللہ تعالیٰ نے وصف فرمایا کہ ما زاغ البصر و ما طغی۔ اور حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم جب اہل دنیا کے اموال دیکھتے تو آستین سے آنکھیں بند کر لیتے یعنے لوگوں کی تعلیم کے واسطے اور کہتے کہ میرے رب نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے
پھر غیر کی طرف سے ہمت پھیر لینے میں مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالیٰ ولا تحزن علیہم۔ اور شاید کہ عالم تقدیر میں نزد اہل مشیت الٰہیہ ہے پس کافروں پر
حزن کرنا مشیت سے ناموافقت ہے کہ غیروں کی طرف نظر ہے پھر بندگان مخلصین کے واسطے خلق عظیم استعمال کرنے کا حکم فرمایا بقولہ واخفض
جناحک للمؤمنین۔ اور اس میں لطیف اشارہ ہے کہ یہ لوگ تیرے بازوئے رحمت کے سایہ میں پرورش پاتے ہیں اور تیرا بازو ہے ہمت دونوں جہان

بلند ہوکر مقام قاب قوسین اوادنی تک پہونچا ہے کیونکہ یہ انجذاب ربوبیت قیومیہ میں تو اس وجہ سے بازو کو اہل عبودیت کے واسطے سایہ کیا کرے کہ تیری
جناح رسالت تک بقوت بازو سے ربوبیت پر داز کریں اور یہ بلبل گلستان قدس تیرے گل کے عشق میں اپنے مقام تک واصل ہوں پس
تیری متابعت و محبت سے مقامات شریفہ و ولایات رفیعہ پاویں اور باوجود اس کے تیرا کلام براہ کمال نہ ہو ولیکن یوں ہی ہو کہ جیسے تو مقام عبودیت
میں ہے۔ وقل انی انا النذیر المبین یعنی از جانب ربوبیت کچھ نہیں ہوں بلکہ تمہارے مثل بشر ہوں مجھے وحی بھیجی جاتی ہے پس وحی کی راہ سے
میں تم کو عظیم جلال الٰہی و قہر کبریا ربی سے آگاہ کرتا ہوں اور میں تم کو اس کے فراق کے دردناک عذاب سے متنبہ کرتا ہوں میں شاہد ہوں اور
اس نے انوار عزت و جلال و جمال سے مجھے لباس دیا کہ مجھ سے تم کو معجزات باہرہ دکھلا دیے اور تم نے معائنہ کر لیا بعض مشائخ نے قولہ لاتمدن
عینیک میں کہا کہ غیرت قدم نے حبیب الٰہی کو نہ چاہا کہ سوائے اسکے دو جہان میں سے کسی چیز کی طرف نظر اٹھاوے اور ایک دم غافل ہو
کیونکہ اس تمتع سے کچھ حاصل نہیں ہے اور چاہا کہ اس کے اوقات حیات مصروف بجمال عروج ہوں اور شیخ یوسف بن الحسین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے نذیر مبین کی خبر دینے کا حکم دیا کہ میں سفیر عظیم الشان میں نشان لیے نشان بشارت بیان ہوں۔ قولہ فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون۔ ظاہر
تفسیر یہ ہے کہ ان لوگوں سے سوال ہوگا وہ تو ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ والذین آمنوا اشد حبا للہ پس اشد محبت کے دعوے میں قیس مجنوں سے
کمی لائق سوال ہے پھر کیا نہ ہو تو ادب باطن ورد کی کے دونوں درجات جو قیاس سے باہر ہیں قابل سوال ہیں اور حق عزوجل کو کیا حاجت نہیں
کہ اپنے اہل معرفت سے ان کے اعمال کا سوال کرے لیکن ان کو آگاہ فرما دے گا مقامات خطرات سے اور ہمتوں کی کجی سے اور میلان طبیعت سے
اور نفس و شیاطین کے باریک مکروں سے تاکہ ان کی عظمت کے سامنے حیا و شرم سے پانی ہوکر دریائے خجالت میں غرق ہوجاویں اور یہ بھی
مراد ہے کہ مشقت و مجاہدہ میں جو رنج و کلفت انہوں نے اٹھائی اس کی مواسات فرمائی جاوے کہ محل امتحان سے کیونکر چھوٹ گئے۔ واسطی رح
نے کہا کہ انبیاء و اولیاء سے ذرہ برابر کا بھی سوال ہوگا کیونکہ ان کے مراتب بلند و قربت ارجمند ہے اور عوام سے اس کا سوال نہ ہوگا کیونکہ مصادر
اسرار سے یہ لوگ دور پڑے ہیں اور کہا کہ عوام اس چیز سے بھی غافل ہیں جس سے اہل الحق سے سوال ہوگا از انجا حرکات اطراف و خطرات قلب و
ہواجس اسرار میں مترجم کہتا ہے کہ اسی قبیل سے ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو واقع ہوا کہ قیدی ساقی سے کہا تھا کہ اذکرنی عند ربک
بادشاہ سے میرا حال بیان کرنا۔ اتنی بات پر سات سال قید میں رکھے گئے حالانکہ قید ہونے کی درخواست خود کی تھی اور اس بات بھی یہ نتیجہ ہوا کہ
قید سے گھبرا کر رہائی کی درخواست کی فافہم۔ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اہل حقائق سے سخت سوال یہی ہوگا جو انہوں نے عوام کے
سامنے دعوی ظاہر کیے یا ایسے طور پر ظاہر ہوئے جس سے لباس فریب ہو۔ اور مجھے خبر پہونچی کہ بعض اہل اللہ نے اپنے بعض شاگرد و مرید سے فرمایا کہ خبردار
رہیو ایسے دعوؤں سے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے ان کا سوال فرماوے گا مرید بندہ خالص تھا اتنا کہا کہ یا شیخ اگر مجھے یقین ہو جاوے کہ رب العزۃ مجھ سے
قیامت میں کلام فرماوے گا اور ایسا مجھ سے سوال فرماوے گا تو مجھ سے عمر بھر اور کچھ نہ ہو سکتا سوا اسی کے ایسے ہی دعوؤں کے اور کیا میں اس لائق ہوں
کہ حق عزوجل سے مخاطبین میں شمار ہوں اور اس کی حضوری میں حاضر کیا جاؤں۔ یہ کہا اور گر کر جان حق تسلیم ہوا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح
میں ہے کہ جو کوئی ایسی بات کا دعوی کرے جو اس میں نہیں ہے تو ایسے شخص کے مانند ہے جو فریب کا جوڑا پہنے ہو۔ قولہ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مواسات فرمائی بعوض اس کے جو اعداء سے سنا۔ اور اشارت ہے کہ تو ہمارے دربار و مقام عزت
میں ہے جو کچھ جاہل لوگ جہالت سے بشان کبریائی کہتے ہیں اس کے اٹھانے سے تیرا سینہ منقبض ہوتا ہے یعنی کلمات جہال کے لائق تیری شان
کبریائی نہیں ہیں پس تو ہماری تسبیح بیان کر بجائے انکے کیونکہ تو ہی اس لائق ہے سوائے تیرے کفار جہال اس لائق نہیں بنائے گئے ہیں اور ساجد ہو
کہ بوصف معلوم تجھے دیدار قرب نصیب ہو اور مشاہدہ جمال کے استغراق میں ضیق الصدر سے کیا واسطہ۔ مترجم کہتا ہے کہ غالباً اس کلام کا یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگدلی اپنے نفس کے واسطے نہ تھی اور حدیث میں بھی آپ کے شمائل کریمہ و اخلاق عظیمہ میں سے بیان ہوا ہے

کہ کبھی اپنے واسطے انتقام نہ چاہتے اور عفو کرتے اور کبیدہ نہ ہوتے ولیکن اللہ تعالے کی شان مین اگر گستاخی و بے ادبی دیکھتے تو غضب مین آجاتے تھے
اور تمام فضائل کا احاطہ محال ہے فافہم رخلاصہ یہ کہ جب نماز و سجدہ مین دیدار بیچون وچرا حضرت کبریا حاصل ہوگا تو یہ ضیق صدر جاتا رہیگا
واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تنگدلی اُن کافرون کے قول سے ہے کہ اللہ تعالے کی جناب مین شریک ومثل وہمسر وغیرہ کہتے ہین پاک ہے اللہ تعالے
سب ایسی نالائق باتون سے پس حکم دیا کہ تو ہماری پاکی بیان کر تیرا ضیق الصدر کھل جائیگا کہ تیری زبان پاک بلبل بوستان ازل اور اعلے
منزل قدس کا طائر فرخ ہے۔ بعض نے کہا کہ ضیق اُن کی طرف رجوع کرنے مین ہے تو ہماری تسبیح کی طرف رجوع کرکہ انفتاح مشاہدہ ہو۔ واسطی
رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس مین ان علمار کے لیے بھی مواسات ہے جن کے ساتھ اہل الفسق واجہل حسد کرکے اُن کے حق مین بدگوئی کرتے ہین اور
علمار کو حکم ہے کہ بمتابعت سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی تسبیح مین مشغول ہون۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت مین
صدر فرمایا اور قلب نہین فرمایا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محل شہود مین تھے اور سوائے لقاء الٰہی کے مومن کو راحت نہین اور لقاء
الٰہی کے ساتھ پھر کچھ وحشت نہین ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے حبیب کو خالص عبودیت کا جو پاک از کدورت مخلوقات ہے حکم دیا بقولہ
واعبد ربک حتے یاتیک الیقین یقین سے ہر تفسیر مین مراد موت ہے کہ تا موت عبادت پر قائم ہو اور اشارت بحقیقت وہ کمال کامل ومشاہدہ
صرف ہے کہ فنائے حدوث وبقائے حقیقی وہی ہے پس جب حقیقت دیدار ومشاہدہ ازل مین واصل ہوا اور بحر الابد مین استغراق ہو تو ظاہری
رسوم کی حفاظت بقبضہ قدرت الٰہیہ ہے کما قال تقلبک فی الساجدین۔ اور مقام مشاہدہ مین عبادت کی طرف شغل ہونا ترک ادب ہے
اور ہم نے اس بیان سے یہ ارادہ نہین کیا کہ اہل معرفت کی گردن سے عبودیت کا طوق نکل جاتا ہے بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ عارف نے جب
حق عزوجل کا مشاہدہ پایا تو اُس کی شان مین ایسے جذب مین ہوجاتا ہے کہ صرف حق اُس کا مطلوب ہے اور وہان پر بھی عروس ومحبوب ہے اور
شغل اُس کو کسی اور طرف نہین ہوتا مگر حق عزوجل کی بقائے حقیقی سے اُس کو بقاء ہوتی ہے تو وہ طاعات مین بدرجہا تمام اقسام سے بڑھا ہوا ہوتا ہے
اور اس سے بڑھ کر درجہ عبادت کرنے والے کو نہین ہوسکتا کہ اس حالت مین اس کو متابعت وطاعت مرادحق عزوجل کی لیاقت پوری ہوتی جس مین
سوائے خلوص کے کچھ دخل نہین ہے اور یہ البتہ ممکن ہے بعض اہل جذب اس استغراق مین ظاہری رسوم کے ادا کرنے پر قدرت نہ دیے جاوین حتے کہ طعام
وشرب وغیرہ پر بھی تو ایسی سُکر کی حالت مین جب تک یہ حالت ہے معذور ہین اور بعد اس کے اس پر عبودیت کے اوقات کی حفاظت تا دم موت
لازم ہے اور یہ شعار ان بندگان خاص کا ہے جن کو تمکین عطا ہوئی ہے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اوقات مین غیر کا لحاظ نہ ہو یہان تک
کہ یقین آجاوے کہ تمام رویت وجذبہ از حق عزوجل ہے۔ فارس رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ مرتبہ ہوجاتا ہے کہ یقین آجاتا ہے کہ حق عبادت
الٰہی عزوجل نہین ادا کرسکتا۔ یہ بھی فارس رحمہ اللہ تعالے نے اشارہ کیا کہ جس نے معبود عزوجل کو دیکھا وہ عبادت سے ساقط ہوا اور جس نے
عبادت کو دیکھا وہ معبود سے ساقط ہوا مترجم کہتا ہے کہ مراد شیخ رحمہ اللہ تعالے کی یہ ہے کہ اگر کسی کی نظر اپنی عبادت کے افعال اور اُنکی
تحسین پر ہو تو یہ شخص خلوص سے ساقط وعُجب مین گرفتار ہے اور معبود عزوجل سے ساقط ہے اور اگر اپنی عبادت کو ہیچ ونابود سمجھے اور یہ بھی جانے
کہ عبادت بجہد سے ناممکن ہے تو اُس نے شان معبود کی درگاہ مین اپنی عاجزی سے جگہ پائی اور خلاصہ یہ ہے کہ بندہ کو لازم ہے کہ جسطرح فرائض
وواجبات وسنن ومستحبات کا حکم ہے اُن مین پوری کوشش کرکے عبادت پر قیام کرے اور پھر یہ سمجھے کہ یہ سب میرے افعال ہین اور میرے افعال
ہرگز اُس کی جناب مین لائق نہین ہوسکتے پس تمنا اور استدعا اُس کی رضا وعبودیت کی اُسی سے رکھے۔ واللہ تعالے اعلم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ یہانتک کہ یہ یقین ہوجاوے کہ کوئی حق تعالے جل شانہ کی عبودیت اُس کی شان کے لائق نہین کرسکتا ہے نہ ابتدا مین اور نہ انتہا مین
پس لاچار عاجزی سے بتضرع والحاح عفو وتقصیرات کرے۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنے برگزیدہ ونجیب وخاص
بندون کو یہ حکم دیا کہ اُن کو دنیا سے سوائے اس حال کے نہین نکالیگا کہ طوق عبودیت اُن کی گردنون مین ہو اور لباس خدمت اُن کے بدن پر ہو

اسی واسطے اپنے خلق کے سردار اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا حتے یاتیک الیقین شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ عبودیت تمام وکمال شریعت ہو
اور ربوبیت تمام وکمال حقیقت ہے شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ادب سے قائم ہو فرش عبودیت میں ہمہ تن خدمت ہو کر
یہانتک کہ تجھ کو اُٹھا لیا جاوے اور مسند قرب پر جگہ دیجاوے اور حجلۂ وصال سے شرافت عطا ہو اور کہا جاتا ہے کہ التزام شرائط عبودیت اُس
وقت تک لازم ہے کہ قید سے آزادی دیجاوے واللہ اعلم

یعنے موت آوے ۱۲

سورة النحل مائة وثمان وعشرون آية

سورۃ النحل میں نحل یعنے شہد کی مکھی کے ساتھ شان الٰہی عز وجل بھی مذکور ہے اور اس میں ایک سو اٹھائیس آیات ہیں۔ اور حسن وعطا و عکرمہ
وجابر کے قول میں یہ سورہ مکیہ ہے اور ابو الزبیر اور ابن عباس سے مروی ہے کہ سب مکہ میں نازل ہوئی سوائے اس کے آخر کی تین آیات کے کہ جب
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُحد سے واپس ہوئے ہیں تب وے نازل ہوئی ہیں یعنے قولہ ولا تشتروا بعهد اللہ ثمنا قليلا الے قولہ تعلمون۔ اور
قتادہ نے کہا کہ مکیہ ہے سوائے پانچ آیات کے اور وے قولہ والذين هاجروا في الله من بعد ما ظلموا۔ اور قولہ ثم ان ربك للذين هاجروا من بعد
ما فتنوا۔ اور قولہ ان عاقبتم فعاقبوا سے آخر سورۃ تک۔ اور مقاتل رحمہ اللہ تعالے نے بھی قولہ من كفر بالله من بعد ايمانه الآية اور ضرب الله
مثلا قرية۔ اُن کو بھی استثناء میں بڑھایا ہے۔ اور بعض نے اس کو مدنیہ کہا اور یہ ضعیف ہے واللہ اعلم اور اس سورہ کو سورۃ النعم بھی اسوجہ سے
کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے نعمتوں کا شمار فرمایا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ تعالے کے نام سے جو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ

آ پہنچا حکم اللہ کا سو تم لوگ اسکی جلدی مت کرو وہ پاک ہے اور برتر ہے ہر اُس چیز سے جسکو تم اسکا شریک بناتے ہو اُتارتا ہے اللہ تعالے فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے

اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

حکم سے جس شخص پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یہ کہ تم ڈر سنا دو اس بات کا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں سو تم اس سے ڈرو

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ آگیا حکم اللہ تعالے کا بعض نے کہا کہ حکم سے مراد مشرکوں پر جہاد کا اور اُن کے مقہور ہونے کا حکم آیا ولیکن یہ ضعیف ہے
کیونکہ فرمایا۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ تم اُس کی جلدی مت کرو یعنے اُس کے واقع ہونے میں جلدی مت کرو۔ اور ظاہر ہے کہ مشرکین جہاد کے لیے
جلدی نہیں کرتے تھے پس ارجح یہ ہے کہ امر اللہ سے مراد قیامت ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور شیخ امام رحمہ اللہ تعالے نے اسی کو ذکر کیا
کیونکہ مشرک لوگ قیامت سے منکر اور طعن سے کہتے کہ کہاں ہے آوے کما قال تعالے يستعجل بها الذين لا يؤمنون بها والذين آمنوا مشفقون منها
یعنے جلدی مانگتے ہیں قیامت کو وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لائے اور جو ایمان لائے ہیں وے اُس سے ڈرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اتی فعل ماضی
یعنے آگیا اور قیامت ابھی واقع نہیں ہوئی تو قیامت کیونکر مراد ہے اس کا جواب ایک یہ ہے کہ بلاغت میں بیان ہوا کہ جو چیز قطعی واقع ہونے
والی ہو اُس کو بصیغہ ماضی تعبیر کرنے سے جزم ویقین دیا جاتا ہے چونکہ قیامت لامحالہ واقع ہوگی اس کو بوجہ قریب ہونے اور قطعی ہونے کے ماضی سے
تعبیر کی جیسے حدیث میں لوگوں کو نصیحت میں کہا کہ جاء الموت بما فيه یعنے آگئی موت مع اپنے سکرات وغیرہ کے یعنے آگئی جانو۔ اور جیسے قولہ تعالے اقتربت

الساعة وانشق القمر۔ پاس ہو گئی قیامت۔ قولہ اقترب للناس حسابہم۔ پاس ہو گیا لوگوں سے ان کا حساب۔ یعنے قیامت۔ اور دوسرا یہ ہے
کہ امر اللہ حکم الٰہی ہے پس قیامت کا حکم الٰہی تو قرآن پاک میں آ گیا یعنے بہت نزدیک ہے جیسے سارا دن گذر کر قریب غروب کے آفتاب ہوتا ہے
اور قیامت اپنے قریب وقت میں واقع ہو گی اسی واسطے جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھیجا گیا ہوں اس حال میں
کہ قیامت میرے ساتھ یوں ہے اپنی دونوں انگلیاں کلمہ کی اور بیچ والی ملائیں۔ یہ حدیث صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور
بعض نے کہا کہ قیامت آنے سے اس کے ابتدائی آثار واقع ہونا مراد ہے اور مترجم کو اس تکلف کی ضرورت ظاہر نہیں ہوئی بلکہ آثار قیامت
تو سب واقع نہیں ہوئے ہیں وہ تو بالکل وقوع تک قریب ہوتے رہینگے چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے عقبہ بن
عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک تم پر مغرب سے ایک ٹکڑا ابر سیاہ کا ظاہر ہوگا
بقدر ڈھال کے پھر وہ برابر آسمان کو بلند ہوتا جائیگا پھر اس میں سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ یا ایہا الناس یعنے اے لوگو پس لوگ ایک دوسرے
کی طرف متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سنا تو بعض کہینگے کہ ہاں ہم نے تو سنا اور بعض اس میں شک کرینگے پھر دوبارہ آواز دیگا اے لوگو پھر آپس میں
متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سنا پس بعض کہینگے کہ ہاں ہم نے سنا پھر تیسری بار آواز دیگا کہ اے لوگو اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ یعنے آ گیا امر الٰہی سو جلدی مت
مانگو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ دو آدمی اپنے درمیان کپڑا پھیلائے ہونگے سو کبھی اسکو
تہ نہیں کرینگے اور آدمی اپنا حوض درست کریگا مگر اس میں سے کچھ نہ پینے پاوے گا اور آدمی نے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا ہوگا سو اسکو کبھی نہ پینے پاویگا
اور فرمایا کہ لوگ مشغول ہو جاوینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اسقدر جلد قیامت قائم ہو جاویگی یا ایسے آثار ظاہر اور واقع ہونگے کہ کسی کو کسی
کام کی مطلق فرصت نہ ملیگی اور معنے اول اظہر ہیں کیونکہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ دو آدمی بازار میں کپڑا خرید و فروخت کرتے ہوں گے تو وہ اسی
طرح ان کے ہاتھوں میں رہ جائیگا کہ ہنوز کپڑے تہ کئے جانے سے پہلے مر جاوینگے۔ قال المترجم۔ قدرت حضرت خالق عز وجل ہر چیز پر
نہایت واضح و بدیہی ظاہر و چشم دید ہے پس قیامت سے انکار بلکہ حق عز وجل سے انکار نہایت بعید ہے۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ
وہ بہت ہی پاک ہے اور نہایت اعلیٰ ہے ہر ایسی چیز سے جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ آدمی میں یہ بھی بڑا شرک ہے کہ اپنے آپ کو خالق و ہر کام کا
کرنے والا سمجھتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالے اپنی قدرت سے آدمی کی مرادات و مقاصد پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس سے یہ مت سمجھو کہ آدمی مثل
پتھر کے مجبور ہے یا آدمی اپنے کام کی تدبیر نہ کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جہالت چھوڑ دے کیونکہ وہ سخت جاہل ہے کہ لایعنی چیزوں کے پیچھے اسقدر
غافل ہے کہ اس کی سمجھ بوجھ جاتی رہی ہے اور اپنے خالق جل شانہ کو نہیں پہچانتا اور اپنے آغاز و انجام سے بالکل غافل ہے حالانکہ حق سبحانہ تعالیٰ
نے اپنے خاص بندوں میں سے اپنے اختیار و قدرت سے اپنے علم قدیم میں جہان سب کو مخلوق فرمایا ان میں رسول مقرر فرمائے اور انپر وحی نازل
فرما کر عام مخلوق کو آگاہ کر دیا کما قال تعالے۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ۔ نازل فرماتا ہے اللہ تعالے اپنی مخلوق ملائکہ کو روح کے
یعنے وحی کے ساتھ جو کہ مخلوق کے واسطے حیات و زندگی ہے کیونکہ جسکو یہ روح حاصل نہیں وہ درحقیقت مردہ ہے۔ ملائکہ سے مراد حضرت
جبرئیل علیہ السلام ہیں اور تکریم کے واسطے بلفظ جمع ارشاد فرمایا۔ اور روح سے مراد وحی ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور
ابن عباس رضہ نے یہ بھی فرمایا کہ روح ایک مخلوق ہے اللہ تعالے کی مخلوقات میں سے اور روح کی صورت آدمیوں کی صورت کے مشابہ ہوتی ہے
بقولہ تعالے یوم یقوم الروح والملائکة صفا۔ ظاہر ایہاں مراد معنے اول ہیں پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالے نازل فرماتا ہے جبرئیل کو وحی کے
ساتھ۔ مِنْ اَمْرِهٖ۔ اپنے حکم سے یا روح جو اس کے حکم سے مخلوق ہے یا نازل فرماتا ہے اپنے حکم سے۔ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ اس
شخص پر جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یعنے قیامت قریب ہونے اور اللہ تعالے جل شانہ کی وحدانیت کا علم بذریعہ وحی الٰہی کے ہوا اور اللہ تعالیٰ
اپنی وحی بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے جسپر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے چنانچہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام

حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک باشرت انبیاء پہلے بھیجے گئے۔ اَنْ اَنْذِرُوْا نازل کرنا اس حکم کے ساتھ کہ ڈر سناؤ مشرکون وکافرون کو۔ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا۔ یہ کہ نہین کوئی معبود مگر مین یعنے الوہیت فقط اللہ تعالےٰ کے واسطے ہے۔ فَاتَّقُوْنِ سو تم مجھ سے ڈرو اس بات سے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرو یا اُس کی نافرمانی کرو پس آیت مین اصل توحید اعتقادی بتلادی اور اعمال طاعت بھی بتلادیے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

اُسنے پیدا کیے آسمان اور زمین حق کے ساتھ وہ پاک ہے اس سے جو شرک کرتے ہین

پھر ان کو دلیل بھی بتلائی بقولہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اُسی نے پیدا کیا آسمانون وزمین کو حق کے ساتھ یعنے یہ مخلوقات کچھ نظر بندی و باطل چیز نہین ہے اور اس مین سے ایک تنکا بھی کوئی شخص نہین پیدا کرسکتا ہے۔ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ وہ پاک بزرگ ہے اس چیز سے جو شرک لاتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ جب ایک تنکا نہین پیدا کرسکتے ہو تو ضرور اُس کا کوئی خالق ہوا اور انتہا یہ ہوگی کہ آخر مین ایک خالق ان تمام مخلوقات سے باہر ہوگا جس کا کوئی پیدا کرنے والا نہین ہے اور وہ سب سے اعلیٰ ہوا اور کسی چیز کا محتاج نہوا کیونکہ جو محتاج یا عاجز ہے اُس کے اوپر کوئی ہونا چاہیے تو سب سے اعلیٰ وہ ہوا جس مین کچھ احتیاج نہین ہے اور جب کامل قوی قدرت والا ہے جو چاہے کرے تو وہی پھر سب کا خالق ہوا پس جو کچھ شرک لاتے ہین وہ اس جہالت کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ کو سب بات کا علیم یا ہر چیز پر قادر نہین جانتے بلکہ بیوقوفی سے نادان و عاجز سمجھتے ہین حالانکہ وہی دانا اور سب قدرت والا ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتٰی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ امر الٰہی کے آنے مین اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ قدیم ہے اور اس کا ارادہ بھی قدیم ہے اور علم بھی قدیم ہے اور ارادہ و علم تھا وجود عالم تھا پس سر ارادت نے وجود کو چاہا پس امر قدیم سے حق تعالےٰ نے وجود کو پیدا کردیا پس امر الٰہی بغیر زمانہ و مکان کے واقع ہوا پس وجود ابدی ہوا بغیر سوال غیر و انتظار و تعجیل کے پس امر اس کے ساتھ قائم اور مامور اُس کے ساتھ متعلق ہے اور جو ہونے والا ہے قلم پورا کرچکا پس اب سوال و جلدی دونون ساقط ہین کیونکہ یہ دونون فی الحقیقت داخل امر ازلی اور ایسے شخص کے صفات ہین جو اللہ تعالےٰ کی معرفت سے جاہل ہے اور اس کے امر سے واقف نہین ہے اور اگر حادث مخلوقات کی خواہش پر امر الٰہی آتا ہوتا تو یہ وحدانیت الٰہی مین بڑا نقص ہوتا یہی وجہ ہے کہ اپنی ذات کی پاکی خود بیان فرمائی بقولہ سبحانہ وتعالےٰ عما یشرکون۔ ایسے شخص اس کو سمجھ لے کہ امر الٰہی صفت قدیمہ قائمہ ابدیہ ہے اور حق تعالےٰ بتمام صفات قدیم ہے ظہور اس کا من حیث الغیب ہے اور ظہور اس کا از خود بذات خود از ازل تا ابد ہے پس امر الٰہی آنے کے کیا معنے ہین درحالیکہ امر کا حکم ہمیشہ قدیم مین قدم سے ہے و لیکن یہی کہ ظہور بارادہ واسطے قدیم کے وجود حادث کا ہوا پس استعجال تو واسطے معنے غیر قائم کے ہے اور امر اس کا قبل وجود العالم کے قائم ہے اس مین اشارہ معرفت یہ ہے کہ جو شخص امر رحمت الٰہی سے عارف صادق عاشق شائق ہے وہ ہمیشہ جلدی چاہتا ہے کہ مقامات و واردات آوین اور مشاہدات مکشوف ہون کیونکہ وہ لقائے الٰہی جل شانہ کے پیشوق مین اپنے کو فنا کرتا ہے گویا تعلق اس کا بالاختصاص ہے اور یہ خاصیت بلا سبب وبغیر علت آئی اور وہ پاک سبحانہ ازل مین اپنے ایسے بندون کی لقاء کا مشتاق تھا پس قبل وجود اولیاء کے اُن کو ولایت کے واسطے مخصوص کردیا تو استعجال کا کون موقع ہے بعض مشائخ نے کہا کہ کیا تم نے کوئی امر بھی بدون اُس کے حکم کے دیکھا ہے اور کیا سوا اُس کے ایجاد کرنے یا معدوم کرنے کے تم نے کوئی چیز دیکھی پس فرصت کے واسطے جلدی مت کرو کیونکہ فرصت منوط ابد ہے۔ شیخ نصر آبادی رحمہ نے کہا کہ حق تعالےٰ کے امور طرح طرح کے ہین ایک حکم تو ظاہری عبادات رسوم کا ہے دوم امر باطنی دائمی مراعات کا ہے سوم حکم قلب پر دائمی مراقبات کا ہے چہارم امر اسرار پر ہمیشہ مشاہدات کا ہے پنجم امر روح کو دائمی حضور خلوات کا ہے۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اصحاب التوحید کی یہ شان ہوتی ہے کہ کسی امر کے لیے اپنے اختیار سے خواہش نہین کرتے ہین اور یہ کہ اُن کے ارادات و خواہش ساقط ہین یعنے اُن کی خواہش وہی حق عزوجل کی مشیت ہے پس جس طرح تقدیرات جاری ہین اُسی پر راضی ہین پس اُن کا خود کوئی اختیار نہین ہے اور حق تعالےٰ کے امور حکمت بالغہ ہین جس کو جو چاہتا ہے

جس طرح چاہتا ہے اپنے اولیاء کے دلون مین الہام فرماتا ہے اور صریح دلیل اسپر قولہ تعالے ان ہو الا وحی یوحی۔ ہے اور اسی معنے مین فرمایا۔ قولہ
تنزل الملائکۃ بالروح من امرہ الآیہ۔ ولیکن مقامات وحی کے اقسام مین بعض وحی ذاتی ہے اور بعض وحی صفاتی اور بعض وحی فعلی اور اسی قسم سے
لمۃ الملک ہے اقول یہ اشارہ ہے جو حدیث مین وارد ہوا کہ ہر آدمی کے ساتھ لمۃ الملک ولمۃ الشیطان ہے اور خلاصہ یہ کہ لمۃ الشیطان تو الغاء
شر و بدکاری و نافرمانی ہے اور لمۃ الملک الہام خیر و طاعت ہے اور یہ الہام از قبیل وحی فعلی ہے فافہم۔ اور جس طرح جو وحی اُن مین سے آتی ہے وہ ان
اہل دل کے مراتب قلبی کے اقسام پر ہے پس ایک وحی بمقام عبودیت ہے اور ایک وحی بطریق تمیز یعنے حق کو باطل سے شناخت کرنے مین ہے اور
ایک یہ کہ مطرود ہونے کے خوف کے لیے ہے اور ایک حصول وصال کی بشارت کے واسطے ہے اور ایک یہ کہ اسرار و عیوب نفس سے آگاہ کرنے
کے لیے مع اُس کے علاج کے اور شیطان کے مکائد دفع کرنے کے اور ایک عقل کو فکر سے تربیت کرنے کے لیے اور ایک قلب کو ذکر سے آراستہ کرنے
کے لیے اور ایک اسرار باطن کو نور فراست سے منور کرنے کے لیے ہے یا وہ خبر غیب اس چیز کی ہے جو مقدرات مین سے ہونے والی ہے اور ہنوز وہ
دلون مین مخفی ہے یا وہ خبر کشف عالم ملکوت سے ہے یا خبر از اختصاص رابطہ از تجلی از ذات و صفات ہے پس اہل القلوب کو ملائکہ ان اسرار سے
جو ہم نے بیان کیے مین موافق استعداد اور درجات کے آگاہ کرتے ہین اقول لیکن وحی انبیاء علیہم السلام اعلیٰ و ادق ہے با لخصوص وحی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کہ اقسام وحی جو احادیث سے ظاہر ہین وہ سب اقسام ایسے نہین ظاہر ہوئے کہ مخصوص ہون البتہ قرآن مجید مخصوص ہے۔ بدلیل
قولہ علیہ السلام وحی اوحاہ اللہ الیہ فارجو ان اکون اکثرہم تابعا یوم القیامۃ۔ یعنے مجھ پر جو وحی فرمائی اور معجزہ دیا وہ وحی خالص ہے جس مین مراتب
تنزل لیے کا لگاؤ نہین ہے پس مجھے اُمید ہے کہ سب پیغمبرون سے میرے اتباع زیادہ ہون گے مترجم کہتا ہے کہ اس سے مجھے اشارہ ملکیا کہ اس
حدیث صحیح کا مطلب یہی ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو جو وحی بھیجی گئی وہ مراتب تنزلات کے ساتھ تھی مثلاً توریت لکھی ہوئی عطا ہوئی اور یہ نہین ہوا کہ
وحی خالص ہو یعنے وہ کلام الٰہی صحیح بلاریب ہے لیکن ظہور اُس کا بمراتب نزول ہے اور قرآن مجید خالص وحی ہے۔ شیخ نے لکھا کہ تو نہین دیکھتا کہ
اللہ تعالےٰ نے فرمایا نزل بہ الروح الامین علی قلبک۔ یعنے وحی قلبی ہوئی اور اس سے معلوم ہو گیا کہ نزول خالص وحی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر وحی
فرمائی فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ پھر وحی صفاتی کے بھی اقسام بمراتب صفات مین ارواح کو جسقدر سیر عالم صفات مین میسر ہوئی اُسی قدر حسب مراتب ہوتی
ہے اور وحی ذاتی تو اسرار ہی کے ساتھ ہوا کرتی ہے اور وہان صفات کو تنزل و افعال کو تغیر و رسوم کو اضمحلال و وسائط کا سقوط ہو جاتا ہے وہان حدیث
السر بالسر از برائے سر ہوتی ہے اور جو سر مین ہوتا ہے وہ سر باطن کے لیے ظاہر ہوتا ہے حدیث مین ہے ان فے امتی محدثین و المکلمین وان عمر منہم۔ یعنے میری
امت بزرگ مین ایسے بندے ہین کہ حدیث اُن مین آتی ہے اور کلام ظہور کرتا ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی انھین بندون مین سے ہے پس محدث
تو وہ ہے جس سے ملائکہ باتین کرتے ہین اور مکلم وہ ہے جس سے اللہ تعالےٰ کلام فرماتا ہے اور محدث سے بھی جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ حدیث فرما دے۔ اقول
حدیث مین روایت محدث بدون تشدید دال ہے اور ظاہر الشیخ نے اُس کو تشدید لیا ہے اور تجھ کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ سے ہدایت کی التجا کر کہ اسرار سے
واقف ہو اور علماء حدیث نے منصوص کے موافق یہ معنے بیان کیے کہ امر حق ان مین احداث پاتا ہے پس کلام اُن کا کلام حق ہے اور فعل و ارادہ انکا
فعل و ارادہ حق ہے یعنے موافق ارادہ حق تعالےٰ کے کرنے کو کہتے ہین فافہم واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب اور اسی کا مؤید ہے کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ
وافقت ربی فی ثلاث الحدیث یعنے مین نے اپنے رب سے تین باتون مین موافقت پائی از انجملہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ہم لوگ مقام ابراہیم کو
مصلے بناتے پس نازل ہوا قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے الآیہ تا آخر حدیث۔ اور بعض دیگر احادیث سے پانچ باتین یا کم و بیش ظاہر ہوتی ہین
اگرچہ اس روایت مین تین مذکور ہین اور یہ تین باتین وہ ہین جن کے واسطے قرآن پاک مین حکم نازل ہوا فتدبر۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ بالروح من امرہ یہان
روح سے مراد وحی ہے اور اُس کو روح اس واسطے فرمایا کہ کلام الٰہی کا صدور از ذات پاک ہے اور وہ مکلمین و محدثین کے دلون کی حیات ہے
اور وہی مومنون کے دلون کے لیے حیات ہے لقولہ تعالےٰ اذا دعاکم لما یحییکم پس اُن کو زندہ فرماتا ہے اپنے علم سے کہ جہالت کی موت سے رہا ہو کر

اولیاء کی خبر دینے سے وحی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور یہ وحی اُس کی توحید و عظمت و کبریائی کا وصف ہے جس سے اُن کے خیال و اوہام زائل ہو جاتے ہیں چنانچہ فرمایا قولہ ان انذروا انہ لاالٰہ الا انا فاتقون یس مخلوقات کو وہ بدتر اُن کی حالت و اُس کا بدانجام سنا دیا گیا کہ جو سوائے اللہ تعالیٰ کے دیگر وہمی و خیالی خطرات و اوہام سے اُن کے خیالات نے بنا رکھے تھے اور اُن کو ڈر سنا دیا جاوے کہ حق جل شانہ کی عظمت و کبریائی سب کو محیط ہے وہ ہر ایک کے خطرات و اوہام سے اگرچہ اسرار باطنی ہوں خوب آگاہ ہے بعض مشائخ نے کہا کہ جو عالم کہ مخلوق کو خوف و ڈر سنا دے اور اُن کو پرہیز کرنے کے لیے ناصح ہو وہ انبیاء علیہم السلام کی جگہ کھڑا ہوا تو کبھی اُس کے امر سے محنت و بلا آ دے گی اور کبھی رحمت ہوگی پس ہر حالت میں صابر ہوا اور حکم آلٰہی پر راضی رہے اور یہ ایسے عالم سے ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع لایا اور اوقات کی محافظت رکھتا ہوا اور ضایع نہ کرے۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بندوں میں سے محدث وہ ہوتا ہے جس سے فرشتہ اس کی سر باطن میں کلام کرے اسکو خود یا اسکے وجود پر مطلع کرے اور اُس کی روح کے واسطے دوست کی جانب گردن اُٹھا کر تا کنے کا راستہ کھول دے۔ شیخ السہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ روح کا ننزول انبیا علیہم السلام پر بوحی ہے اور ارباب توحید میں سے محدثین کے اسرار پر ہے تو الہام و کرامت کے طریق پر اولیاء کے دلوں پر ملائکہ کا نزول مسدود نہیں ہے ولیکن اُن کو بطور وحی کے کلام کرنے کا حکم نہیں اور نہ کوئی ایسی وحی ہوتی ہے جس کا بطور رسالت پہونچانا مخلوق پر لازم کیا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لاتخافوا ولاتحزنوا الآیہ۔ یعنی جن بندوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر مضبوط جمے رہے تو اُنپر ملائکہ اترتے ہیں کہ ڈرو مت اور غمگین نہ ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ نزول ملائکہ کا اولیاء آلٰہی پر جو خالص توحید پر ثابت قدم ہیں ہوا کرتا ہے مگر یہ وحی رسالت و نبوت نہیں ہے بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی سچی پیروی کی برکت بلا پیغمبر علیہ السلام کے واسطے بزرگی و منزلت ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ اُس کی اُمت کی سچی پیروی کرنے والے پر نزول ملائکہ بشارت سے پیغمبر علیہ السلام کے صدق رسالت صاف ظاہر ہو فافہم

پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مخلوقات کی عجائب قدرت میں سے انسان وغیرہ کے دلائل دیے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ

بنایا آدمی ایک بوند سے پھر تبھی ہو گیا جھگڑتا بولتا اور چوپائے بنا دیے تم کو اُنمیں جڑاول ہے اور

مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ

کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو اور تم کو اُنسے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو اور اُٹھا لے چلتے ہیں

اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَ

بوجھ تمہارے اُن شہروں تک کہ تم نہ پہونچتے وہاں مگر جان توڑ کر بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے اور گھوڑے بنائے اور

الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا

خچریں اور گدھے کہ اُنپر سوار ہو اور رونق اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ پر پہونچتی ہے سیدھی راہ اور کوئی راہ

جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

کج بھی ہے اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو

خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنے جنس انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ۔ نطفہ حقیر ضعیف سے یعنے ابتدا اُس کی ایسے نطفہ مرد و عورت سے کر کے پھر اُس کو پوری خلقت کا اس عالم میں ظاہر کر کے بڑا کر دیا فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس وہ نکلا بڑا جھگڑالو کھلا ہوا یعنے بجائے طاعت و شکر گذاری رب عز و جل کے اُس نے ایسی حرکات اختیار کیں جیسے مخاصم ہوتا ہے اور قدرت آلٰہی تعالیٰ کو بھول گیا۔ اگر یہ وہم ہو کہ انبیاء و اولیاء بھی انسان و مخلوق از نطفہ ہیں مگر خصیم مبین نہیں ہوتے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کو فرمایا ہے اور ہر فرد

نہین فرمایا پس اس جنس مین کوئی ایسا ہو تو صحیح ہوگیا جیسے کہتے ہین کہ عورت سے مرد اچھا ہوتا ہے تو یہ باعتبار نوع کے ہے ورنہ صریح معلوم ہے کہ
بعضے جاہل بیوقوف بے ایمان فاسق بدکار مرد سے عورت مومنہ پڑھی ہوئی نیک عقیفہ بہتر ہوتی ہے اور یہان انسان کی خصومت مین سے یہ
ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ۔ یعنے انسان نے ہمارے واسطے
مثلین کہین اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا کہ کون زندہ کرے گا ہڈیان درحالیکہ وہ گل گئی ہونگی تو کہدے ہڈیان وہی زندہ کرے گا جس نے اُس کو
پہلی بار پیدا کیا تھا۔ حدیث امام احمد وابن ماجہ مین بشر بن جحاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی پر تھوک دیا
اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدمی تو مجھے کہان عاجز کرسکتا ہے اور مین نے تو تجھے اتنی چیز کی مثل سے پیدا کیا جب تجھے ٹھیک استوار کیا تو اپنے
جوڑے کپڑے مین اکڑتا چلا کہ زمین تجھ سے کڑکتی ہے تو نے جمع کیا اور روکا جب تیرے حلقوم پر دم پہونچا تو نے کہا کہ مین اب صدقہ کرتا ہون اور اب وقت
صدقہ کرنے کا کہان باقی ہے۔ ذکرہ الشیخ الامام۔ اور معالم وغیرہ مین مذکور ہے کہ آیت کا نزول دربارہ ابی ابن خلف کے ہے یعنے جو قریش کے مشرکون مین
بڑا سرکش تھا اور اُحد کے معرکہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخم خفیف اُٹھا کر واپسی مین بطن رابغ مین مرگیا اور سخت عذاب مین مبتلا ہوگا
کیونکہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ سخت غضب اللہ تعالیٰ کا اُس پر جس نے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو یا اُس پر جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو۔ کما فی الصحاح اور
کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا سبب نزول دربارہ اُبی مذکور ہونے مین تردد کیا کیونکہ یہ آیت تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و انعام بیان کرنے مین نازل ہے
لیکن کی سرکشی و گمراہی مین نہین ہے اور مین کہتا ہون کہ سبب نزول سے عام معنے یہان مقصود نہین یعنے آیت مین دلالت ہے کافرون کی سرکشی
پر جو تھا سو نکلتا ہے جیسے قریش مین یہ شخص مذکور تھا اور آیت اپنے عام معانی پر ہے۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثل آیت سورۂ یٰس یعنے
قولہ او لم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین مین البتہ اقوال نقل کیے اور یہان کہا کہ عاصی بن وائل کے حق مین نازل ہوئی اخرجہ
ابن ابی حاتم عن مجاہد اور عکرمہ وسدی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابی بن خلف کے حق مین اور شیخ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ عبداللہ
بن ابی کے حق مین نازل ہوئی اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اُمیہ بن خلف کے حق مین نازل ہوئی انتہی مترجماً۔ اور مین کہتا ہون کہ درحقیقت
بحسب معنے یہ سب اقوال صحیح ہین اور تعیین ہر ایک نے باعتبار باطنی صفات خصومت کے بیان کی اور ضرور ہے کہ اس مین نظر فراست مانند سلف
صالحین کے ہونا چاہیے ورنہ آیت تو قیامت تک کی بیشمار ایسے خصومت والے لوگون کو شامل ہے فافہم۔ پھر جانورون کی پیدائش سے قدرت کی
دلیل اور آدمی پر پورا احسان بیان فرمایا بقولہ والانعام خلقہا چوپاؤن پر نظر کرو جنکو پیدا کیا۔ اور مراد انعام سے یا تو مطلق چوپایہ ہین یا خاص
اونٹ و گائے و بکری جن مین بھینس و بھیڑ بھی داخل ہین جیسے کہ عرب کی بولی ہے اور باقی چوپایہ خواہ حلال ہون یا حرام ہون اُن کے ساتھ بالتبع داخل
ہین اور اُن سے بھی قدرت الٰہی اور آدمی کا نفع اُٹھانا بعض وجوہ سے معلوم ہے۔ لکم فیہا دفء ومنافع تمھارے لیے ان جانورون مین
دفاء اور منافع ہین۔ واضح ہو کہ بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ کلمہ لکم۔ اوپر سے متعلق ہے یعنے خلقہا لکم۔ معنے یہ ہوے کہ انعام کو پیدا کیا تمھارے نفع کے لیے اور
واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لکم سے کلام شروع ہے یعنے انعام کی پیدائش مین عبرت دلائی پھر فرمایا کہ تمھارے حق مین اُن سے انتفاع طرح
طرح کا ہے یہی عمدہ و بہتر ہے پھر لکم ضمیر خطاب ہے حالانکہ اوپر انسان کا ذکر تھا پس بلاغت کی صنعت التفات ہے گویا خصیم مبین ہونے سے
منع کیا پھر جب راہ پر آیا تو مخاطب کرکے اُس پر انعام ظاہر کیے اور لکم سے جملہ انسان مراد ہین۔ دفاء ایسی چیز کو کہتے ہین جس سے اتدفاء ہو یعنے سردی گرمی
سے بچاؤ کیا جاوے اور یہ ان جانورون کے اُون اور پشم و بالون وغیرہ سے ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کمل و دوشالہ
و چادرین وغیرہ ہین اور منافع ان جانورون کے دودھ وغیرہ سے انتفاع ہے۔ بعض نے کہا کہ دفاء دودھ و سواری و اُن کے بچہ وغیرہ اور
نسل جو تمنے دیکھنے کے کام ہین اور صحاح جوہری سے یہ معنے بھی ظاہر ہین لیکن عمدہ وہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیونکہ فرمایا۔
ومنہا تاکلون اور تم اُن جانورون سے کھاتے ہو یعنے اُن کے گوشت و چربی وغیرہ کو۔ من تبعیضیہ ہے کیونکہ ہر جز و جائز نہین مانند

کھال و کھری و ہڈی کے بلکہ بعض جائز ہیں اس لیے فرمایا کہ ان میں سے کھاتے ہو۔ یہاں کلمہ منہا مقدم ہونے سے عربی زبان میں یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ
انھیں میں سے کھاتے ہو یعنے حصر نکلتا ہے تو بعض اہل بلاغت نے کہا کہ یہ کھانے کے مقصود کے ساتھ متعلق ہے اور اشارہ ہے کہ ان جانوروں سے
تمھارا کھانا ہی اصلی مقصود ہے اور دیگر منافع اُس کے تابع ہیں اور یہ غرض نہیں ہے کہ تمھاری غذا انھیں میں منحصر ہے اور بعض نے کہا کہ آیت کے
فواصل کی رعایت سے مقدم ہے حصر کے لیے نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ گوشت کی غذا انھیں میں منحصر ہے اور دیگر گوشت مانند مرغی و بطا و پرند
وغیرہ بمنزلہ ذائقہ خوش کرنے کے ہیں اور منفعت لباس وغیرہ کہ جو ان جانوروں سے حاصل ہوتی ہے بہ نسبت کھانے کے زیادہ کثیر النفع ہونے سے
مقدم کر کے پھر کھانے کی منفعت بیان فرمائی کیونکہ لباس و دودھ اور کھیتی وغیرہ کی منفعت ان جانوروں سے آسانی ہے اور غذا اور بھی ہو سکتی
ہے اور دیگر نفع یہ کہ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ اور تم کو ان جانوروں میں تجمل حاصل ہے حِينَ تُرِيحُونَ جب وقت اُن کو چرائی سے
واپس لاتے ہو یعنے تر و تازہ زیادہ خوبصورت وَحِينَ تَسْرَحُونَ اور جب وقت اُن کو چراگاہ لے جاتے ہو اگرچہ اُس وقت اُن کے پیٹ خالی
ہوتے ہیں اگر پھر ایک شخص کے لیے اپنے جانوروں میں تجمل ہے اور یہ سب ایسے لوگوں کے لیے جیسے عرب تھا اور چونکہ زیادہ مال اور ریاست دنیا
میں گرفتار ہیں اُن پر احسان آگے بیان ہے۔ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ اور یہ جانور اُٹھاتے ہیں تمھارے بوجھ یعنے اموال تجارت و زاد و راہ سفر یا
جانی بوجھ کو إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ایسے شہر کی طرف کہ نہ تھے تم وہاں پہونچنے والے اگر اپنی جانوں پر مشقت
اٹھا کر یعنے ضروری سامان سفر یا اسباب تجارت لاد کر وہاں بلا مشقت نہیں پہونچ سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلد کی
بعض نے کہا کہ بلاد شام و مصر ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ کوئی شہر ہو سب کو شامل ہے وقال تعالیٰ ولکم فیہا منافع ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم
وعلیہا وعلی الفلک تحملون ویریکم آیاتہ فای آیات اللہ تنکرون۔ اور یہاں فرمایا۔ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ بیشک تمھارا رب بہت شفقت
والا مہربان ہے۔ اقول حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ جانور پر سوار ہو کر ایسے مقام کو جاوے جہاں بغیر مشقت کے پہونچ سکتا ہو۔ یعنے ہر
جگہ سوار جانا تکبر یا اترانے میں شمار ہے۔ رواہ الحدیث فی المشکوٰۃ۔ فتاوے میں ہے کہ جو کوئی اپنے جانور کو پیٹ بھر کھانا پانی نہ دیتا ہو حکم دیا جاوے
کہ اچھی طرح دے ورنہ فروخت کرے ورنہ امام اُس کو سزا دیوے۔ اور جانور کو بے وجہ تکلیف دینا حرام ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ ہر جاندار کی
پرداخت کھانے پانی میں ثواب ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں گئے وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا
اور اُس کی آنکھ سے پانی جاری ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کہاں ہے اس کا مالک یہ اونٹ مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ اس کو چارہ پانی پیٹ بھر نہیں دیا
جاتا اور کام بمشقت لیا جاتا ہے تمام حدیث مشکوٰۃ وغیرہ میں صحیح سے منقول ہے۔ واضح ہو کہ پرندوں کے چھوٹے بچوں کا پکڑنا و خریدنا اور پھر ایسے کام
میں جس سے جانوروں کو ایذا رہے بحکم یہ کہ وہ ہیں اور نیز اکل کے واسطے پرندوں کو حلال کرنا جائز ہے۔ فتاوے میں ہے کہ جاندار کو نشانہ بنانا حرام ہے کہ اس سے
معلوم ہوا کہ بٹیر پالنا و لال پالنا بلخ لیا اور جو جانور کہ بالطبع مانوس نہ ہوں ایذا ہے اور بٹیر کو چھڑانا حرام نکلا۔ واضح ہو کہ اونٹ جو کام آیا جو اس کی آنکھ
نہیں پہچان سکتا تھا بخلاف بکری کے کہ بکری کو بھیڑیا کھا جائے گا۔ بالجملہ ان جانوروں سے نفع اٹھاوے اور شفقت و رحمت کے ساتھ اور ان پر بے جا سختی نہ کرے
جیسے اللہ تعالیٰ نے آدمی پر اُس کی مشقت کے لحاظ سے رحم فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ یعنے اور پیدا کیا
خیل کو یعنے ہر قسم کے گھوڑے اور بغال کو یعنے خچروں کو اور حمیر یعنے گدھوں کو لِتَرْكَبُوهَا تاکہ تم اُن جانوروں پر سوار ہو وَزِينَةً اور
زینت کے لیے یعنے اس میں زینت تمھارے لیے حاصل ہے۔ یہاں تین باتیں جاننا چاہیے اول سواری دوم زینت سوم اُن کے گوشت کا حکم
امر اول سواری سو خیل و بغال کی سواری میں کلام نہیں ہے اور حمیر یعنے گدھے کی سواری بھی باوجود عار رکھنے کے نزدیک سب کے جائز بلکہ مسنون ہے اور نیز قولہ
تعالیٰ وانظر الی حمارک الآیۃ جو قصہ عزیر علیہ السلام میں واقع ہے اس پر دلیل ہے اور نیز بعض احادیث صحاح صریح دلیل ہیں اور شیخ ابن مالک
رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبارق الازہار میں لکھا کہ ہندوستان کے بعض لوگوں نے جو اس کو ناگوار جانا ہے وہ خلاف سنت و طریقہ صالحین ہے۔ اقول:

یہ آیت بھی صریح دلیل ہے کہ حمار واسطے سواری کے مخلوق فرمایا۔ اور قولہ ان انکر الاصوات لصوت الحمیر یعنے آوازوں میں سے زیادہ ناگوار گدھوں کی آواز
ہے۔ اور جیسے حدیث میں ثابت ہے کہ وہ شیطان کو دیکھنے سے رینکتا ہے اور اُس کا گوشت حرام ہے تو یہ امر کچھ اس کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اسپر سواری
مکروہ ہے کیونکہ خچر کا گوشت بھی حرام اور اونٹ کی مبارک میں نماز مکروہ پایا کہ وہاں شتر محل شیطان آیا ہے حالانکہ خچر و اونٹ کی سواری میں کچھ کراہیت
(یعنے اونٹ کے رہنے کی جگہ)
نہیں ہے۔ واضح ہو کہ گھوڑے کے بارہ میں حدیث میں ہے کہ تین حال سے پالا جاتا ہے ایک تو اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کے لیے تو اُس کا دانہ چارہ
و پرداخت و ہر چیز ثواب ہی ثواب ہے۔ دوم جس نے سواری کیلیے رکھا مگر جس مجاہد نے جہاد کے لیے مانگا دریغ نہ کیا یا خود جہاد کیا تو وہ بھی غنیمت ہے اور
سوم جس نے فخر و ریا وغیرہ کے واسطے رکھا تو وہ وبال ہے۔ اور اصل حدیث صحاح میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ خیل کی پیشانی میں قیامت
تک بھلائی باندھی گئی ہے کما فی الصحاح۔ مسئلہ گھوڑے کی سواری کا کھیل جبکہ اس میں بازی جوا وغیرہ کوئی ممنوع نہ ہو جائز ہے گھوڑے کو
مضمر کرنا دم تسمہ بڑھانا جائز بلکہ مستحب ہے۔ دو سواروں سے تیسرے نے کہا کہ جو تم میں سے آگے نکل جاوے اُس کو اس قدر دونگا مباح ہے ولیکن
نہ یوں کہ دو طرفہ شرط ہو نہیں ہو سکتا۔ امر دوم زینت اس سے مراد فخر وغیرہ کے لیے نمود نہیں ہے بلکہ جیسے چوپاؤں میں تجمل ہے اسی طرح کا تجمل ہے اسیواسطے
یوں نہیں فرمایا۔ لتفخروا بہا کیونکہ رکوب تو اُن کو جائز ہے اور نمود داری کرنا اُن کو نہیں جائز بلکہ جو چیز اللہ تعالے نے دی اس سے بندہ کو خود
جمال حاصل ہوا جیسے کنگھی کرنا صاف کپڑے پہننا ستھرائی و تجمل ہے مگر آرائش و زیبائش دکھلانے کو مکروہ ہے۔ امر سوم اُن کے گوشت کا حکم
حمیر کے بارہ میں حدیث صحاح میں مصرح ہے کہ پالتو حرام کر دیا اور آگے آتی ہے اور ائمہ علما رکا ان دونوں خچر و گدھے پالتو کے حرام ہونے میں اختلاف
نہیں ہے صرف گھوڑے کے گوشت میں اختلاف ہے اور سبب دونوں کا بھی ظاہر ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ قولہ والخیل والبغال
الآیہ۔ یہ دوسری قسم مخلوقات الٰہی میں سے ہے جن کا احسان بندوں پر رکھا کہ اُن کو سواری و زینت کے لیے پیدا کر دیا اور ان کے مقاصد میں سے سواری
سب سے اعلیٰ مقصود ہے اور جبکہ ان جانوروں کو فضیلت دی اور علیحدہ کر کے اُن کو ذکر فرمایا تو اسی سے ان علما رحمہم اللہ تعالے نے استدلال کیا
جو قائل ہوئے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت حرام ہے جیسے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے اور دیگر فقہا جو اُن کے موافق ہوئے ہیں اور صاحب فتح البیان نے
نقل کیا کہ یہی قول امام مالک و اُن کے اصحاب کا اور امام ابو حنیفہ و اُن کے اصحاب کا و امام اوزاعی و حضرت مجاہد و ابو عبید وغیرہم کا ہے ولیکن
مترجم کو اس نقل میں تامل ہے۔ پھر شیخ نے لکھا اور یہ فقہا کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے خیل کو بغال و حمیر کے ساتھ ملا دیا حالانکہ یہ دونوں حرام ہیں جیسا کہ
سنت نبویہ میں ثابت ہے اور اسی طرف اکثر علما گئے ہیں اور امام ابن جریر نے کہا کہ حدثنی یعقوب ثنا ابن علیہ انبانا ہشام الدستوائی حدثنا یحیی بن
ابی کثیر عن مولی نافع بن علقمہ عن ابن عباس انہ کان الخ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے خیل کے گوشت کو اور بغال و حمیر کے گوشت کو اور کہتے
کہ اللہ تعالے نے فرمایا والانعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تاكلون پس یہ جانور تو کھانے کے لیے ہیں اور فرمایا والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا
وزینۃ پس یہ سواری کے لیے ہیں۔ سعید بن جبیر وغیرہ کے واسطہ سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی مروی ہے اور حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ تعالے
نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور اس قول کے واسطے استیناس ہے اس حدیث سے جو امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے مسند میں خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے گوشت خیل و بغال و حمیر سے۔ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ اور اُس کی اسناد میں
صالح بن یحیی بن المقدام راوی میں کلام ہے اور امام احمد نے اُس کو دوسری وجہ سے بھی روایت کیا اور اس میں آیا ہے کہ حرام ہے تم پر گوشت پالتو گدھے
اور خیل و بغال کا اور ہر کچلے دانتوں والا درندہ اور ہر تیز پنجوں والا پرندہ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو گھوڑے کا گوشت حرام ہونے میں صریح
نص ہو گی لیکن یہ حدیث مقابلہ نہیں کر سکتی اس کا جو صحیحین میں ثنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
پالتو گدھوں کے گوشت سے اور اذن دیا گھوڑوں کے گوشت میں۔ اور امام احمد و ابو داؤد نے دو اسنادوں سے ہر ایک بشرط امام مسلم ہے جابر رضی اللہ
عنہ سے روایت کی کہ ہم نے خیبر کے روز ذبح کیا خیل و بغال و حمیر کو پس ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا بغال و حمیر سے اور منع نہیں کیا

خیل ہے۔ اور صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ذبح کیا ایک گھوڑا پس ہم نے اسکو کھایا اور ہم مدینہ میں موجود تھے۔ شیخ نے لکھا کہ یہ احادیث زیادہ قوی وثبت ہیں اور یہی جمہور علما و امام مالک وشافعی واحمد وان کے اصحاب واکثر سلف وخلف کا مذہب ہے واللہ اعلم انتہی کلامہ۔ اور صاحب فتح البیان نے شوکانی سے نقل کیا کہ اگر اس آیت سے ان جانوروں کے گوشت کی حرمت نکلتی تو پھر خیبر کے روز پالوگدھوں کے گوشت حرام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے خیل کے گوشت کی حرمت مروی ہے ولیکن وجہ اس کی نجاست ہے یا کرامت تو صحیح یہ ہے کہ تحریم بوجہ کرامت کے ہے اور اسی وجہ سے بغل وحمار کے ساتھ مقترن کردیا کہ خیل کے گوشت سے وہی منفعت باقی رہی جو ان دونوں سے ہے اور اس طرح سے قول ابن عباس مع حدیث خالد رضی اللہ عنہ پر اور دیگر احادیث صحیحہ پر دونوں پر عمل ہوگیا اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ اس قدر ضعیف نہیں ہے کہ ایسے مقام پر ساقط کیا جاوے خصوص جبکہ توفیق ممکن ہے اور احادیث جابر واسماء رضی اللہ عنہما سے ایک واقعہ فعلی کا حکم نکلتا ہے اور قولی تحلیل نہیں ہے پس ممکن ہے کہ گھوڑوں کا ذبح واقع ہوجانے کے بعد آپ نے بوجہ ضرورت کے جبکہ جنس نہ تھا ضائع نہ ہونے کے لیے خاص اجازت دی ہو کیونکہ دائمی اجازت پر دلیل نہیں ہے اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ دائمی تحریم پر نص ہے اور یہ بھی اصول ہے کہ جس سے تحریم نکلے اُس کو مقدم کریں گے اس نص پر جس سے تحلیل نکلتی ہو حالانکہ یہاں تو دونوں میں توفیق ہوسکتی ہے کیا یہ امکان نہیں ہے کہ واقعہ خیبر کو جو دائمی خاص ہے واقعہ تھا خاص فعل پر محمول کریں اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ کو عام رکھیں بنسبت اس کے کہ اس کو ترک کردیں اور یہ بات ثابت ہے کہ خیل کی نسل باقی رکھنے اور اس کی پرداخت کے لیے اہتمام کیا گیا۔ اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خیل پہلے وحشی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے لیے مذلل کردیا اور کہا کہ ایک خچر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا گیا تھا اُس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تھے باوجودیکہ آپ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ گھوڑی پر گدھا چھوڑا جاوے مگر اس وجہ سے کہ نسل منقطع نہ ہو اور امام احمد نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں گدھے کو گھوڑی پر چھوڑا دوں کہ خچر پیدا ہو جس پر آپ سوار ہوں تو فرمایا کہ یہ تو ایسے لوگ کرتے ہیں جن میں دانائی نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تجربہ کامل عقل پر زیادہ ہے اور کم عقل لوگوں کی طرح جلدی سے امور کی خطا پر جزم نہ کرنا چاہیے پس یہ دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہ انھوں نے اسی آیت سے سمجھا کہ خیل کا گوشت مکروہ ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ واسطے رکوب کے ہیں۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ مخلوقات کے اصلی فوائد کثیرہ جو اس نے پیدا کیے اور ہم نہیں جانتے ہیں یا خود مخلوقات بہت انواع پیدا کیں جو تم کو معلوم نہیں ہیں جیسے اقسام کیڑے و دریائی جانور یا جو پہاڑوں کے کھڈوں میں ہیں یا ایسے سمندر جہاں جانا ممکن نہیں یا دیگر ستاروں وغیرہ میں ہوں یا جنت و دوزخ وغیرہ غرضکہ اقسام مخلوقات کو وہی خوب جانتا ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ازانجملہ ایک زمین ہے سپید موتی کی آخر حدیث تک اس کے سب اوصاف بیان کیے بعضوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روایت بنائی ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ۔ اور اللہ تعالیٰ پر سیدھی راہ ہے اور بعضی راہوں میں سے کج ہے یعنی ان راہوں کا بیان جن پر لوگ چلتے ہیں سبیل بیان فرمایا کہ حق ان میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہونچے جیسے قولہ تعالیٰ ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یعنے طریق حق اللہ تعالیٰ پر ہے اور سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اسلام ہے اور ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ وعوفی نے روایت کی کہ یعنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بیان ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے ہدایت وگمراہی دونوں کو صاف بتلادیا۔ قتادہ وضحاک ومجاہد کا بھی یہی قول مروی ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سیاق کی راہ سے یہی زیادہ قوی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہاں راہیں ہیں جن پر لوگ چلتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تک کوئی نہیں پہونچتی سوائے حق راہ کے اور وہ راہ توحید ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مقرر فرمائی اور سوا اس کے سب مسدود ہیں اور ان پر جو اعمال ہیں سب مردود ہیں۔ اسی واسطے کہا کہ منہا جائر یعنے حق راہ سے مڑی ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مختلف راہیں اور

متفرق راہیں ہیں جیسے یہودیت و نصرانیت وغیرہ یعنی جیسے مجوسیت و نیچریت و بت پرستی اور رہبانان کے اور حدیث میں اس کی تشبیہ مذکور ہے کہ
آپ نے خط مستقیم کے دائیں بائیں خطوط کھینچے اور فرمایا کہ مستقیم راہ حق ہے اور دائیں بائیں کج راہوں پر اس طرف بلانے والے ہیں جو گیا گمراہ ہوا اور بلانے
والے خواہ گمراہ آدمی ہوں یا خواہشہائے نفسانی ہوں یا وساوس شیطانی ہوں سب کو شامل ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ
کی قدرت و مشیت و علم بے انتہا کے ساتھ واقع ہے بقولہ و لو شاء لهدٰكم اجمعين اور اگر وہ چاہتا تو ہدایت دیدیتا راہ حق کی تم کو
سب کو جیسے فرمایا لو شاء ربك لآمن من في الارض كلهم جميعا یعنی حکمت کاملہ الٰہیہ کو آدمی اپنی عقل ناقص سے کہاں دریافت کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ
خلاق علیم ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ و لكم فيها جمال حين تريحون و حين تسرحون۔ عوام کے واسطے زینت ظاہری ہے اور اہل معرفت ان جانوروں
کی سراح و رواح میں صفت آرایہ دیکھتے ہیں جو بیچ ان کے جمع میں اس کے فعل سے ظاہر ہوتی ہے چنانچہ اس دیدار سے ان کی محبت و کمال شوق بلقاء
اللہ سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوتی ہے اور ارواح و قلوب و اسرار کو رغبت عالم ملکوت و ریاض جبروت پیدا ہوتی ہے اور یہ مطالبہ ملکوت میں کہ
بار شوق کو حضرت جبروت تک لیجاتے ہیں اور اسرار حقائق کو میدان عبودیت میں لاتے ہیں اقول شاید لطیف اشارت ہے کہ اجسام کی ترکیب
عالم کو شامل ہے اور دقائق پرورش کو گویا کہ رسالہ پرورش ہے الذين اتخذوا العجل سينالهم غضب من ربهم الآیہ۔ قال تعالیٰ و تحمل اثقالكم الى بلد الآیہ۔
جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ ابواب غیب کو اہل قلب پر کشادہ فرمادے تو ان کے دلوں پر جو اہل انوار عنایت ارسال فرماتا ہے کہ بقوت فیض مشاہدہ
ان کو عالم غیب میں لیجا کر اسرار عجائب ملک و ملکوت پر مطلع کرتے ہیں اور وہ اصحاب جذبہ و ارادت ہیں کہ ان مشاہدات تک پہنچ گئے
اگر اہل سلوک ہوتے تو بدون لزوم مراقبہ و مقامات کے نہیں پہنچ سکتے تھے ہمیشہ طاعات لازم ہیں۔ قولہ الا بشق الانفس ہم مجذوب محض فیض سے
ملک مشاہدہ میں پہنچتا ہے پس بعض محمول بنور فعل ہیں اور بعض محمول بنور صفت اور بعض محمول بنور ذات ہیں پس اول کا مقام خوف و رجا اور
محل یقین ہے اور برکات شہود ہے اور قسم دوم کا مقام معرفت اور محل خلعت و برکات عبودیت ہے اور قسم سوم کا مقام توحید اور محل فنا اور برکات بقا
ہے۔ شیخ رویم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ محمول مسند رفاہ ہے اور حامل میدان مشقت میں سو جو محمول ہوا اس کو کفایت ہوئی اور جو چھوڑ آیا اس پر
تنگی کی گئی۔ اور اکثر ہوتا ہے کہ بعضے بندے دنیا پر سیر میں کوئی تعب و مشقت نہیں پڑتی ہے۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نفس ان مشقتوں کو
نہیں اٹھا سکتے ہیں لیکن دل اٹھا لیتے ہیں جب جانتے ہیں کہ کہاں جاتے ہیں اور کس کے حکم کی فرمانبرداری سے کیا چاہتے ہیں۔ شیخ جنید رحمہ اللہ
تعالیٰ نے اسی آیت سے فرمایا کہ مقصود تک پہنچنے کے واسطے واجب ہے کہ ابتدا میں مشقت و کوشش کرے جس کی برکت سے واصل بمراد ہو۔ قولہ
و يخلق ما لا تعلمون عقلوں و فہموں کو متحیر کر دیا کہ اس کے افعال و بدائع حکمت چند نہ سکیں اور کسی سے قاصر ہیں اور ہر فعل کے لطائف و عجائب
قدرت دریافت کرنے میں عاجز و متحیر ہیں یعنی جب تم کسی مخلوق کی پوری کیفیت و حکمت ادراک نہیں کر سکتے ہو تو لیکن ضرور جانتے ہو گی کہ خالق عز و جل کے
افعال کا احاطہ کر سکو اور یہ بات ہے اس کے فعل کی حکمت سے عاجز ہو گئے اور اس کو قدرت ہے کہ ایک چیونٹی کی پیٹھ پر لاکھوں عرش و کرسی پیدا کر دیوے
بلند و عجائبات ہر عالم میں اس کی خوائش عجیب پیدا کئے اور آدمی دنیا میں دوسری طور پر ہیں اور ان کے دلوں میں تسبیح و تہلیل ہے اور اہل معرفت
و اہل محبت و اہل الحق کے دلوں میں حکمت و معرفت وغیرہ و ان کے اسباب شوق و مناجات و طاعات وغیرہ عجائب اقسام و انواع سے پیدا
فرمائیں۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ عرش کے دائیں جانب نہر نور ہے جس کا طول و عرض مثل ہفت آسمان و زمین کے ہے
جبرئیل اس میں ہر سحر داخل ہو کر غسل کرتا ہے کہ نور علیٰ نور و جمال پر جمال و عظم پر عظم بڑھتا ہے اور جو قطرہ اس سے ٹپکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے جو
اس کے بازو سے ٹپکتے ہیں ستر ہزار فرشتہ پیدا کرتا ہے ان فرشتوں میں سے ستر ہزار فرشتے ہر روز بیت المعمور میں اور خانہ کعبہ میں ستر ہزار داخل ہوتے ہیں کہ پھر
دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے ہیں اسی طرح قیام قیامت تک ہوتا رہیگا بعض مشائخ نے کہا کہ جب تلاوت اس آیت تک پہنچو تو وقف دیا جاوے جو تیری
سمجھ سے باہر ہے تو ہرگز اس کا انکار مت کر کیونکہ اس نے جو کچھ پیدا کیا ہے کوئی مخلوق اس سے واقف نہیں ہے جبکہ تو اپنی خلقت سے پوری طور پر

واقف نہین تو مخلوقات آلہی کا انکار تیری نادانی کی دلیل ہوگی۔ قاسم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمھارے افعال ہین سے ہم پر ظاہر ہین ۔۔۔ ہوتے ہین تب جانتے ہو ورنہ واقف نہین ہوسکتے ہو اور اللہ تعالیٰ سب مخلوق کا علیم ہے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم ہین افعال ایسے پیدا کرتا ہے کہ تم پہچان نہین جانتے کہ وے تم کو نافع ہین یا مضر ہین قولہ و علی اللہ قصد السبیل الآیہ۔ اللہ تعالیٰ پر ہے راہ مستقیم کہ ازل ہین جسکو اپنی محبت و ولایت و ایمان والیقان بمعرفت و ربوبیت کے لیے پسند کر لیا ہے اُس کو پہچوا دے یعنے ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت ہین ہے کسی غیر کی طرف جو الہین ہے عرش سے تحت الثری تک کوئی اسکو نہین کر سکتا یعنے الوہیت کی صفات ہین اسکا کوئی شریک نہین ہے جسے بغیر اسکے ارادہ و مشیت کی کسی کو اسکی طرف راہ نہین اور کسی کو اسکی معرفت سے بہرہ نہین اور کسی سبب و علت و تدبیر سے اُس کا حصول نہین ہوسکتا ہے۔ قولہ و منہا جائر یعنے راہون ہین غضب کی کج راہین ہین جو راہ صواب سے مُڑی ہوئی ہین سب وادی طغیان جہنم کو جاتی ہین سرے پر شیخ الضلال یعنے شیطان واس کے اتباع کو بٹھا دیا ہے پس جسکو راہ مستقیم سے مردود کیا اُسپر شیخ ملعون کو مسلط کر دیا یہ ملعون اُس کو شہوات کے جنگلون و ظلمات کے بیابانون ہین بھٹکاتا ہے اور ہدایت و ضلالت دونون کا تعلق اللہ تعالیٰ کے قہر و لطف کے ساتھ ہے اگر وہ چاہتا سب کو رحمت کی تحت ہین لادے تو ایسا ہی ہوجاتا جیسا وہ چاہا ہے لیکن جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے راہ دیتا ہے و قد قال تعالیٰ ولو شاء لہدٰکم اجمعین۔ اور شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر رہنمائی قصد السبیل کی ہے اور سبیل ہین سے بعض جائر ہے اور اللہ تعالیٰ سبب الجائر ہے اور سبیل القصد یہ ہے کہ رفتار با نوار الیقین ہو اور سبیل الجائرہ رفتار بطریق توہم و دعاوی ہے یعنے بغیر برہان یقینی و وحی سے قطعی کے اپنے اوہام و ظنون سے استدلال کرکے بالبطور باطل دعوے کئے انکو رواج دیکر اُسپر جم جاوے اور سوائے اہل التوحید کے باقی ملتین و مذاہب سب اسی ہین گرفتار ہین۔ پھر دوسری نعمتون کو شمار فرمایا بقولہ۔

هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ

وہی ہے جسنے اُتارا آسمان سے پانی تمھارا اس سے پینا ہے اور اس سے درخت ہین جن ہین چراتے ہو اُگاتا ہے تمھارے واسطے

بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجورین اور انگور اور ہر قسم کے میوے اسمین نشانی ہے ان لوگون کو جو دھیان کرتے ہین

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور کام ہین لگائے تمھارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے کام ہین لگے ہین اسکے حکم سے اسمین نشانیان ہین

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝

ان لوگون کو جو بوجھ رکھتے ہین اور جو بکھیرا ہے تمھارے واسطے زمین ہین کئی رنگ کا اس ہین نشانی ہے ان لوگون کو جو سوچتے ہین

هُوَ الَّذِيٓ وہی رب تمھارا ہے جس نے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اتارا اونچی طرف سے پانی مراد ابر ہے جو اوپر ہوتا ہے کما فی البیضاوی وغیرہ اور بعض نے سما سے آسمان مراد لیا اور ابتدائے سورہ بقرہ ہین مترجم نے دونون قول ہین توفیق بیان کروی ہے یعنے اول معنے تو عام فہم ہین اور دوسرے معنے اہل معرفت و علماء کی فہم کے لائق ہین اور دونون صحیح ہین اور حدیث صحیح ہین کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پس صبح کی دو فریق نے آیا۔ مومن دایک کافر پس جس نے کہا کہ فلان ستارے کی وجہ سے پانی برسا وہ اللہ تعالیٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنی قدرت و رحمت سے برسایا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ لَكُمْ مِّنْهُ تمھارے لیے اس پانی سے شَرَابٌ پینے کی چیز ہے کیونکہ شراب ہر ایسی چیز کا نام ہے جو پی جاوے جیسے طعام جو چیز کھائی جاوے اور یہ حرام چیز نشہ والی جسکو ہماری زبان ہین شراب بولتے ہین اسکو عربی ہین خمر کہتے ہین ولیکن اگر کوئی شخص اردو زبان ہین قسم کھاوے کہ اگر وہ شراب پیے تو اُس کی جورو کو طلاق ہے تو اس سے شراب نشہ والی یعنے خمر مراد لیجاوے گی حتے کہ پانی پینے سے اُس کی جورو پر طلاق نہ ہوگی معلوم ہوا کہ ہماری عرف ہین شراب کا لفظ مجازی حقیقت ہوگیا۔ وَّمِنْهُ شَجَرٌ اور

اسی پانی سے شجر ہیں یعنے ہر قسم کے درخت پیدا ہوتے ہیں کبھی عرب والے گھاس کو نجم کہتے ہیں جس کی ڈنڈی نہ ہو جیسے کہ اُگا ہوتی ہے اور شجر ڈنڈی دار کو کہتے ہیں اور
ظاہر یہاں مراد عام ہے کہ سبزہ پیدا کیا۔ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ۔ اسی شجر میں تم چراتے ہو یعنے اپنے جانوروں کو اس سے چارہ دیتے ہو۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ جو زمین سے اُگے وہ شجر ہے۔ الحاصل آسمان سے پانی نازل فرمایا جس سے تم نے خود پیا اور اس سے سبزہ پیدا کیا جس سے اپنے چارپائے چراتے ہو
جنکے منافع اوپر فرمائے ہیں بعض مفسرین نے کہا کہ اس میں ایک خُلق عمدہ سکھلایا کہ آدمی اپنے مملوکہ جانور وغیرہ پر بڑی زیادہ خیال رکھے چنانچہ پہلے یہاں
جانوروں کا چارہ پانی مقدم کیا پھر آگے آدمیوں کی ذاتی غذا بیان فرمائی۔ اوّل حدیث میں ہے کہ تمہارے لیے ہر جگر تر والے جانور میں ثواب ہے اگر کہا
جاوے کہ حدیث میں تو آیا کہ آدمی پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال سے شروع کرے۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں اہتمام رکھنے کا بیان ہے اور
خرچ کرنے کا طریقہ حدیث میں مذکور ہے۔ آدمی پر لازم ہے کہ جانور رکھے تو اس کے کھانے پانی کی اچھی خبرگیری کرے ورنہ جدا کر دے۔ پھر منافع منہ
فرمائے۔ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ۔ پیدا فرماتا ہے تمہارے لیے اسی مینہ سے کھیتی یعنے اناج کیونکہ خوراک میں وہ اکثر داصل ہے یعنے کثرت سے اسی پر
دار ہے۔ اگر کہو کہ حدیث میں ہے کہ جس گھر والوں میں خرما نہ ہو وہ بھوکے ہیں کما فی الصحیحین تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس
خرما بھی نہ ہوں وہ فاقہ سے ہونگے اُن کو سوال حلال ہے کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ وہ گھر خوراک سے خالی نہ ہوا جہاں خرما موجود ہوں۔ اور
یہ معنے نہیں ہیں کہ اناج ہو اور خرما نہ ہو تو فاقہ ہے فاحفظہ۔ وَالزَّيْتُوْنَ اور اگاتا ہے اس سے زیتون کو جسکے تیل کو زیت کہتے ہیں عرب اس کو روٹی کے
ساتھ کھاتے اور زیادہ برکت کی چیزوں میں سے ہے۔ وَالنَّخِيْلَ اور درختان خرما کو جن سے خرما پیدا ہوتے ہیں اور وہ غذا بھی ہے اور انگور کے ساتھ
لطف ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ خرما کو پانی کے ساتھ غذا مقرر کرنا چند روز میں سخت امراض پیدا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ و حجاز میں اس کا ضرر
نہیں رکھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بدعاء حضرت خلیل علیہ السلام وہاں کے لوگوں میں ظاہر ہے جن کو پھلوں سے رزق عطا ہوا۔ وَالْاَعْنَابَ
اور انگوروں کو یعنے مختلف قسموں کے انگور پیدا کیے۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلوں سے جن کا شمار کرنا تم پر متعذر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ
کی قدرت و نعمت دیکھنے کو مذکور ہوئے ہیں غور کرو اور شکر و احسان مانو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ یعنے پانی نازل کرنے اور
اس طرح اگانے میں آیت عظیمہ ہے جو دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر اور فقط اسی کی ربوبیت پر ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتی ہیں اور ادنے
درجہ یہ کہ آیت یہی جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اس کا مثل ناممکن ہے اور واضح ہو کہ اس سورہ میں آیت کا سات جگہ ذکر ہے پانچ جگہ مفرد اور دو جگہ
جمع ہے۔ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مفرد سے اشارہ بوحدانیت مدلول ہے کیونکہ آیت دلیل ہے یعنے اللہ تعالیٰ اور جہاں جمع ہے وہ بمناسبت
مسخرات ہے۔ انتہٰی۔ اور فکر عام و خاص ہے اور عام یہ کہ دانہ زمین میں غائب کیا گیا اور تری سے پھول کر پھٹا اور کلا نکلا اور ہوا کی طرف بڑھا اور
زمین میں جڑیں پھیلیں اور اوپر شاخیں و پتے و رنگین و خوشے و پھل پھول قسم قسم کے خوشبو و مزہ و اقسام منافع و انواع آثار ظاہر ہوئے پس جب انسے
اس میں فکر کی اس پر اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت و الوہیت و وحدانیت میں شبہ بھی نہیں رہتا۔ اور خاص فکر میں نہایت اعلیٰ ہیں پھر سماوی
مسخرات بیان فرمائے بقولہ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور مسخر کر دیا تمہارے لیے رات کو اور دن کو۔ یعنے دونوں کو ایسے طور پر کر دیا کہ جس طرح
اُن کے حق میں نافع ہے اور اُن کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے ہمیشہ آتی رہتی ہیں اور اُن کے اوقات و آثار میں پرورش
پاتے ہیں۔ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج اور چاند کو۔ یہ دونوں بھی اسی طرح مسخر ہیں۔ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ۔ حفص رحمہ اللہ
تعالیٰ کی قرارت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بالرفع ہے یعنے نجوم مسخرات ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے یعنے ایسی چال پر برابر چلتے ہیں کہ آدمی اُن سے اوقات
و فصول معلوم کرتے ہیں اور اس کلام سے فلاسفہ و منجموں کا قول مردود ہو گیا جو کہتے ہیں کہ سیارہ ستارے اس عالم سفلی میں تصرف کرتے ہیں اور
زمین کی تاثیرات سے فصل کی خشکی وغیرہ آثار ہوتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی ارادت کے موافق مقہور و مسخر ہیں

پس جہل اس مقام پر فقط یہ ہے کہ ان کے واسطے تاثیرات قرار دیں اور یہ ظاہر ہے کہ جسطرح اللہ تعالےٰ نے ان کو مسخر کر دیا اسی طرح جاری ہیں پس اگر رفتار کا حساب رکھا جاوے تو وقت معلوم ہوتا رہیگا ولیکن اللہ تعالےٰ جب تک چاہے ہوگا اور جب اُس نے چاہا فرق ہوگا اور یہی معنے حدیث صحیح سے ماخوذ ہیں کہ نجومی کے قول پر ان کی تاثیرات اختیاری کا یقین کرنا کفر ہے اور یہیں سے معلوم ہوا کہ بعضے مشائخ کا جو قول مروی ہے کہ نجومی اپنے حساب چاند پر روزہ رکھے اگرچہ چاند نظر نہ آیا ہو یہ قول بالکل ضعیف بلکہ باطل ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ رفتار اختیاری نہیں ہے تو فرق ہوجانا ظاہر ہے اور یہ تجربہ ہو گیا کہ بارہا جنتری میں چاند لکھا مگر اس دن نہ ہوا حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا اور دوم یہ کہ احکام کا مدار ہر عام و خاص کے لیے یکساں ہے تو جبھی حکم متعلق ہوگا جب سب دیکھیں تو نجومی کے حساب پر کوئی حکم متعلق نہ ہوگا فافہم۔ غرضکہ یہ سب سیارے و ستارے مسخر بامر الٰہی ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ یعنے اہل عقل ان آیتوں میں عقل نورانی کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و الوہیت پر اور کوئی شریک نہ ہونے بلکہ شریک ممکن نہ ہونے پر دلائل پاتے ہیں تفسیر کبیر و ابو السعود و بیضاوی وغیرہ سے مفہوم ہے کہ یہاں قوم ذی عقل کے واسطے اس لیے آیات فرمائیں کہ آثار علوی میں قدرت پر دلالات کثیرہ ظاہرہ ہیں اور وہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ عقل اسوقت تربیت یافتہ ہوتی ہے کہ آثار سفلی سے ایمان لا کر فکر سے قلب منور و عقل پرورش پاوے اور بعضے گمراہ خالی حواس کو عقل تصور کرکے حیران و سرگرداں ہوئے ہیں۔ بالجملہ عالم علوی کی آیات بعد عقل کے حاصل ہوں کیونکہ عالم سفلی کے آثار سے نور افعال و صفات الٰہی اہل معرفت کو زیادہ ظاہر ہوتے ہیں لہذا فرمایا۔ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اور مسخر کردیا تمہارے لیے جو پیدا کیا زمین میں درحالیکہ ان کے رنگ مختلف ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ چوپایہ و درخت و پھل طرح طرح کے اللہ تعالےٰ کی نعمتیں تم پر ہیں اُن کا شکر ادا کرو۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ۔ اس سب میں آیت ہے ایسی قوم کے لیے جو بیدار ہیں جس نے تذکر کیا اُس نے عبرت پائی اور عبرت سے اصل مقصود پر راہ پائی اور غافل اپنی عمر کو غفلت میں ختم کرکے ایک روز مرجاتا ہے۔ بالجملہ ان کی ذاتی ضرورات کی نعمتیں و آسمانی و زمینی نعمتیں ذکر کرکے سمندر کے انعام ذکر فرمائے

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

اور وہی ہے جنے کام لگایا دریا کو کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اُس سے گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھے تو

الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ

کشتیاں پھاڑتی چلتی اس میں اور اسواسطے کہ تلاش کرو اسکے فضل سے اور شاید احسان مانو اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی

تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ

جھک پڑے تم کو لیکر اور ندیاں بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ اور بنائیں پتے اور تاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں بھلا جو

یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ۗ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ

پیدا کرے برابر ہے اسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچ نہیں کرتے اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی نہ پورا کر سکو بیشک اللہ

لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

بخشنے والا مہربان ہے

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ رب وہی ہے جس نے مسخر کردیا سمندر یعنے ایسی حالت پر کردیا کہ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا تاکہ تم اس سے کھاؤ گوشت طاوت الامر او مچھلی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مچھلی میں فوائد کثیرہ ہیں اور مچھلی کے واسطے گوشت یہاں صریح مذکور ہے پس اس سے ایک مسئلہ کا حکم نکلا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے قسم جھوٹی ہوگی اور یہی امام مالک و اُن کے اصحاب کا قول ہے و بعض علماء حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک جھوٹا نہ ہوگا اس لیے کہ قسم کا مدار قسم کھانے والے کی نیت پر ہوتا ہے اور لوگوں میں گوشت وہی کہلاتا ہے جو خون

پیدا ہو تو اس معنے میں مچھلی میں گوشت نہیں ہے حتّٰی کہ اگر اس قسم کھانے والے کی نیت میں یہ بھی گوشت ہو تو جھوٹا پڑ جائیگا۔ اس تقریر کے موافق اگر
قسم کھاوے کہ جو واقع میں گوشت ہو اُس کو نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے جھوٹا ہونا چاہیے کیونکہ آیت سے معلوم ہوا کہ واقع میں مچھلی میں تر و تازہ گوشت
ہے اگرچہ لوگوں کی بول چال میں اُس کو گوشت نہ کہتے ہوں۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ تن زیب نہ پہنونگا تو ٹین سکہ پہننے سے جھوٹا نہ ہوگا کیونکہ اس کو عرف میں
تن زیب نہیں کہتے لیکن اگر اس نے یہ معنے لیے کہ جس سے تن کی زیب و زینت ہو تو جھوٹا پڑ جائے گا۔ کذا سخ للمترجم۔ وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ اور تاکہ نکالو
سمندر سے حِلْيَةً زیور یعنے موتی و مرجان۔ تَلْبَسُوْنَهَا جسکو تم پہنتے ہو۔ واضح ہو کہ سب سمندروں سے موتی نہیں نکلتے ہیں تو مراد یہاں شور سمندر ہے
اور امام بزار رحمہ اللہ تعالے نے عبداللہ بن ابی عمرو سے موقوف روایت کی کہ غربی سمندر نے خواہش کی کہ آدمیوں کو غرق کرے جب قابو پاوے تو
اللہ تعالے نے آدمیوں کے لیے اپنی قدرت سے حفظ دیا اور صید و حلیہ سے اس کو محروم فرمایا اور شرقی سمندر نے خواہش کی کہ اُن کو مثل والدہ کے
پرورش کرے تو اسکو صید و حلیہ نصیب کیا گیا۔ بعضے لوگ اس کو حدیث بیان کرتے ہیں مگر صحیح نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ موتی نکالنا اور اس کی
اُجرت وغیرہ کے مسائل فقہی جائز ہیں مگر اجارہ میں کوئی تعداد موتی کی نہ ہو اور واضح ہو کہ موتی حاصل ہونے سے پہلے خالی غوطہ پر ٹھیکہ و بیع باطل ہے
کیونکہ یہ قمار ہے۔ مسئلہ موتی زیور ہے تو جواب یہ کہ ظاہر آیت میں زیور ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پھر مردوں کو کیونکر روا ہو کہ فرمایا تَلْبَسُوْنَهَا۔ جواب یہ کہ
یہاں مراد تم سے آدمی ہیں جن میں عورتیں شامل ہیں یا کہا جاوے کہ تمہاری عورتیں پہنتی ہیں۔ غرضکہ فتوے یہی ہے کہ موتی زیور ہیں اور مردوں پر انکا پہننا
حرام ہے۔ بعضے علما نے کہا کہ زیور کی حرمت عام نہیں ہے بلکہ ایسے زیور حرام ہیں جو عورتوں کے ہوں یا عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور فقہائے
حنفیہ نے رد کر دیا کہ ہمارے یہاں تمام زیور عورتوں کے واسطے موتی ہیں سو اگر وہ مردوں پر حلال ہو تو فرق کیا ہے۔ تم پہنتے ہو اس لفظ سے جواز نہیں
نکلتا جبکہ یہاں آدمیوں پر احسان بیان فرمانا منظور ہے اور عورتیں ان میں داخل ہیں یا یوں کہو کہ تمہارے لیے عورتیں پہنتی ہیں بہرحال مردوں پر جائز
نہیں ہے۔ مسئلہ موتی میں زکوٰۃ ہے تو ابن ابی شیبہ نے اپنی اسناد سے حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ انہوں نے اس آیت کو
پڑھکر فرمایا کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اقول ظاہر مذہب حنفیہ اس کے موافق ہے کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں اور جواہرات میں زکوٰۃ نہیں ہے اور انواع جواہر
میں سے کسی کے بارہ میں زکوٰۃ کا حکم وارد نہیں ہوا بلکہ جواہر میں زکوٰۃ نہ ہونا معروف ہے اور زیور کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے کیونکہ صحیح کی حدیث سے ثابت
ہوتا ہے کہ ایک عورت کو فرمایا کہ تو اپنے ان سونے کے کنگنوں کی زکوٰۃ دیتی ہے آخر اور اس حدیث میں ہے کہ اُس نے دونوں کو صدقہ کر دیا پس
اس سے ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ ہوتی ہے لہذا متاخرین مشائخ حنفیہ نے زکوٰۃ کا فتوے دیا و تمام کلام فقہ میں ہے۔ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ اور تو
دیکھتا ہے کشتیوں کو پھاڑنے والیاں اس میں یعنے قدرت الٰہیہ سے ہے کہ سمندر کو کشتیاں پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ سمندر میں چلی جاتی ہیں۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہوا کے موافق میں چلتی ہیں و اضح ہو کہ اس میں لطیف اشارت ہے کہ بندوں کے افعال مخلوق
الٰہی ہیں۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ یعنے تاکہ تم سوار ہو اور تاکہ تجارت کرو اور فضل الٰہی سے نفع کماؤ۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم اللہ تعالے
عز و جل کی شکر گزاری کرو۔ وقولہ تعالے۔ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ مشہور یہ ہے کہ زمین کو لرزہ تھا اسپر پہاڑ قائم ہوئے
اور معنے اس کے یہ ہیں کہ گوشت کی طرح پھڑکتی تھی اور یہ امر بسبب خوف الٰہی کے تھا چنانچہ ابن جریر رحمہ اللہ نے باسناد حسن حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے عرض کی کہ اے رب تو مجھ پر بنی آدم پیدا فرماوے گا کہ میرے اوپر
گناہ کریں اور بدکاریاں کریں اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالے نے اُس پر پہاڑ قائم کر دیے جو تم کو نظر آتے ہیں اور جو نہیں نظر آتے ہیں اور جنبش اس کی جیسے
گوشت پھڑکتا ہے۔ اور عبد الرزاق نے بسند جید حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ جب زمین پیدا کی گئی تو موج مارتی تھی پس ملائکہ نے
کہا کہ یہ تو کسی کو اپنے اوپر نہ رہنے دیگی پھر ایک صبح کو دیکھا کہ اُس پر پہاڑ قائم ہیں پس ملائکہ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا ہوئے ہیں۔ سعید رحمہ اللہ
تعالے کی روایت میں حسن رحمہ اللہ تعالے نے مانند اس کے قیس بن عبادہ سے روایت کیا ہے اور رَوَاسِيَ کے معنے ثوابت ہیں یعنے ایسے پہاڑ جو جم

ہوئے ہیں اور انھیں کو اوتاد یعنے میخین فرمایا۔ اور ظاہر اپہاڑوں کی خلقت زمین کے ساتھ ایسے جوہر سے ہے جو سخت ہے کیونکہ زمین کو یہ اضطراب بسبب نرمی کے تھا جو پہاڑوں کی سختی سے زائل ہوا یہاں ایک نکتہ ہے کہ اہل معرفت و خاص بندوں میں سے بعضے اوتاد ہوتے ہیں کہ جیسے اپنی ذات میں مستقیم و ثابت قدم ہوتے ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت و قضا ر مقدر میں ثابت و راسخ ہوتے ہیں حتےٰ کہ اگر کوئی قوم ہلاک کیجاوے اور کوئی جہاز غرق کیا جاوے یا کسی شخص پر عذاب و سختی ہو اس کو بغیر اضطراب و جنبش کے دیکھتے ہیں اور پہاڑوں کی سختی اس سے ثابت ہے جو فرمایا ثم قست قلوبکم من بعد ذٰلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ الآیہ۔ اور قرآن و احادیث میں بکثرت ثابت ہے کہ پہاڑ تسبیح کرتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ اور جیسے حدیث میں ہے کہ اُحد کا پہاڑ ہم کو دوست رکھتا ہے اور ہم اس کو۔ اور بعضے پہاڑ کی نسبت کہا کہ وہ ہم کو دشمن رکھتا ہے اور واضح ہو کہ بعضے جاہل اس کو بعید سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ جسم ہونے میں جیسے یہ لوگ ویسے پہاڑ اور باقی خصال میں مختلف ہیں تو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ان میں تسبیح کی لیاقت نہیں ہے ہاں اسقدر ظاہر ہے کہ آدمیوں کی طرح منھ و زبان سے نہیں ہے فافہم۔ وَاَنْهٰرًا۔ اور پیدا کردیں زمین میں نہریں یعنے دریا جیسے نیل و فرات و سیحون و جیحون۔ اور اکثر دریا پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ وَسُبُلًا۔ اور پیدا کردیں راہیں کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچو۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ یعنے تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور اپنے رب عزوجل کی توحید اور دار آخرت کی راہ پاؤ۔ وَعَلٰمٰتٍ ؕ اور پیدا کردیے اس میں نشانات چنانچہ ان نشانوں سے خشکی و تری کے راستوں میں سیدھے اور ٹیڑھے کی شناخت کرتے ہو۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اور نجم یعنے ستارہ سے وے راہ پر آجاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دن میں پہاڑ و دریا وغیرہ علامات ہیں اور رات میں ستارے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین فائدوں کے لیے پیدا کیا یعنے ہم کو یہ فائدے بتلا دیے ہیں ایک یہ کہ آسمان کی زینت ہو دوم یہ کہ راستوں کی علامات ہو اور تیسرے یہ کہ شیاطین کے لیے رجوم ہوں سو جس نے ان باتوں کے سوائے گفتگو کی اُس نے ایسی بات کا تکلف کیا جسکا اُس کو علم نہیں ہے۔ پھر مشرکوں و غافلوں کو ملامت فرمائی بقولہ۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ یعنے جس نے ایسی مخلوقات نادرہ و انعامات کثیرہ و منافع جلیلہ بیمر پیدا کردیے ہیں کیا وہ ویسا ہے جو کچھ نہیں پیدا کرتا۔ یعنے بت وغیرہ جو کوئی مخلوق ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ واضح ہو کہ ظاہر یہ تھا کہ یوں کہا جاوے کہ کیا بت وغیرہ جنکے ساتھ شرک لایا جاتا ہے جو کچھ پیدا نہیں کرسکتے ہیں ایسے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ جس نے تم سب کو پیدا کیا اور اسقدر حیوان و انواع اجرام علوی و اجسام سفلی پیدا کردیے اور وہی پیدا کرتا ہے۔ ولیکن یوں نہیں فرمایا تاکہ تشبیہ کو برعکس کردیا تو اس میں مشرکوں و کافروں پر سخت ملامت ہے کہ جس نے پیدا کیا اُس کی عبادت و احکام سے منھ موڑے ہوئے ہیں اور اپنے مانند مخلوق کو اپنا معبود بنایا ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ کیا تم کو تذکرہ اور سوجھ بوجھ نہیں ہے یعنے اسقدر غفلت و جہالت ہے کہ کچھ فکر نہیں کرتے۔ واضح ہو کہ جو خالق ہے اس میں اعلیٰ درجہ کی جملہ صفات واجب ہیں اور بالکل کسی چیز میں عاجز ہی یا محتاجی نہونا تو ضروری ہے پس بندہ کے واسطے سوائے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے کسی چیز کی طرف حاجت نہ رہی تو جملہ شرک منقطع و معدوم ہے پس جملہ طاعت اسی کے واسطے ہے اور جملہ نعمت بھی اُسی کی طرف سے ہے۔ اور توفیق طاعت و سمجھ و ہدایت و صحت و فراغت سب اسی کی نعمتیں ہیں اگر ایک صحت کو دیکھا جاوے تو اس کے اسقدر انواع و انعام ہیں کہ کبھی شمار میں نہیں آسکتے کہ او تعالیٰ کس طرح اُس کی مناسبت و لائق تدبیر سے اُس کو صحت کے ساتھ پالتا ہے پھر دوسری نعمتوں و اُن کی اقسام کا شکر کہاں سے ادا کریگا اور شکر کی توفیق خود نعمت ہے اور جس زبان سے ادا کرے وہ بھی نعمت ہے پس توفیق و زبان کا شکر علیحدہ واجب ہوا اور ہنوز کچھ ادا نہوا تو معلوم ہوا کہ ادائے شکر محال ہے لہذا فرمایا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرو تو کبھی نہیں گھیر سکوگے اسی واسطے کہا گیا کہ آدمی پر فرض ہے کہ یہ جان لے کہ نعمہائے الٰہی کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کیونکہ اگر ان نعمتوں کے شکر کا مطالبہ فرماوے تو بیجا ہے اور ضرور ہے کہ بندے عاجز ہوں گے پھر عذاب کرے تو بیجا ہے ولیکن وہی اور نعمت فرماتا اور بخشتا ہے اور رحم فرماتا ہے۔ کذا قال الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم سے جو تقصیر ان نعمتوں کے شکر

ادا نہونے مین ہوتی ہے اُسکو بخشتا ہے جب تم اُس کی طرف توبہ کرکے رجوع کرتے رہو اور رحیم ہے کہ جب طاعت و مرضیات مین لگے رہو تو تم کو عذاب
نہین فرماتا ہے۔ واضح ہو کہ شکر آلہی تو ادا نہین ہوسکتا کیونکہ بندہ جہان تک کوشش کرے تو اللہ تعالے اُسی قدر عظیم ثواب عطا فرماتا ہے پھر اُس کا شکر
دو چند بھاری ہوا حالانکہ اُس نے پہلے انتہائی کوشش صرف کردی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ انتہا سے کوشش مین عظیم ثواب ہے پس حدیث مین آیا کہ
یون حمد کرے الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ یعنے حمد ہے اللہ تعالے کے واسطے ایسی حمد کہ اُس کی نعمتون سے جو بیشمار ہین اسی طرح بیشمار ملتی جاوے
اور مزید نعمتون کے ساتھ بھی کفایت فرمائی جاوے۔ غرضکہ علما نے کہا کہ یہ کلمہ حمد کا نہایت جامع ہے اور بندہ کو اس سے بار بار بے انتہا ثواب ہی
ف۔ عرائس مین بعض اشارات آیات کے اس طرح بیان کیے کہ قولہ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم الآیہ جس طرح زمین پر تو انوار فیض ایجاد
رب تبارک وتعالے کے فعل سے منور رہکر اُس کی طاعت وعبادت کے لیے لرزتی تھی کہ اُسپر پہاڑ سے سکون دیدیا اسی طرح قلب ایک زمین ہے
جس مین طرح طرح کے معارف اُگتے ہین اور جب یہ زمین انوار عظمت ازلی وابدی سے اور روشنی ذات وصفات کی تاب سے منور ہوکر لہرانے لگی اور
اُس کو زلزلہ واہتزاز ہوا اور قریب آیا کہ ہولے ہیبت مین پرواز کرے تو حق سبحانہ تعالے نے اُسپر علوم غیبی ومعارف سرمدی کے پہاڑ ایسے قائم کردیے
کہ اپنے اشباح وارواح کے ساتھ طیران (جنبش) نہین کرسکتی اور جن بندون مین ایسے قلوب ہوتے ہین وہ تمام کون ومکان وعالم انس وجان کے واسطے خود
پہاڑ ثابت وقائم ہوتے ہین اگر یہ نہون تو عالم کون ومکان غیب ہین اور غیب الغیب مین پرواز کرے ومعدوم ہو جاوے پھر ان قلوب کی زمین
مین حق تعالے نے حکمت بالغہ سے دریا ہاے معرفت ومکاشفہ ومحبت وشوق وعشق وحکمت وفطنت جاری فرمائے ہین اور اُن مین راستہ ارواح وعقول
واسرار کے واضح کردیے جن کا وصول درگاہ قدس تک ہے اور یہ سب راستہ حد شمار سے باہر وبے نہایت ہین اسواسطے کہ اللہ تعالے کی طرف راہین
غیر متناہیہ ہین کیونکہ حق تعالے خود اپنی شان پاک سے غیر متناہی ہے پس بعض راہین تو عقول کے واسطے ہین جو انوار آیات کو پہونچتی ہین اور بعض راہین
ارواح کے انوار صفات تک ہین اور بعض راہین اسرار کے لیے انوار الذات تک ہین اور اللہ تعالے اپنے جمال وجلال سے ان راہون سے بطریق کشف
وعیان کے اسرار قلوب پر ظاہر ہوتا ہے اور اگر یہ کشف نہ ہوتا تو عقول وارواح واسرار کو اس پاک سبحانہ وتعالے تک رسائی نہین ہوسکتی۔ قال
المترجم شیخ عارف سہروردی رحمہ اللہ تعالے اور شیخ عارف سید الاولیا جنید رحمہ اللہ تعالے کا قول معروف ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد
انفاس الخلائق وکلہا مسدودۃ الا علی من اقتفی اثر الرسول صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنے اللہ تعالے کی طرف راہین خلائق کی تعداد پر ہین یعنے ہر نفس کے
واسطے اُس کی طرف راہ ہے اور یہ سب راہین بند ومسدود ہین مگر اُس شخص پر کشادہ ہوتی ہین جو رسول علیہ السلام کے قدم بقدم روان ہو۔ یہ کلام
صحیح اور پاکیزہ ودقیق ہے اور یہ سب صراط مستقیم ہے اور ہر نفس کے لیے راہ ہونا اس معنے مین ہے جسکی توضیح شیخ مصنف رحمہ اللہ تعالے نے اوپر
بیان فرمائی فافہم۔ پھر اللہ تعالے نے سبب عرفان مین مزید فرمایا اسطرح کہ کشف ملکوت وجبروت سے انوار مشاہدہ وعلامات معرفت لوگون کو
دکھلائے فقال تعالے وعلامات وبالنجم ہم یہتدون۔ علامات ظاہر مین عام کے واسطے انوار افعال آلہی ہین اور عالم مین زیادہ خاص علامات اولیا
واہل معرفت ہین کہ دوام وسر مین اُن کے سراسر کرتے ہین جو کوئی اُن کی اقتدا کرے وہ واصل بمراد ہو۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ یعنے میرے اصحاب مانند ستارون کے ہین تم جسکی اقتدا کرو راہ پاؤگے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیحین
کی حدیث مین بھی اسی طرح تشبیہ ظاہر ہے جیسے فرمایا۔ النجوم امنۃ الحدیث اذہم لوگون کے واسطے اس مین معارف جلیلہ بیان کردیے ہین۔ قال الشیخ
صدیقین کے چہرون پر قدوسی انوار کے ستارے روشن ہوتے ہین اور ان کے اسرار کے آگے آفتاب کو ذرہ برابر نسبت نہین ہے جو کوئی اُن کے چہرون پر درحقیقت
دیکھے وہ انوار حق کے مشاہدہ سے مستفیض ہوگا۔ شیخ مکی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ راہ ہدایت پر علامات تودہ ہوتے ہین جس نے ان علامات سے
راستہ اختیار کیا وہ ہدایت پر پہونچ گیا اور معدن قسریہ اسکو کشف ہوا اور جس نے نجوم معرفت سے راہ ڈھونڈھی وہ راہ ہدایت پر روانہ ہوا اور انتہاے مقصود
کو پہونچا اور حق تعالے پر سواے حق کے کوئی دلیل نہین ہے اور نہ کوئی علامت ہے جو اس سے آگاہ کرے بلکہ خود وہی اپنی ذات پاک کیواسطے دلیل ہے

اور کسی کو اس کی طرف راہ نہین ہے اور نہ کسی مخلوق کو اُس کی طرف راہ ہے پس جو اُس کی طرف واصل ہوا اسی کے فضل سے واصل ہوا اور جو اس سے منقطع ہوا تو سابق مشیت سے منقطع ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نعمہائے غیر متناہی کو بیان فرمایا بقولہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا۔ اُس کی نعمتین سب سابقہ نعمت عنایت ہین وہ ازلی ابدی ہین اور حوادث اُس کے حصر سے قاصر ہین۔ اعاظم نعمتون سے اصل عز تاک اپنے مبدء سے بحسان ہین اُس کی نعمت معرفت عارفون کے دلون مین ہے اُس کی نعمت توحید موحدون کے دلون مین ہے اُس کی نعمت محبت قلوب محبین مین ہے اُس کی نعمت شوق قلوب مشتاقین مین ہے اور نعمت اُنس قلوب مستانسین مین اور نعمت ارادت قلوب مریدین مین اور نعمت ایمان قلوب مومنین مین و نعمت اسلام قلوب مسلمین مین ہے اور ان نعمتون مین سے ہر ایک کا معدن ذات و صفات ہے کہ ہر نعمت برابر کشف زائد ہوتی ہے تو زبان کہان ہے جو اُس کی نعمتون کا شمار کرے اور مخلوق تو اُس کے ایک قطرہ آب زلال کے شکر سے عاجز ہے پھر بھلا اُس کی نعمت مشاہدہ کے شکر سے کیون عاجز نہ ہوگی ولیکن یہ اُس کی رحمت و مغفرت ہے کہ خود ہی حمد و شکر اپنا بیان فرمایا کیونکہ وہی علیم ہے کہ بندے اُس کے شکر سے بالکل عاجز ہین اسی واسطے فرمایا۔ ان اللہ لغفور رحیم۔ اور شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر کہا کہ آدمی کا نفس و قلب و روح و عقل ہے اور محبت و معرفت و دین و دنیا ہے اور طاعت و معصیت و ابتدا و انتہا و وقت و اصل و وصل و فصل ہے پس نفس کی نعمت طاعات و احسان کا مرتبہ قرب ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتا ہے اور روح کی نعمت خوف و امید ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہے اور نعمت قلب کی الیقین و ایمان ہے جس مین عیش کرتا ہے اور نعمت عقل کی حکمت و بیان ہے جس مین سرور و خوش ہے اور نعمت معرفت کی ذکر و قرآن ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہے و نعمت محبت الفت و مواصلت اور امن اطراد و ہجران ہے وہ انھین سے مسرور ہے اور ہر ایک کے اسباب و موانع و توفیق بیشمار مین ان کا شمار بالکل حد بشری سے خارج ہے فافہم۔ پھر حق تعالیٰ نے لوگون کے وسوسہ و شرک و انکار پر ملامت و وعید فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو اور جنکو پکارتے ہو اللہ کے سواے کچھ پیدا نہین کرتے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

اور آپ پیدا ہوتے ہین مردے ہین جنمین جی نہین اور خبر نہین رکھتے کب اٹھائے جاوینگے معبود تمہارا معبود ہے اکیلا سو

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

جو یقین نہین رکھتے پچھلے دن کی زندگی کا اُنکے دل نہین مانتے اور وہ مغرور ہین ٹھیک بات ہے کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہین

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝

اور جو جتاتے ہین بیشک وہ نہین چاہتا غرور کرنے والون کو

اللہ تعالیٰ نے بیشمار نعمتون کو ثابت کرکے آگاہ فرمایا کہ واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون۔ یعنے جو اعتقادات و خیالات تمہارے دلون مین پوشیدہ ہین یا پوشیدہ اعمال کرتے ہو وہ بھی اور جو ظاہر کرتے ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے پس نیک و بد ہر ایک کو ویسی ہی جزا و سزا دیگا۔ اسمین ریاکاری و بدنیتی کا حکم بھی نکل آیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے کوئی فعل و عمل کیا جس مین میرے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو اُس کو مین چھوڑ دیتا ہون اور شرک کے ساتھ کر دیتا ہون یعنے اللہ تعالیٰ غنی ہے اُس کو بندہ کے اعمال سے پروا نہین ہے تو مشرک کا عمل اس کے شرک کے ساتھ رہ گیا۔ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت مین شرک و ریا کے ساتھ عمل کرنے والے جنکے دکھلانے یا سنانے وغیرہ کے واسطے کرتے تھے اسی کے پاس دفع کیے جاوینگے کہ دیکھو تم اس سے کچھ پاتے ہو یعنے محض محروم و شمت حاجت کے وقت مایوس و خوار ہونگے۔ اس مین کافرون پر ملامت و تنبیہ ہے کہ جس کی عبادت کیجاوے وہ خالق و مالک اور پوشیدہ و ظاہر اور دلی بھید سے آگاہ ہوتا کہ اس سے ثواب کی امید و عذاب کا خوف ہو اور بتون وغیرہ

کے مانند نہ ہو کہ جنکو کچھ بھی شعور نہیں خود پوجنے والے سے بدتر ہیں۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے غیروں کو
پرستش کرتے ہیں ہر ظاہر و باطن ان کا محکوم بناتے ہیں تو وے۔ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا ان کے معبود ایسے ہیں کہ کچھ چیز بھی نہیں پیدا کر سکتے حتی کہ ایک تنکا بھی
نہیں بنا سکتے ہیں۔ خود آدمی اپنے نفس کے خیالات پر چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے منکر و غافل ہوتا ہے حالانکہ خود کبھی کوئی چیز نہیں۔ وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ
اور وے پیدا کیے جاتے ہیں۔ حتی کہ بت اور جتنی چیزیں ہیں ظاہر میں آدمی کے فعل سے تراشی و بنائی جاتی ہیں مگر خالق درحقیقت وہی ہے جس نے بندے کا
فعل پیدا کیا لہذا ہر چیز مخلوق الٰہی ہے اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول بیان فرمایا۔ اتعبدون ما تنحتون۔ یعنے اے بت پوجنے والو کیا تم معبود
بناتے ہو ایسی مورتوں کو جنکو تم خود تراشتے ہو۔ چونکہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آدمی نے خود ان مورتوں کو وجود دیا ہو تو آگے فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون۔ اور حال
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو اور جو تم عمل کرتے ہو پس ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا اور ہمارے اعمال کو ہمارے واسطہ سے پیدا کیا تو ہمارے
اعمال سے جو ظاہر ہوا مثلاً بت تراش کر بنا لیا اس کو بھی اسی نے پیدا کیا جیسے منہ سے ظاہر کھیتی اگتی ہے لیکن حقیقت میں بیج کو وہی پیدا کرتا ہے اور کھیتی کو
وہی اگاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بت وغیرہ آدمیوں سے بھی زیادہ بدتر درجہ کی مخلوق ہیں کہ آدمی کے واسطہ سے پیدا ہوئی ہیں پس جو آدمی خود اپنا بندہ
بنجاوے اور ان کو اپنا معبود قرار دے وہ اشد جاہل و اندھا ہے کہ بت تو خود اس کے واسطہ سے بنائے ہوئے ہیں۔ اَمْوَاتٌ مردے ہیں یعنے ان میں
روح تک نہیں ہے جو انسان میں ہوتی ہے۔ غَیْرُ اَحْیَآءٍ زندے نہیں ہیں یعنے جس حیات سے انسان مشرف ہے وہ ان بتوں میں موجود نہیں ہے اگرچہ
مخلوقیت کی حالت موجود ہے پس نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ ان میں عقل ہے اور نہ شعور۔ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۔ اور کچھ ان کو شعور نہیں کہ
وے کب اٹھائے جاوینگے مفسرین نے یہاں کئی معنی بیان کیے۔ ایک معنے یہ ہیں کہ ان بتوں وغیرہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی تو بھلا
ایسی چیزوں سے تم ایسی حالت میں کیا امید رکھتے ہو کہ تم کو کچھ نفع ہوگا اور ثواب ملیگا یا ضرر و عذاب دور ہوگا۔ دوم وہ جو بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے
لکھا کہ یہ معنے ہیں کہ بتوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی اور وے کب اٹھائے جاوینگے اس سے معلوم ہوا کہ بت بھی مثل آدمیوں کے حشر میں اٹھائے
جاوینگے۔ اور اس کے مؤید حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی حشر فرماویگا جن کے ساتھ شیاطین ہونگے پس سب کو دوزخ میں ڈالے جانیکا
حکم فرماویگا۔ اس کے مؤید آیت کریمہ بھی ہے کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم۔ یعنے تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے سب
جہنم کا ایندھن ہیں۔ سوم یہ کہ نہیں شعور رکھتے یہ بت کہ کب اٹھائے جاوینگے ان کی عبادت کرنے والے اور یہ بت پرستوں کے اعتقاد پر بطور ملامت کے
ہے ورنہ بت تو کچھ بھی نہیں شعور رکھتے ہیں۔ چہارم بعضوں نے کہا کہ وہم یخلقون تک کلام ختم ہوا اور اموات غیر احیاء سے بت پرستوں کی مذمت ہے یعنے بت
پوجنے والے حیات جسمانی کے سوائے اصلی حیات نہیں رکھتے ہیں مردہ دل ہیں ان کو حشر و بعث کا اعتقاد نہیں یہ قول دوم احسن ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے واقعی اعتقاد ارشاد فرمایا۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا معبود اللہ واحد ہے ہر فعل میں و تمام صفات کمال میں وہی فرد احد صمد ہے اس کے سوائے
کوئی معبود ہو نہیں سکتا ہے۔ ولیکن کفار و بت پرست اس سے تعجب کرتے ہیں لہذا فرمایا۔ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ سو جو لوگ کہ
آخرت سے منکر ہیں ان کے دل اس سے انکار کرتے ہیں۔ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور وے اس سے تکبر کرتے ہیں۔ استکبار سے مشتق مستکبرون ہے اور
تکبر سے زیادہ اس میں مبالغہ ہے گویا تکبر کو اپنے اندر پیدا کرتے ہیں جب سنتے ہیں کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک ہے جب غور سے دیکھو تو جو لوگ اللہ تعالیٰ
کی وحدانیت پر ایمان نہیں لائے ہیں اگر وے کسی کو نہیں مانتے تو ہر ایک اپنے نفس کی بات کو مانتا ہے اور ہزاروں خواہشوں کے واسطے مطیع ہو رہا ہے
ہر خواہش کے حکم پر سر جھکاتے ہیں اور اگر اس سے شرع الٰہی کو کہا جاوے تو چڑھ جاوے اور غرور سے اپنے آپ کو آزاد بتلا دے اور یہ کس قدر جہالت ہے
اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوائے بتوں وغیرہ کو مانتے ہیں انہوں نے بھی دنیاوی زندگی کے واسطے ہر ایک نے علیحدہ ایک اپنا بت بنایا اور اسی سے
ہر ایک اس اثنا کا دین اپنی بہتری کا طالب ہے حالانکہ اُسے کچھ بھی شعور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی طرف رجوع کرنے سے سخت ناخوش
و منکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کا قول فرمایا۔ اجعل الالهة الها واحدا ان هذا لشیء عجاب۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے کہ کیا اس نے

اتنے آلہوں کو ایک خدا کر دیا یہ تو انوکھی بات لایا ہے اور فرمایا واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین الآیہ یعنے جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالے اکیلا تو بھڑکتے ہیں دل اُن لوگون کے جو نہین ایمان لاتے آخرت کا اور جب ذکر کیے جاتے ہین اس کے سوا دوسرے لوگ تو یکایک وے خوش نظر آتے ہین۔ غرضکہ یہان مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے کی توحید سے انکار کے باوجود یہ لوگ اُس کی عبادت سے تکبر کرتے ہین۔ لَا جَرَمَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ۔ بے شبہہ صحیح ہے کہ اللہ تعالے جانتا ہے جو چھپاتے ہین اور جو ظاہر کرتے ہین۔ تو وہ ان کو اُن کے اعمال کا پورا بدلا دیگا یعنے ایسے کافرون کو انکے اعمال کا بدلا ملیگا اور وہ جہنم ہے جو کہ عذاب سخت ہے۔ واضح ہو کہ لاجرم دراصل بمعنے لا بُدّ ہے لیکن اب بمعنے تحقیق ہے خلیل رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لاجرم کلمہ تحقیق ہے اور ہمیشہ جواب واقع ہوتا ہے۔ ابو مالک رحمہ اللہ تعالے نے کہا لاجرم اے حقًا ضحاک رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لا کذب یعنے کچھ دروغ نہین ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۔ اللہ تعالے تکبر کرنیوالون کو دوست نہین رکھتا یعنے عذاب فرمادیگا۔ واضح ہو کہ اقسام تکبر مین سے زیادہ مذموم وہ ہے جو اللہ تعالے کی توحید و عبادت سے اور اُس کے رسولون کی فرمانبرداری سے تکبر ہو اور باقی اقسام تکبر کے درجہ بدرجہ ہین اور حدیث مین حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین نہ داخل ہوگا وہ شخص جس کے دل مین بقدر ذرہ کے غرور ہوا اور جہنم مین نہ داخل ہوگا وہ شخص جسکے دل مین بقدر ذرہ کے ایمان ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آدمی پسند کرتا ہے کہ اُس کا کپڑا اچھا ہو اس کا جوتا اچھا ہو تو فرمایا کہ اللہ تعالے جمیل ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے اور تکبر تو حق پر اترانا اور لوگون کو حقارت سے دیکھنا ہے رواہ الامام مسلم وابن ماجہ والترمذی وابو داؤد۔ مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ تجمل و ستھرائی و پاکیزگی تو اللہ تعالے کو محبوب ہے اور تکبر یہ ہے کہ حق سے اترا وے جیسے مثلاً اللہ تعالے کے آگے بندہ ہونے اور رسول کی طاعت سے سرکشی کرے یا مثلاً موٹا کپڑا پہننے سے غرور کرے یا مثلاً خچر و گدھے کی سواری مین تکبر کرے حالانکہ اسپر انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے ہین یا مثلاً نوالہ گر پڑا اُس کو اُٹھا کر کھانے مین تکبر کرے اور یہ کہ لوگون کو حقارت سے دیکھے اور یہ سمجھ کہ دنیا مین لوگون کے درجہ مین ہر ایک کا درجہ آدمی پہچانتا ہے تو یہ صحیح ہے ہر ایک سے اُس کے درجہ کے موافق برتاؤ کرے لیکن ہر ایک پر اللہ تعالے کی نعمت سمجھے اور یہ نہین کہ کسی مین بہ نسبت دوسرے کے ذاتی بڑائی سمجھے خصوص جبکہ اپنے آپ کو کسی سے بڑا سمجھے اس طرح کہ دوسرون کو حقیر سمجھے تو یہ تکبر مذموم ہے حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سوار جاتے تھے راستہ مین چند مسکین لوگون کو دیکھا کہ اُنھون نے روٹی کے ٹکڑے نکالکر جمع کیے اور رکھا نے بیٹھے ہین اُنھون نے کہا کہ اے ابو عبداللہ نواسہ رسول اللہ یہ اول وقت کا کھانا موجود ہے پس سواری سے اُتر پڑے اور اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور پڑھا انہ لا یحب المستکبرین یعنے بحکم آنکہ اللہ تعالے مغرورون سے راضی نہین ہے پس بیٹھ کر اُن کے ساتھ کھایا جب فارغ ہوگئے تو فرمایا کہ تم نے میری دعوت کی مین نے قبول کی اب مین تمھاری دعوت کرتا ہون تم بھی مہربانی کرکے قبول کرو پس وے بھی آپ کے ساتھ آپ کے گھر کی طرف اُٹھکر چلے پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اُن کو کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور کچھ نقد دیکر رخصت کیا۔ تواضع کی خوبی و تکبر کی مذمت مین بہت کثرت سے روایات مین مثلاً ثابت ہے کہ جس نے تکبر کیا اللہ تعالے اُس کو ذلیل کر دیتا ہے اور جس نے تواضع کی اللہ تعالے اُس کو بلند کر دیتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو لوگ دنیا مین تکبر کرتے تھے اللہ تعالے قیامت کے روز اُن کو چیونٹیون کے مانند کر دیگا کہ لوگ اُن کو اپنے پیرون سے روندین گے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ محشر مین اُن کے اجسام اس قدر صغیر کر دیے جاوینگے جہان چھوٹا ہونا اسقدر مضر ہوگا اور جب آگ مین ڈالے جاوینگے تو بہت بڑے کر دیے جاوینگے جہان اسقدر مضر ہوگا۔ اقول یعنے حدیث صحیح متعدد ہین کہ جہنم مین کافرون کے اجسام بہت بڑے بڑے ہونگے حتی کہ کافر کی داڑھ برابر اُحد کے پہاڑ کے ہوگی اور اس کی کھال اسقدر موٹی ہوجائیگی کہ تین روز کی مسافت مین طے ہووے۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور مین اس مقام پر بہت احادیث ذکر کی ہین۔ علماء نے کہا کہ غرور ایسی بدتر چیز ہے کہ سب گناہون کو آدمی پوشیدہ کر سکتا ہے مگر غرور پوشیدہ نہین ہوتا ہے اور اس کو اعلان و اظہار لازم ہے اور وہ سب گناہون کی جڑ ہے۔ واضح ہو کہ دنیا کی محبت بھی سب گناہون کی جڑ ہے تو لازم آیا کہ جسکو دنیا کی محبت ہوا اور دنیا حاصل ہو وہ مغرور ہوگا نعوذ باللہ من الکبر۔ ف۔ فی المدارک قولہ تعالے اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون جس شخص کو اللہ تعالے نے اپنی محبت و رضا سے محروم کیا ہو اور وہ ضرر

و بلا سے کفر مین مبتلا ہوا اور معرفت کی زندگی اس کو نہ دی ہو اس کو کب ایسی زندگی حاصل ہو سکتی ہے جس مین موت کا خوف ہی نہین ہے پس جو لوگ کہ حق تعالیٰ کی معرفت سے جاہل ہین وے جہالت کی موت مین بیجان ہین اور جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایمان دیا وے مشاہدہ وصل مین دائمی زندہ ہین۔ کافرون و جاہلون کو بارگاہ لطف سے مطرود و مقہور کر دیا تو وے قہر کی تاریکیون مین ٹاپتے پھرتے ہین اُن کو نجات و زندگی کی راہ نہین سوجھتی ہے پس مثال ان کی جیسے بت کہ ان مین روح نہین اور نہ حیات کی قابل استعداد ہے ایسے ہی جاہل لوگون کا حال ہے کہ اُن مین حیات معرفت و قبول محبت کی استعداد نہین ہے اسی واسطے تو ان کے حق مین اموات کہنے کے بعد بطور تاکید کے غیر احیاء فرمایا یعنے نہ ان مین اصلی حیات ہے اور نہ حیات کی قابلیت ہے کیونکہ انکو جمادات پیدا کیا ہے تو ایسے ہی کافر و جاہل لوگ ہین کہ ایمان و معرفت والون کی زندگی سے مردہ دل ہین اور ان مین معرفت حق سبحانہ تعالیٰ کی قابلیت بھی نہین ہے۔ اہل المعرفۃ البتہ زندہ ہین پس عارفین بارواح معرفت زندہ ہین اور محبین بارواح محبت اور مومنین بانوار مشاہدہ اور صدیقین بارواح لقائی اور مقربین بارواح صفاتی اور موحدین بانوار ذاتی زندہ ہین اور عارفان سر الغیب کا یہ حال ہے کہ بحیات قدیمہ زندہ ہین اور سب مستغرق وصل قائم ہین کبھی اُن کو موت نہین ہے کیونکہ ارواح معرفت اُن کے اسرار مین مستقر ہین اور ارواح بقا نے اُن کو زندہ کر دیا ہے اُن کی زندگی یہ فانی زندگی نہین ہے کیونکہ سطوات عظمت و جلال سے یہ فانی حال فنا ہو گیا کیونکہ حدوث کو قدم کے ساتھ کوئی راہ نہین ہے اور ہر لحظہ شہود قدم سے حلاوت اوقات حیات مین دائم ہین اور جب صبح وحدانیت طلوع فرماوے گی اور شمس الذات و قمر الصفات کا ظہور ہوگا تو اُس کے ساتھ بصفت حیات باقیہ و علم ربوبیت قائم ہون گے ولیکن ان کو یہ نہین معلوم ہے کہ اس درجہ مین کب پہنچین گے کیونکہ اوقات تو وہان ایک وقت ہوگا کہ ازل سے ابد تک ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شئی قدیر۔ اور شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو چیز فنا کے دونون کنارے ہو وہ فانی ہے اور جو چیز کہ عدم کے دونون طرف ہو وہ معدوم ہے اور باقی وہی ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے بعض مشائخ نے کہا کہ اموات ہونا اس معنی مین کہ اصول حق سے مردہ ہین اور اُن کو یہ شعور بھی نہین کہ جس کے لیے حیات بحی القیوم کا مقام کشف ہوتا ہے وہ کس حال مین ہوتا ہے شیخ حسین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حیات کے اقسام ہین حیات بکلمات حق اور حیات بامر حق اور حیات بقرب حق اور حیات بنظر حق اور حیات بقدرت حق یہ سب حیات ہین اور ایک حیات جو موت ہے یعنے حرکات مذمومہ اور یہی اس مقام پر مراد ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حق تعالیٰ عز و جل نے خلق کو پیدا کیا پھر ان کو بنام پاک اپنی زندہ کیا اور پھر اُن کو اُن کے نفوس سے جاہل کر کے مردہ کر دیا پس جو کوئی علم سے زندہ ہوا وہ تو زندہ ہے ورنہ جہالت مین مردہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جو مروی ہے کہ الناس موتیٰ و اہل العلم احیاء۔ لوگ مردے ہین اور زندہ اہل العلم ہین قول شیخ سہل رح کے واسطے نص صریح ہے اور مراد علم سے یقین و معرفت ہے فافہم۔ واسطی رح نے کہا کہ میت وہ ہے جو اپنے خالق مالک بے شمار احسان کرنیوالے سے غافل ہوا اور زندہ وہ ہے جو حی القیوم کے ساتھ زندہ ہوا شیخ ابو عمرو الزجاجی نے فرمایا کہ تم زندہ کیونکر ہو گے حالانکہ تم نے حی قیوم کو دیکھا ہی نہین۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اہل دنیا و جہالت کے مردہ ہین کیونکہ سواے حق عز و جل کے دوسری چیزون مین مشغول ہین اور جو بندے کہ حضوری خدمت و طاعت مین حاضر ہین وہ زندہ ہین کیونکہ حی حق سبحانہ کے مشاہدہ مین ہین پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون کے بعض ذمائم فرمائے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۙ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ

اور جب کہیے انکو کیا اتارا ہے تمہارے رب نے کہین نقلین ہین پہلون کی کہ اٹھاوین بوجھ اپنے پورے دن

ع ۳ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ

قیامت کے اور کچھ بوجھ اُنکے جنکو بہکاتے ہین بے تحقیق سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہین دغا بازی کر چکے ہین

مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ

اُن سے اگلے پھر پہنچا اللہ انکی چنائی پر نیو سے پھر گر پڑی اُنپر چھت اوپر سے اور آیا اُنپر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ

جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے پھر دن قیامت کے رسوا کریگا انکو اور کہیگا کہ کہاں ہیں میرے شریک جنپر تم ضد کرتے تھے

فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

بولینگے جنکو خبر ملی تھی بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ یعنی جب ان منکروں تکبر کرنے والے کافروں سے کہا جاتا ہے کہ کیا اُتارا تمہارے رب نے۔ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہتے ہیں کہ اسطورات یعنی حکایات اگلوں کی ہیں۔ کہنے والے اور پوچھنے والے بعضے عرب کے گروہ تھے جو مکہ میں آتے اور قریش سے پوچھتے تھے اور بعض نے کہا کہ خود قریش آپس میں تمسخر کے طور پر ایک دوسرے سے کہتے تھے اور بعض نے لکھا کہ مسلمان جب اُن سے پوچھتے تو یہ جواب پاتے تھے اور مراد کافروں کی اس جواب سے یہ نہیں تھی کہ ہمارے رب نے یہ حکایات اُتاری ہیں اس لیے کہ وے لوگ اس کے قائل ہی نہ تھے بلکہ مطلب یہ تھا کہ یہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ اگلوں کی حکایات ہیں چنانچہ ولید بن المغیرہ مخزومی بدبخت کی نسبت فرمایا کہ یوں اُس نے بات بنائی کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ۔ یعنی یہ جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اور مفسرین نے لکھا کہ یہ آیت نضر بن الحارث کے حق میں ہے اور وہ ملک فارس و بابل وغیرہ میں تجارت کو جاتا اور وہاں سے رستم و اسفندیار کے قصے خرید لاتا اور عرب کو سُناتا اور گمان کرتا کہ میری داستان زیادہ دلچسپ ہے۔ بالجملہ راس الکفر ولید مذکور کی بات پر سب نے اتفاق کر کے یہی کہنا شروع کیا کہ یہ اگلوں کی حکایات ہیں۔ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ تاکہ لادیں اپنے گناہوں کو پورا پورا بروز قیامت۔ یعنی یہ مقدر ان کے حق میں اسی واسطے تھا کہ اپنی پیٹھ پر اپنے گناہوں کو پورا لادیں اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کافروں کو اوندھا سر کے بل عرصات قیامت کی طرف حشر فرما دیگا اس حال سے کہ انپر بار گناہ لادے ہو نگے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالےٰ نے تفسیر کبیر میں کہا کہ پورے گناہوں کی قید سے معلوم ہو گیا کہ گنہگار مسلمانوں سے اللہ تعالےٰ تخفیف فرما دیگا ورنہ کافروں کے ساتھ اس خصوصیت کا کچھ فائدہ نہ ہوتا پس مسلمان گنہگار سے تخفیف ہوگی اور کافر لوگ اپنے گناہوں کو پورا لادینگے اور ساتھ ہی۔ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اُن کے گناہوں سے جن کو گمراہ کیا بغیر علم کے۔ واحدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے تفسیر میں کہا کہ کلمہ مِنْ یہاں بعض کے معنے میں نہیں ہے بلکہ جنس ہے یعنی پورے گناہ اُن کے بھی لادینگے جن کو گمراہ کیا بغیر جانے۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ۔ یعنی تاکہ لادیں اپنے بوجھ اور ان بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ۔ یہی عوفی رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ لادینگے اپنے بوجھ اور گناہوں کو مع ان لوگوں کے گناہوں کے جنہوں نے اُن کی پیروی کی اور پیروی کرنے والوں پر سے بھی اُن کے گناہوں کا عذاب کچھ کم نہ ہوگا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جس نے بلایا ہدایت کی طرف تو اس کو بھی ویسا ہی ثواب ہوگا جیسا ان لوگوں کو ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کر کے مان لیا اور پیروی والوں کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اور جس نے بلایا گمراہی کیطرف تو اسپر عذاب ہوگا مع عذاب ان لوگوں کے جنہوں نے اس کی پیروی کی اور پیروی والوں کے عذاب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا۔ دوسری حدیث صحیح میں ہے کہ جس نے کوئی گمراہی کی راہ نکالی تو اسپر اس کا گناہ ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلیں انکا بھی گناہ ہوگا اور اس راہ چلنے والوں پر سے بھی کچھ عذاب کم نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیروی کرنے والوں پر لازم تھا کہ نہایت اہتمام و احتیاط سے تفتیش کر کے حق بات کو معلوم کریں کیونکہ جس نے حق کو ڈھونڈھا پایا اور انکی جہالت کا عذر مقبول نہ ہوگا۔ اسی واسطے کشاف و بیضاوی میں بغیر علم کو يُضِلُّوْنَهُمْ کی ضمیر مفعول سے حال ڈالا ہے یعنی گمراہ کرتے ہیں ایسوں کو جو نہیں جانتے کہ وے گمراہ ہوئے۔ یہ معنے اگرچہ صحیح ہیں لیکن نظم کلام میں اقوی یہ ہے کہ فاعل سے حال ہے یعنی گمراہ کرنے والے نادانی و جہالت سے بدون ایسی دلیل کے جس سے علم و یقین ملتا ہے لوگوں کو گمراہ کرینگے۔ لہٰذا دلائل شرعیہ کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس شرعیہ ہیں جو کوئی ان دلائل پر چلتا ہو وہ راہ پر ہے بلکہ ان کے خلاف اگر کوئی رائے کو دخل دیکر اُس کو راہ بنا دے وہ گمراہ ہے جیسے حدیث میں آثار قیامت میں ہے کہ جب حرص مال و متاع کی تابعداری کیجاوے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لوگ چلیں اور ہر ایک اپنی رائے پر نازاں ہو تو وہ وقت آثار قیامت کا ہے۔ غرضکہ بغیر علم حق کے اپنے آپ گمراہ

اور دوسروں کو گمراہ کر کے تمام گناہوں کا بار لادتے ہیں۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ۔ یعنی خبردار ہو کہ جو کچھ انھوں نے لادا وہ بہت برا ہے کیونکہ یہ ان کے حق میں
دائمی وبال و عذاب ہے اور دنیا و آخرت میں خواری و رسوائی ہے چنانچہ ان سے اگلوں نے ایسا کیا اور اٹھایا یہی بیان فرمایا۔ قَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ۔ البتہ مکر کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ مکر سے مراد ایسی تدبیر جو حق سے خلاف ہو اور جس سے حق کا انکار اور اس کا باطل ہونا قصد کیا
گیا تھا اور تمام کافروں نے اپنے اپنے پیغمبر اور اہل ایمان کے ساتھ ایسی ہی تدبیریں کیں کہ حق کو باطل کریں جیسے اس زمانہ میں کثرت سے بادشاہ موجود ہیں۔
اکثر مفسرین نے کہا کہ آیت میں اشارہ نمرود بن کنعان کی طرف ہے جو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ سرکش و ظالم متکبر بادشاہ تھا اور اس نے بابل میں ایک
عمارت بہت بلند بنائی جسکی اونچائی پانچ ہزار گز بیان کیجاتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ دو فرسخ اونچا منارہ تھا اور مقصود اس کا بعضے کہتے ہیں کہ یہ تھا کہ
آسمان والوں سے قتال کرے اور بعضے کہتے ہیں کہ ستاروں پر قبضہ کرنا اور ان کو تصرف میں لانا اور مانند اس کے اوہام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
اسی پر پیچھے گئے اور اس نے سرکشی میں دقیقہ نہیں چھوڑا۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ مکر کرنے والا نمرود تھا جس نے بلند منارہ بنایا تھا۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے اور عبد الرزاق
نے مسند میں معمر رحمہ اللہ تعالے کے واسطہ سے زید بن اسلم سے روایت کی کہ روے زمین پر پہلا جبار شخص نمرود تھا اللہ تعالے نے اسپر ایک مچھر کو مسلط کیا
تھا جو اس کے نتھنے میں سے دماغ کو چڑھ گیا اور چار سو برس یہ کیفیت رہی کہ اس کے سر پر چوٹ ماری جاتی تو اس کو سکون ہوتا اور اسپر زیادہ مہربان وہ
تھا کہ اپنا دو ہتھڑ اس کے سر پر مارے اور قبل اس کے چار سو برس تک اس نے جباری کے ساتھ سلطنت کی تھی اسی قدر اللہ تعالے نے اس کو اس
عذاب سے زندہ رکھا اور اسی نے آسمان کے دریافت اور وہاں والوں سے قتال کرنے کے لیے عمارت بلند بنائی تھی۔ فَاَتَی اللّٰهُ بُنْیَانَهُمْ۔ پس آیا
اللہ یعنی حکم اللہ کا یا امر اللہ کا ان کی عمارت پر یعنی منارہ مذکور پر۔ مِنَ الْقَوَاعِدِ۔ اس کی نیو و جڑوں سے یا بقول زجاج رحمہ اللہ تعالے اس کے ستونوں
سے یعنی اللہ تعالے کے حکم سے ایک ہوا آئی کہ اس نے منارہ کا سر الٹ کر سمندر میں پھینکا اور نیو سے تمام ستون ڈھا دیے۔ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ
فَوْقِهِمْ۔ پس گر پڑی انپر چھت ان کے اوپر سے۔ یعنی یہی نہ تھا کہ جیسے عرب کی زبان ہے کہ انپر چھت گر پڑی ایسے وقت بھی بولتے ہیں وہ لوگ چھت کے نیچے
درحقیقت نہ ہوں بلکہ یہ لوگ منارہ گرنے کے وقت اس کے نیچے تھے اسی واسطے بعد کلمہ علیہم کے کلمہ من فوقہم نے تحقیق کر دیا کہ اس چھت کے گرنے سے یہ لوگ
ہلاک ہوئے۔ بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ منارہ بنانے والا تو نمرود تھا مگر اس کے سوائے یہ چھت بخت نصر اور اس کے ظالم لشکر و قوم پر گری تھی۔ اور مکر کا بیان
جو یہاں ہے اس کا اشارہ سورہ ابراہیم میں فرمایا تھا بقولہ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال۔ اور بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ قصہ اگرچہ واقع ہوا ہو لیکن
یہاں مراد اس کلام سے تمثیل ہے جیسے بولتے ہیں کہ جو کوئی دوسرے کے لیے کنواں کھودے خود اس میں گرتا ہے پس مراد یہ ہے کہ انھوں نے اہل حق کے اہل
و راہ حق کو مٹانے و تکبر کرنے میں جو کوشش کی تھی اس کا وبال انھیں پر اللہ تعالے نے لوٹایا۔ اور مکر و فریب کے مکان کی چھت انھیں پر گر پڑی اور اسکے
نیچے دب کر خود ہی وبال و ہلاک ابدی اخروی میں گرفتار ہوئے۔ کشاف نے اسی کو اختیار کیا اور قاضی بیضاوی رحمہ نے بھی اسی کی تبعیت کی ولیکن
قول اول معتمد ہے اور باوجود اس کے اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے تو مقصود وہی ہوگا کہ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالے سے تکبر کریں اور اس کے رسول سے منکر ہو کر
دنیاوی حیات پر انحصار کریں ان کے اس مکر کا وبال انھیں پر ہوگا۔ جیسے یہ لوگ ہلاک و برباد ہوئے۔ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ
اور آیا انپر عذاب الٰہی ایسی راہ سے کہ اس کا شعور نہ رکھتے تھے چنانچہ ہوا سے یہ سب بربادی ہوئی حالانکہ ان کو اس کا خیال بھی نہ تھا ایسے ہی اہل کفر اپنی
خواہشات دنیاوی و حصول متاع و عیش میں خوش و مغرور رہتے ہیں یہانتک کہ جب یکایک موت آئی تو عذاب نظر آیا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا
بوجہ اس کے کہ نہایت مضبوطی سے ان کو اس امر کا یقین تھا کہ سوائے حیات دنیاوی کے کوئی چیز کہیں زندگی نہیں ہے باوجودیکہ اہل الحق نے ان کو
امر حق پہنچا دیا تھا۔ مگر نہ مانا اور اس عذاب پر دلیر ہوئے۔ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ۔ پھر قیامت کے روز ان کو خوار و فضیحت فرماویگا کیونکہ وہ
دن ہے کہ پوشیدہ نیات اور نہاں اعمال ظاہر کیے جاوینگے۔ وَیَقُوْلُ اور اللہ تعالے بطور غضب کے پاس کے ملائکہ کہینگے کہ اَیْنَ شُرَکَآءِیَ

کہاں ہیں میرے شرکاء یعنے جنکو تم نے میرا شریک ٹھہرایا تھا۔ اَلَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ فِیْهِمْ۔ یعنے وہ لوگ کہ تم انکے بارہ میں مخاصمہ کرتے تھے یعنے انبیاء و مومنوں سے جھگڑتے تھے یا خلاف حکم اللہ تعالے کے جو انبیاء نے پہونچایا تھا تم راستہ سے پھوٹ کر ایک شق کی طرف جاتے تھے۔ حاصل یہ کہ آج وہ کیوں حاضر ہو کر تمہاری خلاصی و مدد نہیں کرتے۔ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہینگے وہ لوگ جنکو علم دیا گیا یعنے انبیاء علیہم السلام کے سوائے اُن کی اُمت کے اہل معرفت و صادق مومنین ان کافروں کے حق میں جس طرح دنیا میں سمجھاتے تھے تصدیق کے لیے بطور ملامت کے کہینگے اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔ بیشک خواری آج کے روز اور خرابی عذاب کی کافروں پر ہے۔ پھر حق تعالے نے ان متکبرون ظالموں کی حالت بیان فرمائی۔

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓی

جنکی جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں تب وہ کرینگے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی کیوں نہیں

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ فَلَبِئْسَ

اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے سو پیٹھو دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو اس میں سو کیا برا

مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ ۝

ٹھکانا ہے غرور کرنیوالوں کا

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ۔ یعنے یہ رسوائی و خواری قیامت کی ایسے لوگوں کے حق میں ہوگی جن کی روح قبض کی ملائکہ نے یعنے عزرائیل علیہ السلام و اس کے ساتھی فرشتوں نے۔ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ درحالیکہ یہ کافر لوگ ظلم و شرک کرنے والے تھے جس کا وبال انھیں کی جانوں پر تھا اس لیے کہ اپنے نفس کو ناپاکی و ذنائم و تاریکیوں سے نہیں نکالا بلکہ اصلی فطرت پر اچھے تھے پھر شیاطین کے وساوس میں شرک و کفر و بداعمالیوں میں پڑگئے اور رسول و مومنوں کی فہمائش پر دھیان نہ کیا بلکہ الٹے راہ شریعت کو برباد و مٹانا چاہا اور دنیاوی مغروری میں رہے یہانتک کہ کلہ کا کہ انھیں پچھاڑا اور یکایک ملک الموت نے اُن کی روح بفرمان الٰہی قبض کی اور اسوقت خواب غفلت سے آنکھ کھولی۔ حدیث میں ہے کہ مہیب ملائکہ انکو ڈانٹینگے کہ نکل اے روح خبیث اپنے رب کی طرف جو تجھ پر نہایت غضب میں ہے اور نکل طرف دار عذاب کے۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ۔ پس بات ڈالینگے سلم کی یعنے صلح کی یعنے مخاصمہ و جھگڑے کو چھوڑینگے یا قول اسلام کہینگے یا انقیاد و فرمانبرداری کا اقرار کرینگے اور یہ روح نکلنے سے ذرا پہلے ہوگا جبکہ حلق پر دم ہوتا ہے۔ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ۔ کہتے ہوئے کہ ہم تو کچھ بدی نہیں کرتے تھے۔ ایسے ہی آخرت میں کہینگے کہ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ۔ یعنے قسم ہم کو ہمارے رب کی ہم مشرک نہ تھے۔ بَلٰٓی۔ کیوں نہیں تم ضرور کرتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ تعالے خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ یہ حرکت بوجہ اس کے اعتقاد کے کہ اللہ تعالے کو نہیں پہچانا اور یقین کیا کہ وہ ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہے۔ اور ظاہر قیامت میں جب بعد پھیرنے روح کے جسم میں پھر محشور ہونگے تو پھر شرک سے انکار کرینگے۔ ولیکن کچھ فائدہ نہیں کیونکہ اللہ تعالے تم سب کے اعمال و دلی اسرار سب سے خوب آگاہ ہے۔ تم کو اسقدر نہیں معلوم ہوسکتا ہے جو حق سبحانہ تعالے خالق ہے وہ عزوجل جانتا ہے اسی کی معرفت پر بھروسا ہے غرضکہ موت کے وقت اقرار بیفائدہ اور انکار بیسود ہوگا اور حکم ہوگا۔ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا پس تم داخل ہو دروازوں جہنم میں درحالیکہ تمہارے حق میں حکم ہوچکا ہے کہ جہنم میں ہمیشہ رہوگے۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ۔ پس کیا برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ہے یعنے جو لوگ اپنے رب جلشانہ کی عبادت و اپنی بندگی و عاجزی سے تکبر کیے مغرور و سرکش و مشرک و کافر تھے اور رسول کی اتباع سے منکر تھے ان کا ٹھکانا دائمی جو ان کو ملا یعنے جہنم جسقدر عذاب و خواری کا ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ لوگ اپنی موت کے روز سے اپنی روحوں سے جہنم میں داخل ہوں گے اور جہان قبروں وغیرہ میں ان کے اجسام ہیں وہاں جہنم کی گرم و سخت حرارت دلوں آتی رہیگی پھر جب قیامت کا روز

ہوگا تو اُن کی روحین اُن کے اجسام مین داخل کر کے حشر کیے جاوینگے اور برابر مع اجسام کے آتش جہنم مین ہمیشگی کے حکم کے ساتھ داخل کیے جاوینگے پس اس کے بعد نہ ان کے لیے موت ہے اور نہ کسی حال مین تخفیف ہے۔ ف بعضے علماء کے نزدیک اہل قیامت خواہ کوئی ہون اُن سے جھوٹ نہیں سرزد ہو سکتا تو ان کو یہان تاویل کرنی ہوگی اور تاویل یہ ہے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنے اُن کے خیالات و اعتقادات تو اسی قسم کے تھے کہ واقعی مشرک تھے مگر اپنے نزدیک اُن کو جزم و یقین تھا کہ ہم کسی بری چال چلن پر نہین ہین بلکہ برخلاف اس کے اہل توحید یعنے اہل اسلام کو کافر سمجھتے تھے۔ اور حق یہ ہے کہ کذب اہل قیامت سے ہونا صریح منصوص ہے اور اس مین تکلف کرنا بعید ہے۔ یہانتک حال ان کافرون مشرکون کا تھا جن سے پوچھا گیا کہ رب نے کیا اُتارا تو کہا کہ اساطیر الاولین اب احوال اہل یقین ہے

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور کہا گیا پرہیزگارون کو کیا اُتارا تمھارے رب نے بولے نیک بات جنھون نے بھلائی کی اس دنیا مین

حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِنْ

ان کو بھلائی ہے اور پچھلا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگارون کا باغ ہین رہنے کے جنمین وہ جاوینگے بہتی اُنکے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ

نیچے نہرین اُن کو وہان ہے جو چاہین ایسا بدلا دیگا اللہ پرہیزگارون کو جن کی جان لیتے ہین

الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

فرشتے اور وہ ستھرے ہین اُنکو کہتے ہین سلامتی ہے تم پر جاؤ بہشت مین بدلا اُسکا جو تم کرتے تھے

بدبخت لوگون کی حالت و بدانجام بیان فرما کر اب ان آیات مین نیکبخت بندون کی کیفیت و نیک انجام سے خوشخبری سنائی بقولہ۔ وَقِيلَ اور جو آیا یعنے پوچھا گیا۔ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا۔ ان سے جنھون نے شرک و رسول کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور اللہ تعالےٰ کی درگاہ مین کچھ تکبر نہین کیا کہ۔ مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ۔ تمھارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے یعنے وحی قرآن سے سوال کیا گیا اور پوچھنے والے دور دور کے عرب اور جو لوگ دریافت حال چاہتے اور کفار قریش بھی ہو سکتے ہین اگرچہ عناد سے پوچھا ہو۔ قَالُوا متقین نے جواب دیا خَيْرًا یعنے نازل فرمایا ہمارے رب نے خیر کو۔ واضح ہو کہ یہان خیراً منصوب جواب ہے یعنے عربی زبان مین اسی فعل محذوف کا مفعول منصوب ہے تو ضرور یون ہوا کہ انزل خیراً اُتارا ہمارے رب نے خیر کو بخلاف اس کے کافرون متکبرون کا مقولہ جو اوپر گذرا اس مین قالوا اساطیر الاولین۔ یعنے اساطیر مرفوع ہے پس وہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنے جو اساطیر الاولین۔ وہ اگلون کی حکایات ہین۔ غرض کافرون کی یہ غرض نہ تھی کہ اُتارا کچھ نہین ہے بلکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اگلون کی حکایات بیان کی ہین حاصل آنکہ کافرون و مومنون کے جواب مین مرفوع و منصوب کا فرق اس نکتہ کے لیے ہے کہ کفار نے نازل کرنے کا اقرار نہ کیا تو انزل کا مفعول نہین رکھا اور جیسے اعراب مرفوع ہے ویسے کافرون کا قول درحقیقت مرفوع یعنے دور پھینکا ہوا اور باطل ہے مومنون کا قول اقرار کی وجہ سے منصوب اور درحقیقت منصوب یعنے قائم و ثابت مستقیم ہے۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ جن لوگون نے احسان کیا اس حیات دنیا مین اُن کے لیے بھلائی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ تعالےٰ و اُس کی کتابون و رسولون پر اور خود طاعت کی اور دوسرون کو طاعت کا حکم دیا اور بلایا اور اُس پر آمادہ کیا۔ مجاہد نے کہا کہ نیک رزق ہے۔ ضحاک رح نے کہا کہ نصرت و فتح ہے۔ کرخی نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک حیات پاکیزہ ہے اور بعض کے نزدیک مکاشفہ و مشاہدہ حق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی ان تمام چیزون کو شامل ہے واقع مین بھلائی بہت ہے کہ دنیا مین بعض آدمی کے لیے تونگری بہتر ہے اور بعض کے واسطے تونگری بڑی اور اوسط درجہ اچھا ہے اور بعضون کے لیے افلاس اچھا ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ثواب ہر ایک کے لیے موعود فرمایا ہے۔ حدیث صحیح مین احسان کا مرتبہ ایمان سے بھی بڑھا ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی

اطاعت اس طرح کرنا گویا اُس کو بندہ دیکھ رہا ہے اور اگر نہیں دیکھتا تو اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا ہے۔ چونکہ اصلی مقصود و مراد بندۂ مومن کی جس نے اس
دار کو فانی و آخرت کو باقی جانا ہے کہ حیات دنیاوی پاکیزگی سے گذرے اور ذخیرۂ خیرات عاقبت میں ساتھ ہو لہٰذا تصریح فرمائی۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ
خَیْرٌ ط۔ اور کچھ شبہہ نہیں کہ دار آخرت بہت خوب ہے۔ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ۔ اور کیا خوب ہے دار متقیوں کا۔ واضح ہو کہ قولہ للذین احسنوا سے
مومنوں کا کلام بھی بطور حکایت ہو سکتا ہے تو بقول کشاف وغیرہ خیر سے بدل واقع ہوا یعنے خیر یعنے جو نازل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہو سکتا
ہے تو کلام مستانف از سر نو واسطے مدح متقین کے ہوگا چنانچہ ان کی دنیاوی بہتری حیات پاکیزہ کو بیان کر کے اُن کی دار آخرت کی مدح پہلے تو مجمل فرمائی
کیونکہ در واقع دار آخرت کی خوبی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس دار فانی میں آدمی اُس کی خوبی کو یقین کر سکتا اور عقل سے استدلال کر سکتا ہے اور کشف
ومشاہدہ سے جان سکتا ہے ولیکن تفصیلی خوبی کی کیفیت سے بعد موت واقف ہوگا لہٰذا پہلے تنبیہ کیا کہ رب العالمین عزوجل جسکو نہایت خوب بیان فرماتا ہے
بندہ اُس پر ہزار دل سے جزم کریگا اور پھر کچھ تفصیل بھی فرمائی۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ ہے جنات عدن۔ یہ دار المتقین جنات اقامت ہیں۔ کذا فی الاتقان
یا کہو کہ لھم جنات عدن متقیوں کے لیے جنات عدن ہیں کذا فی السمین۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر میں قول کشاف قوی معلوم ہوتا ہے کہ لنعم کا مخصوص
بمدح وہی مقدر بحال انجلاف قول سمین کے کہ لھم خبر بھی مقدر ہے ولیکن سمین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک عمدہ نکتہ نکالا کہ جو میں نے ذکر کی اجمال و تفصیل کی
وجہ میں اشارہ کر دیا فافہم۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جنات عدن ترکیب میں دار المتقین کا بدل ہے یعنے لھم فی الآخرۃ جنات
عدن۔ باغہائے اقامت ہیں۔ يَّدْخُلُوْنَهَا۔ وے داخل ہوں گے ان جنات میں یعنے وہاں سے نہ کوچ کرنے کو چاہینگے اور نہ کبھی فنا ہونگے۔ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا۔ تحت اشجارہا و قصورہا بہتی ہیں ان کے نیچے یعنے ان کے درختوں و محلسراؤں و حویلیوں کے نیچے۔ الْاَنْهٰرُ۔ نہریں ہر قسم کی عیش و عشرت
کی نہریں دودھ و شراب و شہد وغیرہ و نفیس پانی جو کہ وسط و اعلیٰ جنت الفردوس سے نکلتی ہوئی جاری ہیں اور واضح ہو کہ حدیث میں ہے کہ نیل و فرات
و جیحون و سیحون سب انہار جنت سے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہاں اللہ عجیب صنعت و قدرت الٰہی جل شانہ کا اشارہ ہے اور جو لوگ اس دنیا کے
فریب میں گرفتار رہیں اندھے و غضب الٰہی میں سرگرداں ہیں اُن کو متقین کے وعدہ دی ہوئی نعمتوں سے اُس وقت خبر ہوگی جب مریں اور اہل تقویٰ کو ان
نعمتوں سے سیراب دیکھیں گے۔ لَهُمْ فِيْهَا۔ متقیوں کے لیے یہاں مَا يَشَآءُوْنَ ہر ایک چیز ہوگی جو کچھ خواہش کریں ہر لذیذ و آنکھوں کی ٹھنڈا
کرنے والی چیز قادر مطلق کی عجیب قدرت سے اُن کے واسطے وہاں حاصل ہوگی اور یہ بات سوائے دار آخرت کے کہیں نہیں ممکن ہے اور یہ حصر صحیح ہے
کہ دنیا میں بہت سی خواہشیں جو عقل میں ہیں نہیں ہو سکتی ہیں مثلاً ہر ایک شخص تصور کر سکتا ہے کہ اس کا مکان موتی و جواہر سے آراستہ و مشک و عنبر سے
آراستہ اور اس کے گرد باغ ایسے درختوں سے جو عمدہ میوہ دار ہوں بے خزاں ہو اور موسم خوشگوار یکساں ہو حال ہوئے ولیکن نا ممکن ہوا لاتا ہے یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ بعضے
اوقات میں تنہا وجود ہوتی ہیں کوئی چیز ایسی نہیں سے محال نہیں ہے پھر دنیا میں فلاں نہیں تو احمق وہ ہے کہ جنت کی نعمتوں کا انکار کرے حالانکہ وہ دار اس دنیا سے
علاوہ ہے اور وہاں کی خصوصیت خاصہ ہنوز آدمی کی نظر سے نہیں گزری۔ حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اس آیت کے مانند دوسری آیات
ہیں کقولہ فیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین وہاں ہر ایک چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے اور آنکھوں کو لذت دے اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت
میں سے ایک گروہ اپنی شراب پر بیٹھے ہوں گے کہ ایک ابر اُن پر آوے گا سو ان میں سے جو شخص اُس سے جس چیز کی خواہش کرے گا وہ برسا دے گا یہاں تک
کہ بعض ان میں سے یہ خواہش کرے گا کہ خوبصورت ازواج نوجوان برسا دے تو بقدرت الٰہی ایسا ہی ہو جاوے گا۔ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ۔
ایسے ہی ثواب عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو۔ واضح ہو کہ ادنیٰ درجہ متقی کا یہ ہے کہ شرک سے بچے اور وحدانیت الٰہی سبحانہ تعالیٰ اُسکے
دل میں ثابت و یقینی ہو۔ پس اگر اعمال میں گناہ کیے ہوں تو شاید معاف ہو جاویں یا توبہ کر کے مرے یا سزا پا کر دار المتقین میں جو اُس کا گھر ہے پہنچا جاوے۔
اور بہتر درجہ یہ ہے کہ شرک و ایسے گناہوں سے بچا ہو جن کا عذاب دوزخ ہے یا اس پر سرزد ہوئے گناہ کے توبہ کر لی ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک و گناہوں
سے اجتناب کے ساتھ سنت و مستحبات و فضائل اعمال سے اُس کو اللہ تعالیٰ نے حصہ عظیم عطا فرمایا ہو جیسے اولیاء اللہ تعالیٰ کی شان ہوتی ہے۔ اللّٰہم

عز وجل نے متقیون کے وقت موت کی صفت بیان فرمادی اور معتبر وقت موت کی حالت ہے۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ایسے بندے جن کی روح
قبض کی ملائکہ نے طَيِّبِيْنَ۔ ایسے حال مین کہ پاکیزہ تھے۔ یعنے پاک تھے شرک وگناہون کی نجاست وبرائی سے کذا قال الامام۔ اور مفسرین
نے پاکیزگی کی تفسیر مین اقوال نقل کیے جیسے پاکیزہ تھے شرک وکفر ونفاق سے۔ یا درحالیکہ صالحین تھے یا درحالیکہ ان کے افعال پاکیزہ تھے۔ اور اقوال
واعتقاد صحیح تھے یا انھون نے اپنے نفوس کو ظلم شرک ومعاصی سے پاک رکھا تھا خواہ پہلے سے یا توبہ کرنے سے کما فی البیضاوی۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ پاکیزہ تھے زندگی مین وموت مین۔ یا یہ کہ ملائکہ کی بشارت سے خوش وشاد ہوکر موت کو پسند کیا۔ بعض نے کہا کہ طیبین الیاعدہ کلمہ ہے کہ ان سب امور کو
شامل ہو جو مذکور ہوے ورجہ پاکیزگی مین داخل ہین بندہ مترجم کہتا ہے کہ آیت دلیل ہے کہ آدمی کے جنتی ہونے کا اعتبار اُس کے خاتمہ موت کا وقت
وحال ہے پس موت کے قریب زمانہ مین جو شخص عمدہ پاکیزہ اعتقاد پر ہو اور پاکیزہ اعمال پر ہو وہ متقی ہے اگرچہ عمر بھر وہ شرک وکفر وغیرہ مین مبتلا رہا ہو دیکھو
کہ ساحران موسیٰ کس رتبہ پر پہونچے حالانکہ عمر بھر فرعون کو رب مانا اور سحر کے مانند بدتر افعال کیے تھے۔ اور حدیث مین ہے کہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہے
اور احادیث وقت موت کے تحت قولہ تعالے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الآیہ تفصیل مذکور ہوچکی ہین اور واضح ہو کہ اسی آیت کریمہ کی
تفسیر مین تقویٰ کے درجات کے لحاظ سے پاکیزگی کا اعتبار ملحوظ ہونا چاہیے اگرچہ ابتدائی ثواب مزید اعلےٰ درجہ کے لیے معلوم ہے ولیکن اللہ تعالے کبھی ادنے
درجے کے متقی کو جس نے اللہ تعالے کی وحدانیت وصدق رسالت پر یقین کرکے شرک کو بدتر جانا ہے اپنے فضل سے کسی بات پر بخش دیتا ہے جیسے حدیث مین ہے
کہ ایک گنہگار بدکار شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا پس اللہ تعالے نے اُس کو بخشدیا۔ اور جب قریب زمانہ موت کا اعتبار ہے تو ممکن ہے کہ ایک
شخص توبہ کرے جبکہ اُس کو اللہ تعالے ورسول کا اعتقاد حق ہوا پھر اُس نے عمل کا وقت نہ پایا تو وہ بتاسف اللہ تعالے کے فضل سے پاکیزہ موت مریگا
بالجملہ مومن پاکیزہ کے واسطے یہ درجات ہین جن کی روح ملائکہ نے ایسی حالت مین قبض کی۔ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ملائکہ ان متقی بندون پاکیزہ سے
کہتے ہین سلام علیکم۔ کرخی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بشارت دیتے ہین کہ اس کے بعد تم کو کوئی امر مکروہ نہ پہونچیگا اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ اللہ
تعالے نے در منثور مین یہ حدیث اثری لکھی جو امام مالک رضہ نے اور ابن جریر وبیہقی وغیرہم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی کہ کہا کہ جب بندہ مومن
مرنے لگتا ہے تو فرشتہ آکر اُس سے کہتا ہے کہ السلام علیک یا ولی اللہ تجھ کو اللہ تعالے سلام فرماتا ہے اور پھر اُس کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔ یہ روایت
اگرچہ موقوف ہے مگر حکم مین مسند مرفوع کے ہے کما تقرر فی الاصول۔ غرضکہ فرشتے سلام کہتے ہین اور یہ کہ۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔
تم جنت مین داخل ہو بعوض اپنے اعمال کے جو تم کرتے تھے۔ حاصل آنکہ ملائکہ اُنپر سلام کہین گے اور جنت کی بشارت دینگے۔ بمانند قولہ تعالے ان الذین
قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یعنے جنھون نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر مستقیم رہے
تو اُن پر ملائکہ اُترتے ہین کہ مت ڈرو اور کچھ غمگین نہو اور خوشخبری قبول کرو اُس جنت کی جسکا تم وعدہ دیے گیے ہو۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
تعالے نے احادیث قبض الروح مین تفصیل کردی ہے جیسا کہ قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ کی تفسیر مین گذرا اور روحی دخول جنت کی
شیخ رح نے اس مقام پر تصریح کردی ہے۔ بعضے مفسرین نے اس کو اخروی دخول جنت پر محمول کیا۔ باقی رہا یہ کہ یہان بعوض عمل کے جنت مین داخل
ہونا منصوص ہے حالانکہ حدیث صحیح مین ہے کہ سددوا وقاربوا واعلموا انہ لن یدخل احد الجنۃ بعملہ الحدیث۔ یعنے سیدھا رہو اور پاس رہو اور جان رکھو کہ کسی
اُس کا عمل داخل جنت نہ کریگا الے آخر الحدیث۔ تو جواب یہ ہے کہ جنت مین داخل ہونا محض فضل الٰہی ہے اور یہ بھی فضل الٰہی ہے کہ بندہ کو نیکیون کی
توفیق دی اور اُن کو قبول فرمایا اور شکر نعمتہا سے آدمی کون ادا کرسکتا ہے پھر ہر ایک کو ان اعمال کے موافق جنت کے درجات مین جگہ دی پس حدیث
صحیح اور آیت ٹھیک ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ فی العرائس قولہ للذین احسنوا فی ہذہ الدنیا حسنۃ۔ احسان یہ مرتبہ ہے کہ ارواح وقلوب کو
اُٹھاکر حضرت کبریائی مین پیش کیا کہ مشاہدہ پر قربان کرین اور اپنے خالق کی عبودیت مین ہر طرح نیک واحسن طریقہ اختیار کیا اور دار امتحان مین بشاہد
یقین وعرفان حاضر وحدود سے رہے اور اوقات مواجید وواردات مین کشف انوار جمال سے متنعم ہوے اور دار آخرت مین انکے واسطے عیان برعیان

بیان پر بیان ہے نہ وقفہ ہے نہ فتور اور نہ حجاب ہے نہ عتاب اور کیا خوب دار ثواب ہے ایسے اتقیا کے لیے جنھوں نے کون و مکان سے پرہیز کیا اور مشاہدۂ
انتاق الرحمٰن حاصل کیا پھر اُن کے مجالس اُنس و کرم کا بیان فرمایا بقولہ جنت عدن یدخلونہا تجری من تحتہا الانہار الآیہ۔ ان مجالس میں اُن کے
روحانی مدارج عالیہ کا بیان باشارہ ہے یعنے مقام جلال و جمال میں زوائد منت و نعمت کے انہار جاری ہیں اور اُن کو مشاہدہ غیر مستترہ میں و کما
حاصل ہے جو چاہیں حلاوت خطاب و وصل حجاب و فی ذلک لذکرٰی لاولی الالباب اور یہ سب درجات اُن بندوں کے ہیں جو ماسوا کے
حق سے منھ موڑ کر حق تعالیٰ کے واسطے منفرد ہو گئے۔ شیخ ابو عثمان نے قولہ احسنوا میں کہا کہ یعنے ابتدائے احوال میں اُنھوں نے یہ خوبی اختیار
کی کہ محسنین کے مقامات میں رجوع کیا۔ شیخ یوسف بن الحسین رحمہ نے کہا کہ آداب خدمت کو نہایت خوبی سے ادا کیا اور نفس کو ایسے کاموں میں
لگایا کہ مراتب بلند ہو کر مقامات اولیا پر صعود ہوا اور انتہا سے احسان یہی ہے۔ **استاد** رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دنیا میں مشاہدہ ہے اور آخرت
میں معاینہ ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ایسے محسنین متقین دنیا سے نکلتے وقت خوشدل و پاکیزہ روح ہوتے ہیں بقولہ الذین تتوفاہم الملائکۃ طیبین۔
دنیا میں پاکیزگی اُن کو انوار تجلیات و قرب سے حاصل تھی اور آخرت میں مشاہدہ و وصال سے ہوگی۔ پاکیزہ ہیں اُس کی پاکیزگی محبت سے پاکیزہ ہیں
اُس کی پاکیزگی معرفت سے اُن کے نفس خوش ہیں اپنے مولے کی خدمت میں اُن کے دل خوش ہیں اپنے مالک کی محبت میں اُن کی ارواح پاکیزہ ہیں
اپنے رب کے مشاہدہ میں اور اُن کے اسرار خوش ہیں پاکیزہ انوار قدس میں۔ ایسے بندے کسی چیز سے جو سوائے مولے کے ہو لگاؤ نہیں رکھتے اور
نہ کسی چیز کو بت بنا کر تبرک کرتے ہیں۔ اُن کے نفوس ہر ایک طبعی لوث سے پاک ہیں اور اُن کے قلوب ہر ایک خواہش سے پاکیزہ ہیں۔ آیات پر
ٹھہرنے سے اُن کی ارواح پاک ہیں اور تعلق بلائق کرامات سے اُن کے اسرار پاکیزہ ہیں۔ اُن کی پاکیزگی بحیثیت شوقی مناجات ہے اور اُنس انکو
بقرب و مدانات ہے مشاہدات کی نجویت اُن کا سرمایہ ہے اور انوار صفات میں حکمت اُن کے واسطے ہوش و بیداری ہے۔ بازو سے شوق و محبت
سے اُن کی پرواز بمقام قدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی پاکیزگی سے پاک کیا کہ متصف بانوار شہود ہو گئے اور وجود موجود بوجود پاک ہو گئے
اُن کی مشک محبت کی خوشبو سے تمام جہان معطر ہوا اور اُن کے جذب الفت سے مشامات جان منبر ہوئے کیسی نفیس خوشبو ہے کہ سانس لینا
جمال شوق میں ہے اور دم چھوڑنا خوشبوئے وصال میں ہے۔ ہوا ہے صبا نے انھیں کے انفاس سے معطر ہو کر جہان کے گرداگرد کو معنبر کر دیا
کیونکہ یہ خوشبو ریاض جمال قدس ہے اور انفاس الرحمٰن اسی سے عبارت ہے دیکھو سید الانس والانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیونکر فرمایا کہ
انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن یعنے میں یمن کی جانب سے نفس الرحمٰن پاتا ہوں۔ قلت الحدیث فی الصحیح وغیرہ۔ اور یہ بھی فرمایا۔ ان لربکم فی
ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا۔ یعنے تمہارے ایام دہر میں تمہارے رب کی خوشبودار جھونکے نسیم صبا کے ہیں خبردار ہو کر اُن کے روبرو رہو۔
قلت الحدیث فی الصحیح وغیرہ۔ دلبران مشاہدہ وہاں ناز و غمزہ کے ساتھ خرامان ہوتے ہیں انھی پاکیزہ خوشبوؤں سے مشام جان عارفان معطر ہوتے ہیں
سے نکہت جان بخش دار و خاک کوی دلبران + عارفان آنجا مشام روح مشکین کردہ اند۔ عارفوں کے انفاس طیبہ سے آسمانوں و زمین میں شوقی ہے
سے قدسیان بے بہرہ اند از جرعہ کاس الکرام + این تطاول بین کہ با عشاق مسکین کردہ اند۔ آدمی وہی ہیں کہ طیب طینت حضرت آدم علیہ السلام
سے بہرہ اند۔ ورنہ ہیں ورنہ جہان بیجان ہے سے تا من رفت است روزے چہ لب جانان ببوسد + اہل دل رالب سے جان می آید از مہ مہنوز + بعض مشائخ
نے کہا کہ پاکیزگی اُن کے ابدان و ارواح دونوں میں ہے بوجہ اس کے کہ ملازم خدمت رہے اور شہوات فانیہ کو ترک کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اپنی خواہش
سے دنیا سے کچھ کبھی آلودہ نہیں ہوئے۔ شیخ **ابو حفص** رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابدان کی پاکیزگی در روشنی طاعات و خدمت کے التزام دینے میں ہوتی
ہے اور ارواح کی خوبی حق تعالیٰ کے ساتھ استقامت میں ہوتی ہے اور دونوں باتیں اُس کے فیض توفیق کا ثمرہ ہیں۔ شیخ **استاد** رحمہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کی پاکیزگی اس طرح کہ نفوس کو اُنھوں نے قربان کیا اور ارواح اُن کی سب و ثیب سے پاک تسلیم کی گئیں پھر اللہ عز و جل
نے کافرین و مشرکین کا باطل میں منہمک ہونا اور نافہمی و غرور دنیا و ہمی و جہالت بیان فرما کر تہدید فرمائی بقولہ

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن

اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر یہی کہ آویں انپر فرشتے یا پہونچے حکم تیرے رب کا اسیطرح کیا اُنسے

قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا

اگلون نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا انپر لیکن اپنا برا کرتے رہے پھر پڑے انپر اُنکے برے کام

۴ ع ۹

عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

اور اُلٹ پڑا اُنپر جو ٹھٹھا کرتے تھے اور بولے شریک پکڑنے والے اگر چاہتا اللہ نہ

عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ

پوجتے ہم اسکے سوائے کوئی چیز ہم اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم اسکے سوائے کوئی چیز اسیطرح کیا اُنسے

مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○

اگلون نے سو رسولون پر ذمہ نہین مگر پہونچا دینا کھول کر

کافرون و مشرکون نے نادانی سے بحث کی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رسول ہونے کی سچائی پر جو معجزات کثرت سے لاتے ہین اور خوبیون کا حکم دیتے ہین اور دنیاوی و دینی اخبار بالکل انبیاے متقدمین کے مطابق متواتر و قطعی ہین ان سب سے مُنھ موڑ کر ان کے سوائے ایک فرشتہ لاوین جو گواہی دے کہ اللہ تعالے نے اُن کو بھیجا ہے حالانکہ اللہ تعالے نے قرآن مین نازل کر دیا کہ فرشتہ اگر بصورت آدمی آوے تو اُن کا التباس باقی ہے اور اگر بصورت اصلی آوے تو یہ لوگ مر جاوین کیونکہ استعداد نبوت و ولایت اُن مین نہین ہے مگر کافرون نے اپنی جہالت کو نہ چھوڑا تو اُن کو تہدید فرمائی هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ یعنی نہین منتظر ہین مگر اس بات کے کہ انپر ملائکہ آوین یعنے اسوقت یہ مر جاوینگے۔ اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہین کہ یہ لوگ راہ راست پر نہین آتے بلکہ منتظر ہین کہ جب قبض ارواح کے ملائکہ آوین تو یقین کرین حالانکہ اسوقت کچھ فائدہ نہین ہے۔ یا یہ معنے کہ قرآن پاک کو اساطیر الاولین کہکر انکار کرتے ہین کیا اس کے منتظر ہین کہ ملائکہ آکر اُن کا فیصلہ کر دین اور اُن کی روحین قبض کرین۔ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ۔ یا آجاوے اُن پر حکم تیرے رب کا یعنے اللہ تعالے کا عذاب جو اُن کو ہلاک کر دے یا نڈر ہو کر قیامت کے منتظر ہین۔ انتظار سے یہ مراد نہین کہ حقیقت مین راہ دیکھتے تھے کیونکہ وے تو اس کے قائل ہی نہ تھے بلکہ ایسے کام کرتے تھے کہ عذاب اُنپر واجب ہو کر انتظار ہو گیا کہ لا محالہ وارد ہوگا بوجہ وعید الٰہی کے۔ اور شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ملائکہ موت کا آنا اور عذاب الٰہی کا آنا دونون اُنپر مقرر ہو چکے ہین تو یہان حرف أَوْ یعنے یا یہ۔ دونون مین سے ایک کا بیان اس معنے پر ہے کہ دونون مین سے ایک بات اُن کے واسطے ضرور اور کافی ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ غرض یہ ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی مین یہ لوگ مہلت دیے گئے تھے تو کیا یہ چاہتے ہین کہ یہ مہلت بھی پوری نہ لین اور ابھی سے ملائکہ کو چاہتے ہین جو اُن کے حق مین موت ہے کہ پھر عذاب سے نہ چھوٹینگے یا عذاب الٰہی آوے کہ پھر ہمیشہ کے واسطے عذاب مین مبتلا ہون۔ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ یعنی جیسے یہ لوگ کفر و شرک پر اصرار اور رسول سے انکار بلکہ ٹھٹھول بلکہ ایذا دہی کرتے ہین ایسے ہی ان سے اگلے کافر و مشرک قومون نے کیا تھا پھر آخر عذاب سے ہلاک ہوئے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ اور عذاب سے ہلاک کر کے اللہ تعالے نے ان پر کچھ ظلم نہین کیا بلکہ جو اللہ تعالے نے ہر طرح کے افعال کا بدلا مقرر کیا ہے وہ اُن کو پہونچا ولیکن وے اپنی جانون پر خود ظلم کرتے تھے کہ اپنی جانون کو عذاب پر پیش کرتے رہے اور جانون کے پاس وہی سامان ذخیرہ کیا جسکا بدلا عذاب دوزخ ہے اس سے ثابت ہوا کہ کافرون کے افعال کفر و شرک و نفاق خود ظلم ہین تو ظلم کرنا انھین کا ہے اور خوب تحقیق ہو چکا کہ اللہ تعالے پر کسی طرح کوئی معنے ظلم کے نہین ہو سکتے ہین اور جو کوئی سرسری جہالت سے گمان کرے کہ مطیع کو ہلاک کرنا مثلاً ظلم ہے تو یہ بھی جہالت ہے اس لیے کہ اپنی چیزون مین جب آدمی ہر طرح تصرف کرتا ہے تو اللہ تعالے سے ظلم کیونکر ہوگا کیونکہ وہی خالق و مالک

سب اس کے بندے ہین اگرچہ یہ واقع نہ ہو کا کہ مطیع پر عذاب ہو کیونکہ اُس کی طاعت کے بدلے مین ہلاک وغیرہ سب عین ثواب ہے اور رب تبارک و تعالے علیم حکیم ہے اسی واسطے مشرکون و کافرون نے اعمال قبیحہ کے ارتکاب سے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ ج سو انکو پہونچے بدلے ان کے بداعمالون کے یا برے عوض اُن کے اعمالون کے یعنے جیسے اعمال اُنھون نے اپنے واسطے لائے تھے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور جس سے یہان ٹھٹھا کرتے تھے اور رسولون پر ہنستے تھے کہ کہان دوزخ اور کیسی قیامت اور حشر کیونکر ہو سکتا ہے اور فرشتہ و عذاب و ثواب کچھ نہین بلکہ فقط دنیاوی زندگی ہو وہ سب اُنکے سامنے ہوئے اور انکار و مضحکہ کی سزاؤن نے اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر اللہ تعالے نے مشرکون کے دوسرے قسم کے مضحکہ و طعن کا ذکر فرمایا بقولہ تعالے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور مشرکون نے کہا یعنے گذشتہ زمانہ والون کے مثل مشرکین مکہ و عرب نے بطریق طعن کے کہا کہ۔ لَوْ شَاۤءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَاۤ اٰبَاۤؤُنَا۔ اگر اللہ تعالے چاہتا تو ہم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادے۔ یعنے بتون کی اور غیر خدا کی پرستش بھی ہم سے بمشیت الٰہیہ ہے اور ہمین پر موقوف نہین بلکہ یہ تو اللہ تعالے نے مدت سے ہمارے باپ دادون سے چاہا لہٰذا دو باتین ثابت ہوئین ایک یہ کہ جب رسول کے کہنے کے موافق اللہ تعالے کی شان یہ ہے کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے تو جب اس نے ہم سے چاہا کہ ہم غیر کی پرستش کرین تب ہی واقع ہوئی۔ اور دوم یہ کہ جو اُس نے چاہا وہ بہتر ہے۔ وَّلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ط اور نہ ہم اُس کی حرام کی ہوئی چیز کے سوا کچھ حرام کرتے۔ اُن کا مقصود یہ تھا کہ یہ تو ہمارے باپ دادے سے چلی آتی ہے جب رسول کوئی نہ تھا تو رسول کی کچھ حاجت نہین جبکہ سب کچھ اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہے۔ **قال الحافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ تعالے یعنے مشرکین اپنی جہالت سے تقدیر سے حجت لاتے کہ اللہ تعالے ہی کی مشیت سے ہمارا شرک کرنا اور بحیرہ و سائبہ و وصیلہ وغیرہ کا حرام کرنا واقع ہوا ورنہ ہم پر انکار کرتا اور ہم کو قابو نہ دیتا کیونکہ جو اللہ تعالے نہ چاہے وہ نہین واقع ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر مین امام رازی نے اس کے واسطے تفصیل لکھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مشرکین اس سے رسولون پر الزام لگانا چاہتے تھے اور درحقیقت اُن کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ اسی واسطے اس کلام کو اُن کے استہزا کے عذاب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے اور زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ کلام مشرکون کا بطریق استہزا تھا اور اگر اعتقاد سے کہتے تو مومن ہو جاتے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ایسا ہی کیا ان لوگون نے جو ان مشرکین عرب سے پہلے تھے۔ یعنے یہی مضحکہ کیا اور کرنا بجا ہے کہنے کے اشارہ ہے کہ قول فی نفسہ صحیح ہے کہ مقصود قول نہین بلکہ یہ فعل مضحکہ و استہزا کا ہے یعنے ایسا ہی مضحکہ اگلی اُمتون کے مشرک بھی کرتے رہے ہین پس اللہ تعالے نے رد کر دیا بقولہ۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ یعنے رسولون پر تو اسی قدر فرض ہے کہ صاف صاف حکم پہونچا دین **وقال الامام الحافظ** رحمہ اللہ تعالے ہر رسول نے سخت انکار سے اُن کو شرک سے منع کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر تا زمانہ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم باتفاق سب انبیاء و رسولون نے شرک سے منع کیا پھر مشرکون کا یہ دعوے کہ چاہتا تو منع کرتا محض فضول ہے اور حاصل یہ ہے کہ مشیت سے اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ جو مشروع فرمایا وہ اللہ تعالے کی مشیت پر ہے تو بالکل غلط ہے اس لیے کہ وحی خالص سے باجماع انبیاء و رسل علیہم السلام کے شرک سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور اگر اُن کی یہ مراد ہے کہ پیدائش کی مشیت الٰہی ہے یعنے حق سبحانہ تعالے نے شرک کو اور مشرکون کو اپنی مشیت سے پیدا کیا ہو تو صحیح ہے و لیکن اس سے مشرکون کا مطلب نہین نکلتا کیونکہ اللہ تعالے جل شانہ نے شیاطین کو اور دوزخ کو اور دوزخیون کو سب کو پیدا کیا ہے اور وہ شرک و کفر سے راضی نہین ہے پس شرک کو پیدا کیا مگر راضی نہین ہے تو ناراضی کے اعمال سے مشرک اپنے داڑ جہنم مین ہوگا و نعوذ باللہ منہا۔ پھر اللہ تعالے نے شرعی مخالفت و نہ ہونا شرعی مشیت شرک کا بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ

اور ہم نے اٹھائے ہین ہر اُمت مین رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو ہُڑدنگے سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے

وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

اور کسی پر　ثابت ہوئی　گمراہی　سو پھرو　زمین میں　تو دیکھو　کیسا ہوا　آخر جھٹلانے والوں کا

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰي هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا

اگر تو للچاوے　اُنکو راہ پر لانے کو　تو اللہ راہ نہیں دیتا　جسکو بچلاتا ہے　اور کوئی نہیں اُنکے　مددگار　اور قسمیں کھاتے ہیں

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

اللہ کی　پیچ کی　نہیں　کہ نہ اُٹھاوے گا اللہ　جو کوئی مرجاوے کیون نہیں وعدہ ہو چکا ہے　اُسپر　ثابت　اور لیکن　اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا

نہیں جانتے　اسواسطے کہ کھولدے اُنپر جس بات میں جھگڑتے ہیں　اور تا معلوم کریں　منکر　کہ وہ

كٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

ع ۵

جھوٹے تھے　ہمارا کہنا　کسی چیز کو　جب ہمنے اسکو چاہا یہی ہے کہ کہیں اُسکو ہو تو وہ　ہو جاوے

اس کلام پاک میں صاف اعلام کر دیا کہ خالق و مالک فقط اللہ تعالیٰ ہے اور اُس کی تقدیر سابق ہو چکی ہے اور رسولون کا بھیجنا صرف ابلاغ مبین ہے چنانچہ فرمایا۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ۔ یعنے اگلی ہر اُمت میں ہم رسول بھیج چکے ہیں صریح اس حکم کے ساتھ کہ۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ توحید کرو اللہ وحدہ لاشریک کی اور بچو طاغوت سے یعنے یہ امر سب پر صاف ظاہر ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی میں ہے کہ اُسی کی خالص توحید ہو اور شرک نہ ہو۔ طاغوت واحد و جمع مذکر و مونث یکسان ہے اور تب سے مراد یہان ہر وہ چیز ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے معبود بنائی جاوے خواہ کسی طرح سے اسکے ساتھ شرک ہو۔ اہل الحق نے تصریح کر دی کہ آدمی اگر اپنے نفس کی پیروی خلاف مرضی رب تبارک و تعالیٰ کے کرے تو اس نے نفس کو اپنا معبود بنا لیا پھر غیر کے ساتھ کیا گمان ہے۔ بالجملہ اجتناب شرک سے ہر گروہ کو معلوم کرا دیا گیا فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ ۔ پھر اُن میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی یعنی دین توحید کی اور طاغوت سے اجتناب کی رہنمائی فرمائی اور ٹھیک مرضی کر دیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ یعنے بعض کے حق میں بقضا ے ازلی سابقی جو ثابت ہوا تھا کہ کفر پر اصرار کریگا وہ محقق ظاہر ہوا چنانچہ وہ سے عناد و کفر پر جمے رہے۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر اور ارادہ۔ اور یہ بات اگرچہ صاف ہے لیکن بعضے لوگون کو وہم ہوا کہ ایک ہیں اور اُس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو حکم دیا کہ اُسی کی عبادت کریں اور شرک سے دور رہیں اور ارادہ کیا کہ اُن میں سے فقط بعض کو ہدایت دے اور بعض گمراہ رہے اس لیے کہ اگر سب کی ہدایت چاہتا تو سب ہدایت پر ہوتے کما قال تعالیٰ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنے اگر چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ رسولون کو اُس نے اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ سب اسی کی عبادت کریں اور یہ بات سوائے ہدایت و ضلال کے ہے۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اب ضرور ہوا کہ تم سیر کرو زمین میں۔ یعنے غور و فکر و عبرت کے ساتھ ملکون پر نظر ڈالو واضح ہو کہ اپنی گھر و اولاد اور شب و روز کے دوست و احباب سے آدمی ایسا الفت کرنے لگتا ہے کہ اپنے آغاز و انجام کو بھول جاتا ہے اور جو باتیں اُس کو پیش آنے والی ہیں اُن سے نظر اُس کی غافل رہتی ہے اور طبیعت اپنے پندار کے ساتھ مالوف رہتی ہے لہٰذا جب وطن سے نکلا چند روز سیر کیا تو اُس نے جو اُن کھیا سا دیکھے ہیں کہ اسی طرح اُس کو ایک روز سفر کرنا ہے جدا ہونا ضرور ہے اور ہر ایک گذشتہ حالات و نشانات کو نظر عبرت سے دیکھتا ہے کہ اسی طرح یہ لوگ اس شان و شوکت سے تھے کہ آج اُن کا نشان بھی نہیں ہے لہٰذا حکم دیا کہ زمین میں پھرو۔ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ تب نظر کرو کہ جن لوگون نے رسولون کو جھٹلایا جیسے قوم عاد و ثمود اور مانند اُس کے جنہون نے فنون کی بنیاد نکالی تھی اُن کا انجام کیونکر ہوا چند روز کے بعد اُن کے بدن گل سڑ کر خراب اور مبتلائے عذاب ہوئے اور اُن کا نشان مٹ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا۔ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ ۔ یعنے اے محمد اگر تجھ پر بہت شاق ہے اپنی قوم کی جدائی اور تو بڑی کوشش سے چاہتا ہے کہ وہ راہ پر ہوجاویں تاکہ جہنم وعذاب میں نہ جاویں تو تجھ کو یہ قدرت حاصل نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جسکو گمراہ کیا اُس کو ہدایت نہیں دیتا ہے یا جس کے حق میں علم الٰہی میں ضلالت ہے وہ ہدایت نہیں پاتا ہے پس تیرا کوشش کرنا وحرص کرنا تجھے فائدہ نہ دیگا اس آیت سے اللہ تعالےٰ کی عظمت وکبریائی اور اسی پر بھروسا زیادہ ہوا کہ اس کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں اور اسی کی درگاہ میں خلوص ہے۔ اور گمراہوں کو مایوس کردیا بقولہ۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کو اُن سے دور کرے اور عذاب سے بچاوے پھر قیامت کے انکار میں قریش کی جہالت وعداوت بیان فرمائی۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۔ اور قسمیں کھائیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی انتہائے کوشش کی اپنی قسمیں کہ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۔ اللہ تعالےٰ نہیں اٹھاویگا اُس کو جو مرجاوے زمخشری نے کشاف میں اس کلام کو وقال الذین اشرکوا پر عطف قرار دیا یعنے مشرکوں نے کہا الیٰ آخرہ اور قسمیں کھائیں الیٰ آخرہ۔ واضح ہو کہ قریش اکثر باتوں پر اپنی باپ دادا کی یا بتوں وغیرہ کی قسم کھاتے اور جب کوئی سخت قسم کھاتے تو اللہ تعالےٰ کی قسم کھاتے پس انکار قیامت پر سخت قسم کھاتے کہ مُردوں کو اللہ تعالےٰ نہیں اُٹھاوے گا اور وجہ انکار کی فقط گمان وقیاس تھا کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ زمانہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک مسلمان کا ایک کافر پر قرضہ تھا وہ تقاضے کو آیا اور باہم اُن میں گفتگو ہوئی مسلمان نے کہا کہ بعد موت کے مجھے اپنے رب تبارک وتعالےٰ سے ایسی ایسی امیدیں ہیں کافر نے کہا کہ تجھے یقین ہے کہ مر جانے کے بعد تو اٹھایا جائے گا ہرگز نہ ہوگا میں اس پر قسم کھاتا ہوں۔ اقول درصحیحین میں بھی ایک واقعہ ایسا ہی مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کافر نے سرکشی سے کہا کہ اچھا جب وہاں میں اٹھایا جاؤں اور مجھے مال وغیرہ حاصل ہو تو قرضہ ادا کردیگا یعنے یہ کچھ ہونا نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو رد کردیا۔ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ۔ یعنے ضرور اٹھائے جانے کا وعدہ برحق ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ ولیکن بہتیرے لوگ نہیں جانتے یا اس وجہ سے کہ علم حاصل ہونے کا جو طریقہ ہے کہ صدق وحی ورسالت سے قطعی علم ملتا ہے اس کو نہیں مانتے یا اللہ تعالےٰ کی قدرت ورعایت حکمت وآغاز وانجام سے بے بہرہ غافل ہیں قاعدہ نہیں جانتے لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۔ یعنے قیامت کے واقع ہونے سے یہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالےٰ ظاہر فرماوے گا اُنپر وہ کہ جس میں اختلاف کرتے تھے اور نہیں مانتے تھے پس وہی ان کو کھل جائیگا کہ اللہ تعالےٰ کے رسول جو کچھ بیان کرتے اور جو کتاب الٰہی میں اترا تھا سب سچ تھا اور مطیع کا ثواب جنت واقعی اور کافر کا عذاب جہنم بیشک تحقیقی ہے۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۔ اور تاکہ کافر ومنکر لوگ جان لیں کہ وے خود جھوٹے تھے۔ اصل میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں واہل طاعت کے لیے درجات ثواب وفضائل رکھے ہیں وہ اُن کو اس روز ملینگے اور کافر حسرت و عذاب پاوینگے کیونکہ انھوں نے یہی کمایا ہے۔ پھر کافروں کا شبہہ دور فرمادیا کہ۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ ۔ ہمارا کہنا کسی شے کے لیے یعنے جو ہمارے علم میں ہو اُس کے ہوجانے کے لیے یا کوئی چیز موجود ہوجانے کے لیے جب ہم اس کا ارادہ کریں۔ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ ۔ یہی ہے کہ ہم اس کو کہیں کہ ہوجا۔ فَيَكُوْنُ ۔ پس وہ ہوجاتی ہے زجاج نے کہا کہ اس سے آگاہ کردیا کہ اللہ تعالےٰ جو چاہے نہایت ہی آسانی سے پیدا ہوجاوے۔ اور سورۂ یٰسٓ میں یوں رد کردیا کہ قل یحییها الذی انشاها اول مرة۔ کہدے کہ سڑی گلی ہڈیوں کو وہی پیدا کریگا جس نے اُن کو اول مرتبہ زندہ کیا تھا یعنے صاف ظاہر ہے کہ اول بار ان کو موجود کیا حالانکہ ہڈی بھی نہ تھی تو اب دوبارہ پیدا کرنا تو بالکل آسان ہے شیخ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ کلام بطریق مثال ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی قدرت میں کوئی چیز ممتنع نہیں ہے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب اس کی قدرت میں داخل ہیں جو چاہے پیدا کردے جو وہ چاہے وہ موجود ہوجاتی ہے اور وہاں نہ قول ہے اور نہ جس سے قول کہا جاوے اور نہ کاف ہے اور نہ نون ہے تو اب یہ شبہہ نہ رہا کہ معدوم سے کیونکر کہا تھا اور اگر وہ چیز موجود تھی تو کہنے کا فائدہ نہیں ہے۔ واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے اس مقام پر یوں ہی لکھا اور ظاہرا اشکال اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وجود کی ماہیت کسی کو معلوم نہیں ہوئی چنانچہ اس میں عقلیں حیران ہیں ورنہ کوئی تردد نہیں ہے اور علماء مفسرین نے عوام کیواسطے آسان طرح پر سمجھا دیا ہے

ان کی سمجھ کے لائق ہے اور شان الٰہی اعلیٰ واجل ہے فافہم۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ مراد یہ کہ آسمان و زمین اور جہان اللہ تعالیٰ چاہے
کوئی چیز اسپر دشوار ہو نہیں سکتی جو کہا کہ ہو جاوے ویسے ہی ہو گیا اور قیامت بھی ایسی ہی ہے جیسے فرمایا وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر۔ ہمارا حکم تو ایک ہے
جیسے پلک مارنا۔ یعنے نہایت آسان جیسے کہتے ہیں کہ پلک مارتے ہو گیا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول وارد کیا جسکا خلاصۃ صحیحین
کی حدیث مرفوع ہے کہ آدمی نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی جبکہ کہا کہ جیسے پیدا کیا تھا پھر دوبارہ اعادہ نہیں کرے گا اور بدگوئی کی جبکہ کہا کہ اس کی جورو
لڑکا ہے حالانکہ اُس کی شان واحد احد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہے۔ ف فی العرائس ان تحرص علی ہداہم فان الحق تعالےٰ
اس میں حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت مخلوقات پر اور رحمت ایسے لوگوں پر جو عذاب اختیار کرنے پر گرے پڑتے ہیں اور اندھے ہونے کے سبب
سے نہیں دیکھتے ہیں بیان فرمائی پھر متنبہ کر دیا کہ تو دل تنگ نہ ہو ان لوگوں کی جہت سے جن کے حق میں ازلی حکم اللہ عز وجل جاری ہو چکا کہ تیری راہ
سے برگشتہ کیے گئے کیونکہ تو اُن کو اس راہ پر نہیں لا سکتا ہے اس لیے کہ سابق ارادہ ازلی قدیم ہے وہ کسی حادث کے روکنے سے نہیں رک سکتا کیونکہ اس کی
مخلوق میں سے عبودیت اُسی کو عطا ہوئی ہے جسکو اُس نے اپنی معرفت سے مخصوص کر کے لباس بندگی سے آراستہ کیا اور جسکو اُس نے لباس قہری پہنایا ہے
اُسپر تجھے یہ قدرت نہیں ہے کہ یہ لباس اُس کے بدن سے اتار لے کیونکہ امر قدیم کو قدیم ہی رفع کر سکتا ہے اور رسولوں کی بعثت تو اسی واسطے ہوتی ہے کہ
شریعت و طریقت واضح بیان کر دیں اور اس واسطے نہیں کہ ہدایت میں شریک ہوں۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سعادت و شقاوت و ہدایت
و ضلالت ازل میں جاری ہو چکی ہیں اُن میں کچھ تبدیل و تحویل کو گنجائش نہیں ہے اور اپنے اپنے اوقات پر جسموں میں اُن کا ظہور ہوتا ہے اس میں کسی کے فعل و اختیار
کو دخل نہیں ہے اور خلق کو اُسپر قدرت نہیں بلکہ ارادہ ازلی سے جاری ہوئے ہیں وہاں انبیا و اولیا کو کچھ دخل نہیں ہے قولہ انما قولنا لشیٔ اذا اردناہ الآیہ
اس سے ظاہر ہے کہ وجود کسی شئے کا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کو خلق نہ فرماوے جیسے افعال وغیرہ کہ تمام مخلوقات الٰہیہ ہیں اور بندے
اپنے اپنے افعال کے کمانے والے ہیں پس گمراہی کا وجود اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے اور جس شخص میں گمراہی پیدا ہوئی وہ اس کی خوشی سے کمانے والا ہے
اور اسی کو گمراہ کہینگے اور اللہ تعالیٰ فقط پیدا کرنے والا ہے اور ایسی ہی ہدایت کا حال ہے کہ اُس کا پیدا کرنے والا وہی رب تبارک و تعالیٰ ہے۔ واضح ہو کہ
اللہ تعالیٰ کی ذات کے واسطے صفات قدیمہ ازلیہ ہیں از انجملہ ارادہ و مشیت ہے کہ یہ دونوں تو ہر سابق سے سابق ہیں کیونکہ ان دونوں کا جریان واسطے
وجود والوجود کے ہے اور وجود اخل وجود ہے اور ہر صفت الٰہی قدیم ہے تو سبقت اس معنے میں نہیں ہے کہ کوئی صفت حادث ہے کہ جسکو ان دونوں نے وجود
دیا ہے کیونکہ او تعالیٰ ابتدا سے پاک ہے ایسی حالت کہ وہاں سابق علم میں مشیت و ارادہ سے خالی ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے اشیا کو قدم میں چاہا اور اُسکا علم
اُس کے ارادہ کے ساتھ تھا اور وجود موجود تھا اس کے علم میں اور مرید تھا اُس کے ارادہ کا اور وہ محض علم و ارادہ کے ساتھ اپنی قدرت سے قادر
بایجاد الخلق تھا و لیکن اگر موجود کرتا تو معیت وجودی ہوتی اور جملہ حوادث مخلوقات کو رتبۂ قدم حاصل ہو جاتا لہذا ان کو بغیر علت کے مؤخر کر دیا
اور ہر ایک کو اپنے اوقات کے ساتھ موقت کر دیا اور جب کسی حادث کا وجود چاہا تو اُس کا وجود معلوم ہے پس اُس کو پیدا کر دیا تمام صفت حالانکہ وہ معدوم
تھا تا کہ بحد کمال ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اشیا کو بذات و بجمیع صفات پیدا فرمایا ہے پس قولہ تعالےٰ یقول لہ کن یہ قول اُس کی صفات میں سے ایک صفت ہے
پس معدوم سے کہا کہ کن یعنے ہمارے پیدا کرنے سے تو پیدا ہو جا پس یہ معدوم بہ کمال جمیع صفات موجود ہو گیا کیونکہ اگر امر و کلام سے خالی ہوتا تو ناقص ہوتا حالانکہ
اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اشیا کو بحد کمال پیدا کرے بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ کیا ارادہ و مشیت کافی نہ تھے کہ قول کن کا ظہور رہا۔ فرمایا کہ ارادہ و مشیت
مخفی ہوئے پس اکوان کو معلوم میں ظاہر کیا اور لفظ کن کو ظاہر کیا پس اکوان کو وجود کی جانب خارج کیا۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کہا
کہ یہ بقدر معارف ہے کہ قدرت کی طرف اشارت ہے اور حقیقت میں تو حق کے (یعنے عدم میں ۱۲) واسطے کوئی موجد نہیں (وجود ذات ۱۲) جیسے اس کے لیے موجود نہیں کیونکہ اس کے واسطے
معدوم نہ تھا پس اشیا کا ظہور یہ ہے کہ اُس کی ذات سے ظاہر ہوئی ہیں اور اسی کے ساتھ پائی گئی ہیں نہ اس کی صفات سے تو لم یزل و لا یزال اُسکی صفت
ہے مگر بات اتنی ہے کہ بعض کو بعض کے واسطے ظاہر نہ کیا قال المترجم یہ کلام دقیق و مشکل ہے اور خوض کرنے کا مقام نہیں ہے واللہ تعالیٰ ہو الہادی

الی الصواب۔ پھر اللہ تعالے نے اپنی طرف رجوع کرنے والے بندون کا ثواب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت متواتر رسولون کے مانند ہونا جو قطعی ہے اور جو انکار کرتے ہین اُن کو خوف دلانا۔ اور ہر عالم کی موجودات سے ظہور وحدانیت الٰہی پر تنبیہ اور ملکوت والون کی بندگی بیان فرمائی بقولہ تعالے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ

اور جنھون نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اسکے کہ ظلم اٹھایا البتہ انکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا مین اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا

اگر ان کو معلوم ہوتا جو ثابت رہے اور اپنے رب پر بھروسا کیا اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

کہ حکم بھیجتے تھے ان کی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والون سے اگر تم کو معلوم نہین بھیجے تھے نشانیان لیکر اور ورق اور تجھ کو اتاری ہم نے

الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگون پاس جو اُترا ان کی طرف اور شاید وہ دھیان کرین سو کیا نڈر ہوئے ہین جو بُرے داؤ کرتے ہین

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ

کہ دھنسا دے اللہ انکو زمین مین یا پہونچے انکو عذاب جہان سے خبر نہ رکھتے ہون یا پکڑلے انکو

تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَوَلَمْ

چلتے پھرتے سو وہ تھکانے والے یا پکڑلے انکو ڈرانے کر سو تمھارا رب بڑا نرم ہے مہربان کیا نہیں

يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ

دیکھتے جو اللہ تعالے نے بنائی ہے کوئی چیز ڈھلتی ہین چھاوین انکی داہنے سے اور بائین سے سجدہ کرتے اللہ کو اور وہ عاجزی مین ہین

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان مین ہے اور جو زمین مین ہے کوئی جانور اور فرشتے اور وہ بڑائی نہین کرتے ڈر رکھتے ہین

رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہین جو حکم پاتے ہین

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ اور جن لوگون نے ہجرت کی اللہ تعالے مین بعد مظلوم بنائے جانے کے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ضرور ہم اُن کو جگہ دینگے دنیا مین اچھی طرح۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ کے معنے اور جسطرح اُس کا حکم قیامت تک باقی ہے مع تفسیر کے آگے لکھینگے اور پہلے مفسرین کے بعضے اقوال مذکور ہوتے ہین بعض نے کہا کہ موقع نزول اس آیت کا دربارہ صہیب و عمار و بلال و خباب رضی اللہ عنہم ہے کہ جنکو مشرکین مکہ غلام حقیر جانتے اور سخت تکلیف دیتے تھے۔ اس قول پر شبہہ کیا گیا کہ سورت مکی ہے اور ان لوگون کی ہجرت بجانب مدینہ ہوئی اور جواب دیا گیا کہ نزول آیات بحکمت تعلیمیہ مقدم و مؤخر ہوا ہے تو ہوسکتا ہے کہ یہ آیات مدینہ مین نازل ہوئی ہون پھر یہ ترتیب لوح محفوظ رکھی گئین۔ بعض نے کہا کہ ابوجندل بن سہیل وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنکے باپ وغیرہ کافر تھے انھون نے اُن کو مقید کرکے ایذائین دین کہ اسلام سے پھر جاوین مگر انھون نے تکلیفین برداشت کین بعض نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب مہاجرین کے حق مین ہے جنھون نے مکہ مین کافرون کے ہاتھون سے تکلیفین اٹھائین اور صبر کیا پھر اللہ تعالے کی عبادت اطمینان سے کرنے کے لیے حبشہ کو ہجرت کر گئے پھر اللہ تعالے نے اُن کو مدینہ منورہ مین ٹھکانا دیا اور مومنین مدینہ کو انکا ناصر و مددگار کر دیا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اللہ تعالے اس آیت مین خبر دیتا ہے ثواب عظیم ان مہاجرین کا جنھون نے اللہ تعالے کی رضامندی کیواسطے

ربع ۔ نصف ۔ ع ۱۰ السجدة

اپنا وطن چھوڑا مال ومتاع دوست احباب چھوڑے اور دارالاسلام میں چلے گئے اور شاید کہ سبب نزول وہ ہجرت ہو جو ملک حبش کی طرف واقع ہوئی جبکہ کفار مکہ نے سخت تکلیفیں دیں پس اپنے رب کی عبادت پر قابو حاصل کرنے کو قریب اسّی مرد وعورتوں کے جن میں اکابرین سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مع اپنی بی بی حضرت رقیہ یعنے صاحبزادی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت جعفر بن ابی طالب برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہم تھے پس اللہ تعالیٰ نے مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مہاجرین کے واسطے دنیا میں عمدہ ٹھکانا و قابو دینے کا وعدہ دیا اور پھر اسکو پورا کر دیا اس طرح کہ مدینہ میں انصار رضی اللہ عنہم کے یہاں جگہ دی خلاصہ یہ کہ اس صورت میں آیت بھی مثل سورت کے مکی ہوگی اور ہجرت متحقق ہو گئی اور مترجم کہتا ہے کہ ہجرت فی اللہ کے معانی جو آگے بیان ہونگے اگر ان میں سے سوائے ترک وطن کے دوسرے معنے لیے جاویں تب بھی مکہ میں اترنا قبل ہجرت مدینہ کے بنتا ہے اگرچہ حکم آیت کا ہجرت مدینہ کو بھی شامل ہے فانتظر وتامل۔ قال الشیخ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ و قتادہ رحمہ نے کہا کہ دنیا میں عمدہ ٹھکانا وہ مدینہ ہے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رزق پاکیزہ مراد ہے جو دنیا میں دیا گیا شیخ نے کہا کہ دونوں قول صحیح ہیں کیونکہ تبوءہ کے معنے دونوں باتوں کو شامل بلکہ جملہ اسباب کو جنکے ساتھ آدمی دنیا میں مرضیات الٰہی جل شانہ کو حاصل کرے شامل ہیں اور لکھا کہ یہ وعدہ پورا ہوا کہ انھوں نے اپنے وطن وگھر بار کو چھوڑا اور اموال و اعزہ سے منھ موڑا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی بہتر دیا کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے واسطے کچھ چھوڑے اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اس کو نصیب کرتا ہے اور ان کو تو اللہ تعالیٰ نے روے زمین کی سلطنتوں کا مالک کر دیا اور کفار ومشرکین کی گردنیں نیچی کر دیں مترجم کہتا ہے کہ آیت میں اجر وانعم اللہ نہایت بلیغ وجامع کلام ہے اور اس کی توضیح یہ ہے کہ ہجرت کے معنے چھوڑ دینا اور اس کے اقسام میں اول تو گھر بار ومال ومتاع وغیرہ کو جو ایسے ملک میں ہو جہاں کفر غالب و اسلام مغلوب ہو چھوڑ کر ایسے ملک کو جانا جو دارالاسلام ہو یا جہاں اسلام کے شرائع پہ عمل کرنے سے کوئی شخص مزاحم نہ ہو اور کوئی خصوصیت اس کی نہیں کہ مکہ یا مدینہ کو جاوے ولیکن جاننا چاہیے کہ ابتدائے اسلام یعنے زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں مکہ دار الکفر تھا لہٰذا ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے ملک حبش کی طرف ہجرت کی جہاں کا بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گیا تھا اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا چنانچہ آپ مع باقی اصحاب کے مدینہ گئے اور حبشہ کے ہجرت والے بھی آپ سے آ کر ملگئے اور اسوقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان ہو اور قابو پاوے وہ مدینہ میں ہجرت کر آوے ظاہر اسوجہ سے کہ جماعت اسلام متقدر ہو جاوے کہ اسرار شریعت و فیض صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہو کر کافروں کو مغلوب کریں اور تمام ملک اللہ تعالیٰ کے کلمہ توحید سے منور ہو پس اس ہجرت کا ثواب عظیم تھا اور برابر چند سال تک رہا یہانتک کہ مکہ فتح ہو کر دارالاسلام ہو گیا اسوقت فرمایا لا ہجرۃ بعد الفتح یعنے بعد فتح مکہ کے وہ ہجرت فریضہ باقی نہیں رہی ولیکن جہاد ہمیشہ کے لیے باقی رہا۔ پھر اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت تک ہجرت نہیں ہے یا کبھی ہجرت فرض نہیں ہے کیونکہ بالاجماع جس ملک کفر میں آدمی شرائع ایمان ادا نہ کر سکے وہاں سے ہجرت کر کے جانا اسپر فرض ہے اور شیخ ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مشارق میں لکھا کہ کسی ملک اسلام میں چلا جاوے کچھ خصوصیت مکہ یا مدینہ کی نہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے ولیکن مکہ ومدینہ جو ملک حجاز کہلاتا ہے وہاں جانے اور تنگی سے بسر کرنے میں ثواب عظیم ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دین اس طرح ملک حجاز کی طرف مڑ کر پھر آویگا جیسے سانپ اپنی بانبی کیطرف سمٹ آتا ہے۔ دوم قسم ہجرت سے وہ ہجرت ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ان سب کو چھوڑ دے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ مہاجر کون شخص ہوتا ہے فرمایا کہ جو شخص ہر وہ چیز چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا اور یہ ہجرت بہ نسبت قسم اول کے زیادہ عام ہے اس لیے کہ جو شخص ایسے ملک میں ہو جہاں دارالاسلام ہو تو وہ اپنے گھر بیٹھے ہجرت کا ثواب عظیم پاویگا جبکہ ہر ممنوع شرعی کو چھوڑ دے۔ اور قسم سوم ہجرت کی زیادہ باریک نظر سے اہل اللہ پہچانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی غیر کا طالب نہ ہو اور سوائے اس کے ارادہ کے کسی دوسرے کی خواہش یہ نہ چاہتی کہ اپنے نفس کی خواہش بھی چھوڑے بلکہ نفس کی لذت چھوڑنے میں طبیعت کی خواہشوں و نفس کی ہوسات کو اگرچہ شرع میں مباح ہوں چھوڑ دے چنانچہ آخرت پر صدق کے ساتھ یقین کرنے والوں نے بہت سی مزہ دار چیزیں جنکو دل چاہتا تھا اور شرع نے مباح کر دی ہیں اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ کر عیش ولذت کا مقام

دار الآخرۃ ہے پھر ان سب کے ساتھ اللہ تعالے کے واسطے خلوص ہونا ضرور ہے کیونکہ حدیث صحیحین میں مصرح ہے کہ الاعمال بالنیات تا قولہ فہجرتہ
الی ما ہاجر الیہ۔ یعنے اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جس نے اللہ تعالے ورسول کی طرف ہجرت کی نیت خالص کی تو اُس کی ہجرت اللہ تعالے ورسول
کی طرف ہوگی اور جس کی نیت یہ ہو کہ وہاں کچھ دنیا حاصل ہوگی یا کسی عورت سے بیاہ ہو جائیگا تو جو نیت میں ہو اُسی کی طرف ہجرت ہوگی۔ ایک شخص نے
ام قیس عورت کی دوستی و نکاح میں ہجرت کی تھی پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنور وحی معلوم فرماکر یہ حدیث فرمائی پھر وہ شخص اسی نام سے مشہور رہا
کہ ام قیس کے لیے ہجرت کرنے والا ہے۔ اب تجھے معلوم ہوا کہ ہاجر ولنے اللہ سب کو شامل ہے ہاجر فی سبیل اللہ اور یہ ہاجر فی حب اللہ اور ہاجر
فی دین اللہ اور ہاجر فی صفات اللہ اور ہاجر فی ذات اللہ اور ہاجر فی امر اللہ غرضکہ جملہ اقسام اور جزئیات کو شامل ہے۔ اور واضح ہو کہ آیت میں
یہ بھی ہے کہ من بعد ما ظلموا یعنی مظلوم ہو کر ہجرت کی۔ تو یہ واقعہ کا بیان ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جنکو ہجرت کا مرتبہ پورا نصیب ہوا تھا اُنپر
یہی واقع ہوا تھا کہ پہلے وطن میں کافروں کے ہاتھوں سے بہت ظلم اُٹھائے تھے پھر وہاں سے ہجرت کی۔ اور یہ خوب جان لینا چاہیے کہ بظاہر تو ہر وقت ممکن
ہے کہ آدمی درجہ اعلے کے اعمال حاصل کرے ولیکن غور سے جس نے دیکھا اور سمجھا وہ جانتا ہے کہ حسن نیت وصدق اور تمام وکمال رجوع رب کی طرف
اور اکل حلال اور صدق مقال اور اپنی وجورو اور اولاد و دوست واحباب کے حقوق غرضکہ سب باتیں ٹھیک کرکے ایک نماز و ایک کام بڑی
مشکل سے نصیب ہو سکتا ہے اگرچہ ثواب دنیا اللہ تعالے کا فضل ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں مومنین ہونگے کہ بہت سی بے ادبی انسے
عفو فرمائی جائیگی اور ذرا سے عمل پر بہت سا ثواب پاوینگے۔ خلاصہ یہ کہ مظلوم ہو کر نیت ہجرت ہونا شرط نہیں ہے اور اگر غور سے دیکھو تو ہر شخص
خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا وما ظلمهم الله ولكن كانوا انفسهم يظلمون یعنی اللہ تعالے نے انپر ظلم نہیں کیا ولیکن وے خود اپنی جانوں پر
ظلم کرتے تھے۔ اور بڑا ظلم آدمی کا شرک ہے اور واضح ہو کہ ولی اپنے مرتبہ ولایت سے پہلے ایسی عبادت نہیں کر سکتا تھا جیسی معرفت کے ساتھ ولی ہو کر
ادا کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ پہلا اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور یہی واضح ہو کہ خطرات سے بچنا بغیر فضل ورحمت الٰہی کے مشکل ہے دیکھو یوسفؑ کے مثل پیغمبر
پر عتاب ہوا جبکہ قولہ اذکرنی عند ربک کہا تھا۔ اور اکثر ہوتا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ چنے کھائے تھے پیٹ میں اُس سے درد ہو اچھا کیا اسوقت یہ دھیان
سے اتر گیا تھا کہ اللہ تعالے ہی مؤثر ہے تمام مخلوقات اُسی کے قبضہ میں ہے اگرچہ اُس سے پوچھا جاتا تو یہ نہیں کہتا کہ چنوں کی تاثیر خود ہے مگر اُس کی نظر اُسوقت
غافل تھی۔ اب غور سے دیکھنا چاہیے کہ اس کلام میں کسقدر بلاغت اعجازی ہے کہ سب صورتوں کو تمام اسرار کے ساتھ شامل ہے اور یہ کلام سوائے
اللہ تعالے عالم الغیب کے آدمی سے نہیں ہوسکتا اور اس میں بھی علوم واسرار وہ ہیں کہ ہم لوگوں کی نظر وہاں نہیں پہونچتی اور جب بندہ اپنے
رب تبارک وتعالے کی شان میں ہجرت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالے اُس کو پوری نیکی وخوبی عطا فرماتا ہے اور یہ وعدہ اسی دنیا میں ہے ولاجر
الآخرۃ اکبر۔ اور ثواب آخرت بہت بڑا ہے۔ یعنے دنیا کے وعدہ کے علاوہ اصلی ثواب تو آخرت میں بفضل الٰہی ہے جسکو اللہ تعالے جل شانہ بڑا
فرماوے اُس کو بندہ کیا خیال میں لاوے اور وہ جنت ہے جو کہ محل دیدار رب تبارک وتعالے ہے اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ دیدار الٰہی سے بڑھ کر
کیا چیز ہے اور اُس کا اندازہ آدمی کے خیال میں نہیں آسکتا لہذا اُس کو بہت بڑا فرمایا ہے اور فرمایا۔ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ کاش جانتے ہوتے
کہ وہ اکبر ہے تو کافر وظالم لوگ کبھی ظلم نہ کرتے اور وہ راہ مہاجرین وانصار کی اختیار کرتے اور ہزار جان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر
فدا ہوتے۔ اور ذکر کیا شیخ ابن کثیر رحہ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مہاجرین سے کسی کو اس کا حصہ دیتے تو
فرماتے کہ لے اسکو اللہ تعالے تجھے اس میں برکت عطا فرماوے یہ تو اللہ تعالے کا وعدہ ہے جو دنیا میں تجھے دینے کا فرمایا ہے اور جو ثواب تیرے لیے
آخرت میں ذخیرہ ہے وہ بحساب افضل ہے پھر یہی آیت کریمہ والذین ہاجروا فی اللہ آخر تک پڑھتے۔ چونکہ ہجرت میں نفس پر مشقت برداشت کرنے
میں صبر جمیل ہے اور اللہ تعالے کی توفیق وعنایت پر بھروسا ہے لہذا رب تبارک وتعالے نے اُن کی شناخت میں بطریق مدح بڑھایا کہ الذین
صبروا [illegible]

بے زاد و توشہ و اسباب رہنے پر اور اللہ تعالے کی راہ مین جہاد مین جان قربان کرنے پر اور اولاد کا شہید ہونا دیکھنے پر اور طبیعت کی خواہشات ترک کرنے اور ثابت قدم رہنے پر اور مانند اس کے تمام باتون پر جنکا حاصل ہونا اللہ تعالے ہی کے فضل پر ہے۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔ اور اپنے رب تعالے ہی پر بھروسا کرتے ہین اُس کے سوا کسی چیز پر اُن کا بھروسا نہین ہے لہذا کہا گیا کہ ابتدا ے سلوک مین سالک کو صبر لازم ہے اور انتہا ے مرتبہ پر اُس کو توکل حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلے تو بفعل ماضی اُن کا حال فرمایا کہ اُنھون نے ہجرت کی اور آخر مین بفعل مضارع فرمایا کہ ایسا کرتے ہین تو اس مین دو باتون کا فائدہ ہے ایک یہ کہ انھون نے ایک کام کیا اور اُس پر ثابت قدم رہتے ہین۔ دوم یہ کہ اُنھین کی پیروی مین دوسرون کو چاہیے کہ راہ الٰہی مین چلین اور پہچان یہی ہے کہ صبر کرتے اور توکل کرتے ہین تو انجام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالے اُن کو اچھی طرح رزق غیب سے دیتا ہے اور اپنی مرضیات مین مقبول اور دنیا مین اچھی طرح رکھتا ہے والحمد للہ رب العالمین ۔ واضح ہو کہ شروع کلام مین مشرکون و کافرون کا قرآن سے انکار کرنا اور رسول سے تعجب کر کے ملائکہ کی رسالت چاہنا ذکر کر کے اُن کا خسران و خسارت بیان فرمائی تھی اور مومنون و مطیعین کا ماننا اور پیروی کرنا اور کلام الٰہی کے اقرار اور پیروی سے درجات بیان فرمائے۔ اب کافرون و مشرکون پر اُن کی سمجھ کے لائق حجت قائم کی ہر چند کہ قرآن و رسول پر کوئی چیز حجت نہین بلکہ یہ خود اورون پر اُن کے لیے حجت مین پس فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ۔ اور ہمنے نہین بھیجا تجھ سے پہلے مگر مردون کو وحی بھیجتے تھے انکی طرف اس سے یہ غرض نہین کہ عورتین نہ تھین بلکہ یہ غرض ہے کہ ملائکہ نہین بھیجے بلکہ آدمی بھیجے مگر آدمیون مین سے بھی عورت کو بسبب نقصان کے رسول نہین کیا بلکہ فقط مردون کو رسول کیا ہے۔ پس صریح ہے کہ کسی عورت کو رسالت کی وحی نہین بھیجی ولیکن مریم و ام موسیٰ وغیرہ رضی اللہ عنہا کو وحی بھیجی تھی جیسا کہ آیات اسپر دلیل ہین اور اس سے یہ ضرور نہین کہ وے نبیہ ہو جاوین کیونکہ یہ وحی بطور رسول بنانے کے نہ تھی اور ہر وحی کچھ وحی نبوت نہین ہوتی ہے کیونکہ فرمایا۔ واوحی ربک الی النحل۔ یعنے شہد کی مکھی کو تیرے رب نے وحی کی۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ وحی نبوت نہین ہو سکتی ہے غرضکہ قریش و کافرون پر اس طرح حجت قائم کی کہ آدم سے لے کر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کا بھیجا جانا ثابت ہے اور ثبوت اس کا کبھی کبھی زمانہ مین کسی کسی قوم مین نہین بلکہ ہر قوم مین ہے کیونکہ ہر قوم مین اللہ تعالے کا کوئی رسول آیا ہے جیسا کہ شہادت قرآنی موجود ہے اور یہ مت کہو کہ اس کا رسول ہونا سب نے نہین مانا کیونکہ اتنا معلوم ہوا کہ رسالت مع معجزات کا دعوے ایک مرد کی طرف سے واقع ہوا اور اسکو مومن و کافر سب اقرار کرتے ہین اور یہ سب اقرارات مجموعہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین توریت و انجیل ماننے والون کے پاس موجود تھے تو جب سب خبر متواتر ہوئی تو قطعی یقینی ہے اور یہ شبہ کہ شاید فرشتہ ہو دور کر دیا چنانچہ فرمایا۔ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ سو تم پوچھو اہل کتاب سے اگر تم نہ جانتے ہو یعنے اہل کتاب تم کو اپنے یہان کے متواتر اخبار بھی سنا دینگے کہ جو نبی گذرا وہ مرد تھا فرشتہ نہ تھا صرف اسی بات مین اہل کتاب سے پوچھنے کا حکم دینا مراد ہے یعنے یہ غرض نہین ہے کہ جب تم کسی بات مین شک ہو تم اہل کتاب سے پوچھ لیا کرو حتی کہ اگر اہل کتاب مین سے کافر لوگ نبوت محمدیہ سے منکر ہون تو بھی مان لو۔ بلکہ فقط اس بات کو پوچھو کہ اگلی امتون کے رسول آدمی تھے یا ملائکہ۔ شیخ حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے اس سے انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالے کی شان اس سے اعلے ہے کہ اس کا رسول ایک بشر ہو۔ پس اللہ تعالے نے اتارا قولہ اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم الآیہ۔ اور یہان فرمایا وما ارسلنا من قبلک الا رجالا الآیہ یعنے اگلے اہل کتاب سے سوال کر کے اطمینان کر لو کہ اُن کی طرف جو رسول بھیجے گئے وہ بھی آدمی ہی تھے یا ملائکہ تھے پس اگر کہین کہ بشر تھے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مت انکار کرو۔ لکھا کہ یونہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس سے روایت کیا کہ اہل الذکر سے مراد اہل الکتاب ہین یہی قول مجاہد و اعمش کا ہے۔ عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ ذکر قرآن ہے اور یہ بات اگرچہ خود صحیح ہے لیکن یہان اس سے ارادہ کے معنے نہین ہین کیونکہ کافر لوگ اس سے منکر ہو کر پھر ثابت ہونے کے واسطے اسی کی طرف رجوع کرینگے

سابقہ امتون سے علم مین بڑھ کر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت مین سے جو عالم ہوئے ہین وے دیگر عالمون مین سے بہتر و افضل ہین جس حال
مین کہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مستقیم رہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس و حسن و حسین و محمد بن الحنفیہ و امام زین العابدین علی بن
الحسین اور علی بن عبد اللہ بن عباس اور ابو جعفر باقر (محمد بن علی بن الحسین) اور جعفر بن محمد اور مانند ان کے جو لوگ متمسک بسنت و قائم بصراط مستقیم تھے اور ہر ایک حقدار کا حق
بعدل آلیہ پہچانتے تھے اور بندگان مومنین کے دل انپر مجتمع تھے۔ بالجملہ اس آیت مین مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول بھی مثل
آپ کے آدمی تھے لقولہ تعالے قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا وقولہ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا۔ وقولہ ما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم
لیاکلون الطعام الآیہ۔ وقولہ قل ماکنت بدعا من الرسل یعنے کہدے اے محمد کہ مین انوکھا نہین ہون رسولون سے۔ پس حکم دیا کہ جسکو رسولون کے بشر ہونے
مین متواتر اخبار پر اعتماد نہ ہو اُس کو چاہیے کہ اہل کتاب سابقین سے پوچھے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے و امام محی السنۃ صاحب
معالم التنزیل و جماعت مفسرین نے تصریح کردی کہ اہل کتاب سے فقط اسی سوال خاص کے پوچھنے کا حکم ہے۔ قولہ تعالے۔ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ معجزات
و کتابون کے ساتھ۔ زمخشری نے کشاف مین منجملہ وجوہ اعراب کے اول یہ لکھی کہ اس کا تعلق ما ارسلنا کے ساتھ داخل تحت حکم استثنا مع رجالا ہے اے ما
ارسلنا الا رجالا بالبینات والزبر۔ یعنے ہم نے نہین بھیجا تجھ سے پہلے اے محمد مگر مردون کو معجزات و کتابون کے ساتھ۔ اور ایک یہ توجیہ لکھی کہ متعلق محذوف
ہے گویا کہا گیا کہ رجال کو کس چیز کے ساتھ بھیجا تو فرمایا کہ معجزات و کتب بھیجا۔ اور یہ بھی تجویز کیا گیا کہ نوحی کے متعلق ہو اور اس صورت مین بینات سے آیات
کلامی مراد لینا چاہیے اس لیے کہ معجزات وحی کیے نہین جاتے یعنے یہ تاویل کرنا کہ اتارا جاوے کہ وحی حق مقصود ہے۔ غرض کہ ہر حال مین اس کا تعلق فاسئلوا سے نہین ہو سکتا کہ
بعض غیر مقلدین مدعیون نے دعوے کیا اور یہ معنے لگائے کہ پوچھو اہل الذکر سے اگر تم نہ جانتے ہو پوچھنا ساتھ بینات و زبر کے یعنے تمہارا سوال اہل الذکر سے
اس طرح ہو کہ اُنسے بینات و زبر کی دلیل سے پوچھو۔ اور یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ جن کفار مشرکین کو یہان خطاب ہے وہ لوگ بینات و زبر کو مانتے ہی نہ تھے
علاوہ اس کے انجان جاہل کیونکر دلائل سے سوال کر سکتا ہو اور اگر اہل الذکر نے جواب دیا تو وہ کیونکر جانے کہ یہ بینات و زبر سے ہے اور اُس کو کیا فائدہ ہو سکتا
ہے اور اگر جیب پر اعتماد کرکے سچ مانے تو پہلے ہی اسپر یون اعتماد نہ ہو کیونکہ جو کوئی کسی شخص کو مستقل شارع سمجھ کر اُس کا حکم پوچھے تو وہ کافر ہے پس یہ تو بالاتفاق
معلوم کہ مومن سوال کرے تو وہ شریعت کا حکم مانگتا ہے اور جواب دینے والے عالم کا یہی کام ہے کہ اللہ تعالے و رسول کے حکم سے جو اُس کے نزدیک علم ہے
جواب دیدے اور عنقریب سپر زیادہ توضیح آوے گی انشاء اللہ تعالے۔ یہان خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالے نے مشرکون پر قطعی دلیل سے رہنمائی و حجت قائم
فرمادی جو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے رسالت حق کا انکار کرتے اور تعجب کرتے تھے اس طرح کہ رسولون کا بشر ہونا متواتر ہو گیا اور تم
لوگ کیونکر متواترات سے منکر ہو اگر شک کرتے ہو جیسے آدمی اتفاقی بات مین کبھی شک مین پڑ جاتا ہے تو اہل کتاب سے پوچھو وہ اپنے علم سے اپنا یقین بیان
کردینگے اور جب معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے آئے ہین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالے نے مردون کو رسول کرکے معجزات و کتابون
کے ساتھ بھیجا تو تم پہ ترددہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مانو اور ایمان لاؤ کہ اسی طرح اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم المرسلین فرمایا ہے چنانچہ
فرمایا۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ۔ اور نازل کیا ہم نے تجھ پر اے محمد۔ الذِّكْرَ۔ قرآن کو یعنے جو کہ غافلون کو ذاکر بناتا ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ۔ تاکہ تو صاف
بیان کردے لوگون کے لیے یعنے تمام لوگون عرب و روم و شام و ہند و چین و روس و یورپ و افریقہ و امریکہ عموماً سب لوگون کے لیے بیان کردے خود اور
بذریعہ اپنے اصحاب و تابعین و اتباع مومنین کے قیامت تک۔ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ جو ان لوگون کی طرف اُن کے رب نے نازل فرمایا ہے اور
وہ توحید و معرفت الٰہی ہے۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ اور تاکہ یہ لوگ فکر کرتے رہین۔ واضح ہو جس نے حواس کو جمع کرکے خالص توجہ سے غور کیا اُسکو اللہ
تعالے کی وحدانیت مین کچھ شک نہین ہو سکتا اور اللہ تعالے یہی ہادی ہے یہان دو باتین سمجھ لینا چاہیے ایک یہ کہ قرآن نازل فرمایا اور حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تو اس کو صاف بیان کردے تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعم کا بیان متوارث رہیگا چنانچہ اوقات نماز کے ادر رکعات کے
[illegible]

اسپر عمل کیا جاوے اسی واسطے غربی اصل ہے کہ حدیث مبین کو آیت مجمل پر مقدم کیا جاوے اور اسپر اتفاق ہے۔ دوسری بات یہان یہ ہے کہ جاہل بے پڑھا آدمی جو مرتبہ ایمان سے مشرف ہوا جب اس کو کوئی بات شرع کی معلوم نہ ہو تو عالم متقی سے پوچھے اور اُس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کو اہل الذکر قرار دیا بوجہ اُس کے کہ ذکر یعنے کتاب سماوی اُن کے پاس تھی باوجودیکہ وے کتر کتاب پر چلتے تھے اور اہل قرآن ضرور اہل الذکر ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم پر ذکر یعنے قرآن نازل فرمایا اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے تبلیغ رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حصہ وافی پایا چنانچہ قولہ وانزل الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ مین ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی نیابت مین تبلیغ فرمائی اور بحدیث صحیح بلغوا عنی ولو آیۃ مجھ سے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہو اور بحدیث انما بعثتم متیسرین ولم تبعثوا معسرین۔ یعنے تم بھیجے گئے ہو آسانی کرنے والے اور نہین مبعوث ہوئے ہو سختی کرنے والے اور بحدیث رب مبلغ اوعی من سامع اکثر ہوتا ہے کہ جسکو پہونچائی گئی آیت یا حدیث وہ سننے والے سے زیادہ سمائی رکھنے والا ہو غرضکہ استدلال صحیح واضح ہے کہ اہل القرآن اہل الذکر اور حکم خدا و رسول کے پہونچانے والے تا قیامت ہین کہ میراث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی علم ہے جیسا کہ صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہے پس جو ایمان لایا اور انجان ہے وہ حکم شریعت کو اہل الذکر سے پوچھیگا اگر نہین جانتا ہے بحدیث انما سبیل العی السوال۔ یعنے نہ جاننے والے کی راہ یہی ہو کہ جاننے والے سے دریافت کرے پس ثابت ہوا کہ جو امام محمد باقر علیہ السلام وغیرہ سے آثار مین وارد ہوا کہ اہل الذکر ہم ہین یہی مراد ہے کہ ذکر جو قرآن ہے اسکے اہل ہم ہین اور نہ جاننے والے ہم سے سوال کرین مگر وہی سوال کرینگے جو قرآن پر ایمان لائے ہین اور مسئلہ کے حکم کا نکالنا دلیل قرآن وحدیث سے ہے اور اجماع وقیاس ان دونون سے خارج نہین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ احادیث متفرقہ کے معانی مین باہم سمجھا معانی واصول سے توفیق پر سمجھنا و آیات سے اجمال وتفصیل پر واقف ہونا اور ناسخ ومنسوخ وعام وخاص ونص وظاہر ومجمل ومفسر ومحکم ومتشابہ وخفی وغیرہ سمجھنا اور ایک کرنا عالم کا کام ہے اور انجان بے پڑھا عامی اُسکو نہین سمجھ سکتا اسکا یہی کام ہے کہ عالم سے سوال کرے کہ شریعت حق مین اس مسئلہ کا کیا حکم ہے اور یہ کام نہین کہ مجھے دلائل بتلاؤ کیونکہ وہ سمجھ ہی نہین سکتا بلکہ اس کے لیے دلیل یہی ہے کہ سوال کرنے کا اُس کو حکم ہے پس اُس نے موافق حکم کے سوال کرکے اُسکے مطابق عمل کیا اور تقلید کے یہ معنے کہ بغیر کسی دلیل وحکم کے جاکر کسی شخص کی بات مان لینا تو یہ معنی تقلید کے پائے نہین جاتے ہین پس عامی نے حکم کے موافق عالم سے پوچھکر شریعت پر عمل کیا پھر اللہ تعالےٰ نے اس امت مین علما سے مجتہدین پیدا کیے ہر ایک نے راہ الٰہی مین کوشش بلیغ کی اور مسائل کا حکم نکالا اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالےٰ نے ثواب جمیل وعدہ دیا اور مقصود وہی ثواب ہے اگرچہ باہم ان مین اختلاف ہوا اور جسکو کچھ علم ہے وہ جانتا ہے کہ ہر ایک صراط مستقیم پر ہے عامی آدمی اس مین بھی تردد کرتا ہے حالانکہ یہ بالکل صحیح ہے کہ سب راہ مستقیم پر ہین اور ثواب الٰہی سب کو حاصل ہے اور جسکو کچھ علم ہے وہ یہ بھی سمجھ جائیگا کہ ایک مسئلہ سے ملے ہوئے اور بھی اس کے متعلقات ہوتے ہین تو وہ اصل اور یہ اس کی فروع ہوتے ہین پس چاہیے کہ جس عالم سے اصل حکم لیا ہے فروع بھی اُسی کے موافق رکھے ورنہ لازم آئیگا کہ فروع دوسری اصل کے موافق لیتا ہے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ عامی دوسرے مسئلہ مین ایسے عالم سے حکم پاوے اور اُس کو معلوم نہ ہو تو وہ معذور ہے اسی واسطے یہ بہتر نظر آیا کہ کسی مجتہد کے اجتہادات اختیار کرے لیکن اگر متقی عالم جس سے ان اجتہادات کو لیتا ہے وہ کسی مسئلہ مین ضعف پاکر احادیث صحیحہ کے موافق خلاف مجتہد کے بتلاوے تو عامی اُسکو ضرور مانے کیونکہ اُس نے مجتہد کے اجتہادات اپنے واسطے اختیار کیے تھے اور اللہ تعالےٰ نے اُسپر اہل الذکر مین سے کسی کو معین نہین کیا تھا پس اس معنے مین مذہب حنفیہ وشافعیہ وغیرہ ہین ہر ایک مین اولیاء اللہ گذرے ہین اور سب راہ مستقیم ایک ہین جو لوگ اُن کے موافق شریعت سنت پر عمل کرتے ہین وے باہم محبت رکھتے ہین اور جب کبھی دو شخصون کو باہم متعصب دیکھو تو سمجھو کہ یہ جاہل ابھی اسرار شریعت سے بدتعصب بلکہ ایمان سے غافل ہین یہان سے ظاہر ہوا کہ فتح البیان کے مصنف نے جو اس مقام پر تقلید پر سخت کلامی کی جیسی اس کی عادت ہے اور ایک لاطائل تقریر لکھی وہ علم سے نادانی پر مبنی ہے اور تجھکو چاہیے کہ بزرگان دین وعلما سے صالحین کے حق مین نیک گمان رکھے اور سب کے واسطے رحمہم اللہ تعالےٰ کہے اور ہمیشہ حدیث شریف کی تعظیم کرے اور اُسپر دل وجان سے مائل ہو کیونکہ فقہ کی کتابون

متوجہ ہوکر فدا ہوینگے میسر نہین ہوگا اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے بالجملہ اس آیت مین بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت پر ذکر نازل فرمایا جیسے
پہلے انبیاء کو بینات یعنے حجتون و دلیلون و معجزات کے ساتھ اور زبر یعنے کتابون کے ساتھ متفرق بھیجا تھا ویسے آپ پر سب مجموعہ کردیا۔ ابن عباس و مجاہد
وضحاک وغیرہم نے بینات و زبر کی یہی تفسیر فرمائی ہے کما ذکرہ الامام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ پس جس نے قرآن پاک کے ذکر سے نصیحت پائی اور بیان حضرت
رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کیا اور اُس نے تفکر و تامل سے اپنا آغاز و انجام سمجھ کر آپ نے اپنی لیاقت و سمجھ کے موافق سمجھا وہ اہل الذکر
و اہل معرفت سے ہوکر درجہ عالی پر پہونچا خواہ جاہل ہو یا عالم ہو ورنہ بہت پڑھے ہوئے غیر مقلد بیباک سخت دل ہوکر جاہلون سے بدتر ہوجاتے ہین اور بہت
سے تقلید کرنے والے قرآن و حدیث و شریعت کے ظاہر و باطن اعمال و اسرار سے جاہل ہوکر گمراہ ہوتے ہین اللہم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
الآیہ والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت و صریح طریقت اور قطعی ارشاد کے بعد انکار کرنے والون اور تکبر و سرکشی و مکر کرنے والون کو
اپنے غلبہ و قہر و قوی قدرت و علوی سلطنت سے خوف دلایا اور فرمایا۔ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ یعنے
اب بھی اگر نہین مانتے اور غور نہین کرتے تو کیا مکر کے گھمنڈ و غرور مین بداعمالیان کرنے والے اس بات سے نڈر ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ انکو زمین مین دھنسا دے
یعنے جس نے پیدا کیا وہ جس طرح چاہے ہلاک کردے جیسے قارون کو اُس کی سرکشی پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دینے پر سزا ہوئی۔ اور شیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہی اُسکے حلم و عفو کی ہے کہ گنہگار اُس کی مخلوق گناہ کرتے ہین اور دوسرون کو گناہ پر
آمادہ کرتے اور زبردستی مجبور کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا اور اُن کو رزق دیتا ہے حالانکہ اسکو سب طرح قدرت ہے چاہے اُن کو زمین مین ناپدید
کردے اس طرح کہ اُن کے نیچے کی زمین شق ہو اور سب کو نگل جاوے۔ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ یا اُن پر عذاب الٰہی
ایسی راہ سے آوے کہ اُن کو شعور نہ ہو مثلاً اوپر سے ہوا سے اور نیچے سے پانی کے اُنپر آگ برسے یا غذا ان کے جسمون مین زہر قاتل ہوجاوے مترجم کہتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا اور اسی برکت سے جب تک کچھ بھی ایمان رہیگا لوگ کفار و مسلمان ایسے عام عذاب
سے ہلاک نہ کیے جاوینگے جو عذاب استیصال ہو حالانکہ گناہون کی یہ کثرت جو اکثر ملکون مین پھیلی ہوئی ہے ایسے گناہون سے اگلی امتین عذاب
سے ہلاک کردی گئین۔ اللّٰھم غفرانک۔ یہان دو باتین جان لینا چاہیے ایک یہ کہ اکثر قومون کو رزق اُن کی بداعمالیون پر ملتا ہے چنانچہ مشکوۃ کتاب علامات
قیامت کی بعض احادیث صریح ہین کہ قرب قیامت والون کو زناکاری و بے ایمانی وغیرہ بداعمالیون پر رزق ملیگا اور یہ بات مشاہدہ ہے کہ بعض
لوگون کو رشوت و حرام پر رزق ملتا ہے اگر وے اس سے پرہیز کرین تو اُن کے رزق وجہ حلال مین برکت نہین ہوتی ہے جیسے بعضے بندون کو اللہ تعالیٰ
رزق حلال بے برکت دیتا ہے اور حرام اُن کے حق مین مضر ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کے حق مین مشیت الٰہیہ ازلی جاری ہے اور ہر چیز اُسی کے قبضہ قدرت
مین مسخر اور اُسی کے حکم قضا و قدر کے نیچے سر جھکائے ہے اگرچہ اُن کو شعور نہ ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ عام عذاب الٰہی صورت سے کہ عذاب ظاہر ہو
نہین آتا اور یہ ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے ولیکن بعضی قومین ایسی وجہ سے ہلاک کیجاتی ہین کہ اُنکو شعور نہین ہوتا۔ اور عام مرض وبائی تپ
و بد دونون قسم کے مرتے ہین پس بدکارون کو چونکہ دل سے ایمان دور ہوا یہ خوف نہین ہوتا کہ اُن کے حق مین عذاب ہے حالانکہ نیکون کے حق مین یہ موت
عین رحمت ہوجاتی ہے اور یہ سب حدیث سے ثابت ہے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مشرکین یہود و نصاریٰ وغیرہ اگر حقیقت اسلام و توحید سے
واقف ہوکر نہ مانین تو ہمیشہ عذاب مین مبتلا ہون اور دنیا مین بھی اُن کو غلبہ نہ ہو مگر جب تک مشیت تقدیر یہی جاری ہے کوئی شخص اسلام کی طرف سے
کوشش نہین کریگا کہ ان کو عام طور پر واقف کرے بلکہ برعکس اُسکے واقفان اسلام بسبب شہوات دنیاوی کے انھین سے موافقت کرتے ہین اور
خواری کے ساتھ ایمان برباد کرکے دنیاوی معیشت قلیل حاصل کرتے ہین اور کیا مشاہدہ نہین کرتے کہ اُنپر عذاب ایسی راہ سے آتا ہے کہ شعور نہین پاتی۔ اَوْ
يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ۔ یا اللہ تعالیٰ اُنکو عذاب مین ماخوذ کرے اُنکے تقلب مین۔ معنے تقلب کے لوٹ پلٹ جیسے سونے مین کروٹین بدلنا۔ یا کسی حالت
سے دوسری شکل پر ہوجانا اور جیسے مقیم آدمی سفر کرے یا داؤن گھات سے کسی چیز کے حاصل کرنے مین اطوار بدلنا اور جیسے طرح طرح نعمتون مین پلٹنا

یاملکون مین طرح طرح کے تصرفات آمد و رفت پیدا کرنا۔ بالجملہ وضع و حالت بڑھنے وہٹنے وغیرہ سے جو تبدل ہو اُسپر تقلب صادق آتا ہے اب اس مقام پر
مفسرین کے اقوال ہین کہ مراد سفر و تجارت کی حرکت ہین یا تقلب اُن کی خواہشون کے حاصل کرنے مین جو طرح طرح کے حیلون سے ہو یا راتمین کروٹین
بدلنے مین جبکہ نہایت اطمینان سے نڈر ہوتے ہین یا آمد و رفت ہین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ قولہ فی تقلبہم یعنے معائش اور اُس کے
اشغال سفر وغیرہ جو کچھ کہ اللہ تعالے سے غافل کرنے والی چیزین ہین۔ **قتادہ و سدی** رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ اُن کے سفرون مین۔ **مجاہد و قتادہ**
و ضحاک نے کہا کہ اُن کے رات و دن کے تقلب مین بمانند قولہ تعالے افامن اہل القرے ان یاتیہم باسنا بیاتا وہم نائمون اوامن اہل القرے ان
یاتیہم باسنا ضحی وہم یلعبون۔ یعنے کیا نڈر ہوگئے ان شہرون والے اس سے کہ آجاوے انپر ہمارا عذاب رات مین جب وے سوتے ہین کیا نڈر ہوگئے ان
شہرون والے اس سے کہ آجاوے انپر ہمارا عذاب دن چڑھے اس حال مین کہ لعب مین مشغول ہین۔ لعب سے مراد ہر ایسے افعال جو اللہ تعالے و
آخرت سے غافل کر کے بیفائدہ امور فانی مین مشغول کرین۔ **قال المترجم**۔ ظاہر یہ ہے کہ تقلب جملہ امور کو شامل ہے اور قول قتادہ رحمہ اللہ تعالے
مین اس طرف اشارت بھی ہے وقد قال تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل۔ یعنے تجھے دھوکا نہ دے یہ بات کہ کافر لوگ ملکون
مین تقلب سے پھرتے ہین یہ متاع قلیل ہے یعنے روے زمین پر کافرون کی شتر بے مہار اپنی خواہش نفسانی کے موافق عیش کرتے پھرتے دیکھکر دھوکا نہ
کھانا چاہیے کہ باوجود کفر و بداعمالیون کے یہ کیونکر اس طرح عیش و ثروت کے ساتھ پھرتے ہین کیونکہ اللہ تعالے نے مخلوق کو پیدا کیا اور اُس کی حکمت
وہی جانتا ہے پس چند روزہ دنیاے فانی کی متاع قلیل اُنکے پاس ہے۔ بالجملہ یہان اُن کو خوف دلایا کہ بیخوف کیون ہوگئے کہ اللہ تعالے اُنکو
اُنکے تقلب مین ماخوذ کرے۔ فما ہم بمعجزین۔ تو وہ کچھ بھی اللہ تعالے کو عاجز کرنے والے نہین ہین یعنے ذرہ بھی عاجز نہین ہے پس حق عز و جل قوی
قادر ہر طرح غالب و قاہر ہے تو بے خوف ہونا بے معنے ہے پھر بیخوف نہ ہو کر چاہیے کہ اُسکے عذاب سے بچنے کے لیے طاعت کرین کیونکہ خوفناک ہونا
بھی بغیر قصد و رضامندی کے موت ہے۔ اَوْ یَاْخُذَہُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ۔ یا اُنکو گرفتار کرے اور بحالت تخوف کے۔ قال الامام۔ یعنے خوف کی حالت
مین کہ اللہ تعالے کے عذاب مین پکڑے جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ خوف کی حالت مین پکڑا جانا زیادہ سخت ہے لہذا عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اگر چاہون گرفتار کرون اسی طرح کہ ایک کی موت سے دوسرا خائف ہوا اور یون ہی مجاہد و ضحاک و قتادہ وغیرہم
سے مروی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید مطلب یہ ہے کہ تخوف بمعنے تنقص ہے یعنے کمی کرنا جیسے ابن الاعرابی نے کہا کہ مالون و جانون و پیداوارین
گھٹانا یہانتک کہ تھوڑا تھوڑا کر کے سب ہلاک ہون۔ واحدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عامہ مفسرین کے قول مین تخوف بمعنے تنقص ہے جیسے جانون
مین اس طرح کہ قتل سے ہلاک ہوتے ہین یا مرتے رہین یہانتک کہ سب ہلاک ہو جاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے قولہ تعالے انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا
الآیہ یعنے ہمارا حکم آتا ہے کافرون کی مقبوضہ زمین پر کہ اُس کے اطراف و جوانب سے ہم نقص کرتے جاتے ہین یعنے مسلمانون کے قبضہ مین ہوتی جاتی ہے
بیضاوی رحمہ اللہ تعالے نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو منبر پر پڑھا اور فرمایا کہ اُس کی تفسیر کہو تو سب خاموش رہے
مگر ہذیل مین سے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ ہماری زبان مین تخوف بمعنے تنقص ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرب کے اشعار مین
بھی اس کا تذکرہ ہے اس نے کہا کہ ہان ہمارا شاعر کہتا ہے ؎ تخوف الرحل منہا تامکا قردا + کما تخوف عود النبعۃ السفن یعنے ایسی قوی اونٹنی ہے کہ
کجاوہ نے اُس کے جسم سے ناقص کردیا کوہان بھرے ہوئے اونچے کو جیسے کم کردیتا ہے تیشہ کی مضبوط لکڑی کو سوہان۔ یعنے برابر اُسپر کجاوہ رہنے سے اُسکے
کوہان کی جگہ کجاوہ کا اثر بنگیا ہے پس اسی مقام پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار محفوظ رکھو کہ تفسیر مین نہ بھٹک جاؤ۔ اور بعض نے
اس قصہ کو اس طرح ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو اُنکے جواب کے بعد خود کہا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مواخذہ
اسوقت کہ جب تنقص کرتے تھے اللہ تعالے کی نافرمانیون سے۔ پھر لوگ باہر گئے وہان ایک اعرابی نے ایک سے یہی محاورہ بیان کیا کہ مین نے اپنے
رب کا تخوف کیا یعنے نافرمانی کی پس اُس نے واپس ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ذہن مین بھی آیا تھا۔ حاصل اس

مقام کا اوپر سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سبحانہ نے اُن کو خوف دلایا زمین میں دھنس جانے سے یا آسمان سے عذاب نازل ہونے سے یا ایسے آفات سے جو اچانک
حالت غفلت میں اُنپر طاری ہون یا انجام یہ ہے کہ ایسی آفات سے جو اُنپر آہستہ آہستہ آکر اُن کو ناقص کریں یہان تک کہ سب ہلاک ہون اور اس میں شک
نہین کہ انسان خود اسی حال میں ہے یہان تک کہ یکایک موت آتی ہے اور وہ اپنے کردار و اعمال کے موافق اپنی جگہ رجوع کرتا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے
ان سب صورتوں سے جو ہمارے ناقص خیالات میں آتی ہین بندوں کو ضرور ماخوذ کر سکتا ہے اور جاہے جس طرح ماخوذ کرے ہر طرح قادر ہے اگرچہ
ہماری سمجھ مین بھی نہ آوین ولیکن وہ حلیم و غفور ہے لہذا فرمایا۔ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنے ولیکن وہ مہلت دیتا ہے کیونکہ تمہارا رب بہت شفقت
و مہربانی والا ہے جلدی بندے کو ماخوذ نہین کرتا۔ واضح ہو کہ جو بندہ اپنے رب تبارک و تعالےٰ پر یقین کرے پھر اُس سے گناہ ہو جاوین اور وہ ڈرتا ہو تو
اللہ تعالےٰ اُسپر رحم فرماتا ہے اُسکو اختیار ہے کہ گنہگار کو بلا حساب بخشدے اور یہ بھی یاد رکھو کہ عبادت کرنے والا اگر مغرور ہو تو وہ گنہگار خوفناک سے
بُرا ہے اس لیے کہ غرور اللہ تعالےٰ کو بالکل پسند نہین تو ساری عبادت اُس کی اس گناہ غرور کے مقابلہ مین برباد ہے اور جس نے عالم مین اور اپنی ذات
مین صحیح نظر سے دیکھا اسکو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ تمام مخلوقات پر قاہر ہے اور اُسکے اختیارات سب اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت سے جاری ہین اور
ہر چیز اُسی کے حکم پر گردن جھکائے ہے چنانچہ بندون کو عالم کے آیات مین نظر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ أَوَلَمْ يَرَوْا۔ کیا انہون نے نہین دیکھا
یعنے دیکھتے ہین مگر کچھ سمجھ نہین پاتے تو نہ دیکھنے کے مثل ہے لہذا انکاری استفہام سے فرمایا کہ آیا اُنھون نے دیکھنے کی طرح نہین دیکھا۔ إِلَىٰ مَا خَلَقَ
اللَّهُ مِن شَيْءٍ۔ ہر ایسی چیز کو جسکا سایہ پڑتا ہے اللہ تعالےٰ نے اُسکو پیدا کیا ہے یعنے نظر کی محسوسات سے زیادہ محسوس کیا ہوگا سوا اللہ تعالےٰ کی مخلوقات مین سے
نظر سے دیکھنے والی چیزون کو دیکھین کہ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ جھکتے و پھرتے ہین اسکے سایہ کہ اول مین دن چڑھتے ایک حال پر ہوتے پھر بدلتے جاتے ہین پھر
دوپہر ڈھلے دوسری جانب بڑھتے جاتے ہین۔ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ۔ داہنی جانب اور بائین طرفون سے۔ واحدی و زمخشری نے کہا کہ یمین
سے بھی داہنی طرفین مراد ہین بقرینہ شمائل اور چونکہ اس کو جمع کر دیا تو یمین جمع لانے کی حاجت نہ رہی جیسے یولون الدبر بجائے یولون الادبار کے۔ الحاصل
دیکھو کہ ان چیزون کے سایہ مائل ہوتے ہین داہنی اور بائین جانبون سے سُجَّدًا لِلَّهِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کو۔ وَهُمْ دَاخِرُونَ۔ درحالیکہ
یہ سایے عاجزی کرنے والے ہین۔ زجاج نے کہا یعنے یہ چیزین اللہ تعالےٰ کی طاعت پر مجبول ہین۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جب ڈھلتا
ہے آفتاب تو ہر چیز اللہ تعالےٰ کے واسطے سجدہ کرتی ہے۔ ایسا ہی قتادہ و ضحاک و دیگر ائمہ التابعین رحمہم اللہ تعالےٰ نے کہا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ
نے یہ بھی فرمایا کہ ہر چیز کا سجدہ اُسکا سایہ ہے اور فرمایا کہ پہاڑون کا سجدہ اُنکا سایہ ہے۔ اور ابو غالب شیبانی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ سمندر کی
موجین اُس کی تسبیح و صلوٰۃ ہین۔ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو کچھ ہے
آسمانون مین اور جو کچھ ہے زمین مین دابہ سے۔ دابہ وہ چیز جو زمین پر حرکت کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق مین سے کوئی
چیز چھوٹی نہین مگر آنکہ ہر چیز اسی کے واسطے عبادت کرتی ہے خواہ خوشی سے خواہ کراہت سے۔ اقول مانند اسکے قولہ تعالےٰ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ جسکی تفسیر پہلے گذر چکی ہے اور اہل معرفت کے نزدیک کچھ شک نہین ہے کہ مومن و کافر و جاندار و بیجان ذیجلہ
مخلوقات سب اللہ تعالےٰ کے واسطے سجدہ کرتی ہے اور رغبت و کراہت کے معنے بھی واضح ہین اور مبارک وہ جو رغبت سے اللہ تعالےٰ کی بندگی مین
حاضر ہین اللّٰھم اجعلنی منہم۔ اور جس نے پہچانا اُس نے جانا کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر۔ الوہیت اُسی کے
واسطے ہے اور کفر و ہدایت کو اُسی نے پیدا کیا اور ہر چیز اُسی کی مخلوق ہے اور ہر ایک وہی کماتا ہے خواہ مومن ہوتا ہے یا کافر ہوتا ہے جو اس کے واسطے
رب تبارک و تعالےٰ نے مقدر فرمایا ہے اور وہ تمام مخلوق سے پاک ہے۔ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسمانون مین علاوہ ملائکہ کے خود آسمان وغیرہ اللہ تعالےٰ کے
واسطے سجدہ کرتے ہین یا یون تاویل کیجاوے کہ ملائکہ کو مخصوص کیا بقولہ۔ وَالْمَلَائِكَةُ اور اُسی کو سجدہ کرتے ہین ملائکہ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ اور وے کچھ
تکبر نہین کرتے مطیع بندے ہین۔ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ۔ اس حال سے کہ باوجود فرمانبرداری کے ڈرتے رہتے ہین اپنے رب کی عظمت و جلال

کر اسکا عذاب وعتاب نہ ہو اُن کے اوپر سے یا اُس کی بلندی شان وعظمت سے جو سب مخلوق پر بالا ہے جیسے قولہ ہو القاہر فوق عبادہ یعنے اپنی مخلوق پر
عالی ہے اس سے ڈرتے ہیں۔ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ باوجودیکہ اُن کی صفت یہ ہے کہ کرتے ہیں جو کچھ حکم دیے جاتے ہیں یعنے اُن کی جبلت اسی طور پر
پیدا فرمائی ہے۔ روایت ہے کہ قرآن پاک میں اس مقام کا سجدہ زیادہ واجبی سجدات میں سے ہے۔ واضح ہو کہ اشیاء مخلوقات کا سجدہ کرنا اور اُن کے سایہ کا
سجدہ کرنا اہل نظر کے واسطے حقائق واقعیہ ہیں اور جنکو نظر نہیں ہے وے متردد ہوتے ہیں پس جلدی نہ کریں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اُن کو نظر معرفت عطا
فرماوے اور چونکہ آیات متشابہات وہ ہوتی ہیں کہ اُنکا علم خاص ہے لہذا اس آیت کو متشابہات میں نہیں لیا کیونکہ اہل بصیرت کو اس میں کچھ تردد نہیں ہے
اور مبتدیوں کی ناسمجھی سے آیت متشابہ نہیں ہو جاتی ہے قالہ م ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ اللہ جلشانہ نے
کتاب مجید کے مکنون حقیقی کو مخفی رکھا سب سے سوائے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُنہیں حقائق سے مخاطب فرمایا
اور آپ ہی ان کے واسطے رسول امین تھے تاکہ آپ اُن حقائق کو اپنے بندوں سے بیان کریں جو آپ کے اتباع میں لائق معرفت وامانت ہیں اور حق
عز وجل نے اُن کو برگزیدہ فرمایا ہے اور اُن کو استعداد قبول حقائق ہے اور اُن کے کانوں کو اس سماع کی الیت ہے دل اُن کے شہود غیب کے واسطے
حاضر ہیں اور اسرار عجیبہ کے لیے ہمہ تن گوش ہیں تاکہ فکر سے جواہر علوم اس دریائے ناپیدا کنار سے نکالیں اور ہمت عالیہ سے واصل بحضرت قدس ہوں
اور نا اہل لوگوں کے پاس اُن کو ضائع نہ کریں کہ درجہ امانت سے ساقط ہو جاویں مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید کے مخفی رکھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ
قرآن مجید سمجھا نہیں جاتا کیونکہ حق تعالیٰ نے اسکو بالکل آسان کر دیا ہے سمجھنے والا ہونا چاہیے ہے اور ہر چیز بیان کر دی ہے سننے والا چاہیے بلکہ مراد یہ ہے
کہ ظاہر قرآن ہر آدمی کے واسطے عام ہے اور اُسی کی موافقت سے وہ راہ مستقیم پر ہو جاتا ہے اور جب اس راہ پر ادب سے مستقیم ہوا تو اللہ تعالیٰ کے
فضل سے قرآن پاک کا درجہ اعلیٰ اُس پر ظاہر ہوتا ہے جس کی لیاقت اُس کو پہلے نہ تھی اور اگر اس سے بیان کیا جاتا تو اُس کو فائدہ بھی نہ تھا کیونکہ کمال
سننے سے نہیں بلکہ حاصل ہونے سے ہوتا ہے اور حاصل ہونا اسی طرح ہے کہ پہلے درجہ کے آداب بجا لاوے لہذا حدیث طبرانی وغیرہ میں وارد ہوا
کہ جو شخص عمل کرے اُسپر جو جان گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو علم اُس کا عطا فرماتا ہے جو نہیں جانا یعنی وہاں جاننے سے علم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اُسپر
القا فرماتا ہے پس مقصود یہ ہوا کہ قرآن پاک کے حقائق و درجات ہیں اور پہلا درجہ تو سب کے واسطے عموماً ظاہر و کافی ہے پھر اُس کے بلند درجات
عالیہ لا انتہا ہیں ہمارے شیخ حقیقت مولانا البہار تراب علی رحمۃ اللہ علیہ وعلےٰ آبائہ ومشائخہ الکرام نے لکھا کہ قرآن پاک کی حقیقت اگر ظاہر ہو تو بندہ معدوم
و فنا ہو جاوے اور جب استعداد ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جلشانہ کی دی ہوئی زندگی سے فیض عظیم پاتا ہے پس مراد شیخ العرائس رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی ہے فافہم
شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مخلوق کی عقل کو قطع کر دیا کہ قرآن مجید کی فہم میں دخل دے سوائے عقل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو
حکم بیان کرنے کا دیا کہ آپ ہی احکام خلق بیان کریں اور آداب سے مرسوم فرماویں کیونکہ آپ ہر حال میں امین مؤتمن ہیں۔ اقول نے الحدیث انا امین من
فی السماء یعنی امانت والا ہوں اُس کا جسکی شان کبریائی بلند ہے یا جو مراد ہو واللہ سبحانہ اعلم۔ اور حدیث صحاح میں اسرار و عجائب علوم ہیں اور واضح
ہو کہ اس زمانہ میں خاص نیت سے شرائط ادب کے ساتھ تھوڑا عمل اور بہت علم بہتر ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے لہذا اکابر مشائخ نے اکثر باتیں بیان
کر دی ہیں وترجو من اللہ فضلہ وہو و الفضل العظیم۔ قولہ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شئ الآیہ۔ اس میں حق عز وجل نے اپنی عبادت سے تکبر کرنے والی مخلوق
کی جہالت اپنے بندوں پر ظاہر کر دی کہ وے نہیں دیکھتے کہ کیسے اُن کے سایہ اول و آخر وقت میں اپنے خالق عز وجل کو سجدہ کرتے ہیں اور اگرچہ یہ چیزیں محل
عقل میں نہیں تو لوگوں کو اُنکی خبر ہے اور اُن کی جہالت کا مقام بتلایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے جاہل ہیں کیونکہ تمام موجودات حتے کہ
جمادات تک اپنے خالق عز وجل کو سجدہ کرتی ہیں اور انوار تجلی عظمت الٰہی اُنپر واقع ہونے سے ہر ایک اس کے لیے عجز وتضرع میں ہے چنانچہ مروی ہے
کہ حق عز وجل جب کسی چیز کے لیے تجلی فرماتا ہے وہ اس کے لیے خشوع کرتی ہے۔ اس میں ایک معرفت کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ جہان کہیں نفس امارہ شیطانیہ کا
مقام ہے وہاں تکبر و سرکشی موجود ہے باستثنا ایسے شخصوں کے جن نے حق تعالیٰ کو حق کے ساتھ پہچانا اور حق کو حق کے ساتھ دیکھا تو اُن کے نفس اپنے

رب کے واسطے خشوع و سجدہ کرتے ہیں بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حیوان و جماد جس چیز کو پیدا کیا ہے وہ کوئی اپنے خالق عز و جل سے نزاع نہیں کرتے ہیں سوائے انسان کے کہ اُس نے تکبر شروع کیا کہ اپنے واسطے علم و قدرت وغیرہ اور اپنے لیے فردیت وغیرہ ثابت کرتا ہے کیونکہ دعوے کرتا ہے کہ اہل و اولاد اُسکے ہیں حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے فافہم جب مشرکون کے شبہات دور کر دیے اور توحید بیان فرمائی تو زیادہ توضیح کے لیے شرک سے بدلائل منع فرمایا

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا

اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہے سو مجھی سے ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ

ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کا انصاف ہے ہمیشہ سو کیا اللہ کے سوا کسی سے خطرہ رکھتے ہو اور جو تمہارے پاس ہے کوئی نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب

اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝

لگتی ہے تم کو سختی سو اسی کی طرف چلاتے ہو پھر جب کھول دی سختی تم سے تب ہی ایک فرقہ تم میں اپنے رب کے ساتھ لگتے ہیں شریک بتانے

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

کہ منکر ہو جاویں اس چیز سے جو ہم نے دی سو برت لو آخر معلوم کر لوگے

وَقَالَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ نے صاف حکم دیا یا بذریعہ رسولوں کے کہ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ مت بناؤ دو معبود کیونکہ معبود خالق وہ ہے کہ جس میں سب کمال ہوں اور سب سے ظاہر کمال ایک یہ ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ ہو اور جب ایک کے سوائے دوسرا بھی معبود مانا جاوے تو نہیں ممکن ہے اس لیے کہ ان دونوں میں سے ایک ہی ایسا ہوگا جو دوسرے سے اعلیٰ ہو تو پھر دوسرا خالق نہ ہوگا۔ اور جب خالق کی یہ شان ہے کہ جو کچھ چاہے جب چاہے سب پیدا کرے اور ہر چیز پر اسکو قدرت ہے تو ظاہر ہو گیا کہ دوسرے کسی کے واسطے یہ بات نہ ہوگی اور کچھ بھی ضرورت غیر کی نہیں ہے پس صاف معلوم ہوا کہ دو خالق ہو ہی نہیں سکتے ہیں تو اب جو کوئی مشرک دو خالق کا قائل ہوا اُس نے صرف اپنے ذہن میں بنا لیا اور حقیقت میں قطعی دلیل سے دوسرا نہیں ہو سکتا ہے اور جب دو نہیں ہو سکتے ہیں تو زیادہ کیونکر ہوں گے پس معلوم ہو گیا کہ جس نے دو معبود اپنی رائے سے بنائے یعنی سمجھ لیے وہ بڑا احمق ہے لہٰذا ایسے احمقوں کی تنبیہ کرنے کو صاف فرما دیا کہ مت بناؤ دو معبود۔ پھر زیادہ فضیحت و نفرت دلانے کو فرما دیا۔ اثْنَيْنِ۔ دو۔ یعنی اِلٰهَيْنِ صیغہ تثنیہ ہے پھر بھی اثْنَيْنِ فرمایا تو زیادہ تفضیح اسکی رائے کی ہے جو معبود بنا وے دو۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ تاکید ہے اور معنے اسکے یہی ہیں کہ تاکید سے مقصود نہایت نفرت دلانا اس رائے سے ہے اور یہ بھی فائدہ ہوا کہ الٰہ واحد کا ماننا ضرور ہے صرف شرک کرنا منع ہے اور جن لوگوں نے معبود واحد تبارک شانہٗ سے انکار کیا اُن کی حماقت اس درجہ بڑی ہے کہ انھوں نے دو نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں خالق بنا لیے کیونکہ ہر چیز کا وجود اسی کی ذات سے قرار دیا اور باوجودیکہ ہر ایک کو فانی دیکھتے ہیں پھر اس کو خالق جاننا اس درجہ سخت حماقت ہے کہ کسی آدمی کی عقل میں اُس کی حد نہیں متصور ہو سکتی ہے لہٰذا خالق کے ساتھ غیر کو شریک کرنے سے منع کر دیا اور صاف بتلا دیا۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ وہ تو فقط اللہ ایک ہے۔ اس کی شان ہر کمال میں اعلیٰ ہے وہ سب قدرت والا ہے کسی کی اُس کے سامنے کچھ ہستی نہیں ہے جب یہ عظمت و جلال اسکا سمجھے تو پھر مخاطب کر کے اُن سے کلام فرمایا بقولہ۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۔ سو تم مجھی سے ڈرتے رہو کیونکہ سب کچھ اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے کسی دوسرے میں کچھ طاقت نہیں ہے لہٰذا تصریح فرمائی۔ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُسی کے ملک و خلق و بندے ہیں جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے یعنی جہاں تک تمہاری نظر کام کرے اسکو مخلوق اُسی کی جانو اور اللہ تعالیٰ سے دانا ہے کہ اُس کی مخلوق کس قدر وسیع ہے اور وہ جو چاہے پیدا کرے غرضکہ وہی خالق ہے سب اسی کے قبضہ قدرت میں مسخر ہے۔ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اور اسی کے لیے ہو طاعت ہمیشہ یعنی جو چیز مخلوقات میں سے ہے ہر حال میں ہمیشہ اُسی کے واسطے مطیع ہے واصب بمعنے دائم جیسا کہ ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و میمون بن مہران و سدی و قتادہ وغیرہم سے مروی ہے اور اسی معنے میں ہے قولہ تعالیٰ ولهم عذاب واصب اے دائم یعنی کافروں کے لیے ہے عذاب دائمی۔ اور ابن عباس سے ایک

روایت مین بمعنے واجب آیا ہے مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے بمعنے خالص آیا۔ کذا ذکرہ الحافظ اور مترجم کہتا ہے کہ جب اسی کے لیے طاعت دائمی ہوئی تو
واجب ہوئی اور خالص بھی ہوئی کیونکہ کسی غیر کی طاعت تو کسی وقت وکسی حال مین نہ پائی گئی پھر ظاہر ہے کہ طاعت اسی کے لیے واجب وخالص
ہوئی۔ اور یہین سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے نے جس سے ہدایت وتوحید چاہی وہ اسی پر ہے اور ہم اللہ تعالے سے گمراہی سے پناہ مانگتے ہین اور اگر وہ چاہتا
تو سب کو ایک راہ پر کرتا۔ بالجملہ ہر ایک چیز وآدمی اور جو کچھ مخلوق ہے سب اسی کے حکم پر مقہور ومسخر ومطیع ہے یعنے جسطرح اُس نے چاہا ہر ایک اسی پر ہے
تو کسی کو یہ مجال نہین کہ سواے اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت کے خود رائے ہو تو کوئی خود مختار نہین ہے لہذا فرمایا۔ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَتَّقُونَ۔ سو کیا تم سواے
اللہ تعالے کے غیر سے ڈرتے ہو۔ یعنے اسی پر تقوے کرو اور بت وجن وفرشتہ وآدمی کسی چیز کو قادر مت سمجھو۔ پھر ظاہری نظر مین آدمی کو نفع وضرر دوسرون کی
طرف سے معلوم ہوتا ہے اور شبہہ مین پڑتا ہے کہ نفع دینے والا یہ شخص ہے یا ہم کو ضرر پہونچانے والا وہ ہے لیکن جنکو اللہ تعالے نے عقل دی ہے وہ
اس بارہ مین غور کرتے ہین اور جب غور کیا تو انکو یہان دو باتین ظاہر ہوئین ایک یہ کہ دینے والا اللہ تعالے ہے اور اسی کے تصرف سے اس شخص سے
یہ فعل ہوا خلاصہ یہ کہ فاعل حقیقی اللہ تعالے ہے اور درمیان مین یہ شخص جو نافع نظر آیا اسکے حق مین بھی اللہ تعالے کا احسان ہوا کہ اسکو خیر کا کمانیوالا
بنا دیا جیسے ظالمانہ ضرر کے ظاہری فاعل پر اللہ تعالے کا قہر ہے کہ اسکو بدی کا کمانے والا بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ خود مختار فاعل یہی شخص ہو۔ پھر ان دونون
باتون کو اُس نے عقل سے صحیح دلائل وصاف بیان سے جس مین خیالی خواہش کو دخل نہو ثابت کرنا چاہا تو دوسری بات ثابت نہ ہوئی کیونکہ ہزارون
دلائل سے یہ بالکل بدیہی ہے کہ آدمی اپنے کامون ومرض وصحت وفقر وتونگری مین خود مختار نہین ہے اور اُسکو صریح دلیل سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالے
کمال قدرت ہے تو صریح معلوم ہوا کہ وہی فاعل حقیقی ہر فعل کا ہے پھر یہ وہم جو بعضے جاہلون کو ہوا اگر برے کامون کا پیدا کرنے والا وہ ہو تو قبیح نام اُس کی
طرف منسوب ہوگا اور جس آدمی نے چوری کی وہ چور نہوگا تو جواب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر چوری کا فعل ہے وہ چور ہے اور خالق اس فعل کا چور نہین ہے
یعنے کسی چیز کے پیدا کرنے سے بدی نہین بلکہ اُس چیز کے کمانے سے بدی ہے مثلاً بدشکل وہ شخص ہے جسکی صورت خراب ہو اور وہ نہین ہے جس نے پیدا کر دیا اور اس
سے زیادہ بعضے جاہل گفتگو کرتے ہین کہ پھر اسکو بدشکل کیون کیا اور دوسرے کو خوبصورت کیون کر دیا تو ایسے احمق کو سمجھانا چاہیے کہ اس بے انتہا عالم پر نظر
کرے اور پھر اپنی طرف دیکھے کہ جس نے اس عالم کو پیدا کیا وہ بے انتہا حکمت والا ہے اور تیری ہستی اسقدر نہین ہے کہ تو اس حکمت کو تمام گھیر کر سمجھ لے اور
یہ بات بالکل بدیہی ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کی حکمت وہی جانتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ نفع پہونچانا اور ضرر پہونچانا حقیقت مین
کسی شخص کے اختیار مین نہین ہے کسی دوسرے سے ڈرنا بیکار ہے ہان اللہ تعالے نے جس آدمی کے اندر احسان پیدا کیا کہ اُس نے تیرے ساتھ نیکی کی تو تجھ کو
صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے اُسپر فضل کیا پس تجھے لازم ہے کہ اُس کا شکر ادا کرے لہذا حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے کا شکر نہ ادا کیا جس نے آدمیون کا شکر
ادا نہ کیا۔ یون ہی جسکی طرف سے تجھے ضرر وبدی پہونچے تو نے سمجھ لیا کہ الحمد للہ کہ ظالم وبدکار مجھے نہین بنایا جیسا کہ اسکو قہر سے بنا دیا پھر یہ البتہ چاہیے کہ اللہ تعالے
سے ڈرے کہ وہ فلان موذی کو مجھ پر مسلط نہ فرماوے پس آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالے سے ڈرتا رہے اور اُسی سے اپنے حق مین بھلائی چاہے کیونکہ بالیقین نفع وضرر
اسی کے اختیار مین ہے لہذا بیان فرمایا۔ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ۔ اور جو کچھ تمھارے ساتھ ہے کوئی نعمت ہو تو وہ اللہ تعالے کی طرف
سے ہے کسی غیر کی طرف سے نہین ہے لیکن جس بندے کو تیرے لیے محسن بنا دیا وہ اُسکے واسطے نعمت دیدی تو احسان کرنے والے کو چاہیے کہ اللہ تعالے کا
بڑا شکر ادا کرے کہ تیرے اوپر احسان کرنے کی صفت اس مین پیدا کر دی۔ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ۔ پھر جب تجھ کو ضرر پہونچا یعنے
مرض ومحتاجی وغیرہ جو چیز انسان کو تکلیف وسختی مین ڈالے تب تم اسی کی طرف پناہ ڈھونڈھتے ہو۔ چنانچہ بیماری وغیرہ نے کہا کہ اُسی کی طرف
گڑگڑا کر دعا مانگتے ہو۔ واضح ہو کہ عرب زیادہ سختی کے وقت اللہ تعالے ہی سے دعائین مانگتا اور جب امن مین ہوتے تو بتون کی پوجا کرتے تھے اور یہ بات
ظاہر ہے کہ ہر آدمی تکلیف کے وقت اپنے رب رحیم کی طرف التجا کرتا ہے گویا اُن کی نظر کو پاک کر دیا کہ مرض وقحط اور وبا وغیرہ بہت سے بے اختیاری
امور ہین کہ اُن مین کچھ تمھاری تدبیرین وحیلہ کام نہین کرتے ہین جیسے آسانی وفراخی کے وقت نعمتون کے پہونچنے مین تو تم دوسرون کی طرف سے اور اپنی

قوت سے خیال کرتے ہو کہ سختی و بیماری میں تو سمجھو کہ جہان کسی کی قوت اور تمہاری طاقت کچھ کام نہیں کرتی ہے پھر جیسے یہ ویسے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف
سے ہے اور اُسنے ہر ایک کو اُسکے اعمال کے لائق اور اُس کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لائق سختی و آسانی دی ہے خلاصہ یہ کہ اس کلام میں گویا تنبیہ کر دی
کہ اُسی کی طرف التجا کرتے ہو اور دعائیں مانگتے ہو اور بیشک اُسی سے التجا کرنا چاہیے تو ہر حال میں اُسی کی طرف رجوع لاؤ کسی دوسری چیز کو یا تدبیر کو کیوں
شریک کرتے ہو۔ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ پھر جب اُس نے ضرر کو دور کر دیا تم سے۔ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم۔ تو یہ دیکھو کہ ایک فریق تم میں سے
یعنے جاہل مشرک لوگوں کا گروہ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ۔ اپنے رب کے ساتھ جو بالکل قادر قوی ہے اسکے سوائے کسی میں قدرت نہیں اُس کے ساتھ
شریک ٹھہراتے ہیں یعنے یہ تمیز نہیں رہتی کہ اُسی رب عزوجل نے ضرر دیا اور پھر اُسی نے دور کر دیا بلکہ اسکے خلاف شرک کی نظر کر کے شرک کرتے ہیں مثلاً
یعنے کہتے ہیں کہ فلانے دیوتا کی مانتا کرتے ہی فائدہ ہوا یا فلانی درگاہ پر بے ادبی ہوئی تھی جب چڑھاوا کر لیا تب اُنھوں نے چھوڑا یا کہتے ہیں کہ فلان دوا نے
بہت فائدہ دیا اور فلان حکیم نے اچھا کر دیا اور یا ہم نے یہ تدبیر کی اور اُسنے یوں کیا اور ہم نے یہ کیا غرضکہ جو باتیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عجیب
قدرت سے رکھی ہیں کہ مشرک اُن کو اپنی نظر میں دیکھتا اور موحد اپنی نظر میں پاتا ہے پس کافر و مشرک تو انھیں چیزوں میں سے کسی چیز کو یا تدبیر کو یا کسی فعل کو
تاثیر کرنے والا سمجھتا اور شرک لاتا ہے اور توحید والا اپنے رب تعالیٰ کی ہدایت سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوائے کسی چیز کو قادر و خالق و مؤثر نہیں جانتا
ہے اور کافروں و مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہیں دی اور نہ اسکو خواہش ہے تو وے گمراہی کی نظر سے شرک دیکھتے ہیں۔ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ
تاکہ کفر کریں یعنے یہ نظر اُن کی کفر کا سبب ہوا تا کہ ہو جاوے اُن کا حال کہ کافر ہوں یا انجام اُن کا یہ کہ کافر ہوں یعنے ناشکری کریں اُس نعمت کی جو ہم نے
اُن کو دی۔ گویا بجائے شکر نعمت کے اُن کی طرف سے کفر ہوتا ہے جب اس طرح واضح اُن کو سمجھا دیا تو پھر جھڑکی سے خطاب فرمایا بقولہ۔ فَتَمَتَّعُوا
پس چند روز تمتع اٹھا لو۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ انجام اس شرک و جہالت کا ایک بڑا دکھ کا جہنم ہے۔ واضح ہو کہ اہل توحید
ان آیات کو پڑھتے ہیں اور اپنے رب عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں جان فدا کرنے کا قصد کرتے ہیں اور عاجز ہو جاتے ہیں کہ رب جل شانہ نے اُن کو عقل و توحید
و ہدایت عطا فرمائی ہے اسی واسطے قرآن پاک انھیں کے حق میں ہدایت و شفا رہے اور وے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم سے نعمت ایمان نہ چھین جاوے
کیونکہ رب تبارک و تعالیٰ غنی حمید ہے پس جب وے نعمت ایمان کو ایسا عزیز جانتے ہیں اور ڈرتے ہیں تو اب کرم ارحم الراحمین اُن کی خطاؤں
و گناہوں کو بخشدیتا ہے اور انجام بخیر فرماتا ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ عرائس البیان میں اس مقام پر عوام کے سوائے خاص لوگوں
کے واسطے دقیق نظر کا شرک بتلا دیا چنانچہ قولہ تعالیٰ قال اللہ لا تتخذوا الٰهين اثنين الآیہ کی تحت میں لکھا کہ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جو کوئی
اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسری چیز پر محبت کی نظر ڈالے اور اس کو اختیار کرے تو وہ بھی دو خدا بنانے والوں کے حکم میں شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا افرأیت من اتخذ الٰهه هواه۔ تو نے دیکھا کہ جس نے بنا لیا اپنی خواہش کو اپنا معبود۔ یعنے رب تبارک و تعالیٰ کی معرفت جسکو حاصل ہوئی
اُس نے اُسی کو اختیار کیا اور جب کسی نے اُس کے سوائے دوسری چیز سے دل لگایا تو شرک کیا اور واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
اسی واسطے عین ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہونا اسی طرح ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جب حاصل ہو کہ
جہاں تک ممکن ہے آپ کے حکموں کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے اور جس شان سے آپ نے دنیا بسر کی ہے اُسی طرح اسی راہ پر آپ کے پیچھے پیچھے چلے
اور آپ کے یاروں کو اور اولاد کو بلکہ عرب کو آپ ہی کے واسطے محبوب رکھے اور زیادہ توضیح مترجم نے قولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ
کی تحت میں بیان کر دی ہے۔ اور واضح ہو کہ ماں باپ اولاد وغیرہ کی محبت یہ سب ہوتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی محبت تمام دل کو گھیرے ہے اور اللہ تعالیٰ
ارحم الراحمین ہے تو ان سب پر آدمی کو شفقت و ترحم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا ہے اور یہ بات رفتہ رفتہ کسب سے ہوتی ہے بلکہ آدمی کو کافروں
و مشرکوں پر اس وجہ سے ترس کھاتا ہے کہ یہ لوگ افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں دوڑے جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کو خیال کرتا ہے
تو اپنے رب تعالیٰ کی محبت میں مطمئن ہو جاتا ہے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس نے تجرد وحدت کا مزہ چکھا تو اُس سے دو جہان کا تعلق ساقط ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی فردانیت سے تفرد اور اُسی کی وحدانیت کے ساتھ موحد ہو جاتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ تیرا رب تجھے منع فرماتا ہے کہ تو دو رب بنا دے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک بنا دے اور جب تو نے اتنے خدا بنا لیے اور اُس کے ساتھ شریکوں کا مدعی ہوا تو پھر توحید کیونکر تجھ سے درست ہو گی یعنے جب کہ تو اپنے نفس کے احکام بجا لاتا ہے اور اپنی طبیعت کی خواہشوں و ارادوں پر چلتا ہے اور مخلوق کی بنا کی کرتا ہے تو ایسی حالت میں محل عبودیت الٰہی تک تیرا گذر کہاں سے ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قبائح اعمال میں سے ایسے افعال بیان فرمائے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ناسمجھی سے دو خدا سے بڑھ کر بکثرت خدا بنا لئے اور صرف بتوں پر منحصر نہیں بلکہ طرح طرح کی وجوہ سے اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا اور غیروں سے بھی گذر کر کے اپنے نفس کی پرستش کی ہے قال تعالیٰ۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ

اور ٹھہراتے ہیں ان کو جنکی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹ باندھتے تھے اور ٹھہراتے ہیں

لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا

اللہ کو بیٹیاں وہ اس لائق نہیں اور آپ کو جو دل چاہے اور جب خوشخبری ملے ایسے کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے اس کا منہ سیاہ

وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ

اور جی میں گھٹ رہا چھپتا پھرے لوگوں سے مارے برائی اس خوشخبری کے جو سنی اُس کو رہنے دے ذلت قبول کر کر یا اُس کو داب دے مٹی میں

أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ

سنتا ہے بری چکوتی کرتے ہیں جو نہیں مانتے پچھلے دن کو انھیں پر بری کہاوت ہے اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر اور وہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ہے زبردست حکمت والا

ع ۱۰ ۱۱۳

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ۔ اور بناتے ہیں یعنے واقع میں تو کچھ نہیں ہے مگر یہ لوگ اپنی طرف سے بناتے ہیں اور چونکہ یہ کچھ بنا نہیں سکتے لہذا صرف اپنے اعتقاد میں تصور باطل باندھ کر اُس پر عمل اس طرح کرتے ہیں کہ لگاتے ہیں ایسی چیز کے لیے جس کی حالت سے واقف نہیں ہیں یعنی بتوں و جن وغیرہ کے لیے جنکو اپنی نادانی سے مؤثر و قدرت والا سمجھتے ہیں یا لا یعلمون سے خود بت وغیرہ مراد ہوں اور صیغہ بطور جمع ذی عقل کے صرف مشرکوں کے دعوی کی بنا سے ہو یعنے بنا رکھے ہیں مشرکین واسطے ایسی چیزوں کے جو جانتے نہیں ہیں۔ اول اولیٰ ہے یعنے مشرکین اپنی نادانی سے بغیر کسی حجت و برہان کے حصہ لگاتے ہیں ایسی چیزوں کے لیے جنکا شریک ہونا کسی علم سے نہیں جانتے صرف اپنی جہالت سے شیطانی وسوسہ پر سمجھ لیا ہے۔ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ حصہ ایسی چیز سے جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف سے رزق دیا اور وے اُس رزق میں سے ایسی چیزوں بتوں وغیرہ کا حصہ لگاتے ہیں جنکا شریک پر اُن کو کچھ بھی علم نہیں ہے۔ سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جیسے فرمایا۔ ہٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَہٰذَا لِشُرَكَائِنَا یعنے مشرکین کہتے کہ یہ اللہ کا اپنے زعم کے موافق اور یہ ہمارے بتوں کا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ مشرکین عرب کا حال ہے کہ اموال کے حصے کر کے ایک حصہ اپنے بتوں اور شیاطین کے واسطے مقرر کیے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُن کا خالق و رازق ہے اور اُسی سے نفع و ضرر ہے اور وقت ضرر کے اُسی کی طرف التجا کرتے پھر اللہ تعالیٰ کے دیے رزق میں سے ایسی چیزوں بتوں و شیاطین کا حصہ لگاتے جنکا نفع دینا یا ضرر دینا نہیں جانتے تھے۔ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ۔ قسم ہے اللہ عز و جل کی کہ تم پوچھے جاؤ گے اس سے جو تم جھوٹ باندھتے ہو۔ اس میں سخت تہدید ہے۔ اور دیگر آیات میں مشرکوں کا یہ وتیرہ بھی بیان کیا کہ کہتے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر افترا تھا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات و صفات و اسمائے لائق حال ... راستہ کو دخل نہیں اور ... کی مجال نہیں تو جب انھوں نے بتوں و شیاطین کے ساتھ شریک کیا تو یہ بہت کھلا شرک

ہے اور اپنی رائے سے کیا تو اپنے نفس کو خدا بنا لیا جسکے حکم سے یہ اعتقاد کیا پھر جو اللہ تعالے نے رزق دیا اُس کو خالص اُسی کی طرف سے نہ سمجھے بلکہ اپنی کمائی سے
اور یہ شرک ہے پھر اس میں تصرف اپنی رائے سے پھر خلاف واقع پھر اللہ تعالے پر افترا کرکے پھر رسول کی ممانعت پر انکار و جدال غرضکہ بے تعداد شرک
وقبائح اُن کے اس فعل میں موجود ہیں لہذا علماء نے بہت منع کیا کہ کوئی شخص اپنی رائے سے کسی چیز کو شرع نہ بناوے اور خوبی و برائی کسی چیز کی اپنے رائے پر نہ
رکھے حتی کہ بعض نے کہا کہ اگر کوئی گناہ کرے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی چیز کو رائے سے شرع بناوے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ گناہ سے آدمی
کافر نہیں ہوتا بخلاف اُس کے اگر رائے سے اُس نے دعوے کیا کہ یہ کام ثواب کا عمدہ ہے یا یہ عذاب کا ہے تو اُس نے دعوے شریعت کیا اور ثواب و عذاب
اللہ تعالے نے مقرر فرمایا ہے حکم اُسی کی شان ہے۔ پھر اسی قسم کا ایک قبیح فعل اُن کا یہ بیان فرمایا۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ۔ اور بناتے ہیں اللہ تعالے
کے لیے لڑکیاں یعنے کفار عرب کمال جہل و عداوت سے کہتے کہ ملائکہ اللہ تعالے کی لڑکیاں ہیں حالانکہ ملائکہ ایک مخلوق آلہی نورانی ہے نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں
اور مردوں کی شکل میں اکثر اوقات ظاہر ہوئے مگر عورتوں کی شکل میں کبھی ظاہر ہونا ثابت نہیں ہوا ہے۔ یہ قول بنو خزاعہ و کنانہ کا تھا۔ واضح ہو کہ جہل کے
یہاں بھی وہی معنے ہیں کہ اپنے اعتقاد اور قول میں ایسا ٹھہراتے ہیں ورنہ اُن کے بنانے سے کچھ نہیں ہوسکتا اور نہ واقع میں ہے۔ پھر یہ اعتقاد جناب باری
تعالے میں نہایت قبیح ہے اور دعوے علم غیب کفر ہے رائے سے ٹھہرانا کفر ہے۔ اللہ تعالے کو مثل مخلوق کے بال بچے والا کہنا کفر ہے۔ سُبْحٰنَهٗ۔ اللہ تعالے نے
اپنی ذات پاک کی تقدیس فرمائی یعنے وہ بدرجہ کمال پاک ہے ایسی تشبیہ سے بھی۔ واضح ہو کہ جس چیز کو دوسری چیز کی طرف احتیاج کسی بات میں ہو وہ مخلوق ہے
کیونکہ جو محتاج ہو وہ خالق نہیں ہوسکتا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ مثلاً سکنجبین جب ہوگی کہ سرکہ آوے و شہد ہو پھر ایک شخص اُس کو بناوے اسی طرح آدمی
اپنی زندگی باقی رہنے میں کھانے پینے اور سونے کا محتاج ہے غرضکہ جس چیز کی طرف احتیاج ہو اُس کے موجود ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب قطعی دلیل
سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے میں سب قدرت ہے تو بیٹا یا بیٹی اُس کے لیے کچھ معنے نہیں رکھتی کیونکہ وہ جو چاہے پیدا کردے پھر جو چیز کہ ہو سب اُس کی مخلوق ہوگی
تو بیٹا اور بیٹی نہ ہوئی کیونکہ بیٹا و بیٹی آدمی کا جزو ہوتے ہیں اور اللہ تعالے کھانے پینے اور سونے اور جزو و بالکل ہونے سب سے پاک ہے اسی واسطے حدیث
صحیح میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ آدمی نے مجھ کو گالی دے مثل بُرا کہا اور اُس کو یہ لائق نہ تھا اور اُس نے مجھے جھٹلایا اور اُس کو یہ چاہیے تھا پس جھٹلانا اُسکا
یہ ہے کہ اُس نے دعوے کیا کہ میں دوبارہ اُس کو پیدا نہیں کرسکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کردینا مجھ پر ویسا ہے جیسے اول مرتبہ پیدا کیا تھا یا اس سے آسان ہے اور
اُسکا بدگوئی کرنا یہ ہے کہ اُس نے میرے لیے بیٹا و بیٹی و جورو بتلائی حالانکہ میں وحدہ لاشریک ہوں الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہوں
یعنے میں اکیلا ان سب سے پاک بے پروا ہوں جو کہ نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ اُسکے ہمسر کوئی ہوسکتا ہے۔ غرضکہ جس نے حماقت
چھوڑکر بتوفیق آلہی اپنی عقل سے اللہ تعالے کی پاکی اور عظمت و جلال کی طرف راہ پائی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کرتا ہے کہ احمقوں کے یہ خیالات
عجب بیہودہ ہیں کہ جن کی بیہودگی حد سے بے حد جہالت ہے کہ اُس کا اندازہ نہیں ہوسکتا ہے اسی واسطے اللہ تعالے نے ان کافروں احمقوں کی جہالت کے
جواب میں اُن کو استدلال کا ارشاد نہیں کیا بلکہ اپنی پاکی بیان فرمائی بقولہ سبحانہ کیونکہ دلیل تو اُس کے لیے ہے جو عقل اگر نہ رکھتا ہو تو عقل کے پاس تو ہو اور
جو حواس میں بھی خوار ہو اُس کو عقلی دلیل بتلانا بیکار ہے اور یہاں ایک وسوسہ شیطانی اکثر لوگوں کو پیدا ہوتا ہے اور اس سے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہیں
وہ یہ ہے کہ تم نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالے کا بیٹا بیٹی بناوے وہ عقل سے بالکل خارج ہو کر حواس کے دورہ میں ہے بلکہ حواس میں بھی بھدا موٹا بے وقوف
حواس والا ہے ولیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً نصرانی اس کے قائل ہیں اور فی الحال اُن کی عقلمندی کی ایجادیں تمام زمانہ میں پھیلی ہوئی ہیں تو تمہارا قول کیونکر
مانا جاوے۔ اس کے جواب میں پہلے تم کو اطمینان دینا دو طریقہ سے ہوگا ایک یہ کہ علوم عقلی و علوم حسی کا فرق سمجھاؤں اور دوسرے یہ کہ مثال سے بتلاؤں۔
لیکن پہلا طریقہ اس وجہ سے تمہاری سمجھ میں شاید نہ آوے کہ عقلی علوم جاننے کے بعد فرق معلوم ہوسکتا ہے اور شاید کہ عالم میرے سمجھانیکو اسقدر علم نہ ہو
تو میں کہتا ہوں کہ علم کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ مادی ہیں جو حواس سے متعلق ہیں اور فن ریاضی میں حساب جبر و مقابلہ اقلیدس و مقناطیسی قوت کے فن و طب
وکلیں ایجاد کرنا و تار برقی و آلات حرب اور علم مثلث وغیرہ اسی علم کی شاخیں ہیں اور یہ فن ابتدائی علم میں جب تک حواس قوی و قوت واہمہ غالب رہتی ہے

اچھی طرح آتا ہے اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ جوان آدمی کو یہ فنون مشکل سے آتے ہیں اور اطفال کو خوب آتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ مادہ و عقل سے مرکب
کر دیے گئے ہیں جیسے حرکت نمو جو انسان وغیرہ کے اجسام میں ہے اُس کا علم و اُس کی ماہیت و کیفیت سے بحث کرنا اور افلاک کی قوتیں و طبائع وغیرہ
سوم وہ کہ مادہ و صورت دونوں سے خارج صرف عقل کے علوم ہیں۔ اب بالکل سچ و صحیح بات یہ ہے کہ نصاریٰ ہمارے زمانہ کے فقط پہلی قسم کے علم میں
ہیں اس سے آگے نہیں بڑھے ہیں کیونکہ بالکل مادی و محسوس چیزوں میں انہوں نے یہ سب آلات و ایجادیں نکالی ہیں جن سے تم متحیر ہوتے ہو اور تم جانتے ہو
کہ حواس کی قوتیں جیسے آدمی میں ہیں ویسے جانوروں میں بھی ہیں چنانچہ بیا اپنا گھونسلا ایسا بناتا ہے کہ تم متحیر رہتے ہو پس جانوروں اور آدمی میں اس قوت حواس میں فرق
نہیں ہے بلکہ عقل سے فرق ہے اسی واسطے دیکھو کہ علماء اسلام کی عقلی علوم اس وقت تک تمام نصاریٰ کی سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور نادانی سے یہ
لوگ اُن علوم کو وہمی نام رکھتے ہیں یعنے برعکس۔ اور یہ دعوے جیسے ٹھیک ہوتا کہ جانتے اور ثابت کرتے جیسے متر جسم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُنکے
تمام علوم ریاضی جو اور ہیں نے لکھے ہیں معلوم ہیں تب میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں صحیح و یقینی جاننے کے قابل سمجھو اور قسم ہے اُسی پاک معبود کی جسکے قبضہ قدرت
میں میری جان ہے کہ جو لوگ انہیں حسی فنون کو علم عقلی سمجھتے ہیں جانوروں سے امتیاز نہیں رکھتے ہیں گو ظاہری صورت میں اور میری نظر میں دونوں کا
فرق آئینہ کے مانند روشن ہے اے اہل علم بات مانو اور اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول صلعم پر ایمان یقینی لاؤ اور نصرانیوں کی کلون میں دھوکا مت کھاؤ اور
ہادی وہی اللہ تعالیٰ ہے ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔ اور ظاہر ہیں ایسے فتنے موجود ہیں کہ وہی راہ پر رہیگا جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اُسی سے ہم
ہدایت و توحید و استقامت چاہتے ہیں۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے جواب میں جو بیٹا بیٹی بناتے ہیں صرف اپنی پاکی بیان کی کہ وہ خالق
عز و جل پاک ہے۔ پھر اُن کو یہ ظاہر کر دیا کہ حواس میں بھی بہت موٹے و بھدے ہیں کیونکہ بیٹا و بیٹی میں خود فرق کرتے ہیں اور بیٹی سے بیٹا افضل جانتے ہیں
اور خواہش کرتے ہیں کہ اُن کے لیے بیٹا ہو پھر عجیب بد حواس لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیں۔ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ۔ اور اُن لوگوں
کے لیے وہ جو پسند کرتے ہیں یعنے بیٹے ہیں۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ فرماتا ہے کہ میرے لیے بیٹیاں بناتے اور پسند کرتے ہیں اور اپنے واسطے بیٹیاں نہیں
پسند کرتے ہیں پھر خالق عز و جل جو چاہے پیدا کرے ہر چیز پر اُس کو قدرت ہے کیا اُس کو عاجز بناتے ہیں کہ جسکو خود کروہ جانتے ہیں وہی اُس کے لیے ہے
وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ۔ اور جب کسی کو اُن میں سے خوشخبری سنائی جاوے لڑکی کی۔ یعنے جب مبارکی دینے والے نے آکر اُس سے کہا کہ
میاں مبارک تمہاری بی بی کے پیاری لڑکی پیدا ہوئی ظَلَّ۔ ہے صار۔ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا۔ تو ہو گیا اُس کا چہرہ سیاہ یعنے اُس کے چہرے پر سیاہی
چھا گئی۔ فن طب میں بیان ہوا ہے کہ جب دل کو صدمہ پہونچا اس طرح کہ وہ کھنچ گیا اور خون کی روانی اور جوش میں کمی ہوئی تو چہرہ پر رونق گھٹی اور سیاہی
چھا گئی جیسے زیادہ خوشی کے وقت زیادہ خون جوش کرتا ہے تو چہرہ پر چمک آجاتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اس مبارکی سے اس کے دل پر اس قدر
صدمہ پہونچتا ہے کہ کھنچ کر خون کی روانی میں کمی ہو جاتی ہے۔ وَهُوَ كَظِيمٌ۔ اور اُس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ غم سے گھٹا ہوا ہو جاتا ہے دل ہی دل
میں غم سے ایسا گھٹ جاتا ہے کہ خون کی روانی گویا اسقدر بند ہو جاتی ہے کہ چہرہ پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ ایک تو لڑکی کو خود دل سے ناپسند کرتا تھا
بوجہ اس کے کہ لڑکا مرد اور لڑکی عورت کا فرق دونوں میں ہے اور دوسرے شیطانی شرع کا عار اُس کو لاحق ہوتا کہ کسی مرد کی تحت میں دینی ہو گی حالانکہ
خود اسی طرح پیدا ہوا تھا۔ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ۔ چھپتا ہے قوم سے۔ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ۔ بوجہ بدی اُس چیز کے جس کی بشارت دیا گیا یعنے
اُس کے نزدیک یہ بشارت نہایت بد اور بہت قبیح تھی بعض مفسرین نے زعم کیا کہ لڑکی کی بدی یہ ہے کہ اُسپر زنا کا خوف اور اپنے حق میں عار ہے اور مترجم
کے نزدیک یہ وجہ بعید ہے کیونکہ ہر عورت زانیہ نہیں ہوتی ہے بلکہ تکبر سے داماد سے شرم کرتے تھے جیسے ہندوستان میں چھتری ہوتے ہیں اگرچہ زنا کا خوف
ایک قسم کا خوف و عار ہے اور ممکن ہے کہ اوہام شیطانی و وساوس کا مجموعہ اُسپر اسوجہ سے حاوی ہوا ہو کہ زندہ درگور کرنے یا اُسپر ظلم کرنے سے جہنم میں بختی
اٹھاوے کیونکہ شیطان واقعی دشمن ہے چنانچہ فرمایا۔ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ۔ یعنے اس تردد میں ہوتا ہے کہ کیا اُس کو جیتا چھوڑے خواری کے ساتھ
أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ۔ یا اُس کو توپ دے مٹی میں ضمیر میں مذکر و بہت سی کی مذکر بر عایت کلمۂ ما بشر بہ ہے اور مراد اس سے لڑکی ہے اور عرب

زمانۂ جاہلیت میں لڑکی کو پیدا ہوتے مار ڈالتے یا آخر زندہ درگور کر دیتے تھے گو مائیں اس سے غمناک ہوتی تھیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوقتیکہ ایک شخص سے سُنا جس نے اپنی عمر میں ایک مرتبہ اپنا ترس کھانا اس طرح بیان کیا کہ وہ سفر میں تھا کہ پیچھے اُس کی عورت کے لڑکی پیدا ہوئی ماں نے غمناک ہو کر اُس کو اپنی بہن کے یہاں پرورش میں دیدیا جب شوہر آیا تو اُس سے کہا کہ لڑکی تھی مار ڈالی وہ لڑکی وہاں پرورش پاتی رہی جب بڑی ہوئی تو کبھی اُس کی ماں دیکھنے کو بلاتی تھی ایک روز اتفاق سے بلا یا تھا کہ یہ شخص اُس کا شوہر آگیا اور آخر کار معلوم کر لیا کہ اُسی کی پیاری بیٹی ہے اور اجازت دی کہ اپنے پاس رکھے ایک روز اس کو اُس کی ماں نے بناؤ سنگار سے آراستہ کیا تھا باپ نے اُس کو گود میں لیا تاکہ ماں مطمئن ہو پھر ماں کو ایک کام کو بھیجدیا اور خود اُس کو لیکر سیر کے بہانے جنگل میں لے گیا جہاں خود اُس نے گڈھا کھود رکھا تھا اُس لڑکی سے کہا کہ اس گڈھے میں جھانکے وہ بیچاری معصومہ اپنے پیارے باپ کے حکم کے موافق دیکھنے لگی باپ نے اُس کو پیچھے سے ڈھکیل دیا اور اُسپر مٹی ڈالنا شروع کی اور وہ معصومہ لڑکی اندر سے پکارتی تھی اے میرے پیارے باپ اے میرے پیارے ابا وقت کہتا تھا کہ مجھے ترس آیا مگر میں نے سب مٹی اُسپر ڈالکر اُس کو زندہ گاڑ دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنکر شفقت سے رونے لگے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے قتل اولاد سے سخت منع فرمایا ہے اور ایک آیت میں فرمایا۔ اذا الموٴدة سئلت بای ذنب قتلت۔ یعنے وہ ہولناک دن قیامت کا جب اُس لڑکی سے اللہ تعالےٰ شفقت سے پوچھیگا کہ تو کس گناہ میں مار ڈالی گئی۔ یعنے اُس کے قاتل پر غضب الٰہی ہوگا۔ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ خبردار ہو کہ نہایت بدتر ہے جو یہ کافر لوگ حکم لگاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی جناب میں یہ بیہودگی و گستاخی کہ اُس کے لیے لڑکیاں بتلاتے ہیں اور اپنی لڑکیوں کے ساتھ یہ بیرحمی کہ پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہو جاوے لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ۔ جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر اُنھیں کے لیے بدصفت ہے کہ کافر بے ادب جاہل جانور بے رحم جہنمی بدکردار خوار ہیں عذاب دائمی میں گرفتار رہینگے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ اور اعلےٰ وصف کمال کہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا یعنے لیس کمثلہ شئ۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے یہ صفت الٰہی ہے۔ بہرحال یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے کوئی مثال ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ ہم مثل و مثال سے اعلےٰ و پاک ہے۔ وَهُوَ الْعَزِیْزُ وہ غالب قاہر ہے۔ الْحَکِیْمُ۔ کامل حکمت والا ہے اُس کے افعال و احکام اور اُس کی خلقت سب اُس کی پوری حکمت پر ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ سے زیادہ کوئی اذیت پر صبر کرنے والا نہیں کہ اُس کی مخلوق اُسی کے واسطے جورو و اولاد بناتے ہیں اور وہ اُنکو رزق دیتا ہے اور عافیت سے رکھتا ہے۔ حدیث میں ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب قوم نے زیادہ اذیت دی اور ایذا دی کی تو آپ ایک حال میں مستغرق چلے جاتے تھے ناگاہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر رب تبارک و تعالےٰ کی طرف سے سلام پہونچایا اور کہا کہ یہ پہاڑوں کا فرشتہ میرے ساتھ آپکے پاس بھیجا گیا ہو اللہ تعالےٰ فرماتا ہو کہ ہم نے تیری قوم کا جواب سُنا اور یہ فرشتہ حاضر ہو جو چاہیے اُنکے بارہ میں حکم دیجیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی حمد ادا کی اور اتنے میں فرشتہ نے سلام کر کے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں دونوں پہاڑوں کو اس قوم پر لوٹ دوں آپ نے ایسا نہیں کیے فرمایا کہ اے رب میں صبر کرونگا اور مجھے آرزو ہے کہ اللہ تعالےٰ اس قوم کی پشت سے ایسے بندے پیدا فرما دیگا جو خالص اُسی کی عبادت کریں۔ اسی لیے رسول خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر رحیم اور رب غفور ارحم الراحمین پس اس اُمت مرحومہ کو مبارک ہو اللّٰھم رب توفنی مومنا والحقنی بعبادک المرسلین والحقنا بعبادک الصالحین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنا حلم و کرم و کافروں مشرکوں کی بے ادبی و بدانجام کو بجائے قرآن مجید کے انکا وساوس شیطانی قبول کرنا اور اسی دشمن کی اتباع کرنا اور قرآن چھوڑنا اور مومنوں کے لیے قرآن پاک مخصوص ہونا فرمایا

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓی

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو انکی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے اُنکو ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

وعدہ ٹھہرے تک پھر جب پہونچا اُنکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی اور کرتے ہیں اللہ کا

مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰی ط لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ

جو اپنا جی نچاہے اور بتاتی ہین اُن کی زبان جھوٹ کہ اُنکو خوبی ہے آپ ہی ثابت ہوا کہ اُنکو آگ ہے اور وہ

مُّفْرَطُوْنَ ○ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

بڑھائے جاتے ہین قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے کتنے فرقون مین تجھ سے پہلے پھر سنوارے اُنکے آگے شیطان نے اُن کے کام

وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

سو وہی رفیق اُنکا ہے آج اور اُنکو دُکھ کی مار ہے اور ہم نے اُتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول سناوے اُنکو جس مین

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

جھگڑ رہے ہین اور سوجھا دینے کو اور مہر کو اُن لوگون پر جو مانتے ہین

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ یعنے اگر اللہ تعالے حلم سے مہلت نہ دے بلکہ لوگون کے ظلم کرنے پر فوراً مواخذہ فرماوے۔ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ۔ تو نہ چھوڑے روے زمین پر کوئی جاندار جو زمین پر چلتا ہے ظلم سے مراد یا تو شرک ہے کیونکہ سب سے بڑا اور پورا ظلم وہی ہے یا ہر فعل بد جس سے گنہگار ہوتا ہے۔ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے یہان تک کہ جب اُس کو ماخوذ کرتا ہے تو پھر وہ رہائی نہین پاتا ہے واضح ہو کہ اگر ظالم سے کافر و مشرک مراد ہین اور دابہ سے بھی یہی لوگ ہون تو معنے یہ کہ اگر اللہ تعالے مشرکون کو فوراً ماخوذ کرے تو زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑے۔ پس اسکے معنے ظاہر ہین اور شاید کہ دابہ سے ہر جاندار مراد ہو اور بطور مبالغہ ہو کیونکہ روے زمین پر کافر بہت کثرت سے ہین اور آدمی سب مخلوق مین اشرف ہے تو جب سب کافر ہلاک کر دیے تو گویا زمین پر کوئی نہ رہا۔ ولیکن ظاہر یہ ہے کہ ظلم سے شرک مراد ہے اور دابہ سے عام یا ظلم سے بھی عام مراد ہے تو اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ ظالم کی وجہ سے عذاب کرے تو زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑے۔ اس صورت مین شبہہ یہ ہوتا ہے کہ انہین ایسے لوگ بھی ہین کہ جن کا گناہ کچھ نہین ہے تو پھر وے لوگ کیون ہلاک کیے جاوینگے۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے اول وہ نظر جو اولیاء الٰہی کو حاصل ہے اور وے کہتے ہین کہ بندہ سے عبادت الٰہی کبھی ٹھیک نہین ادا ہو سکتی کیونکہ وہ سبحانہ تعالے قدیم ہے اور مخلوق حادث ہے اور مترجم کہتا ہو کہ بعضی احادیث اسپر شاہد بھی ہین جیسے قوله ما عبدناك حق عبادتك حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہوا اور جیسے جنت کے گروہ کو دیدار کے واسطے طلب فرماویگا اور وے بعد کشف حجاب کے عرض کرینگے کہ اے رب اب ہم کو اجازت سجدہ کی ہو کہ ہم نے پہلے ادا نہین کیا۔ اور یہ وہم مت کرو کہ سب گنہگار ٹھہرے اس لیے کہ اللہ تعالے عفو فرماتا ہے اور وسعت سے زائد کسی کو تکلیف نہین دیتا اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام و صالحین بندے اللہ تعالے سے استغفار کرتے ہین اور اللہ تعالے نے نیک بندون کی صفات مین سے فرمایا کہ مستغفرین بالاسحار سحر کو استغفار کیا کرتے ہین بالجملہ یہ دعوے ان بزرگون کے نزدیک صحیح نہین کہ کوئی ایسے درجہ پر ہے جسکی نسبت یہ دعوے ہو سکے کہ اسپر کچھ گناہ نہین ہے البتہ یہ ہے کہ اللہ تعالے مواخذہ نہ فرماوے ایسی حالت معصوم بندون کی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے کے کرم سے جسکا گناہ نہ ہو وہ عذاب سے محفوظ ہوگا اور عیش مین مسرور رہوگا پس جب ظالمون کے ظلم پر مواخذہ ہوا تو اللہ تعالے نے یہ نہین فرمایا کہ سب عذاب مین پڑین بلکہ یہ کہا کہ کسی جاندار کو نہ چھوڑے پس ظالم کو ہلاک کرنا تو انتقام ظلم اور اسکے واسطے عذاب ہے اور ساتھ مین مطیع بے گناہ کا ہلاک ہونا اُسکے لیے رحمت و ثواب ہو اور اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ زندہ رہتا تو زیادہ نیکیان کرتا ولیکن اللہ تعالے نے اسکو اپنے فضل سے سب درجات عطا فرمائے اور یہ اسوجہ سے ہو کہ بعض خاص صورتین ایسی ہین کہ ان مین جب اللہ تعالے کیطرف سے بلا آتی ہو تو گنہگار و بےگناہ سب مبتلا ہوجاتے ہین چنانچہ قوله تعالے واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة الآیہ کی تفسیر مین تفصیل گذر چکی ہو اور حدیث مین ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے کسی قوم کے حق مین عذاب چاہتا ہو تو عذاب اُن سبکو پہونچ جاتا ہو جو اس قوم مین موجود ہون ولیکن قیامت مین گنہگار و بےگناہ ہر ایک اپنی اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے رواہ مسلم اور حدیث

مین ایک لشکر کے حال مین ہے کہ جب بیدا ہر پہونچینگے تو اللہ تعالے اُن سب کو زمین مین خسف کر دیگا اور فرمایا کہ قیامت مین جو لوگ کہ مجبور کر کے
ساتھ لیے گئے تھے وے اپنی نیتون پر مبعوث ہون گے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ معنے یہ ہین کہ اگر اللہ تعالے حلم نہ فرماوے اور جو کما تے ہین اسکی
وجہ سے مواخذہ کرے تو روے زمین پر کوئی دابہ نہ چھوڑے بلکہ آدمیون کے ہلاک کرنے کے ساتھ سب جاندارون کو ہلاک کر دے و لیکن حلم سے اُن کو
ایک وقت تک مہلت دیتا ہے۔ ابو الاحوص سے مروی ہے کہ یہ آیت پڑھکر کہا کہ آدمی کے گناہون کی وجہ سے قریب ہے کہ گوہ کا کیڑا اتک ہلاک کیا جاوے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیڑا اپنے سوراخ مین بسبب گناہ آدمی کے مرتا نظر آتا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ ابوہریرہ نے ایک کو کہتے سنا کہ ظالم کا ظلم فقط اُسی پر پڑتا ہے فرمایا کہ نہین بلکہ قسم ہے اللہ تعالے کی کہ ظالم کے ظلم سے تیتری اپنے گھونسلے مین
مر جاتی ہے۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین انبانا ابو الولید بن عبد الملک ثنا عبد اللہ بن شرحبیل ثنا سلیمان بن عطاء عن سلمۃ بن عبد اللہ عن عمہ
ابی مشجعۃ بن ربعی عن ابی الدرداء رضہ قال ذکرنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ لا یؤخر شیئا اذا جاء اجلہ وانما زیادۃ العمر بالذریۃ الصالحۃ
یرزقہا العبد فیدعون لہ من بعدہ فیلحقہ دعاءہم فی قبرہ فذلک زیادۃ العمر۔ یعنے ابو الدرداء نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے باتین
کین تو آپ نے فرمایا کہ جب کسی چیز کا وقت آجاتا ہے اللہ تعالے اس مین تاخیر نہین فرماتا اور زیادتی عمر مین اسی طرح ہے کہ اولاد صالح اللہ تعالے کسی بندے
کو نصیب کرے جو اُس کے بعد اُس کے حق مین دعا کرین تو اُن کی دعا اُس کو اپنی قبر مین پہونچتی ہے پس یہی اُس کی عمر کی زیادتی ہے بعض تفاسیر مین ہے
کہ ما ترک علیہا من دابۃ۔ اس طرح کہ اُن کو مینہ سے سیراب نہ فرماوے یہ قول سعید بن جبیر کا ہے اور سدی نے کہا کہ اُن کے ظلم سے بارش موقوف
کر دے جس سے نسل منقطع ہو جاوے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ آدمی کے گناہ سے کیڑا اپنے سوراخ مین معذب ہوتا نظر آتا ہے
اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمانہ حضرت نوح علیہ السلام مین ایسا واقع ہوا۔ وَلٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ یعنے اُن کی عمرون
تک جو اللہ تعالے کے علم مین مقرر ہین اُن کو تاخیر دیتا ہے اس مین جو حکمت عظیمہ الٰہیہ ہے وہ اُسی کو معلوم ہے لیکن بہت سی باتین ظاہر ہین اول اُن کو
مہلت معقول۔ دوم انکا عذر دور کر دیا۔ سوم اُن کی اولاد مین سے کافر یا مومن جو ہونے والے ہین سب پیدا ہو لئے چہارم یہ بھی ہے کہ اہل شرک اپنے
کامین غافل مدہوش ہوئے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پھر جب اُن کی اجل آئی۔ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً تو مہلت نہین دیے جاوینگے ایک دم
وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ ایکدم اُس سے پہلے ماخوذ ہون خلاصہ یہ کہ جیسے اُن کے واسطے تاخیر اس وقت مقرر سے نہین ہے ویسی تقدیم بھی نہین ہے
اور حکم الٰہی معین و مقرر رہے واضح ہو کہ اسوقت کا آنا ہر ایک کے نزدیک یقینی ہے اور دنیا کی تھوڑی مدت زندہ رہ کر اُس نے مال و متاع گھر بار اور
اولاد سب چھوڑ دیا ایسے ہزارون برس کے نشان موجود ہین حالانکہ اس تمام دہر ہزار ہا سال مین سے اُس کا حصہ فقط چند روز تھا پھر یہ خیال نہین
کہ وہان کیا ہوگا۔ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے انھین کے جنس سے ایسے انبیاء و رسل و صالحین پیدا فرمائے جنھون نے دنیاوی زندگی سے آخرت کا درست
کرنا اُن کو سکھا دیا دکھلا دیا پھر بھی آدمی غافل ہے اور بغایت حماقت سے دنیا کو آراستہ کرتا ہے اچھی اچھی چیزون سے حالانکہ ان چیزون کو اللہ تعالے کے
واسطے صدقہ کرتا اور اسی طرح اللہ تعالے کے واسطے ہر ایک فضل و کمال کا مقر ہوتا اور اُس کی پاکی ہر چیز سے جانتا اسیلئے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَیَجْعَلُوْنَ
لِلّٰهِ مَا یَکْرَهُوْنَ۔ اور قرار دیتے ہین اللہ تعالے کے لیے وہ جسکو مکروہ جانتے ہین یعنی مثلاً لڑکیان اپنے واسطے مکروہ جانتے ہین مگر اُن کو اللہ تعالے کی طرف
منسوب کرتے ہین شرک سے آپ بچتے ہین اور اللہ تعالے کا شریک بناتے ہین اور اپنے غلام کی اہانت کو اپنی اہانت سمجھتے ہین اور اللہ تعالے کے رسولون کی
اہانت کرتے ہین اور اشیاء مین سے جسکو رکھنا پسند نہین کرتے ہین اُن کو اللہ تعالے کے واسطے قرار دیتے ہین۔ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْکَذِبَ اَنَّ لَهُمُ
الْحُسْنٰی۔ اور بیان کرتے ہین اُن کی زبانین جھوٹی کہ اُن کے واسطے بڑی خوبی ہے مثلاً اپنے واسطے بیٹا قرار دیتے ہین اور ہر ایک خوبصورت چیز کو اپنے واسطے
ٹھہراتے ہین حالانکہ سب اللہ تعالے کی مخلوق ہے یہی معنے مجاہد و قتادہ سے مروی ہین۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ باوجود اپنے قبیح اعمال کے اپنے واسطے خوبی کا
دعوے ہے یعنے جنت کا جیسے قولہ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنیٰ۔ یعنے اگر مین لوٹا یا گیا طرف اپنے رب کے تو میرے لیے اُسکے پاس بہت خوبی ہوگی

مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت بطریق فرض وشک کے ہے جیسا کہ کلمہ لئن دلالت کرتا ہے اور اُس کا مقصود اُس کی تحقیق نہیں ہے اور یہان جو کلام ہے وہ بطریق تحقیق ہے اور مشرکین آخرت وجنت کا اقرار نہین کرتے تھے پس اصح قول اول ہے ولیکن شیخ ابن جریر رحمہ نے اُس کو ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہی صحیح ہے اور حاصل تقریر شیخ رحمہ یہ ہے کہ ان مشرکون نے بدکاریون شرک وغیرہ کے ساتھ جنت وخوبی کی تمنا کی اس طرح کہ اپنے افعال کو ایسا اچھا سمجھا جسکے عوض اُن کو ایسا ثواب وبدلا ملے اور یہ محال ہے چنانچہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالےٰ نے مغازی مین ذکر کیا کہ جب لوگون نے عمارت خانہ کعبہ کو اس نیت سے توڑا کہ اُس کو دوبارہ بناوین تو نیومین سے ایک پتھر نکلا جسپر کلام حکمت ونصائح لکھے تھے از انجملہ یہ تھا کہ تم بدکاریان کرو اور تم کو نیک بدلا دیا جاوے ہان ایسے جیسے کوئی شخص خاردار درخت لگاوے اور اُس سے انگور کے پھل کھاوے۔ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ لابد اُن کے واسطے آگ ہے۔ یعنے جزاے کردار بد اُن کے لیے جہنم ہے۔ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ اور وے بھلائے ہوئے ہین۔ مجاہد وسعید بن جبیر وقتادہ وغیرہم نے کہا یعنے جہنم مین بھلائے ہوئے ضائع چھوڑے جاوینگے کما قال تعالےٰ فالیوم ننساهم کما نسوا لقاء یومهم هذا۔ آج ہم اُن کو بھلا دینگے یعنے ایسے چھوڑ دینگے عذاب جہنم مین جیسے کوئی کسی شخص کو بھول جاتا ہے جیسے اُنھون نے بھلایا تھا اپنا ملنا آج کے دن کا۔ یہ معنے بنا بر قراءة مفرطون بفتح الراء بقراءة حفص رحمہ ہے اور یہی معنے ابو عبیدہ وابن الاعرابی وکسائی وفراء رحہ علماء بیان نے ذکر کیے ہین پس ماخوذ از افراط ہوا اور عرب بولتے ہین افرطت فلانا خلفی یعنے مین نے فلان کو اپنے پیچھے ڈالدیا اور بھول گیا۔ **قتادہ** رحہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مفرطون یعنے جلدی سے لیجائے جاوینگے اور مقدم کردیے جاوینگے آگ کیطرف اس تقدیر پر ماخوذ ہوگا افراط بمعنے آگے بھیجنا منزل پر جیسے عرب بولتے ہین کہ افرطتہ یعنے فلان شخص کو ہم نے آگے بھیجدیا کہ منزل پر پانی تلاش کرے۔ پس یہان مراد فقط جلدی سے مقدم کرکے اُن کے ٹھکانے جہنم مین بھیجدینا لیا گیا۔ اور یہی حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے اور اسی معنے مین ہو حدیث انا فرطکم علے الحوض یعنے اپنی اُمت مرحومہ سے فرمایا کہ مین تمھارے لیے حوض کوثر پر آگے پہونچ رہنے والا ہون۔ **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے دونون قول مین کچھ منافاة نہین ہے اس لیے کہ کافرون مشرکون کا یہی حال ہوگا کہ اُن کو جلدی کرکے بلا تاخیر بحکم الٰہی عز وجل اُن کے مقام دائمی جہنم مین پہونچا دینگے پھر وہان ایسے چھوڑ دیے جاوینگے جیسے کوئی بھولا ہوا ضائع چھوڑا جاتا ہے۔ اور بھلائے جانے سے مراد یہ ہے کہ جہنم مین یہ لوگ ہمیشہ پڑے رہینگے۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ ابن مسعود وابن عباس کی قراءت مین مفرطون بکسر الراء ہے یعنے ضائع کرنے والے یعنے اُنھون نے اللہ تعالےٰ کے حدود کو ضائع کیا اور اُس کی توحید وطاعت چھوڑکر شرک وکفر ومعاصی اختیار کیے۔ اور بعض قراءة مین مفرطون بتشدید الراء المکسورة ہی اپنے واجبات مین تفریط وضائع کرنے والے اور قراءة اول مشہور متواتر ہے اور آل معنے سب کے قریب قریب ہین۔ پھر چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنی قوم سے ایذا پہونچی اور باوجود اس قدر ظہور حال کے اُن کے جھٹلانے سے گھبراتے یہ دیکھکر کہ سب لوگ جہنم کی طرف دوڑتے ہین تو اللہ تعالےٰ نے تسلی فرمائی بقولہ تا للہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ قسم ہے وحدہ لاشریک کی کہ ہم نے بھیجا تھا اگلی اُمتون پر تجھ سے پہلے یعنے رسولون کو مع ظاہر معجزات وآیات بینات کے پس اُنھون نے اپنے رسولون کے ساتھ ایسا ہی کیا اور اُن کو جھٹلایا اور اپنے ہی اعمال شرک کو اچھا سمجھے۔ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ پس آراستہ کرد کھلایا اُن کو شیطان نے اُن کے اعمال کو۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے شیطان کو اُنپر مسلط کیا اور اصل مین زینت پیدا کردینا اللہ تعالےٰ کی شان ہے اور شیطان کو وسوسہ کی قدرت دینا اور تسلط دینا اُسی کی قدرت سے ہے پا بلکہ اُنھون نے شیطان کی پیروی کی اور اُس کا وسوسہ قبول کیا۔ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ پس وہی اُن کا ولی ہوگا آج کے روز یعنے ناصر ومددگار ومتولی اُن کے امور کا اور قرین آج کے روز وہی ہوگا چونکہ شیطان تو ملعون ہے اور ہمیشہ جہنم مین ہوگا تو اُس کی پیروی کرنے والے اور مطیع اور جن کا وہ سردار وولی ہو سب اُس کے ساتھ مطرود ہونگے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور اُن سب کے لیے عذاب دردناک ہے۔ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اور نہین اُتارا ہم نے یہ قرآن پاک تجھپر کسی حال مین کسی غرض سے اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ مگر اس واسطے کہ تو بیان کردے صاف صاف ایسے لوگون کے لیے۔ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ وہ بات جسمین اُنھون نے اختلاف کیا یعنے شرک کو باطل بیان کردے اور توحید کو حق بتلادے اور فقط حیات دنیاوی وشہوات کو باطل اور دار آخرت ومعاد وجزا وسزا کو حق بیان کردے

وَھُدًی ۔ اور اس واسطے کہ قرآن مجید ہدایت ہو۔ وَّرَحْمَۃً اور رحمت ہو۔ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ایسی قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان پاک و اسرار معارف و آیات سے قلوب مومنین کو بشارت و فرحت ہوتی ہے اور دل سے مواقع شیطان سے اجتناب کر کے اپنے رب کیواسطے خشوع و خضوع کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عین رحمت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً سب کو آیات خلقت و نشانات وحدت کی طرف متوجہ فرمایا۔

وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ

اور اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر اُس سے جلایا زمین کو اُسکے مرے پیچھے اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو

ع ۵

یَّسْمَعُوْنَ ۟ وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً ؕ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

سنتے ہیں اور تم کو چوپایوں میں بوجھ کی جگہ ہے پلاتے ہیں تم کو اسکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے

خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۟ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْہُ سَکَرًا وَّرِزْقًا

دودھ ستھرا رچتا پینے والوں کو اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی

حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۟

خاصی اسمین پتا ہے ان لوگون کو جو بوجھتے ہین

وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا۔ سماء سے بعض نے کہا کہ سحاب مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اوپر کی بلندی مراد ہے اور یہ دونوں معنے قریب ہیں اور ظاہر ہیں عام فہم ہیں اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اُتارا اور اس میں اسرار ہیں اور اس صورت میں کہ آسمان مراد ہو تب بھی سحاب سے اُترنا صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اس عالم میں ایسے طور پر جاری ہیں کہ لوگ اپنی نگاہ ظاہری سے ایک حد تک ادراک کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برستا ہے لیکن نجومی اُسکے واسطے اندازہ مقرر کرتا ہے اور کواکب کی تاثیرات کا قائل ہوتا ہے اور جو شخص کہ فن طبعیات میں کلام کرتا ہے وہ بخارات کی پیدائش واجتماع و سردی پانے سے بارش کا قائل ہوتا ہے۔ اور تفصیل اُس کی سابق میں گذر چکی ہے۔ حاصل یہ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اُتارا جس سے مومنون کے قلوب میں ہدایت و رحمت کے گل بوٹے و پھلدار میوہ دار درخت طاعت اُگکر اور وے زندہ ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے آسمان سے مینھ نازل فرمایا۔ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا پس اس مینھ سے زمین کو بعد خشک و مردہ ہوجانے کے زندہ فرمایا پھر ایک زمین میں جداگانہ اثر ظاہر ہوا بعض میں میوہ جات کشمش و منقے وغیرہ پیدا ہوئے اور بعض میں زراعت وغیرہ پیدا ہوئی اور بعض قطعات میں ہری بھری گھاس ہی اُگی اور بعض ایسے کہ اُس نے پانی ہی بھر لیا جس سے آدمی و جانور وکھیتی سیراب ہوئی اور بعض ایسے منحوس تھے کہ اُس میں کچھ بھی نہیں ہوا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۔ یعنے اُس میں اللہ تعالیٰ کے دلائل قدرت و حکمت و توحید کی نشانی ایسی قوم کے لیے ہے جو دل کے کانون سے سنتی ہیں۔ اس میں ضرورت ہے کہ کسی قدر قلب سلیم کے ساتھ ہوا ور جو شخص سمجھدار اُس سے بیان کرے وہ کان دھر کر سنے اور غور سے اللہ تعالیٰ کی توحید و قدرت کو دیکھے اور یہ نہیں کہ سراسر ان آیات کو دیکھتا جاوے اور اندھے بہرون کی طرح گذرتا چلا جاوے۔ وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً یعنے انعام چوپایہ گائے بھینس اونٹ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی شان قدرت کو غور کرے تو اُسکو عبرت و نصیحت حاصل ہو کیونکہ انعام میں عبرت موجود ہے از انجملہ جو بیان فرمایا۔ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ یعنے اُس کے ظاہری جسم کے اندر سے ہم تم کو پلاتے ہیں یعنے ایسی چیز پیدا کر دیتے ہیں کہ تم اُس کو پیو۔ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا ۔ درمیان میں فرث و خون کے دودھ خالص یعنی غذا اُسکے پیٹ میں جاکر فرث و خون کے درمیان میں دودھ ہوتی ہو بیضاوی میں ہے کہ اوجھ کے اندر کھائی ہوئی چیز میں بعض قسم کی ہضم کے بعد فرث ہوتی ہیں بسترجم کہتا ہے کہ بعض نے وہم کیا کہ دودھ کی پیدائش اور خون کی پیدائش معدہ میں ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں کچھ دلالت اس پر نہیں ہے کیونکہ بطون اُسکے اندر کا جسم ہے پس یون ہوا کہ غذا کھانے سے معدہ کے اندر معدہ کے انضمام سے منہضم ہوئی اور صاف حصہ اُس کا جگر میں گیا اور باقی فرث رہا

اور یہ فرث بھی ایسے اجزا سے ملا ہوا رہا کہ معدہ کی تقویت کے واسطے جو کچھ ضرورت ہے وہ بھی جسقدر رہی اُس میں سے پیدا ہوئی اور باقی بالکل پھوک بذریعہ آنتون کے نکل کر روث ہوا اور جگر سے انضمام دوسرا ہوا جس سے خون اور فرث کے درمیان میں یعنی بیچ کے مرتبہ میں دودھ رہا تو دودھ اصل میں خام خون ہے اور یہ قدرت ہے کہ تھنون کے انضمام سے سفید ہوا اور باقی حصہ خون ہو کر اعضا سے جسم میں کام آیا۔ غرضکہ طبیبون کی تحقیق اس سے مخالف نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اوجھ میں سے نیچے فرث ہوتا ہے اور اوپر خون ہوتا ہے اور درمیان میں دودھ ہوتا ہے پس خون تو رگون کی راہ سے جسم میں جاتا ہے اور دودھ تھنون کی راہ سے آتا ہے اور رنگ دونون کا بدلا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ جل شانہ کی حکمت کاملہ سے یہ ایک ظاہری شان ہے کہ کس طرح ایسی خوبی سے دودھ پیدا کیا جسمین کچھ میل کسی نجاست کا نہیں بالکل خالص ہوتا ہے۔ سَآئِغًا لِلشّٰرِبِیْنَ پینے والون کے گلے سے اچھی طرح اُترتا ہے۔ اُن کو بہت خوشگوار غذا ہے نہ حلق میں پھنسے اور نہ اُس کے مزہ سے دل اُکتاوے اور بدن کو قوت دے اور پیٹ پر بوجھ نہ ہو۔ اطبا نے اتفاق کیا ہے کہ دودھ نہایت عمدہ غذا ہے۔ واضح ہو کہ تفسیر شیخ امام ابن کثیر کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ نسقیکم مما فی بطونہ ضمیر مذکر یہان نعم کے معنے کیطرف راجع ہے اگرچہ انعام جمع ہے یعنے مما فی بطن ہذا الحیوان۔ اور دوسری آیت میں مما فی بطونہا آیا ہے یعنے لفظ انعام کی طرف راجع ہے اور دونون جائز ہیں۔ اقول سیبویہ نے کہا کہ زبان عرب میں انعام کی طرف ضمیر واحد جاری ہوتی ہے۔ زجاج نے کہا کہ ضمیر مذکر و مونث دونون کا راجع کرنا انعام کی طرف روا ہے جیسے ہی انعام اور ہو انعام۔ کسائی نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ مما فی بطون ما ذکرنا۔ یعنے ضمیر راجع بمذکور ہے اور فرا رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہی صواب ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انعام و نعم ایک ہین کبھی مذکر و کبھی مونث بولے جاتے ہین اور ابن العربی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ من بین فرث و دم لبنا خالصا یعنے حیوان مذکور یعنے اُس کی مادہ کے باطن میں دودھ جدا و خالص ہو جاتا ہے خون سے از راہ سپیدی و مزہ کے پس اُن میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جاتا ہے یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب غذا معدہ میں پختہ ہو جاتی ہے تو اس میں سے ایک حصہ تو عروق کیجانب جاتا ہے اور وہ خون تھا اور دودھ تھنون کی طرف جاتا ہے اور پیشاب مثانہ کی طرف جاتا ہے اور لید مخرج کی طرف جاتی ہے اور اُن میں سے کوئی دوسرے سے بعد جدا ہونے کی مخلوط نہیں ہوتی ہے۔ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ خبر مقدم ہے اور قولہ تَتَّخِذُوْنَ ... مَا تَتَّخِذُوْنَ مِنْہُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ... یعنے انجذ و فرحہ ... دلالت کرتا ہے ... و ... تکرار ... نخیل ہوئے اور خرما و انگورون کے پھلون میں سے وہ ہے کہ تم اُس سے بناتے ہو سکر اور رزق خوب۔ اقول اس میں کلمۂ بیانیہ ہے علاوہ اس کے خرما و انگور کی سب قسم سے سکر و رزق حسن بناتے ہین اس میں بعض کی خصوصیت نہیں ہے اور مقام امتنان میں عام ہونا ابلغ ہے نہ تبعیض ہے بعض رہ جاتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ بعدہ مبتدا اور خبر محذوف ہے اور تتخذون حال ہے یعنے ثمرات نخیل و اعناب میں سے تم کو البتہ عبرت ہے در حالیکہ تم اُس سے بناتے ہو الخ ولیکن پوشیدہ نہیں کہ علاوہ اعتراض مذکورہ کے ثمر کی خصوصیت نہیں ہے اور زمخشری نے کشاف میں اس کو نسقیکم کی تقدیر میں قرار دیا یعنے ہم تم کو پلاتے ہین ثمرات نخیل و اعناب سے وعلےٰ ہذا تتخذون بیان ہوگا جو چیز پلائی جاتی ہے اور اسی کو ایک جماعت نے وجہ وجیہ سمجھا ہے اور یہی احسن ہے لیکن اس صورت میں سکر سے اگر مسکر و شراب مراد ہے تو استقرار منسوخ ہوگا بدین دلیل کہ سورہ مکیہ ہے اور تحریم الخمر مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور اگر سکر سے وہ مراد ہے جو لذیذ ہو اور اُس کا عطف تفسیری رزق حسن ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے تو کچھ اشکال نہیں ہے اور مراد شیرہ انگور و نبیذ تمر و مانند اسکے ہین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ دودھ کے سائغ و خوشگوار ہونے کے بعد دوسرے شربت بیان فرمائے خرما و انگور کے پھلون کے اور جو اُن سے بنا یا کرتے تھے قبل اس کے کہ شراب حرام ہو اور تتخذون منہ سکرا دلالت کرتا ہے کہ قبل حرام ہونے کے شرعاً حلال تھی اسی واسطے اس سے احسان رکھا مترجم کہتا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی استدلال کا جواب ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ سکر سے اگر شراب مسکر مراد ہو تو لازم آوے کہ اللہ تعالےٰ نے حرام چیز کا احسان رکھا ہے حالانکہ احسان حلال ہی سے ہے نہ حرام سے کما لا یخفیٰ اور حاصل جواب یہ کہ قبل شراب حرام کرنے کے یہ آیت تھی اسوقت حلت تھی تو احسان رکھنا حلال سے ہوا۔ ولیکن میں کہتا ہون کہ مکیہ و مدنیہ ہونا ضعیف

روایات سے ثابت ہوا ہے تو نسخ بطور ضعت لازم گیا گیا اور جب تک نفس کلام میں بغیر نسخ کے معنے بنتے ہیں اُسوقت تک نسخ کی طرف جانا ضروری
نہیں ہے۔ اور بعضے عوام نے کہا کہ یہاں سے سکر کی حلت ثابت ہوتی ہے ولیکن ہم احادیث کثیرہ پیش کرکے حنفیہ کا قول رد کرتے ہیں اور مترجم کہتا ہے
کہ یہ بانگ جاہلانہ ہے اس لیے کہ اول تو یہ نسخ کا دعویٰ ہے اور وہی اشکال وارد ہے جو اوپر مذکور ہوا دوم یہ کہ جو احادیث لاتا ہے سب آحاد ہیں و قطعیات
متواترہ کا مقابلہ آحاد سے اس طرح نہیں روا ہے کہ اُس کو نسخ کردیا جاوے اور اس سے یہ وہم نہ ہو کہ احادیث کو رد کیا جاتا ہے نعوذ باللہ من ذالک بلکہ اگر
یہ ثابت ہوجاوے کہ حدیث ہے تو ایک حدیث کافی ہے کثرت کی ضرورت نہیں مگر تامل اسی میں ہے کہ آیا حدیث ہے یا راوی کی فہم یا کسی وجہ سے آیت
محل تامل تو نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب نسخ کا قائل ہونا چاہیے کہ آیت و احادیث میں تعارض اور وجہ سے دفع نہ ہو اور یہاں سکر حلال لینے سے دفع
ہے فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مشہور قول امام ابوحنیفہ کا یہ ہے کہ خمر فقط انگور سے ہے اور باقی شرابیں خمر کے مساوی نہیں ہیں اور فقہاء حنفیہ نے اس کو نقل کیا اور
اس میں امام ابویوسف و امام محمد کا اختلاف بھی لکھا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ آیت میں دلالت ہے
کہ جو سکر کہ انگور سے بنائی جاوے وہ اور جو خرما سے بنائی جاوے دونوں برابر ہیں یعنے دونوں یکسان حرام ہیں جیسا کہ امام مالک و شافعی و احمد و جمہور
علماء کا مذہب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اس تقدیر پر ہے کہ سکر سے مسکر مراد لیا جاوے اور بعد تسلیم اس امر کے کہ مسکر مراد ہے میں کہتا ہوں کہ شیخ کے
استدلال میں تامل ہے اس لیے کہ آیت تو اس بیان کے لیے ہے کہ ان دونوں کی پھلوں سے تم لوگ سکر بناتے ہو جیسے کہا جاوے کہ مچھلی کے گوشت و
بکری کے گوشت دونوں سے کباب بناتے ہو پھر اس سے یہ استدلال کرنا کہ دونوں کا حال یکسان ہے بعید ہے تو مساوات ثابت نہیں ہوتی
مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ دوسرا ہے کہ آیا خمر فقط انگوری شراب حرام ہے یا دیگر شرابیں مسکر بھی خمر ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ کا صحیح قول یہ ہے کہ سب
مسکر حرام ہیں لیکن خمر شراب انگوری قطعی حرام ہے اور باقی مسکرات اس کے ساتھ لاحق ہیں اور اُن کا مرتبہ مکروہ تحریمی کا ہے غایت یہ ہے کہ علامہ یا رہیں
اُن کے قول پر کلام ہو ولیکن مکروہ تحریمی حق حرمت میں مثل حرام کے ہے جیسے واجب بمنزلہ فرض ہے صرف اعتقاد کا فرق ہے۔ یہ سب اس صورت
میں ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول صحیح ہوجاوے اور فقہاء متاخرین کا قول اس کے ثبوت میں محل تردد ہے پھر مذہب حنفیہ میں فقہاء کا اتفاق ہے
کہ خمر انگوری و دیگر شرابیں سب حرام ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح جو حدیث میں ہے کہ جو و شہد و اناج وغیرہ کی سب شرابیں جو حرام ہیں
مذہب حنفیہ اس کا پابند ہے اور جس میں سے کثیر سے نشہ ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سکر وہ ہے جو ان دونوں کے پھلوں سے حرام کی گئی ہے یعنے پھلوں سے بنائی ہوئی شراب وغیرہ حرام اور رزق حسن
وہ ہے جو حلال رہے یعنے چھوہارے و مویز اور جو ان سے بنائی جاوے مثل طلاء و سرکہ و نبیذ یعنے چھوہارے پانی میں بھگوئے ہوئے کا پانی جب
تک اس میں جوش و گاڑھاپن نہ آوے جیسا کہ حدیث میں اس کا استعمال اسی بیان سے آیا ہے مترجم کہتا ہے بعضے لوگوں نے اس مقام پر لکھا
کہ جماعت علماء حنفیہ نے سکر کے معنے یہ لیے کہ جو شربت مسکر نہ ہوں اور جس کا دو تہائی حصہ پکا کر اُڑا دیا گیا ہو اور وجہ یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر
ایسی چیز سے احسان رکھتا ہے جو اُنپر حلال فرمائیں اور اس سے نہیں جو حرام فرمائی ہیں۔ پھر اُس شخص نے لکھا کہ اگر ہم مان لیں کہ خمر حرام کرنے کے بعد اس
آیت کا نزول ہوا تو بھی یہ قول احادیث متواترہ صحیحہ سے مردود ہے انتہی مترجماً مترجم کہتا ہے کہ اس کلام میں کون چیز احادیث متواترہ سے مردود
ہونے کے لائق ہے سوائے تعصب اُس شخص کے اور یہ دیکھو کہ حدیث متواتر کے مثال میں علماء کو تردد ہے اور یہ شخص حدیثیں متواترہ بیان کرتا ہے و تفسیر
ایسے موقع پر فافہم اور واضح ہو کہ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ السکر الطعم یعنے سکر یعنے طعم ہے اور ابن جریر رحمہ نے اسی کو ترجیح دی اور فرمایا کہ سکر
وہ ہے جو طعام میں سے کھایا جاوے اور چھوہارے و انگور کے پھلوں سے جس کا پینا حلال ہو اور یہی رزق حسن ہے تو سکراً و رزقاً حسناً میں لفظ دونوں
مختلف ہیں اور معنے دونوں کے ایک ہیں جیسے قولہ تعالیٰ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ میں بث و حزن کے معنے واحد ہیں انتہی مترجماً علی ما نقلہ ہذا البعض
اور مترجم کہتا ہے کہ ابو عبیدہ و ابن جریر کا قول اس لغت کی تفسیر میں مقبول ہوگا اگرچہ بعض لوگ اس کو نہ پہچانیں فافہم۔ پھر واضح ہو کہ خمر وہ ہے جو

خمار عقل ہو یعنے عقل کو خمار مین ڈالدے پس جو لوگ کہ خمر سے پرہیز کرین وہ اہل عقل ہین اور اوپر کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ خصوص بقول حنفیہ نخیل و اعناب
سے اہل ایمان وہی کھاتے ہین جو حلال ہو نہ حرام تو مناسب ہوا ختم اس آیت کا بقولہ تعالے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ اس بیان مذکور
مین بیشک نشانی ہے رب تبارک وتعالے کی وحدانیت وقدرت کی ایسی قوم کے واسطے جو عقل رکھتی ہین شراب پیکر نہین پیتے اور نہ شراب بے غفلت و سکر
سے بیہوش ہین۔ اور بنا بر اس قول کے کہ سکر سے مراد مسکر ہے تو جاننا چاہیئے کہ اس آیت مین پہلے ہی سے اشارہ کر دیا گیا تھا کہ اس اُمت پر شراب حرام ہوگی
اگرچہ حکم پیچھے آیا کیونکہ خمر سے عقل مخمور ہوتی ہے تو قوم عاقل نہین رہ سکتی جو شراب پئین۔ اسی واسطے اللہ تعالے نے اس اُمت پر اُن کی عقلون کی حفاظت
کے لیے شراب مسکرہ حرام کر دین۔ ف فی اشارات العرائس قولہ تعالے وان لکم فی الانعام لعبرة الآیہ۔ واضح ہو کہ حدیث مین ہے کہ شب معراج مین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دو پیالہ پیش کیے گئے ایک مین شراب اور دوسرے مین دودھ تھا پس آپ نے دودھ اختیار کیا تو آپ سے کہا گیا کہ
فطرت سلیمہ پائی اور اگر شراب اختیار کرتے تو آپ کی اُمت بے عقل گمراہ ہوتی۔ علمار نے دودھ مین محبت الٰہی درمیان ادب وعشق کے جامع صفت مع
صفات کثیرہ کے بیان کی ہین اور شیخ عارف نے لکھا کہ اس آیت مین عارفین کے لیے جو واقعی اہل عقل ہین اشارت ہے کہ افعالیات کے اسرار و ظہور سے
پاک نظر سے شیر محبت پیتے ہین اور نازل ظہور و نظورات اور تجلیات صفات کے درمیان اُس کا وجدان ہے اور حصہ اس سے قلوب واسرار وارواح کو
اپنے اپنے مزاج کے موافق بقدر قرب کے ہے یہ بھی اشارت سے ثابت ہے کہ نفس وقلب کے درمیان سے زلال مشاہدہ جو عقول صافیہ مین حاصل ہوتا
ہے ارواح اُس سے پیتی ہین اور یہی مقامات عبرت ہین۔ شیخ ابوبکر الوراق رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ چوپاؤن مین عبرت کی نظرین متعدد ہین
ایک یہ کہ انعام اپنے پالنے والون کے واسطے مطیع و مسخر ہین اور تو اپنے رب تبارک وتعالے سے سرکش اور ہر بات مین متمرد ہے۔ قولہ ومن ثمرات النخیل
والاعناب الے قولہ رزقاً حسناً۔ ارواح واسرار کو قلوب وعقل سے شربت محبت حاصل ہوتا ہے اس مین بیہوشی اور فی الجملہ ادب سے تجاوز ہے اور
شربت اُنس حاصل ہوتا ہے جو صفائے انوار فکر سے پیدا ہوتا ہے وہی اُس کی تربیت وجود کے لیے رزق حسن ہے اور یہ دونون شربت باران تجلی
جمال وجلال سے پیدا ہوتے ہین اور صفائے وصال سے دونون کی صفائی ہے جسنے اُن کو پیا اُسکو سکر بوجہ شوق کے اور اُنس بجمال پاک بے زوال
حاصل ہوتا ہے قولہ ان فی ذلک لآیة لقوم یعقلون۔ ان اشارات ومعارف سے اُسی کو حصہ عبرت ہے جو مغز حقیقت سے وقوف پائے ہین بلکہ
اللہ تعالے نے اہل عقل کے واسطے خاص اشارات کو تصریح کے ساتھ بیان فرمایا از انجملہ وحی بجانب نحل ہے اور اسی صفت تجلی کے ظہور سے اس
مکھی (شہد کی مکھی) کے انتظام وخوبی شربت شہد مین آثار ہین فقال اللہ تعالے عز وجل

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ ثُمَّ

اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ — بنالے — پہاڑون مین — گھر — اور — درختون مین — اور جہان چھتریان ڈالتے ہین — پھر

كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ

کھا — ہر طرح کے میوون سے — پھر چل راہون مین — اپنے رب کی صاف پڑی ہین — نکلتی اُن کے پیٹ مین سے — پینے کی چیز — جس کے کئی — رنگ ہین — اسمین

شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

آزار چنگے ہوتے ہین لوگون کے — اس مین — پتا ہے اُن لوگون کو جو دھیان کرتے ہین

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ اور وحی فرمائی تیرے رب نے نحل کی جانب۔ واضح ہو کہ علما کے دو قول ہین ایک یہ کہ وحی مذکور بمعنے الہام ہے
اور دوم یہ کہ قولی ہے مگر ایسے طور پر جو وہان لائق ہے جس کی ماہیت وکیفیت سے اللہ تعالے واقف ہے اور اللہ تعالے کے خالص بندے بھی
واقف ہو جاتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مراد یہان وحی سے الہام ہے یعنے بدون کسی سبب ظاہری کے دل مین ایک بات
پیدا کر دینا اور رہنمائی کر دینا۔ اور اس صورت مین قولہ تعالے۔ اَنِ اتَّخِذِيْ بمعنے بان اتخذی بتقدیر بار ہوگا یعنے الہام فرمایا نحل کو ساتھ بنالینے

اور زمخشری وغیرہ نے اُس کو تفسیر قرار دیا یعنے وحی یہ تھی کہ تو بنا لے۔ ولیکن ابو عبد اللہ الرازی نے اعتراض کیا کہ ایحا جب قولی نہ ہو بلکہ الہامی ہو تو تفسیری نہیں ہو سکتا اور صاحب مغنی نے جواب دیا کہ ازراہ دلالت کے ایحا میں قول کے معنے ہیں مگر مراد اس سے الہام ہے۔ خلاصہ یہ کہ مجازاً الہام مراد ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ قول دوم پر ایحا، قولی جائز ہے تو یہ اُس کی تفسیر صحیح ہے اور تقدیر کی ضرورت نہیں ہے اور واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ ان جانوروں میں اُن کے پیغمبر بھی گزرے ہیں اور لکھا کہ ایک جماعت سلف سے یہ قول مروی ہے اور امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیر میں اُس کے ساتھ تفصیل ذکر کی اور استدلال معقول بیان کیا کہ چرند و پرند و حشرات کو اللہ تعالیٰ نے "امم امثالکم" آدمیوں کے مثل اُمت قرار دیا اور "وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر" ہر اُمت میں پیغمبر فرمایا تو اُن میں اُن کے پیغمبر ہوئے تو پھر وحی قولی میں اشکال نہیں ہے اور کیوں نہیں جائز ہے کہ جس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے وحی قولی سمجھنے کی قدرت دی اسی طرح اُن میں بھی ہو اور ہمارا نہ جاننا مستلزم عدم واقعی نہیں ہو سکتا جیسے تسبیح جمادات و حیوانات میں کلام مفصل گزر چکا ہے پس معنے یہ ہوئے کہ تیرے رب نے وحی کی طرف شہد کی مکھی کے یہ کہ تو بنا لے۔ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا۔ پہاڑوں سے اپنے گھر یعنے اونچے پہاڑوں پر جہاں مناسب موقع ہے۔ وَّمِنَ الشَّجَرِ۔ اور درختوں سے۔ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ۔ اور اُس میں سے جو آدمی اونچا بناتے ہیں عریش اونچا مچان وغیرہ اور ظاہر ایہاں ہر ایک دیوار و بلندی عمارت کی مراد ہے۔ نحل کے عجائبات میں بعضے حکماء اسلام و فارس نے اچھی تفصیل بیان کی ہے اور جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحاح میں نقل کیا کہ نحل اپنی طبیعت سے اپنے چھتے میں گھریاں بشکل مسدس کہ ہر ضلع اُس کا برابر ہوتا ہے بناتی ہیں اور اگر مدور یا مربع ہوتے تو اُس میں درمیان میں جگہیں خالی رہ جاتیں اور مقصود حاصل نہ ہوتا پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو وحی فرمائی جس سے اُس نے اس طرح مسدس شکل پر بنائے اور یہ بھی الہام الٰہی کے فیض سے ہے کہ یہ جانور اپنا بادشاہ رکھتے ہیں جو سب سے ڈیل ڈول میں بڑا ہوتا ہے اور درجہ بدرجہ چھوٹے حاکم و دربان ہوتے ہیں اور سب اُن کی تابعداری کرتے ہیں اور ریاست و سیاست کے احکام اُن میں جاری ہوتے ہیں ہر ایک اپنے ہی گھونسلے میں آتی ہے اور سوائے نفیس و خوشگوار پھولوں و پھلوں وغیرہ کے اگر کسی سے ناگوار بدبو پائی گئی تو اُس کو سزا ملتی ہے غرض کہ نہایت انتظام و خوبی سے اُنکا کام جاری ہے۔ واضح ہو کہ باوجود ان تمام باتوں کے ان سب کا آدمی کے واسطے پیدا کیا جانا اللہ تعالیٰ کے فضل سے آدمی کی تکریم کے لیے ثابت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کو عجیب حکمت کے واسطے عام اجازت فرمائی بقولہ۔ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ۔ پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے غذا کھا۔ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔ پس چال چل اپنے پروردگار کی راہوں میں مطیع ہو کر۔ یہ قول قتادہ و عبد الرحمٰن بن زید سے مروی ہے و علیٰ ہذا ذللا۔ حال از نحل ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نحل کو اجازت کھانے کی دی با جازت تقدیری تسخیری کہ ہر قسم کے پھلوں سے کھا دے اور وہ راہیں چلے جن کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے مذلل کر دیا یعنے اُس پر آسان کر دیا ہے چنانچہ بلند پہاڑوں و وادی و جنگلوں و باغوں وغیرہ میں جہاں چاہے جا وے پھر ہر ایک اپنے گھونسلے میں واپس آتی ہے کہیں نہیں بھٹکتی ہے۔ علیٰ ہذا ذللا حال از سُبل ہے اور کہا کہ یہی قول اظہر ہے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صریح بیان فرما دیا ہے۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار فرمایا و لیکن کہا کہ دونوں قول صحیح ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح بقول اول کی ہے اور کہا کہ یہ بامنا قولہ تعالیٰ وذللناہا لہم فمنہا رکوبہم الآیۃ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ لوگ ان مکھیوں کے چھتوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل کر کے لیجاتے ہیں اور مکھیاں بھی ساتھ ساتھ جاتی ہیں۔ یعنے مکھیوں کو اللہ تعالیٰ نے مذلل و مسخر و مطیع کر دیا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک روایت غریب لکھی قال ابو یعلی الموصلی حدثنا شیبان بن فروخ حدثنا مسکین بن عبد العزیز عن ابیہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر الذباب اربعون یوما والذباب کلہ فی النار الا النحل۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے اور مکھی ہر قسم کی دوزخ میں ہے سوائے شہد کی مکھی کے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسناد اس کی ظاہراً شیخ کے نزدیک قوی ہے کہ کچھ کلام نہیں کیا۔ اور مسکین کے والد عبد العزیز ظاہراً عبد العزیز بن صہیب ہیں اُن سے ابو داؤد وغیرہ جماعت نے روایت کی اور بعضے حدیث کے یہ معنے ہیں کہ مکھی منجملہ اُن جانوروں کے ہے جن کا وجود جہنم میں ہوگا سوائے ایک قسم کے جو نحل یعنے شہد کی مکھی کہلاتی ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدور السافرہ میں ایک حدیث

روایت کی کہ کل موذٍ فی النار یعنی ہر موذی جہنم میں ہے اور کہا کہ اس کی اسناد جید صحیح ہے اور علمار نے کہا کہ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو چیز یا
جو شخص ایذا دینے والی ہو وہ دوزخ میں جائے گی اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ ہر موذی چیز جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق فرمائی ہے اُس کا وجود جہنم میں ہوگا
وعلےٰ ہذا مکھی بھی ایسی ہی چیزوں سے ہے جو جہنم میں ہونے کے واسطے مخلوق ہے باستثنا نحل کے۔ اور واضح ہو کہ مکھی و سانپ بچھو وغیرہ جو جہنم میں ہونگے
ممکن ہے کہ وہ بھی اپنی طبیعت سے جہنم کے واسطے ہوں یا عذاب و تعذیب دونوں کے واسطے ہوں نعوذ باللہ من عذاب جہنم۔ بالجملہ حدیث سے شہد کی
مکھی کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی اور کل موذٍ فی النار سے اُس کا استثنا بھی معلوم ہوگیا اور چالیس روز کی عمر شاید کہ ہر مکھی کے واسطے ہو یا شہد کی مکھی اس سے
بھی مستثنےٰ ہو اور یہ ظاہر ہے اور چالیس روزہ عمر ظاہر اس جنس کی عام طور پر ہو جیسے آدمی کی عام عمر ساٹھ برس اور افراد میں خاصکر تفاوت ہوتا ہے یا یہ ہو
کہ مدینہ یا عرب میں ایسا ہو کیونکہ مقامات کے تفاوت سے آدمی و جانور سب میں فرق ہوجاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا نکلتا ہے
ان مکھیوں کے پیٹوں سے۔ شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ شربت جسکے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب سے
مراد شہد ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مختلف رنگ بوجہ اختلاف اُس کے سن کے ہوتے ہیں یا بسبب فصل و موسم کے۔ خفاجی رحمہ اللہ
تعالیٰ نے لکھا کہ سپید شہد تو جوان مکھی کا اور زرد پوری جوانی کا اور سُرخ بوڑھی کا ہوتا ہے ولیکن پوشیدہ نہیں کہ اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے انتہی
مترجم۔ بعض نے کہا کہ یہ اختلاف بوجہ قسم مکھی کے اور جو کھاتی ہیں اُس کے اختلاف سے ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ ایک چھتہ سے ایک ہی رنگ کا
برآمد ہوتا ہے اور دوسرے سے دوسرے رنگ کا پس یہ احتمال بعید ہے کہ سب مکھیوں نے ایک ہی قسم کی غذا کھائی ہو بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ملک و اُس کی
پیداوار و رطوبت کے لحاظ سے اور نیز قسم مکھی کے لحاظ سے یہ اختلاف ہو اور اسی پر شیخ ابن کثیر رح نے جزم کیا ہے۔ پھر اُس کے باطن جسم سے شہد کا نکلنا کس
طور پر ہوتا ہے تو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ موم اپنے پروں سے بناتی ہے اور شہد اپنے مُنھ سے اُگلتی ہے اور دُبر سے بچہ دیتی ہے جمہور مفسرین کا
یہی قول ہے کہ شہد مثل لعاب کے اُس کے مُنھ سے ٹپکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اُس کی تھیلی سے نکلتا ہے اور بعض نے کہا کہ کسی بات پر یقین نہیں ہو سکتا ہے
فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ اس شہد میں لوگوں کے واسطے شفا ہے جمہور مفسرین کا یہی قول ہے کہ فیہ کی ضمیر شراب مذکور یعنے شہد کی طرف راجع ہے
مجاہد رحمہ اللہ و فراء و ابن کیسان و ایک جماعت علمار نے کہا کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یعنے قرآن پاک میں لوگوں کے لیے شفا ہے شیخ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ قول فی نفسہ صحیح ہے لیکن اس میں تامل ہے کہ یہاں قرآن مراد ہے اور اس سیاق میں شہد مذکور ہے اور حدیث صدق اللہ و
کذب بطن اخیک۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے الحدیث چنانچہ آتی ہے وہ صریح ہے کہ مراد یہاں شہد ہے۔ اقول
شیخ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد ظاہر یہ ہے کہ مکھی کی شہد کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے اور اس میں شفا رکھنا بکلمہ کن ہے اور قرآن پاک خالص
کلام ہے تو وہ سراسر شفا ہے کقولہ تعالیٰ وننزل من القرآن ما ہو شفاء ورحمۃ للمؤمنین الآیہ۔ غرضکہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس اشارہ پر مبنی
ہے کہ قرآن پاک صفت ہے اور اسی صفت سے یہ فعل ہے جو شہد میں ظاہر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ علیکم بالشفائین العسل
والقرآن۔ تم دو شفا کو لازم پکڑو شہد کو اور قرآن کو۔ واضح ہو کہ شہد کی شفا ہونے میں احادیث کثیرہ وارد ہیں ازانجملہ صحیح بخاری شریف میں ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فرمایا تین چیزوں میں شفا ہے پچھنے لگانے میں اور شہد پینے میں اور آگ سے داغ دینے میں اور میں اپنی اُمت کو داغ سے
منع کرتا ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ اظہر یہ ہے کہ داغ سے ممانعت تنزیہی ہے ورنہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے فاکتوی
علےٰ بطنہ سبع کیات یعنی اُس صحابی بزرگ نے اپنے پیٹ پر سات داغ لیے تھے صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے بھائی کا پیٹ چلتا ہے فرمایا کہ اُس کو شہد پلا دے اُس نے پلایا پھر آیا اور کہا کہ اُس سے اُس کا پیٹ کا چلنا اور بڑھ گیا
فرمایا پھر جا کر پلا اُس نے پلایا پھر آکر کہا کہ اُس سے اُس کا پیٹ چلنا اور بڑھ گیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے جھوٹا تیرے بھائی کا پیٹ ہے جا کر
اُس کو شہد پلا اُس نے پلایا پس اچھا ہو گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اعرابی کے دل میں شبہہ ہوا کہ شہد سے کہاں شفا ہوتی ہے تو تنبیہ کر دی کہ اللہ

تعالے کا کلام سچ ہے اور اس میں شفا ہے اور یہ اللہ تعالے نے نہیں فرمایا کہ ایک ہی مرتبہ میں شفا ہوگی یا استطلاق پھر نہ ہوگا کیونکہ استطلاق یہاں
اُس کے حق میں کامل شفا تھا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ایک عالم نے جو علم طب جانتے تھے فرمایا کہ اس شخص کے پیٹ میں فضلہ
جمع تھا جب اُس نے شہد پلایا تو شہد کی حرارت سے منجمد فضلہ تحلیل ہو کر جلد دفع ہونے لگا اُس سے اُس کو اسہال بڑھا مگر اعرابی نے جانا کہ اُس سے
مریض کو ضرر ہوا حالانکہ اُس میں اُس کے بھائی کے حق میں نہایت مصلحت تھی پھر اُس کو پلایا تو اچھی طرح سے تحلیل و دفع ہوا پھر جب سب فضول
دفع ہوگئے تو دست ٹھہر گئے اور اُس کے مزاج معدہ میں صلاحیت ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تندرست ہوگیا۔ صحیحین میں
حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حلوا و شہد اچھا معلوم ہوتا تھا۔ بخاری شریف میں جابر بن
عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں خیر ہو تو پچھنے میں اور شہد کے
گھونٹ میں اور آگ کے داغ میں ہے کہ بیماری سے موافق پڑے اور میں پسند نہیں کرتا کہ داغ لوں۔ رواہ مسلم ایضاً وقد رواہ الامام احمد والطبرانی
باسناد صحیح بنحوہ۔ ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لازم پکڑو دو شفاؤں
شہد و قرآن کو۔ قال الامام ابن کثیر اسنادہ جید تفرد بہ ابن ماجہ مرفوعاً۔ اور ابن جریر نے اُس کو موقوف روایت کیا ہے یعنے صرف حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ پھر لکھا کہ ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چاہے
کہ شفا حاصل ہو تو اُس کو چاہیئے کہ ایک کاغذ میں قرآن مجید کی کوئی آیت لکھے پھر اُس کو مینھ کے پانی سے دھو ڈالے یعنے کسی برتن میں دھو لے پھر
اپنی جورو سے درم مانگے مگر اُس کی خوشی خاطر سے ساتھ لے اور اُس کا شہد خرید کر اُس کو پی جاوے کہ اُس میں کئی وجہ سے شفا ہے اللہ تعالے نے فرمایا
وننزل من القرآن ما ہو شفاء الآیہ اور فرمایا وانزلنا من السماء ماء مبارکا۔ اور فرمایا فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریئا۔ اور شہد کے حق میں فرمایا
فیہ شفاء للناس۔ ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ہر مہینہ میں تین روز صبح کو شہد
چاٹ لیا کرے اُس کو بڑا حصہ بلا سے نہ پہونچیگا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس کی اسناد میں ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہے یعنے
اسناد ضعیف ہے اور ابن ماجہ نے ابی ابن ام حرام سے روایت کی کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ تم لازم پکڑو سنا اور سنوت کو
کہ ان دونوں میں ہر بیماری سے شفا ہے سوا سام کے تو عرض کیا گیا کہ سام کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا کہ موت۔ عمرو کہتے ہیں کہ ابن ابی عبلہ رح نے کہا
کہ سنوت شبت ہے اور دوسروں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سنوت وہ شہد ہے کہ روغن کے کپے میں ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ روغن
رکھنے کے جو کپے ہوتے ہیں اور ظاہراً ایسے کپے میں عمدہ رہتا ہوگا۔ اب یہ کلام باقی رہا کہ آیا شہد سے ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے یا خاص بیماریوں سے شفا
ہے تو اول میں اقوال علما نقل کر کے پھر جو میرے نزدیک اس میں ظاہر ہوا ہے لکھونگا واللہ اعلم۔ جماعت نے فرمایا کہ شفا ہے للناس یعنے ہر مرض کے
اور ہر شخص کے لیے ہے اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ مخصوص بعض امراض کے واسطے ہے اور اس سے ہر مرض اور ہر شخص کے حق میں عموم نہیں نکلتی ہے اور
لغت عرب کا دستور ہے کہ لفظ عام لاتے ہیں اور اُس سے خاص مقصود ہوتا ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ شفا نکرہ تحت اثبات ہے اور علما اہل اثبات کا
اتفاق ہے کہ ایجاب و اثبات کے تحت میں نکرہ سے عموم ثابت نہیں ہوتا اور محققین علماء اصول بھی اسی طرف گئے ہیں اور اگر کہا جاوے کہ شفا کی تنوین سے
یہ بات ثابت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ تنکیر سے اس مقام پر تعظیم مراد لیجاوے تو بھی اسی قدر ثابت ہوا کہ شفا عظیم امراض میں ہے نہ یہ کہ ہر مرض کے
واسطے پس عموم نہ نکلا اور غایت یہ ہے کہ اکثر امراض سے شفا ہو چنانچہ تجربہ سے ظاہر ہوا کہ تنہا اُس کے استعمال سے اکثر امراض بلغمیہ سے فائدہ
ہوتا ہے اور دیگر ادویہ کے ساتھ ترکیب دینے سے اکثر امراض دیگر میں بھی مفید ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے کا میلان ظاہراً اسی قول دوم کی
جانب ہے چنانچہ اپنی تفسیر میں یہاں صرف اسی قدر لکھا کہ بعض وہ شخص جس نے طب نبوی میں کچھ لکھا ہے کہا کہ اگر آیت میں یوں ہوتا کہ فیہ الشفاء للناس
یعنے شفا نکرہ نہ ہوتا بلکہ الشفاء ہوتا تو وہ ہر مرض کے لیے دوا ہو جاتا ولیکن نکرہ فرمایا تو وہ ہر شخص کے لیے صرف ایسے امراض میں مفید ہوگی جو سردی

سے ہوں کیونکہ شہد گرم ہے اور دوا اُس کے ضد پر ہوتی ہے انتہےٰ مترجماً۔ اور بیضاوی رحمہ اللہ تعالےٰ کا قول بظاہر قول اول کی طرف مائل ہے چنانچہ
لکھا کہ شفاء للناس خواہ تنہا شہد جیسے امراض بلغمیہ میں ہوتا ہے یا دوسری دوا کے ساتھ جیسا سائر امراض میں ہے اس لیے کہ کم ایسے معجون ہیں
جس میں شہد جزو نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ سائر سے اگر اُس نے باقی سب امراض لیے تو شفاء عام ہوئی ولیکن پھر اس کا یہ قول کہ کم ایسے معجون ہیں آخر
مناسب نہیں ہے۔ اسی واسطے کہا گیا کہ کلام بطریق غالب حال ہے یعنے اکثر امراض میں اُس سے شفاء ہوتی ہے اور نفع اس کا بہ نسبت حضرت کے
بہت زیادہ ہے۔ سدی رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت ہے کہ شفاء ان بیماریوں میں جن کی شفاء اس میں ہوتی ہے بعض نے قول اول کی تائید میں کہا
کہ شہد جب مسہل ہے تو اعرابی کو اُس کے بھائی کے مرض اسہال میں دینے سے معلوم ہوا کہ شفاء عام ہے ولیکن مترجم کے نزدیک یہ استدلال ضعیف
ہے۔ واضح ہو کہ بعضے لاحادہ و بداعتقاد لوگوں نے زعم کیا کہ حدیث اعرابی خلاف اجماع اطباء واقع ہوئی یعنے بنظر ظاہری بدون معرفت علمی کے
ہے اور شیخ خازن رحمہ اللہ تعالےٰ نے اُس کا جواب باصول طبی اسی تفصیل سے ذکر کیا جو ہم نے سابق میں تفسیر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ سے نقل کیا
ہے اور تمام کلام شیخ جمل نے حاشیہ جلالین میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا کہ ہمارا مقصود اس سے یہ نہیں ہے کہ حدیث کی تصدیق کے لیے ہم طبیبوں کے
قول سے تائید چاہیں بلکہ اطباء اگر منکر ہوں تو ہم اُن کو مردود و کافر سمجھیں گے انتہےٰ مترجماً اور ایک جماعت سلف سے آثار مروی ہیں کہ وے ہر مرض میں
شہد سے شفاء چاہتے تھے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اگر پھوڑے پھنسی کی شکایت ہوتی یا کوئی بیماری ہوتی تو شہد سے علاج کرتے حتےٰ کہ دمل نکلتا تو
اُس پر شہد کا لیپ کرتے۔ ابو وجرہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ وے آنکھ میں شہد سے علاج کرتے اور ناک کا علاج و بیماریوں کا علاج شہد سے
کرتے تھے جیسا کہ قرطبی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ حق صحیح وہی قول اول ہے کہ شہد تمام بیماریوں میں ہر شخص
کے واسطے علاج و شفاء ہے لیکن طریق علاج ہر مرض و ہر شخص کے لیے جدا گانہ ہے اور دلیل اسکے واسطے یہ ہے کہ آیت میں احتمال ہوا کہ نکرہ تحت اثبات
سے عموم مراد ہے یا خصوص مقصود ہے کیونکہ یہاں عموم ہونا ضروری نہیں ہوتا بخلاف نکرہ تحت نفی کہ وہ عموم ہوتا ہے ولیکن مثبت میں عموم ہو تو کچھ منافی
نہیں ہے پھر ہم نے احادیث و آثار اس قسم کے پائے کہ جن سے معلوم ہوا کہ یہاں عموم مراد ہے از انجملہ حدیث ابی بن ام حرام رضی اللہ عنہ جو ابن ماجہ
سے اوپر گذری اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اُن میں تصریح ہے کہ ہر بیماری سے دوا ہے تو اب آیت کی توضیح ہو کر یعنے آیت کے عموم پر ہوئے
کیونکہ اصول میں یہ بات قرار پائی ہے کہ بیان اگرچہ آحاد روایت سے ہو مگر حکم منسوب بآیت ہوتا ہے نظیر اُس کی مسح الراس ہے کہ چہارم سر کا مسح قطعی
فرض مانا گیا حالانکہ آیت مجمل تھی اور بیان حدیث سے ملا تو اب حکم فرضیت کا آیت ہی سے ماخوذ کہلاتا ہے اسی وجہ سے فرضیت کے قائل ہیں اسیطرح
یہاں بھی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جب شہد ہر بیماری کی دوا تھی تو پھر حدیث صحیحین وغیرہ میں پچھنے وغیرہ کے واسطے جو تاکید بعض امراض کے علاج میں
مذکور ہے اس کی کیا ضرورت تھی جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور چیزوں میں شفاء نہ ہو بلکہ شہد میں عام شفاء ہے اور دوسری چیزوں
کلونجی و پچھنے و داغ وغیرہ میں خاص ہے اور ممکن ہے کہ ایک شخص کو شہد ایک وقت میسر نہ ہو اور دوسرا علاج میسر ہو۔ بلکہ دونوں میسر ہیں ولیکن
دوسری چیز سے علاج سہل الحصول ہے مثلاً خون کا تنقیہ شہد سے ہو ممکن ہے اور پچھنے سے آسان ہے یا جیسے شہد سے مادہ شکم دیر میں خارج
ہوتا نظر آیا اور بذریعہ سنا کے جلد اخراج ممکن ہے تو بدین معنے دوسری چیزوں سے بھی علاج کیا جاوے یا مثلاً شہد سے شفاء ہے اور
اگر شہد کے ساتھ اور بھی ملایا جاوے تو زیادہ آسانی سے اور جلدی سے شفاء ہے جیسے حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ہے۔ علاوہ اس کے
شہد ہر مرض کی عام دوا ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ ہر مرض کا طریقہ علاج بھی شہد سے ہر شخص کو معلوم ہو اور نظیر اس کی کالا دانہ یعنے شونیز کا علاج
ہے جس کے بارہ میں بھی ہر مرض کی دوا ہونا سوا موت کے مروی ہے حالانکہ ترمذی کی حدیث میں درد شقیقہ کے واسطے اُس کا علاج اسکے کھانے
کے طریقہ سے نہیں ہے بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ثابت رحمہ اللہ تعالےٰ سے بطریق سعوط و تکمیل کہ اُس کے دانوں کو مختلف تعداد کے
شیرہ سے ہے جتے کہ عام داور یہ سنکر اس شخص نے اُس کے دانہ کھانے سے علاج کیا تھا اور فائدہ نہ ہوا جب حضرت انس رضہ سے اُس نے بیان کیا

تو آپ نے یہ طریقہ بتلایا پس اس مین صریح دلیل ہے کہ باوجود شفا ہونے کے طریقہ علاج بھی جاننا ضرور ہے ورنہ عام شفا کیسے باوجود طریقہ نہ جاننے سے حصول نہین ہوتا اور جملہ امراض کے واسطے طریقہ علاج بیان نہین ہوا ہے اور یہی روایت مذکورہ اسپر دلیل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث سے یہ مضمون بھی ثابت ہے کہ کثیر تعداد امراض کی ایسی نازل فرمائی جاتی ہے جس کا علاج اطبا نہین جانتے ہین پس شہد عام امراض کی دوا نہ ہوا تو جواب یہ ہے کہ علاج تو طریقہ استعمال و دستکاری وغیرہ فعل طبیب ہے تو طریقہ نہ جاننے سے یہ لازم نہین آتا کہ دوا موجود نہ ہو پس معنے حدیث سے یہ ثابت ہوئے کہ اطبا ان امراض کے واسطے دوا کو اُس طور پر استعمال مین لانا نہین جانتے جن مین شفا رکھی گئی ہے اور خود حدیث مین مصرح ہے کہ اللہ تعالے نے بیماریان پیدا فرمائین اور ہر بیماری کے واسطے دوا پیدا فرمائی ہے۔ یہ صریح ہے کہ لا دوا بیماری نہین ہے ولیکن اسی حدیث مین تصریح ہے کہ جب اس بیماری کی دوا پہونچ جاتی ہے تو اللہ تعالے کے حکم سے بیمار اچھا ہوجاتا ہے تو معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کو دوا نہین پہونچتی خواہ دوا نہ جاننے سے یا طریقہ اُس کا نہ جاننے سے پس اسی قسم سے شہد ہے کہ اس کی عام شفا مین شک نہین مگر طریقہ نہین معلوم بلکہ مختلف اقسام مین سے جس قسم کا استعمال موقع مناسب پر چاہیئے اکثر وہ بھی نہین معلوم ہوتا تحقیق بطور طب یہ ہے کہ جسم انسانی کی پیدائش خاک سے بہ ترکیب عجیب بقدرت کاملہ الٰہیہ واقع ہوئی ہے اور اس کی غذا بھی اللہ تعالے نے اُسی زمین سے مقرر فرمائی ہے اور یہ بھی قدرت خاص ہے کہ اقسام غلہ و میوہ و ترکاریان ہر ایک کو مختلف منافع کے ساتھ جداگانہ ترکیب سے اسی زمین سے پیدا کر دیا اور جسم مین اجزائے فلزات سونا چاندی وغیرہ کے مادے بھی ہوتے ہین اور نباتاتی اجسام مین بھی ہین اور یہ خاص فنون سے اجسام کے اجزا جدا کرنے سے پہچانے گئے ہین اور حاذق طبیب اُس کو اچھی طرح سمجھیگا اور عوام کے لیے ایک نظیر یہ ہے کہ اکثر اقسام تلی کے انڈے جب غور سے ملاحظہ کرو تو اُس مین چاندی سونے کا ملمع نہایت نفیس عجیب قدرت الٰہیہ کا ظہور نظر آتا ہے بالجملہ یہ امر محقق ہے۔ پھر انسانی اصناف ہر ملک کے بھی اکثر اسی سر زمین کی آب وہوا و پیداواری غذا سے متوافق ہوتے ہین اور اکثر ایک ملک کے آدمی دوسرے ملک کی آب وہوا و غذا کو برداشت نہین کرتے پس ترکیب جسمی اس صنعت کی وہین کے اجزائے خاکی سے خواہ وہ خالص ترابی ہو یا اُس مین اجزا سے طرائی و تفرقی ہون خواہ دیگر اقسام ہون مرکب ہوتے ہین اور وہین کی پیداوار اس جسم کے تحلیل کو پورا کرتی رہتی ہین کیونکہ دونون مین موافقت ہے ولیکن مثلاً ہندوستان کے شمالی حصہ مین آدمیون و پیداوار کی موافقت ہے اور کسی محنت شاقہ یا کسی سبب سے جسم آدمی کا زیادہ تحلیل ہوا اگرچہ غذا اُس کو وہی کہی اُس مین وہ اجزا نہ تھے یا زیادہ نہ تھے جو جسم سے تحلیل ہوگئے ہین تو پورا نہ ہوگا یا لطافت و کثافت کا فرق ہے اور اس صورت مین اگر ایسی لطیف جامع چیز ہو کہ ہر قسم کے اجزا لطیف کو جس سے لطیف جسم انسانی مرکب ہوا ہے ہر حال مین موافقت کرے اور غذا کے واسطے معین و مصلح ہو تو فوراً فائدہ ہوگا اور اب سمجھ دیکھو کہ شہد ایسی ہی نفیس چیز ہے کہ مکھیان ہر قسم کے نباتات و اناج و پھولون و پھلون سے لطافت کے ساتھ اجزا ایسی لیتی ہین جن سے شہد بنتا ہے اور اس مین جملہ اجزا جن کی حاجت ہے موجود ہوتے ہین مگر دو باتون کا لحاظ فرض ہے ایک یہ کہ بسا اوقات تم کو شہد کے اجزا گرمی کے ساتھ چاہیئے تو صاف استعمال کرو اور اگر سردی کے ساتھ یا گرمی توڑ کر چاہیئے تو جوش دیکر صاف و سرد کرلے کیونکہ جوش دینے سے گرمی اُس کی فرو ہوجاتی ہے جیسا کہ بعض اطبا نے تصریح کی ہے اور دوم یہ کہ اس مین اجزا مختلف ہر قسم کے موجود ہین اور تم کو ضرورت ہے کہ اس مین فلان قسم کے اجزا نہ ہوتے کیونکہ اس وقت جسم کی حالت اس کو برداشت نہین کرسکتی تو اول تم کو حالت پہچاننا پھر شہد کا ایسے اجزا کی قوت توڑنا جب تو فوراً فائدہ ہوگا اور ایک تیسری بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ ملکون ملکون کے شہد مختلف ہین جیسے وہان کی پیداوار مین اختلاف ہے تو ہر جسم جس سرزمین کے خواص سے مرکب ہو اُس کے لیے اُسی قسم کا شہد چاہیئے پس اب تجھے صاف یہ بات معلوم ہوئی کہ شہد کی خوبی جامع ہے ولیکن طریقہ علاج و جسم کی شناخت و اقسام شہد مین سے جس قسم کی ضرورت ہے سب کو جاننا چاہیئے ہذا ما عندی والحمد للہ رب العالمین

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۔ البتہ اس تمام مذکور مین ایسی قوم کے لیے نشان قدرت ہے جو فکر کرتے ہین۔ یعنے اللہ تعالے کی عجائب صنعت و غرائب خلقت مین غور و تامل صحیح کرکے کمال قدرت اور اُسی کی وحدانیت کو عیان و روشن دیکھتے ہین اور شہد کی مکھی کی پیدائش و اُس کی حرکات بھی

عجیب وغریب نہایت حکمت ومضبوطی کے ساتھ ہیں جو غور سے نظر کرے وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کے الہام کا اور اُسی کے خالق علیم قدیر حکیم خبیر ہونے کا اقرار کریگا اور مترجم نے مختصر طور پر جو تحقیق ظاہری مادیات میں بیان کی ہے اہل عقل جزوی کے واسطے اللہ تعالیٰ کی عجائب صنعت میں غور کرکے خوشی وسرور بڑھانے والی ہے اور یہیں سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اہل عقل کلی کیسے غرائب علوم سے مسرور ہیں وفوق کل ذی علم علیم۔ ف **قال الشیخ** فی العرائس جب اللہ تعالیٰ نے رزق حسن یعنے حلال کو اور وہ رزق کہ تجھے ایسی جگہ سے میسر آوے جہاں تیرا گمان نہیں ہے بیان فرمایا تو پھر مواضع حقیقت کو منازل وحی واختصاص مخلوقات میں جن کو اہل معرفت پہچانتے ہیں بیان کیا بقولہ تعالیٰ واوحی ربک الی النحل الآیۃ نحل میں وہ اس نے اندر جانداروں میں جن میں حیات رکھی ہے مواضع خاصہ وحی کو بیان فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فیض فعل اور نور صفت ورحمت ذاتی سے ہر ذی روح کو ایک ایسی جان عطا فرمائی ہے جس سے اُس کی زندگی ہے اور اُسی سے وہ چیز اللہ تعالیٰ کی وحی قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے اور اسی سے وہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانتی اور مقامات رزق کو جانتی اور اپنے خالق جلشانہ کی عبادت اس طور پر کرتی ہے کہ جو افعال عبودیت کے مناسب ربوبیت ہیں بقدر قوت ادا کرتی ہے اور بدون کسی واسطہ کے اپنے رب کی طرف سے الہام قبول کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو بذات خود الہام فرمایا ہے کیونکہ یہ سب اُس کے اسرار کے محل ہیں مگر جہان کے عاقل لوگ اس بھید پر مطلع ہونا چاہیں تو کبھی نہیں آگاہ ہو سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اُس کو اُسی سے پا دیں پھر بقدر نور الہام کے ان جانداروں سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو علم الٰہی میں غیب میں مقدر تھیں اور اسی وحی کو الہام کہتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذی روح جانداروں میں مختلف ارواح رکھی ہیں اور روح کا بھید مخفی ہے اور حیات ہر ایک کی روح سے ہے اور روح کو قبول فیض از خالق عزوجل ہے اور اسی فیض الہامی سے ہر ایک سے مشیت الٰہی سبحانہ تعالیٰ ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جن کو اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا حالانکہ یہ سب چیزیں جو صادر ہوتی ہیں حقائق ہیں کہ علم غیب الٰہی میں مقدر ہو چکی تھیں فافہم **قال الشیخ** پھر الہام کے ساتھ جو وحی ہے اُس کے مراتب ہیں مراتب فعل اور مراتب صفات پس جس شخص کا مشرب کہ الہام افعالی ہے تو جو باتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں اُس کے اقسام بقدر افعال ہوتے ہیں اور جس کا مشرب کہ الہام صفاتی ہے جو اُس سے پیدا ہوں وہ نہایت صاف ونورانی ہیں۔ تو نہیں دیکھتا ہے کہ جانداروں میں سے ایک نحل ہے جس کا ثمرہ شہد لطیف ہے جس سے ہر بیمار کی شفا ہے کیونکہ اُس کا الہام مخصوص بصفت ہے نحل لہذا اُس کو حکم ہے کہ پاکیزہ درختوں وپھولوں وکلیوں وپھلوں سے لطیف کھاوے اور بلند درختوں وپہاڑوں وعرائش پر اپنا مسکن بنا دے پس بقدر صفائی وپاکیزگی درختوں وپھولوں کے شہد بھی پاکیزہ ونہایت لطیف ہوتا ہے پس کھانے کا پھل جسقدر زیادہ پاکیزہ ہوگا اسیقدر شہد بھی بہت پاکیزہ ہوگا۔ پس حق تعالیٰ نے ارواح کو اسی مثال پر حکم دیا ہے کہ اپنا مسکن دنی ولکدر چیزوں سے بہت اونچا رکھے یعنے ذات وصفات کے پہاڑوں وبلندیوں پر مسکن بناوے اور انوار افعال سے حصہ لے اور مقام حدوث میں مسکن نہ بناوے تاکہ اُس کی علتوں کے ساتھ عادی نہو جاوے اور اس غبار سے آلودہ نہو چنانچہ حدیث کے اشارہ سے سمجھ دیکھو کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث یعنے قلوب کا مقام قبضۂ قدرت الٰہیہ ہے پس قلوب وارواح واسرار وعقول کو خالق عزوجل انوار ذات وصفات وافعال میں بلاش شیریں وخوشگوار کے ساتھ منقلب فرماتا ہے قولہ ثم کلی من کل الثمرات۔ یعنے انوار ذات وصفات وانوار افعال سے اپنا ثمرہ حاصل کرے جو اُس کے لیے نہایت خوشگوار ہے وقولہ فاسلکی سبل ربک ذللا۔ اشارہ ہے ارواح کو حکم ہے کہ راہیں قدم کی ازل وابد وبقا کی فنا ہو کر طے کرے تاکہ اُس کو معرفت غیب حاصل ہو اور وہاں بہار انس سے معطر ہو اور قدم جلال کی بہار بستان میں سیر کرے۔ قولہ یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ الآیۃ شربت معرفت القدم جلال وعزت بقاء وانوار ذات ہے پس اختلاف الوان بسبب اختلاف دیدار کے ہے کہ نور ہر صفت سے ایک رنگ علیحدہ ہے جیسے ہر صفت سے یا جس صفت سے اُس کو دیدار نصیب ہے کہ ہر ایک کے انوار مختلف ہیں ایس محبت وعشق وغیرہ ظہور صفات ودیدار سے پیدا ہوتے ہیں اور محبت وعشق وانس وفکر وقبض وبسط وشوق وخوف ورجا وغیرہ ہر ایک سے کا رنگ جداگانہ ہے اور جس شخص کو ان سے محروم ہے وہ مریض ہے اور ہر مریض کو انہیں مقامات سے شفا رکھی ہے اور یہ

عسل لطیف جامع ہے کہ رنگ نوری اُس کا از نورِ حق ہے اور حلاوت از وصلِ حق ہے پس جب اس شہد سے ان پرندون کے اندر حصول ہوا تو اُس سے
عبودیت بخشوع وخضوع حاصل ہوتی ہے جو بمنزلہ موم بکے ہے اور جب تجلی قدم بصفت محبت نے پرتو دیا تو عسل وموم جدا ہوگئے اور ربوبیت پاک ہے
اور موم عبودیت الگ ہے اور یہ ادب اس مین موجود ہے اور حدیث مین اشارہ ہے کہ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ یعنے مین اپنے رب کے حضور مین رات
گزارتا ہون درحالیکہ وہ مجھے کھلاتا و پلاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سبب ورود اس حدیث کا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پے در پے کئی
روز تک روزہ رکھتے تھے تو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قصد کیا کہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین اسی طرح روزے رکھین پس آپ نے منع فرمایا
اُنھون نے جانا کہ ہم پر شفقت کرکے منع کرتے ہین مگر ہم یہ فضیلت پاوین تو آپ نے متواتر کئی روز تک روزہ رکھا مگر لوگون سے نہ ہوسکا اور بالکل نیم جان
ہوگئے تب آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تم ابھی اس درجہ تک نہیں پہونچے کہ رب عز وجل تم کو کھلا دے پلا دے اور مین اس حال
مین ہون پس تم اس فعل مین میرے ساتھ مت دوڑو سبحان اللہ تعالے کیا اعلےٰ شان تھی صلے اللہ علیہ وسلم شیخ نے لکھا کہ جس نے ایک قطرہ
اس شربت سے بصفت جذب محبت پی لیا وہ علتہا (بیماریان ۱۲) نفسانیہ وامراض شیطانیہ سے پاک ہوگیا اور انوار ربوبیت مین پرورش پاکر آئینہ کے مثل
پاک اور نور سے تندرست ابدی ہوگیا کیونکہ یہ شربت وصال انھین مردون کو دیا جاتا ہے جنکو دل وجان سے ارادت ہے اور اسکے تن سے عبودیت کا
موم پیدا ہوکر معارف وکواشفات سے خاص ہوجاتا ہے اس سے ہر مرید وسالک کو راہ ملتی ہے وقد قال تعالے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
یعنے اے محمد تو ان یہودی ونصرانی ومشرک گمراہون سے فرما دے کہ اگر تم اللہ تعالے سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالےٰ کی محبت اس سے تم کو
حاصل ہوگی۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ الہام سے نحل کو مقام کی دلالت فرمائی اور بتلایا کہ جو اُس کے پیٹ مین آیا اُس کو امان رکھے تو
حکم دیا کہ صاف پہاڑ یا بلند درخت پر رکھے کہ خاک وذھول مین نہ ملجاوے پس اس شربت مختلف رنگ مین لوگون کے واسطے شفا فرمائی۔ یہ شفا جسم
ونفوس کی ہے اور قلوب کی نہین ہے پس جو شخص کہ اپنے قلب کی اصلاح چاہے وہ پہلا معلوم کرے کہ اوقات شب وروز مین کہان اُس کو جانا وہنا چاہئے
دہر حال مین کیا اُس کے قلب پر وارد ہوا اور کس وقت کیا ظہور ہوا پھر اُس کو لے کر تواضع کے ساتھ خلوت اختیار کرے کہ یہ قلب کی غذا ہے اور درجہ کی
غذا اس سے بھی زیادہ لطیف ہے اور وہ یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ ہو اور قرآن پاک اسی سے سُنے اور کسی حال مین مخلوقات دو عالم کی طرف التفات
نہ کرے۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ نحل سے دو چیزین پیدا فرمائین دونون آپس مین ملی ہوئین جن کا تصفیہ آگ سے ہوتا ہے جب
آگ سے مصفےٰ کی گئین تو شہد وموم ہوگئین پس شہد تو خلق کی غذا ہے اور موم چراغ ہی کے کام آتا ہے یون ہی جس شخص نے اعمال کیے تو ان مین سے جو
خالص اللہ تعالے کے واسطے ہون وہ تو اللہ تعالے عز وجل کے یہان بندہ کو اُس کا ثواب ہے اور جو اُس نے شرک وریاکاری سے ملا دیے وہ سوا
جہنم کے اور کسی کام کے نہین ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید جسم ورُوح کا تصفیہ اور اوہام واعتقاد کا تصفیہ اسی قیاس پر ہے اور آتش عشق ہر ایک کو
مصفا کردیتی ہے اور ہر مخلوط جو غیر حق ہو اسی طرح صاف ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابوبکر الوراق رحمہ اللہ تعالے نے یہان ایک لطیف کلام
کہا کہ نحل نے جب حکم مانا اور وہی راہ چلے جس پر اُسے حکم ہوا تھا تو اس کا لعاب تمام مخلوق کے لیے شفا قرار دیا گیا اسی طرح بندہ مومن نے جب حکم مانا اور
اپنے سر باطن کو محفوظ رکھا اور دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالے اُس کے دیدار وباتون وخدمت وصحبت کو خلق کے واسطے شفا کردیتا ہے
جو اُس کو دیکھتا ہے اُس کو اللہ تعالے یاد آتا ہے اور جو اُس کا کلام سُنتا ہے اُس کو نصیحت حاصل ہوتی ہے اور جو اُس کے پاس بیٹھتا ہے وہ نیکبخت ہوجاتا
ہے۔ بعضے بزرگون نے اس مقام پر ایک لطیفہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے عادت کریمہ یون جاری فرمائی ہے کہ نفیس چیز کو حقیر کے اندر مخفی فرماتا ہے
دیکھو ابریشم کو کیڑون کے اندر مخفی فرمایا حالانکہ وہ کیڑا بہت ضعیف وحقیر ہوتا ہے اور شہد کو مکھی کے اندر رکھا اور وہ بالکل ضعیف کیڑا ہے اور موتی کو
صدف مین رکھا حالانکہ وہ بدشکل حقیر جانور ہے ایسے ہی پتھرون مین لعل وزمرد وسونا وچاندی مخفی کیا اور معرفت وولایت ومحبت کو شکستہ دل ضعیف
مومنین کے دلون مین مخفی فرمایا حالانکہ اُن مین گنہگار وخطاوار بھی ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ نکتہ لطیف ہے اور اہل جنت فقرا وضعفا رہین

حالانکہ اہل جہنم مغرور متکبر وبال اور بدکار کفار ہیں اور یہ نمونہ ہے کہ جو لوگ کمال علمی وعملی چاہیں اُن کو لائق ہے کہ معظمات دنیاوی سے پرہیز کریں وَاللہ
تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے عجائب قدرت الٰہی کو حیوانات چرند و پرند میں بیان کر کے خود انسان کے نفسی عجائب بیان فرمائے بقولہ تعالیٰ۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمکو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں پہونچتا ہے نکمی عمر کو کہ سمجھ لے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ج فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ

اللہ سب خبر رکھتا ہو قدرت والا اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے روزی کی جنکو بڑائی دی نہیں پہونچاتے

رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ط اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ

اپنی روزی انکو جو ان کے ہاتھ کا مال ہیں کہ وہ سب اسمیں برابر ہیں کیا اللہ کے فضل سے منکر ہیں اور اللہ نے بنا دیں

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط

تمکو تمہاری قسم سے عورتیں اور دیے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے اور کھانے کو دیں تمکو ستھری چیزیں

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ۔ یعنے پیدا کرنے والا تمہارا اللہ تعالیٰ ہے تم پہلے کچھ نہ تھے پس نظر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر اب تم ہمیشہ کے واسطے اس گھر میں نہیں ہو۔ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ پھر وہی تم کو وفات دیتا ہے جسکا نمونہ رات کی نیند ہے پھر صبح تم کو زندہ اٹھاتا ہے اسی طرح برابر جاری ہے کہ جسکو پیدا کیا اُس کو اُس کی مقدری عمر ختم ہونے پر وفات دیتا ہے خواہ بچپن میں خواہ جوانی میں خواہ بڑھاپے میں لہذا جس نے عدم سے پیدا کیا وہی وفات سے اپنی طرف لوٹاوے گا یہاں رہنا چند روزہ ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ یعنی تم میں سے وہ ہوتا ہے کہ ارذل عمر تک رکھا جاوے۔ یعنے بری زندگی یہ ہے کہ بوڑھا پھوس ہو جاوے پھر آخر موت ہے ولیکن ایسی زیادہ رذیل وحقیر عمر تک رہنے کی ہوس مت کرو کیونکہ اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا۔ تا کہ نہ جانے بعد جاننے کے کچھ بھی یعنے پہلے اُس کو باتیں معلوم تھیں اور عقل سلامت تھی پھر پھوس بوڑھا ہو کر مثل طفل کے ہو گیا کہ کچھ نہیں جانتا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یعنے عقل جاتی رہتی ہے اور عالم ہونے کے بعد جاہل ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ پیدا کر کے مارتا ہے اور پھر جب چاہے زندہ کرتا ہے نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں کہا کہ عقلا کے نزدیک عمر کے چار مرتبے ہیں پہلا مرتبہ سن نمو اور بڑھاؤ کا جو کہ ابتدا سے اٹھائیس یا تینتیس برس تک ہوتا ہے اور یہی سن شباب دو مضبوطی کا ہے دوسرا مرتبہ اُس کے بعد سے چالیس برس تک جو سن وقوف کہلاتا ہے کہ نہ بڑھتا اور نہ گھٹتا ہے مگر عقل اس میں کامل ہو جاتی ہے اور سوم مرتبہ کہولت ہے جو چالیس سال سے ساٹھ برس تک ہے جس میں جسمانی نقصان شروع ہوتا ہے مگر اسقدر ظہور اُس کا نہیں ہوتا کہ افعال میں خبط ہو اور چہارم مرتبہ بڑھاپا و کمزوری ظاہری ہے جو اُس کے بعد آخر عمر تک ہوتا ہے بقر جسم گھٹتا ہے کہ اکثر اطبا کے کلام میں بھی مانند اسی کے تقسیم مذکور ہے اور ظاہر اس زمانہ میں ساٹھ برس کا سن بھی مرتبہ کمزوری و بڑھاپا ہے اور یہ سب اکثری حالت کا بیان ہے ورنہ جسمانی ہیئات طاقت وضعف کے لحاظ سے خاص خاص میں اُسی لحاظ سے اعتبار ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ارذل العمر پچھتر برس ہے۔ ایسا ہی معالم وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور قتادہ سے نوّے برس مروی ہیں۔ اور بعض نے اسّی برس بیان کیے ہیں اور شاید معتمد قول اول ہے اور دیگر اقوال باعتبار خاص خاص شخصوں کے ہیں۔ غرضکہ اس سن میں ایسی کیفیت ہو جاتی ہے کہ حواس کے اختلال سے نادانی غالب ہو جاتی ہے اور یہ آیت بجائے قولہ تعالیٰ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ہے۔ یعنے اسفل السافلین سے ارذل عمر مراد ہے اور اس سے

صریح ظاہر ہے کہ آدمی کو زیادہ عمر کی خواہش اسی وقت تک چاہیے کہ یہ مرتبہ نہ پہونچے اور چاہیے کہ اپنی جوانی میں عاقبت کے واسطے ذخیرہ کرے اور حیات دنیاوی کو مستعار ناپائدار جانے۔ امام بخاری رحمہ نے صحیح میں یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَالْهَرَمِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ یعنے پناہ مانگتے اللہ تعالے سے ایک تو بخل سے یعنے بخیلی کی صفت نہ آوے کیونکہ کبھی ہوتا ہے کہ اول میں بخیل نہ ہو پھر آخر میں بخیل ہو جاوے۔ جیسے دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں ایک تو عمر کی ہوس اور ایک مال کی حرص یعنے جس سے بخیلی پیدا ہو جاتی ہے اور دوم کسل سے کہ جوانی میں باوجود اعتقاد آخرت و سمجھداری کے آدمی کو کسل اسقدر رہتا ہے کہ زاد آخرت نہیں پیدا کرتا ہے اور سوم ہرم یعنے ایسے بڑھاپے سے جو ارذل العمر کو پہونچے و علیٰ ہذا آگے جو ارذل العمر مذکور ہے وہ اسی کی تفسیر ہوگی اور دیگر احادیث میں فقط ہرم مذکور ہے اور چہارم عذاب قبر سے کہ وہی پہلی منزل آخرت ہے اور پنجم فتنہ دجال سے اور دجال کا فتنہ مثل شیطان کے سخت ہے اور اصلی دجال اگرچہ ایک ہوگا اور وہ آخر زمانہ میں ہوگا اور سابق میں تحت قولہ تعالے لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا الآیہ کی تفصیل گذر چکی ہے و لیکن اس سے پہلے ایسے دجال قریب تیس کے ہونگے جنکا فتنہ قریب اصل کے ہوگا اور ششم فتنہ محیا و ممات سے اور واضح ہو کہ آدمی کے لیے اس کی اولاد اور مال بھی فتنہ ہے لہذا چاہیے کہ بالکل ہر فتنہ سے پناہ نہ مانگے کیونکہ اس صورت میں اولاد و مال بھی نہ دیا جاوے بلکہ ایسے فتنہ سے جس سے اس کے ایمان کو ضرر ہو سوائے اولاد صالح و مال صالح کے یہ دونوں آدمی کے لیے نعمت و خیر جاری ہیں۔ بالجملہ یہاں مقصود یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارذل عمر سے پناہ مانگی ہے۔ آدمی اس سے پہلے ذخیرہ جمع کر سکتا ہے اور علم و عمل حاصل کر سکتا ہے اور بعد اس کے جب اس عمر کو پہونچا تو پھر ہر کام سے عاجز ہو جاتا ہے تو اس کے لیے آخرت دار نعمت و عیش ہے اور دنیاوی حیات بیکار ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دعا سے تعلیم امت کا قصد فرمایا ہے ورنہ آپ پیغمبر افضل الخلق تھے صلے اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر کو اللہ تعالے اس حالت کو نہیں پہونچاتا ہے اور واضح ہو کہ امت والوں میں سے بھی جو معرفت و نور باطن سے سرفراز ہوا اللہ تعالے اپنے فضل سے اس کو بھی ببرکت حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس ارذل عمر سے یا اس کی خرابی سے محفوظ فرماتا ہے چنانچہ عکرمہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ جسنے قرآن پڑھا اس کو اللہ تعالے ارذل عمر کو رد نہ کریگا۔ طاؤس رح سے مروی ہے کہ عالم کبھی خرف نہیں ہوتا ہے۔ خرف سے مراد یہی ارذل عمر ہے کہ جس میں خرافت یعنے اختلاط عقل و اختلال حواس ہو جاتا ہے اور ظاہر وجہ یہ ہے کہ عالم کو نور عقل و مشاہدہ صحیح حاصل ہوا اور نور ایسی چیز نہیں ہے جو بوڑھا ہو جاوے اور یہ سب قدرت الٰہیہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالے علیم ہے اس کا علم بے انتہا اور بلا اسباب کے ہمیشہ ہر وقت ہر حال میں ہر جگہ یکسان ہے اور وہی سب قدرت والا ہے جو چاہے پیدا کرے اور جسکو چاہے جس حال پر کر دے۔ اس میں مشرکوں کو تنبیہ ہے کہ جس چیز و جس خیال سے شرک کرتے ہیں محض جہالت ہے کیونکہ رب تبارک و تعالے میں سب کمال ہیں پھر شرک کو کیا مجال ہے پھر اللہ تعالے نے آدمی کے حالات اس درمیان عمر کے بھی بیان کر دیے کہ سب اسی کی قدرت سے ہیں اور شرک ان میں نہایت جہالت و کمال گمراہی ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ۔ اور اللہ عز و جل نے فضیلت دی تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں۔ معنے فضیلت سے یہاں زیادتی ہے جیسے حدیث میں ہے کہ افضل ربو یعنے بیشی سود ہے اور مقصود یہ کہ رزق تم سب کا قبضہ قدرت الٰہی میں ہے وہ بعض کو زیادہ دیتا ہے اور بعض کو کم دیتا ہے اور یہ کسی بندے کے اختیار میں نہیں ہے بقولہ تعالے۔ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ۔ پس جن کو رزق میں وسعت دی گئی وہ رد کرنے والے نہیں رزق اپنا انپر جو ان کے ملک و قبضہ میں ہیں۔ یعنے اگر زیادتی والے چاہیں کہ اپنی جگہ اپنی مملوک کو قائم کریں تو نہیں کر سکتے اور یہ بھی معنے ہیں کہ جب رزق ہر ایک مالک و مملوک کا باختیار الٰہی مقدر ہے تو ہر ایک اپنا رزق کھاتا ہے پس جنکو زیادتی دی گئی یعنے آقاؤں سے ممکن نہیں کہ جو ان کا مقدری رزق ہے وہ اپنے مملوک کو دیدیں بلکہ ہر ایک اپنا مقدر رزق کھاوینگے۔ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ۔ تو یہ دونوں رزق میں

ہوا برین حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلامون ومملوکون کے حق مین فرمایا کہ تمھارے بھائی ہین ان کو اللہ تعالے نے تمھارے ہاتھون
کے نیچے کردیا ہے سو جو تم کھاؤ اُن کو کھلاؤ اور جو پہنو اُن کو پہناؤ اور ایسے کام کا حکم مت دو جو عادت مین اُن کی طاقت سے باہر ہو اور اگر کہو تو خود اُسمین
اُن کی مددگاری کرو۔ دوسری حدیث مین ہے کہ الصلوۃ وماملکت ایمانکم۔ یعنے تاکید جانو کہ تم نماز ٹھیک رکھو اور مملوکون کے ساتھ بھلائی اور نیک
برتاؤ کے واسطے میری وصیت لازم پکڑو۔ اس بارہ مین احادیث بہت ہین اور اصل انسان مین آزادی ہے ولیکن فساد وکفر وشرک کی وجہ سے
اللہ تعالے نے اُن کو مملوک کیا اور یہ فائدہ عجیب ہے کہ کفر وشرک کی وجہ سے یہ لوگ مثل جانورون کے ہین تو مزدوری وغیرہ سے کمائین اور اپنے
آقا کو جو اللہ تعالے کی بندگی مین مصروف ہے کھلائین اور خود کھائین تاکہ آقا کو تشویش نہ ہو۔ بعض مفسرین نے یہ معنے بیان کیے کہ جنکو رزق وسیع دیا گیا
ہے وہ اس مین مملوکون وغیرہ کو شریک اپنا نہین بناتے ہین اور خلاصہ مضمون اُس کا یہ ہے جو ابن عباس رض سے مروی ہے کہ اللہ تعالے فرماتا کہ مشرک لوگ
خود ایسے نہین ہین کہ اپنے مال وعورتون مین اپنے غلامون کو شریک بنا دین حالانکہ وہ بھی اُنکے مثل آدمی ہین پھر کیونکر میرے پیدا کیے ہوئے بندون کو
میری مخلوق مین میرے شریک بناتے ہین۔ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حاصل معنے یہ کہ بت پرستون
کو اللہ تعالے نے مثال مین سمجھایا کہ تم اسپر راضی نہین ہوتے کہ تمھارے غلام تمھارے برابر ہون حالانکہ وے تمھارے مثل ہین پھر تم کیونکر میرے بندون کو
میرے برابر بنانے پر راضی ہو اور میری عبادت کی طرح اُن کی عبادت کرتے ہو۔ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔ سو کیا تم اللہ تعالے کی نعمت سے انکار
کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ جبکہ تم کو اس طرح فضیلت دی پھر تم شرک کرکے اللہ تعالے کی نعمت سے کفران کرتے ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا یہ
اُن مشرک کا بیان ہے کہ کھیتی و چارپاؤن مین سے جو اللہ تعالے نے دیے کچھ حصہ اپنے بتون کے واسطے مقرر کرکے شرک کرتے تھے پس مخلوق کو خالق عزوجل
کے برابر کرتے تھے۔ بر تقریر اول یہ معنے ہین کہ تم دونون برابر ہو پھر ایک کو اللہ تعالے نے رزق دیا ہے کیونکہ کوئی دوسرا رازق نہین ہو سکتا ہو تو کیا اس
نعمت سے تم کو انکار ہے اور مقصود یہی ہے کہ سوائے اللہ تعالے کے بتون وغیرہ کو مخلوق الٰہی اقرار کرتے ہو پھر اُن کی عبادت سے اللہ تعالے کے ساتھ
برابری کرتے ہو حالانکہ تم اپنی مملوک کو اپنے برابر نہین کرتے باوجودیکہ اللہ تعالے نے تم دونون کو یکسان رزق دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری رحمہ اللہ
تعالے سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جو آپ کی طرف سے کوفہ وبصرہ پر عامل تھے لکھا کہ تو اپنے رزق پر
قناعت کیجیو کہ دنیا مین اللہ تعالے نے بعض کو بعض پر رزق مین زیادتی دی ہے تاکہ ہر ایک کو امتحان فرماوے پس جسکو زیادہ رزق دیا اُسکو امتحان کیا
ہے کہ وہ اللہ تعالے کا شکر کس قدر زیادہ ادا کرتا ہے اور کیونکر اُس کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے پھر اللہ تعالے نے دوسری حالت
انسانی ذکر فرمائی بقولہ تعالے۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا۔ اور اللہ تعالے نے تمھارے جوڑے تمھین مین سے بنا دیے ہین۔ یعنے
آدم علیہ السلام کی پسلی سے حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور پھر اُن سے نسل انسانی پیدا فرمائی کہ ایک جنس کیوجہ سے باہم ایک دوسرے کی طرف
میل کرتے ہین اور نسل پیدا ہوتی ہے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً۔ اور تمھاری ازواج یعنے عورتون سے تمھارے لڑکے
وحفدہ پیدا کردیے۔ ازواج سے پیدا کرنے مین اُن کو تنبیہ کردی کہ لڑکیون کو مہربانی سے پرورش کرین اور بیٹون کا احسان رکھا کیونکہ وے لڑکیون سے نفرت
کرتے تھے اور یہ کہ اولاد کا حصول تمھارے جنس کی ازواج سے ہے اور مفاد ازواج یہی اولاد ہے جسکا احسان رکھا لہذا اہل السنۃ کے نزدیک دُبُر
یعنے مقام پیخانہ سے وطی کرنا حرام ہے اور نیز لڑکون سے اغلام سخت گناہ ہے۔ اور قولہ تعالے قدموا لانفسکم۔ پارہ سیقول کی آیت مین وطی سے نیت اولاد
صالح کی کرے اور جب وطی سے اپنے نفس کی حفاظت حرام سے اور اولاد صالح مقصود ہو تو ثواب ہے جیسا کہ زنا وشہوت پرستی سے عذاب ہے جیسا
کہ حدیث مین مصرح ہے۔ پھر حفدہ کی تفسیر مین بظاہر سلف سے مختلف اقوال ہین اور فی الحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے اس وجہ سے کہ حفدہ مشتق از
حفد بمعنے خدمت ہے جیسے دعائے قنوت مین ہے کہ الیک نسعی ونحفد۔ یعنے تیری بارگاہ مین طاعت سے دوڑتے اور خدمت کرتے ہین اور عرب مین
خدمت کرنے والے اُن کی اولاد وغیرہ ہوتی تھی اور کبھی حفدہ خاصکر بیٹیون کی اولاد کو کہتے ہین اور یہ مہربانی وشفقت دلائی کہ بیٹیون کو پرورش

کہ نانی ہوں ورنہ نانا کہاں سے بنینگے۔ اور کبھی پوتوں و پوتیوں کو کہتے ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ حفدہ لڑکوں کی اولاد ہے کما قال
ابن عباس وعکرمہ والحسن والضحاک وابن زید۔ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حفدہ ولد اور ولد الولد
ہیں یعنے ولد کو بھی شامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق بنین کے بعد حفدہ کا ذکر اس طرح ہے کہ بنین تو فقط نرینہ اولاد ہے اور حفدہ خواہ
لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور خواہ لڑکی کی اولاد ہو یا لڑکے کی اولاد ہو پوتے و ناتی دونوں کو شامل ہے۔ سنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں کہا کہ حدثنا
حجاج عن ابی بکر عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال بنوک حیث یحفدونک الخ یعنے حفدہ تیرے بیٹے کیونکہ تیری خدمت کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حفدہ بیٹا و خادم ہے اور دوسری روایت ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حفدہ نصرت کرنے والے و مدد کرنے
والے و خدمت کرنے والے کہلاتے ہیں اور طاؤس وغیرہ نے کہا کہ حفدہ خدمت کرنے والے کہلاتے ہیں یہی قول قتادہ و ابو مالک و حسن بصری کا ہے
اور عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کی کہ حفدہ وہ ہے جو تیری اولاد سے یا اولاد کی اولاد سے تیری خدمت کرے۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا
کہ عرب کا تو یہی حال تھا کہ ان کی خدمت اُن کی اولاد کیا کرتی تھی۔ عوفی کی روایت ابن عباس سے ہے کہ حفدہ وہ مرد جو دوسرے مرد کے روبرو خدمت
کرے۔ اور کہا کہ بعضے لوگ زعم کرتے ہیں کہ حفدہ آدمی کے ختن ہوتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ختن داماد و خسر دونوں پر بولا جاتا ہے اور کبھی
بہن کے خاوند کو بھی بولتے ہیں اور سہر ایسے شخص کو جبکا رشتہ خاندان سے دامادی کا ہو جاوے۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ختن کے جو
معنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہیں یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ و مسروق و ابو الضحیٰ و ابراہیم نخعی و سعید بن جبیر و مجاہد و قرظی کا ہے اور
اُس کو عکرمہ نے ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے اور علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ حفدہ خسر ہوتے ہیں۔ شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہ سب اقوال حفدہ کے معنے میں داخل ہیں کیونکہ اس کے معنے خدمت کے ہیں وہ کبھی اولاد سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی
خدمتگاروں و داماد و خسر سے حاصل ہوتی ہے پس نعمت ان سب سے حاصل ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر ازواج کے متعلق حفدہ ہے
تو حفدہ تمہاری ازواج سے دیے تو اس صورت میں حصر در اس سے مراد اولاد اور اُن کی اولاد اور جورو کے دوسرے خاوند سے جو اولاد کہ دوسرے
شوہر کی پرورش میں ہو اور داماد مراد ہونگے کہ جو لڑکیوں کے خاوند ہیں اور ایسا ہی شعبی و ضحاک کا قول ہے۔ اور لکھا کہ شاید ابو داؤد کی حدیث نضرۃ
بن اکثم میں کہ الولد عبد لک ولد تیرا غلام ہے یہی مراد ہوگی کہ خادم ہے اور اگر اُس کو ازواج پر معطوف کیا جاوے یعنے تمہارے لیے ازواج کر دیں
اور حفدہ کر دیے تو خادم مطلقاً داخل ہونگے انتہے مترجما اور بعضے اہل تفسیر نے لکھا کہ بظاہر حفدہ کا عطف بنین پر ہے تو اسلیے یہ ہے کہ بنین سے بیٹے مراد
ہیں تو حفدہ سے اولاد کی اولاد مراد ہو۔ اور واضح ہو کہ حفید در اصل لغت میں بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کی اولاد کو شامل ہے اور کسی ایک کی تخصیص
کرنا پیچھے سے استعمال عرف میں ہو گیا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے احسان رکھا کہ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہاری بیبیاں اور اُن سے لڑکے اور
اولاد جو تمہاری مددگار ہوں اور خدمتگار جو تم کو آرام دیں۔ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ اور رزق دیا تم کو طیبات سے یعنے پاک لذیذ چیزوں سے
ان میں جو حلال ہے وہ ثواب اور فرمان الٰہی کے موافق ہے اور اگر کسی حلال کو حرام طور پر کھایا وہ عذاب ہے اور جن غذاؤں کو حرام کر دیا ہے جیسے سور کا
گوشت تو وہ طیب نہیں ہے۔ واضح ہو کہ صحیح یہ ہے کہ بعض چیزیں پاک ہوتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی فرمانبرداری کے امتحان کے واسطے انکو حرام کر دیا
جیسے بعض لوگ شراب کو اسی قسم سے قرار دیتے ہیں یا کسی دوسری وجہ سے جو حرام فرمائی ہے اس سے پیدا ہونے کی وجہ سے حرام ہے جیسے سنکھیا کہ پاک ہے
ولیکن جان کو قتل کرنا حرام کیا اور سنکھیا کھانے سے جان جاتی ہے لہذا حرام ہے۔ غرضکہ حرام میں دو قسم ہیں ایک وہ کہ جو طیب نہیں ہیں وہ تو بالاتفاق
حرام و رزق بھی نہیں ہیں اور دوم جو پاک ہیں مگر کسی وجہ سے اُن میں حرمت ہے جیسے کہ مثلاً دوسرے کا طعام چھین لیا تو اُس کی حرمت ذاتی نہیں بلکہ
بالغیر ہے اور اہل السنۃ کے اعتقاد میں یہ رزق ہے مگر اُسپر عذاب ہوگا اسی وجہ سے حدیث میں ثابت ہے کہ حرام کھانے کے پیٹ سے نماز و دعا وغیرہ
قبول نہیں ہوتی ہے۔ اور پہلے انعام سے اُس کو ملا دیا اور آدمی کو سردار بنا دیا چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا

اُسپر اپنا احسان رکھے گا کہ اے فلان کیا مین نے تجھے تیرا جوڑا نہ دیا تھا اور کیا مین نے تجھے کرم نہ کیا تھا اور کیا مین نے اونٹ گھوڑون کو تیرے تابع
نہین کر دیا تھا اور نہین تجھے چھوڑ دیا تھا کہ تو سردار تھا اور عیش کرتا تھا ریاست مین۔ تا آخر حدیث۔ مترجم کہتا ہے کہ تیرا جوڑا دیا۔ یعنے جورو
جس سے اولاد اور احفاد ہوئے اور یہان سب کا سردار رہا اور رزق سے عیش کرتا رہا معلوم ہوا کہ خاندان کا بوڑھا سب کا سردار ہے اور دوسری
حدیث مین بھی وارد ہے کہ ہم مین سے نہین جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور جو ہمارے چھوٹے پر مہربانی نہ کرے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے ان نعمتون سے آدمی کو
فضیلت دی پھر وے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہین۔ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ۔ کیا جھوٹی بے بنیاد بات پر اعتقاد لاتے ہین یعنے دوسری
چیزین بت و آدمی و جن و شیطان و پری و دیو وغیرہ پر اُن کو اعتقاد ہے کہ اُن کی طرف سے بہت سی باتین مانتے ہین کہ فلان نے ہم کو اب کی بیٹا دیا اور
فلان بزرگ کی طرف سے ہمارا یہ کام ہو گیا اور بتون کی پرستش اسی واسطے کرتے ہین تو یہ بے بنیاد لغو جھوٹ بات پر اعتقاد لاتے ہین وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ
هُمْ یَکْفُرُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت سے انکار کرتے ہین۔ منجملہ کفران نعمت کے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت نہ جاننا اور غیرون کی طرف
منسوب کرنا۔ اور جسقدر نعمت بڑھے اُسی قدر اُس کا انکار سخت ہے اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق ایمان کی ہدایت
ہے حالانکہ بعض قریش اس سے منکر ہوئے اور یہ خیال باطل و شیطانی ہے کیونکہ بتون کی قدرت و عیسیٰ کی ولایت اور مانند اس کے جسقدر باطل اعتقادات
ہین اُن سے نہ بتون کو خبر اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہی صرف شیطان کے جمائے ہوئے عقیدے و وہمیات ہین لہذا باطل جملہ شیطان ہے جسپر
اعتقاد لاتے ہین اس کلام کے معنے ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ سے مختصر مروی ہین۔ ف فی العرائس قولہ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق اسکی
تفسیر گزر چکی اور جب نظر بلند کر کے فقط اہل معرفت کے رزق مین دیکھو تو یہان اشارات ہین ازانجملہ یہ کہ اہل معرفت ہین روحی رزق مقسوم ہے بعض کے
واسطے طاعات ہین کہ اُن کی روح کو بوجہ تصفیہ نفس کے غذا ہے اور بعض کے لیے ارادت ہین یعنے ہمہ تن ارادت مین دائر ہین اور اُسی کی خواہش مین
مستغرق ہین اسی طرح بعض کے واسطے مقامات ہین اور بعض کے لیے حالات ہین اور بعض کا رزق مکاشفات ہین اور بعض کو مشاہدات نصیب ہین اور
بعض کو حصول معرفت ہے اور بعض کو محبت کا حصہ ہے اور بعض کے واسطے توحید ہے اور بعض کو تفرید ہے پس اشباح کا رزق درحقیقت عبادت
و عبودیت ہے اور ارواح کا رزق درحقیقت دیدار انوار ربوبیت ہے اور عقول کا رزق وہ افکار ہین جو صفات الٰہی مین ہون اور قلب کا رزق
اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور سب کے سب اپنے رزق کے لیے جناب الٰہی مین محتاج ہین اور بحر قرب و مشاہدہ سے پینے کے بعد اپنے اپنے مشرب کے پیاسے
ہین ؎ نہ گویم کہ بر آب قادر نیند ۔ کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ اور ہر ایک فرط غیرت سے نہین طاقت رکھتے کہ اہل ارادت مین سے کوئی ان کے ساتھ ہو
وذٰلک قولہ تعالیٰ فما الذین فضلوا برادی رزقہم علی ما ملکت ایمانہم۔ شیخ ابراہیم خواص نے کہا کہ بعض کا رزق طلب مین ہے اور بعض کا قناعت
مین اور بعض کا توکل مین اور بعض کا کفایت مین اور بعض کا مشاہدہ مین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی مین
ہے ابرا اپنے رب کے پاس ہون وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور یہ حدیث صحیح مین موجود ہے شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سب سے اعلےٰ رزق
جو انسان کو عطا ہوا ہے معرفت ہے اُس کو اپنے رب سے نزدیک کرے اور عقل ہے کہ اُس کو سیدھی راہ پر ادب سے مستقیم رکھے پھر اللہ تعالیٰ نے اس
رزق کی پاکی و حلاوت و طہارت بیان فرمائی بقولہ ورزقکم من الطیبات۔ پاکیزہ رزق ہین سب سے اعلےٰ مشاہدہ و لقاء ہے کیونکہ اسی رزق سے درحقیقت
زندگی ارواح درمعرفت ہے اور زندگی اشباح درعبودیت ہے و زندگی عقول بتفکر اور زندگی قلوب بذکر اور عیش اسرار با دراک علم ربوبیت ہے اور
حقیقت مین طیب یہی ہے کیونکہ وہ پاک ازلی قدیم منزہ از حدوث ہے اور ماسوا اُس کے جو ارزاق ہین وہ معلول ہین اور وہ طیب نہین ہو سکتا
رزق طیب کی صورت یہ ہے کہ عارف کے حال سے موافق ہو اُس کو صفائے وقت سے محجوب نہ کرے۔ حارث محاسبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
وہ فئ و غنیمت ہے مترجم کہتا ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ مال غنیمت جو جہاد سے حاصل ہو اس سے بہتر حلال رزق نہین ہے اس کے بعد
امام ابو حنیفہ نے کہا کہ تجارت ہے اور امام شافعی نے کہا کہ زراعت ہے اور واضح ہو کہ یہ دونون باختلاف زمانہ مختلف ہو جاوینگے جس کہ ممکن ہو کہ

اس زمانہ میں تجارت سے زیادہ زراعت بہتر ہو کیونکہ اس زمانہ میں جملہ بیوع فاسد و سود ہیں اور اگر کسی نے قصد کر کے خرید میں جملہ شرائط کی رعایت رکھی تو شک نہیں کہ بائع کے پاس وہ چیز بطور فاسد پہونچی ہے غرضکہ جو شخص قواعد شریعت سے واقف ہے اسپر پوشیدہ نہیں کہ مشائخ نے جو اپنے زمانہ میں لکھا کہ عامۂ بیوع فاسد ہیں جیسا کہ فتاوے میں مصرح ہے تو اس وقت ضرور بیوع فاسد ہیں اور رہی زراعت تو وہ بھی اس زمانہ میں مخدوش مخمصہ میں ہے مگر کسی قدر تجارت سے غنیمت ہے لہذا اسی پر فتوے ہوگا واللہ تعالے اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ شیخ احمد بن ابو اسحاق زاہی نے کہا کہ طیبات وہ چیزیں ہیں جو جنگلوں میں مباح ہیں مترجم کہتا ہے کہ ہندوستان میں اسوقت جو حاکم ہے اُس نے جنگلوں کی لکڑی و گھاس و پانی وغیرہ سب مملوکہ قرار دیا ہے ولیکن واضح ہو کہ جو چیزیں اللہ تعالے نے اصلی مباح فرمائی ہیں وہ کسی شخص کے روکنے و مملوکہ قرار دینے سے مملوک و ممنوع نہیں ہونگی اور یہ قول اقرب ہے واللہ تعالے اعلم۔ البتہ مشکل یہ ہے کہ جس نے بوجہ اصلی حلت کے اس ملک میں جنگل کی چیزوں سے لیا اُسکو حاکم وقت ستائے گا رنج پہونچیگا لہذا آدمی مشکل در مشکل میں ہے واللہ الہادی الے السبیل وہو العزیز الحکیم۔ شیخ ابن اجلا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جو فتوح تجھ کو بدون طلب و حرص کے ہو وہ حلال ہے اقول شاید یہ اُس زمانہ میں ہو جبکہ عموماً لوگوں کے پاس مال حلال تھا پس جو کچھ اُس کے پاس پہونچا وہ بھی حلال ملک سے آیا اور اس زمانہ میں اس میں تامل ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر اللہ تعالے نے اپنا فضل و انعام بیان کرنے کے بعد مشرکوں کے انکار و شرک کو بطور ملامت بیان فرمایا اور اپنی تنزیہ کی بقولہ تعالے

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا

اور پوجتے ہیں　اللہ کے سوا ایسوں کو　کہ مختار نہیں　انکی　روزی کے　آسمان　و زمین میں سے　کچھ　اور نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مقدور رکھتے ہیں　سو مت ٹھاؤ اللہ پر کہاوتیں　اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اللہ تعالے نے مشرکوں کے حال سے بطور انکار و ملامت کے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے کے ساتھ غیروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ رازق اور انعام کرنے والا ہر طرح اُنپر اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے فقال۔ وَيَعْبُدُوْنَ۔ اور عبادت کرتے ہیں یعنے مشرک لوگ قریش و عرب والوں سے لیکر قیامت تک کے پوجتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوا سے اللہ تعالے کے۔ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ۔ وہ چیز جو اُن کے لیے مالک نہیں ہے۔ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا۔ کچھ رزق کی آسمانوں و زمین سے کچھ چیز بھی۔ یعنے اُن کو برسانے و اُگانے وغیرہ ہر ایک قسم کے اسباب رزق میں کسی چیز کی قدرت نہیں ہے۔ واضح ہو کہ۔ ما موصولہ اکثر اس کا استعمال بیجان و بے عقل چیزوں میں ہے تو مراد یہاں بت ہیں لہذا قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ اُس کی تفسیر میں کہا کہ یعنے بت جنکو سوا سے اللہ تعالے کے پوجتے ہیں وہ اپنی پرستش کرنے والوں کے لیے کچھ رزق کے مالک نہیں ہیں مترجم کہتا ہے کہ ما موصولہ عام ہے بیجان و جاندار عاقل سبکو پس اول میں تو بتوں وغیرہ کو ما موصولہ سے تعبیر کیا پھر فرمایا۔ وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ اُن کے معبود لوگ کچھ استطاعت رکھتے ہیں۔ یہاں صیغہ جمع اس وزن پر ہے جو عاقلوں کے واسطے مقرر ہے پس اس کی وجہ یہ ہے کہ اول میں تو واقعی حال پر تعبیر کیا کہ جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں وہ جمادات ہیں یا اگر ما موصولہ عام لیا جاوے کہ ملائکہ و حضرت عیسے علیہ السلام وغیرہ سب کو شامل ہو تو بھی حق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وہمی خیال کو معبود بناتے ہیں اور حضرت عیسے علیہ السلام وغیرہ کو کچھ خبر بھی نہیں ہوتی۔ پھر دوسری جگہ صیغۂ عقلا سے تعبیر باعتبار مشرکوں کے گمان کے ہے کہ مشرک بتوں کو اپنے حال سے آگاہ و ذی عقل جانتے ہیں۔ واضح ہو کہ کلمہ شیئاً جو آیت میں مذکور ہے زبان عربی کی ترکیب میں نادانوں کو مشکل ہوجاتا ہے لہذا جاننا چاہیے کہ اس میں ترکیبی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ لا یملک کا مفعول مطلق ہو یعنے مفعول کی صفت تھا تو مفعول حذف کر کے اُس کے قائم مقام ہے اس طرح کہ لا یملک لہم رزقا من السموات والارض ملکا شیئاً۔ یعنے کچھ بھی ملک نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ رزقاً سے بدل ہے۔ اس پر بعض نے اعتراض کیا کہ اس بدل کا فائدہ نہیں ہے کیونکہ اس سے نہ بیان ہے اور نہ تاکید ہے۔ جواب یہ ہے کہ رزقاً سے شیئاً عام ہے پس افادہ ظاہر ہے

وفیہ بحث. سوم یہ کہ رزقاً اس میں عامل ہے اس بنا پر کہ رزق مصدر ہے اُس کا عمل فعل کا ہوگا اور یہی ابو علی فارسی کا قول ہے۔ اور ابن الطراوۃ
رحمہ اللہ تعالے نے اس میں کلام کیا اس طرح کہ رزق سے مراد مرزوق ہے یعنے رزق اس مقام پر وہ چیز ہے جو ان کو رزق دی گئی۔ اور جواب یہ
ہے کہ عمل کرنا باعتبار لفظ کے ہے اور لفظ رزق ہر حال میں مصدر ہے خواہ معنے مصدری مقصود ہوں یا اس سے مرزوق کے معنے مراد ہوں۔۔ یہاں
ایک بات یہ ہے کہ اول بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جن لوگوں وجن چیزوں کو اپنا معبود بنا کر اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرتے ہیں وے کچھ مالک نہیں
ہیں تو پھر دوبارہ لایستطیعون فرمانے کی کیا ضرورت تھی اس کا جواب یہ ہے اگر اول میں "فقط رزق کے مالک نہیں ہیں" مراد لیا جاوے تو دوبارہ
اُن کی استطاعت نہ ہونا "نفی مقصود ہے اور اگر اول میں شیئاً سے بالکل ملک کی نفی ہے تو ممکن ہے کہ استطاعت ہو پس اس کی بھی نفی کردی اور حاصل
کلام یہ ہے کہ کبھی آدمی کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے لیکن استطاعت ہوتی ہے جیسے بادشاہ نے ایک شخص کو یا اپنے غلام کو خرید فروخت سے منع
کردیا تو وہ بحکم سلطنت کے اس کام کا مالک نہیں ہے اور کچھ بھی خرید فروخت نہیں کرسکتا لیکن اُس کو استطاعت باقی ہے چنانچہ اگر بادشاہ اجازت دیدے
تو فوراً یہ کام کرسکتا ہے۔ اب معنے آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالے جلشانہ نے اُن کو پیدا کیا اور ہر طرح کا رزق دیا اور جو کچھ ان کے حق میں نیکی وبدی
جاری ہے سب اُسی کی قدرت سے اپنے اپنے وقت پر ہوتی ہے تو اسی کی عبادت اُنپر فرض ہے مگر مشرک وکافر بندوں کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ تعالے
کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ یہ تو صریح ظاہر ہے کہ دوسروں نے اُن کو پیدا نہیں کیا اور جو خود مخلوق ہوا وہ کچھ پیدا نہ کرسکے اسکی
عبادت نہیں ہوسکتی ہے پھر علاوہ پیدا نہ کرنے کے رزق وحیات ونیکی واولاد وغیرہ جتنی نعمتیں اُن کو رزق دیجاتی ہیں اُن میں سے بھی وے اُن کے
حق میں کچھ بھی مالک نہیں ہیں اور مالک نہ ہونے کے ساتھ اُن کو کچھ استطاعت وقدرت بھی نہیں ہے۔ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز جو عدم سے
وجود میں آتی ہے حتے کہ آدمی کے افعال جنکو وہ سمجھتا ہے کہ میں نے کیا حالانکہ مرض کا پیدا ہونا اور اچھا ہونا اور اُس کو بھوک معلوم ہونا اور مانند اس کے
ہزاروں فعل ہیں کہ اُن میں اُس کو خود اقرار ہے کہ میری استطاعت سے نہیں ہوتے ہیں مگر اُن کے سوا بہت سے کام ہیں کہ اُن میں نادانی وحقیقت
حال سے واقف نہ ہونے کے سبب سے دعوے کرتا ہے کہ میں نے کیا ہے مگر عالم وجاہل میں فرق ہے عالم جانتا ہے کہ یہ کسی میں استطاعت نہیں ہے
جو چیز پیدا ہوجاتی ہے وہ اللہ تعالے ہی کی قدرت سے پیدا ہوتی ہے اسی معبود عز وجل کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز مقہور ومسخر ہے اور اُسی کی قدرت سے ہر
چیز پیدا ہوتی ہے اور ہر آدمی کے افعال وحرکات پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کے خیالات میں جو چیز آوے وہ حادث کے اندر ایک چیز حادث ہوئی اور اللہ
تعالے جل شانہ قدیم ہے اُس کی شان وقدرت وعلم وحکمت بے مثل وبے مانند قدیم ہے پس ممکن نہیں ہے کہ آدمی کی عقل وخیال میں کوئی ایسی چیز
پیدا ہو جس سے اللہ تعالے کی مشابہت ممکن ہو اسی واسطے مشرکوں کو اُن کے خیالات دوڑانے سے منع فرمایا بقولہ۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ
سو تم مت بیان کرو اللہ تعالے کے لیے مثلیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کی تفسیر کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد
ہے اور جو چیز اُس کی تشبیہ میں لاؤ وہ تمہارے مثل بھی نہیں بلکہ ایک صورت تمہارے اندر خیال میں پیدا ہوئی ہے وہ بھلا اللہ تعالے کے مثل کہاں
سے ہوسکتی ہے تو اللہ تعالے کے لیے دوسروں سے مشابہت وخیالات مت لاؤ قال المترجم یہ کلام نہایت لطیف ہے اور جسقدر غور سے دیکھا
جاوے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور اسی سے ثابت ہوا کہ مشرکین جو کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالے ایسا بزرگ ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی عبادت
نہیں کرسکتا تو بذریعہ ستاروں وبتوں وغیرہ کے اُس کے یہاں تقرب ڈھونڈھنا چاہیئے یہ کلام بظاہر اللہ تعالے کی تعظیم معلوم ہوتی ہے ولیکن غور سے
دیکھو تو بڑی گستاخی ہے اس لیے کہ اُنھوں نے اللہ تعالے کی تشبیہ اپنے خیال میں نکالی کہ وہ ایسا ہے تو اس کا حکم یوں ہوا۔ اور اگر کہتے کہ اللہ تعالے نے
ہم کو اس طرح آگاہ فرمایا لہذا ہم ایسا ہی کرتے ہیں اور ہم اُس کی شان میں کوئی بات نہیں تراشتے ہیں تو صحیح ہوتا لہذا فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اللہ تعالے جانتا ہے کہ جو شان عظیم اُس کے لائق ہے اور تم نہیں جانتے ہو کہ وہ ایسا ہے اور اس کا حکم یہ ہے ابن عباس رضی اللہ
عنہ نے فرمایا یعنے میرے ساتھ دوسرا الٰہ مت بناؤ کیونکہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اس کے معنے بھی ہیں جو مذکور ہوئے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ

تعالیٰ نے کہا کہ فلا تضربوا للہ الامثال یعنی تم اس کے واسطے مانند ونظیر ومثل مت بناؤ۔ ان اللہ یعلم الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ انہ لا الٰہ الا ہو اور تم نادانی سے اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ دیگر مفسرین نے یہاں اقوال بیان کیے۔ اول آنکہ ان اللہ یعلم یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم پر عبادت اُسی کی ہے وانتم لا تعلمون جو کہ بتوں وغیرہ کی عبادت سے تم پر عاقبت کی بدانجامی ہے۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت جانتا ہے اور تم اُس کو نہیں جانتے ہو تو اُس کی وحی کے سامنے اپنی رائے کو چھوڑو۔ سوم آنکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مثل کیونکر بیان ہوتی ہے اور تم اُس کو نہیں جانتے ہو اور تمہارا فعل فقط خیالات باطلہ ہیں اقول آگے اللہ تعالیٰ نے خود مثل بیان فرمائی ہے تو اس قول سے توفیق ہو گئی کہ ممانعت اُن کو ضرب المثل کرنے سے ہے اور جواز خود ضرب المثل کا فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ ممانعت تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو خیال ومثال سے تشبیہ دے کر مانند بادشاہوں کے قرار دیکر اسپر اپنی رائے سے حکم نکالنے کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی مثال نہیں فرمائی ہے فافہم اور شیخ ابن کثیر کے کلام میں فلا تضربوا یعنے فلا تجعلوا ہے کیونکہ ضرب المثل بظاہر کلام ہوتا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مثل ومانند ونظیر مت بناؤ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر اس کے موافق ہے پس یہ کہا جاوے گا کہ یہاں ضرب المثل کے محاورہ پر فلا تضربوا للہ الامثال نہیں ہے بلکہ لغوی معنے پر ہے یا کہا جاوے کہ ضرب المثل کی تشبیہ پر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے مانند دوسری چیز کو تصور کرکے ضرب المثل ہوگی پس اس تشبیہ سے منع کر دیا کہ اس کے مانند کوئی چیز مت بناؤ فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ فلا تضربوا للہ الامثال۔ اس میں قدم کی پاکی حدوث سے بیان فرمائی کہ کوئی چیز جو حادث ہے اُس کو کسی طرح ذات پاک قدیم سے مشابہت نہیں ہے پس ضرب المثل ممکن نہیں ہے اور اس میں اہل ایمان کو جو اللہ تعالیٰ سے سخت محبت رکھتے ہیں بقولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ اشارت ہے کہ مقام محبت وعشق میں شواہد التباس سے قدیم کو منزہ وپاک رکھیں اور حوادث سے تشبیہ والتباس نہ ہونے دیں اور یہ اُس صورت میں ہے کہ مخلوقات کے دیکھنے میں اور افعال جہان کے تصرفات میں حق عز وجل کا ظہور ہے تو حق عز وجل کو مقام التباس میں حوادث ومخلوقات سے منزہ رکھیں اور مرتبہ فہم الفہم کے ساتھ صفت قدیمی کو فعل سے پاک رکھیں اور اُس کی حقیقت ذات کو اوہام واشارات و عبادات وضرب الامثال سے پاک ومنزہ رکھیں وہ تو قائم بذات خود ہے اور مخلوقات کے ادراک سے منقطع ہے پس جو مثال بیان کیجاوے جب اُس کو نظر حقیقت سے دیکھو تو اُس کی ذات وصفات سے خارج ہوگی مترجم کہتا ہے کہ خالص عقل کے واسطے یہ صریح دلیل ہے کہ آدمی مخلوق ہے اور اُس کے اندر عقل مخلوق ہے اور خیال وحواس یا عقل جبکہ اندر اللہ تعالیٰ کے واسطے مثال وغیرہ تصور کیجاوے وہ مخلوق کے اندر اسوقت میں مخلوق پیدا ہوئی کیونکہ تصور سے پہلے اس تشبیہ ومثال کا وجود نہ تھا پس اللہ تعالیٰ جو قدیم ہے وہ عقل حادث سے جدا ہے تو پھر عقل حادث کے اندر حادث سے بالکل مبرا ومنزہ ہے اور کسی حال میں عقل کا ادراک اس درجہ سے یعنے حادث کا حادث ہونے سے تجاوز نہیں کر سکتا تو کبھی آدمی اُس کو ادراک نہیں کر سکتا ہے۔ یہ قطعی دلیل ہے واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سواء السبیل۔ قولہ ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ ہی علیم اسرار ہے اور لوگ جس بات پر شاہد ہیں وہ انہیں کی ذات وصفات میں اسی واسطے اکابر مشائخ کا قول ہے کہ جو کچھ تیرے ادراک میں آوے اللہ تعالیٰ اُس سے پاک ہے ولیکن اللہ تعالیٰ کی راہ محبت ومعرفت میں ضرب المثل جائز ہے یعنے اس راہ کے واسطے مثال ہو سکتی ہے یا عالم ربوبیت میں سیر کی مثال ہو سکتی ہے اور غرض اس سے آسانی کے ساتھ سمجھانا ہوا کرتا ہے تاکہ اس راہ سے ایسے مقام پر واصل ہو کہ جہان ظہور کے واسطے کوئی مثال نہیں ہو سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی منزہ وپاک ہے یہاں لطائف اشارات میں سے عارفوں کے واسطے یہ ہے کہ ظہور حالات وواردات جب منقطع ہو گئے اور وہ اشتیاق میں مضطرب ہو گئے تو اُن کو نہیں چاہیئے کہ اپنے نفس سے خیالات وامثال بناویں کیونکہ یہ سب حادث ہونگے اور خوف کریں کہ محض تشبیہ میں پڑے رہیں اور راہ غلط کر جاویں اور یہ آیہ بمثل حق جانیں گویا فہمایش ہے کہ امثال مت بناؤ کیونکہ تم امثال نہیں پاؤ گے کیونکہ تم اس بات پہ قادر نہیں ہو ولیکن ہم امثال بناتے ہیں جو ادراک ہوتا ہے اُس کی حقیقی مثل پر ہم قادر ہیں اور تم نہیں قادر ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الآیہ اور فرمایا یضرب اللہ الامثال للناس الآیہ اور فرمایا ولہ المثل الاعلیٰ فی السمٰوات والارض الآیۃ پس گویا حکم دیا

کہ اللہ تعالےٰ کی امثال واسطے تشبیہ کے مت بیان کرو ولیکن اُس کی طرف رہنمائی اور طلب کے واسطے مثل اعلیٰ اُسی کے لیے ہے اور واضح ہو کہ
امثال تو تصویر معنوی اُس کی ہے جو غائب ہو حالانکہ حق عزوجل کمال ظہور سے مثال کو حقیقت میں متصور و ممکن نہیں ہے ولیکن اہل غیب کے لیے
رہنمائی کے لیے البتہ روا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ضرب المثل اُس کی ذات و ماہیت کے واسطے روا نہیں ہے
کیونکہ ذات کا عقل میں لانا کسی حال میں ممکن نہیں ہے واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تمام اشیا سب کا مجموعہ اس سے بھی کم ہے جیسے ایک
ذرہ آسمان و زمین کے درمیان جوف میں ہوا کے اندر اُڑتا ہے تو ذات حق عزوجل اس میں کیونکر ظہور کرے اسی واسطے ضرب المثل سے منع فرمایا
کیونکہ اُس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے بقولہ تعالےٰ لیس کمثلہ شیئ۔ تو ذات و کیفیت کا ادراک محال ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے قولہ کیونکر ظہور
کرے یہ ہیں کہ ادراک اُس کی ذات کا محال ہے ورنہ تمام اشیا مظاہر حق سبحانہ تعالےٰ ہیں ولیکن ذات حق عزوجل پاک و منزہ ہے پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ
تعالےٰ نے فرمایا کہ اور صفات حق عزوجل کہ جنکا ظہور خلق کے واسطے اُن کی بقاء و عزت کے لیے لباس کے طور پر ہے تو وہ ادراک سے منزہ و پاک ہیں
مگر ظہور ظاہر ہے پس اُس کی ذات و صفات کسی کے واسطے مثل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ جل شانہ الاحد الصمد ہے اور اُس کی ماہیت ذات و
کیفیت صفات پر وقوف محال ہے اور شیخ نے کہا کہ مثالیں جو قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں وہ اسرار کے جذب کے لیے اور تاکہ اسی میں فنا
ہو کر بقاء حق سے باقی ہوں۔ پھر حق سبحانہ و تعالےٰ نے دو غلام ایک بخیل اور دوسرا سخی کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ عزوجل۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندہ پرایا مال نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پہ اور ایک جسکو ہمنے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اسمیں سے

سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

چھپے اور کھلے کہیں برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالےٰ نے ایک مثال یعنے ایسی چیز جس سے تم کو امتیاز حاصل ہو کہ قدرت والے میں اور جو قدرت نہیں رکھتا
ہے بڑا فرق عظیم ہے اور مثل میں کوئی عجیب بات ہونی چاہیے تو بعض نے کہا کہ یہاں مثل سے مراد ایک بات ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اس
مثال میں اتنا بڑا فرق موجود ہے جسکی جانب اکثروں کی نظر غور نہیں کرتی تھی تو باعتبار بے لحاظی کے ان کے حق میں مثل ہے اور مثل درحقیقت
وہی ایک حالت ہے جو غلام کو عارض ہے یعنے مملوک ہونا اور کسی تصرف پر اُس کو قدرت نہ ہونا اسی کا بیان بطور بدل کے ہے۔ عَبْدًا
ایک بندہ ہے۔ مَّمْلُوْكًا دوسرے کے مالک ہیں۔ یعنے عبد سے مراد یہاں اللہ تعالےٰ کا بندہ نہیں ہے کیونکہ غلام و آقا دونوں اللہ تعالےٰ کے
بندے ہوتے ہیں پس یہاں مراد وہ غلام جو لوگوں میں معروف ہے۔ لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وہ غلام ایسا ہے کہ اُس کو کسی چیز پر قدرت نہیں ہے یعنے
کوئی تصرف نہیں کر سکتا ہے یعنے ایسا غلام خیال کرو جو ہر طرح مجبور و تصرف سے ممنوع ہے کیونکہ بعضے غلام ایسے ہوتے ہیں کہ آقا اُن کو تصرفات
کی اجازت دیتا ہے جیسے غلام ماذون جسکو تجارت کی اجازت ہے تو وہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور جیسے مکاتب کہ آقا نے اُس کو نوشتہ دیدیا کہ
اسقدر روپیہ کما کر دیدے تو آزاد ہے پس اُن کو کچھ تصرف کی اجازت ہوتی ہے مسئلہ اسی مقام سے فقہا نے استدلال کیا کہ غلام کے ملک
میں کچھ نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ایسا غلام ہے جسکو کچھ قدرت نہیں ہے۔ وَّمَنْ اور ایک ایسا شخص ہے کہ رَّزَقْنٰهُ ہم نے اسکو رزق دیا
ہے۔ مِنَّا اپنی طرف سے یعنے فقط اپنے فضل سے کچھ اُس کا ذاتی استحقاق نہیں ہے۔ یعنے ایک آزاد شخص ہے کہ ہم اپنی حکمت و فضل سے جس کو ہم
خود جانتے ہیں اپنی طرف سے رزق دیا ہے۔ رِزْقًا حَسَنًا رزق حسن مراد یہ کہ ایسے طور پر وہ رزق ہے کہ لوگوں کی نظروں میں اچھا معلوم ہوتا ہے
اس لیے کہ وہ رزق کثرت کے ساتھ اور ایسی چیزیں ملی ہوئی ہیں کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں پسند کرتی ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ رزق حسن یہاں
حلال پاکیزہ وسعت کے ساتھ ہے۔ فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سو یہ شخص خرچ کرتا ہے اُس رزق حسن میں سے خیرات کی راہوں میں اور طرح طرح کی نیکیوں

ہیں۔ سِرًّا وَّ جَهْرًا۔ پوشیدہ وظاہر کرکے۔ واضح ہو کہ رزق حسن میں خالی لوگوں کی نگاہ کی خوبصورتی کافی نہیں ہے بلکہ وہ حلال ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
صدقہ کو حرام سے قبول نہیں فرماتا۔ وحدیث میں ہے نِعْمَ المَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔ مرد نیک کے لیے مال نیک بہت اچھا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے
ولا یقبل اللہ الا الطیب۔ اور اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر وہی صدقہ جو پاک ہو۔ اور قولہ منہ۔ یعنے خرچ کرتا ہے اس میں سے۔ تو یہ دلیل ہے کہ مال حلال کو
اس طور سے خرچ کرنا چاہیے کہ سب دوسرے کو نہ دیدے کہ خود فقیر پریشان ہو جاوے اسی واسطے ہو ینفقہ نہیں فرمایا بلکہ ینفق منہ فرمایا۔ اور خرچ اپنے
نفس پر اور اپنے عیال وغیرہ پر ظاہر اور کسی محتاج کو دیدے جو قرابت وعیال میں سے نہ ہو تو پوشیدہ اچھا ہے۔ بالجملہ یہ مرد آزاد ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے
نے اپنی مشیت وحکمت سے موافق رزق حسن دیا اور وہ اس کو ظاہر وپوشیدہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے پس پہلا غلام بے مقدور اور دوسرا
آزاد مقدور والا صالح دو قسم کے شخص ہیں۔ هَلْ يَسْتَوُونَ۔ کیا یہ دونوں یکسان ہیں۔ یعنے نہیں۔ حاصل معنے یہ کہ جیسے تمہارے نزدیک ایک غلام جسکو
اپنے امور میں کچھ قدرت نہیں ہے اور دوسرا آزاد مالدار ہر طرح کی قدرت وفراخی عیش والا خوب خیرات کرنے والا دونوں یکسان نہیں ہیں اسیطرح
تمہارے معبود جمادات ہوں یا جاندار ہوں جنکو خود کچھ نفع وضرر کی قدرت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے شریک کیونکر ہو سکتے ہیں۔ عطا رحمہ اللہ تعالیٰ
نے کہا کہ مثال میں ابوجہل وحضرت ابوبکر الصدیق ہیں کہ دونوں مساوی نہیں ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے کافر ومومن کی بیان فرمائی ہے اور یہی قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے پس غلام مملوک جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے وہ کافر ہے اور جسکو رزق حسن دیا گیا کہ ظاہر وپوشیدہ خرچ کرتا ہے وہ مومن ہے
مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ یہ مثال بتوں کی اور حق تعالیٰ عز وجل کی ہے یعنے یہ اور وہ دونوں برابر نہیں ہیں دونوں میں فرق عظیم ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ سب تعریف تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا وہ سب کا خالق ہے اور جملہ مخلوقات اس کی مملوک غلام ہیں۔ بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ بلکہ بہتیرے ان میں کے جانتے نہیں ہیں یعنے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ علماء نے کہا کہ اکثر سے سب مراد ہیں یعنے
مشرکین سب جاہل ہیں اور اگر تمام مخلوقات کو خطاب لیا جاوے تو اکثر سے مراد سب کافر ہیں جو مومنوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اشارہ ہے کہ علم کے ساتھ
جو خوبی ثابت ہو وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہے اور شرک وکفر وغیرہ کے ساتھ لاعلمی وجہالت ہوتی ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ضرب اللہ
مثلا عبدا مملوکا الآیہ۔ واضح ہو کہ غلام ظاہر میں آزاد کے ملک میں ہوتا ہے اور آزاد جو اس طریقہ میں آزاد کہلاتا ہے وہ طریقت کی راہ سے کبھی خود
غلام مملوک ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کہ اپنے نفس کے پنجہ میں اسیر ہوا اور اس کی زبردستی کے نیچے دب کر عاجز ہوا اور اس کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے کو اس
نفس کے خواہشوں سے آزاد کرکے اپنے کمالات پر ترقی کرے بلکہ اسی کے پنجہ میں اس طرح مرنا قبول کرتا ہے کہ اسکے پیچھے کوئی اثر باقی نہیں ہے اور ایسے
شخص کو یہ بھی قدرت نہیں کہ اپنے قلب کے خزائن کا مالک ہو اور ذکر وفکر وعجائبات سے حظ وافر پاوے کیونکہ اس کے خزانہ کو نفس وشیطان نے
اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اور دوسرا بندہ وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ اس کی معرفت وحکمت کے ارزاق حسنہ ومشاہدات ومکاشفات
کے مطاعم لذیذہ سے سرفراز ہے اور وہ اپنے نفس ومال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات وقربان کرتا ہے اور لطائف حکمت کو طالبوں پر تقسیم کرتا ہے
اور اس کے عروج سے کوئی شخص واقف نہیں مگر جو اس درجہ پر ہو۔ ان دونوں میں بڑا فرق عظیم ہے مگر جاہلوں کے نزدیک یہ دونوں برابر ہیں نہیں بلکہ
جو شخص ان کی رفتار کے ساتھ موافق ہو اور جاہلوں کی خواہش پر فتوے دے اور ان کے ساتھ شریک ہو اسی کو قبول کرتے ہیں وقد قال تعالیٰ الحمد للہ
بل اکثرهم لا یعلمون۔ جاہل لوگ بوجہ گرفتاری نفس کے عارف کو جاہل سے تمیز نہیں کر سکتے ہیں اور سچے کو یا کاذب کو امتیاز نہیں دیتے ہیں اور سب
تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اس نے اپنے بندوں کو معرفت دی اور اپنے ہی حفظ میں رکھا کیونکہ جہال اگر ان کو پہچانتے تو اپنی طرف مشغول کرکے
ان کی نہ کرتے ولیکن وے لوگ اہل الحق ہیں کہ مع الحق عز وجل باقی ہیں کوئی مشغول کرنے والا ان کی طرف راہ نہیں پاتا ہے وحدیث شریف میں آیا
ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا کہ اسوقت منکر معروف ہوگا اور معروف منکر ہوگا یعنے شرع شریف میں جو باتیں ممنوع ہیں خواہ صریح نکلی ہوں یا منسوخ

یا بار یک نظر سے بے ادبیان وغیرہ وہ اسقدر پھر ایک شخص پر حاوی ہونگی کہ سب اُسی کو راہ طریقت سمجھینگے اور جو معروف شرعی تھے یعنی نیک کام ظاہر و باطن کے وے اُن کے نزدیک ممنوعات میں شمار ہونگے حتےٰ کہ جو کوئی ایسے معروفات پر قائم ہے یا لوگون کو بتلا دے اُس کو بے ایمان کہینگے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے سے مین اپنے لیے و مومنون کے لیے ہدایت و توفیق مانگتا ہون وہ قبول کرنے والا ارحم الراحمین ہے اس زمانہ مین یہی حال ہے یکشیخ نے کہا کہ مثال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے کہ آدمی اپنے کو جناب باری تعالے کا بندہ بنا دے اور خوشی سے اُس کے احکام بجا لاوے اور اپنے اعمال و احوال مین سے کسی چیز پر نظر نہ کرے کیونکہ وہ درحقیقت مفلس و عاجز ہے پس جس نے اپنے علم و حال و اعمال مین سے کسی چیز پر نظر ڈالی وہ بندگی سے خارج ہے اور رب تبارک و تعالے کے ساتھ جھگڑا کرنے والا ہے اور بندگی یہ ہے کہ سب چیزون کو اللہ تعالے کی طرف سے دیکھے اور سواے رب عزوجل کے سب سے خارج ہو جاوے اور سب چیزون کو اُسی سے دیکھے اور اپنی جان کو اُسی کیواسطے جانے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ

اور بتائی اللہ تعالے نے ایک مثال دو مرد ہین ایک گونگا کچھ کام نہین کر سکتا اور وہ بوجھ ہے اپنے صاحب پر جس طرف اُسکو بھیجے

لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

کچھ بھلا نہ کر لاوے کہین برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہو انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر

ع ۱۰

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالے نے بیان فرمائی۔ یہ دوسری مثال ہے جو اول سے زیادہ واضح ہے اور سمجھدار طرح طرح کے معانی مین اُس کو سمجھتا ہے بلکہ موجود دیکھتا ہے وہ یہ ہے کہ رَجُلَيْنِ۔ دو مرد ہین۔ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ۔ دونون مین سے ایک ابکم ہے بلغت میں علماء سے مختلف معنے مروی ہین جسکی زبان سے بات نہ نکلے یا زبان کٹا ہوا یا جو پیدایشی گونگا ہو اور وہ بہرا ضرور ہوتا ہے اور ابن الاعرابی رح نے کہا کہ اندھا بھی ہو۔ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔ اس کو کسی چیز پر قدرت نہین ہے یعنے کسی کام کا نہین ہے اور اسی قدر پر اکتفا نہین بلکہ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ۔ وہ بھار و بے اپنے مولے پر یعنے اپنی ذات کی برداخت ضروری بھی نہین کر سکتا بلکہ مولے اُس کی پرداخت کرنے سے اُس کو اپنا او پر گران و بار خاطر رکھتا ہے۔ اور کسی کام کا نہ ہوتا تو خیر بلکہ یہ حال ہے۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ۔ اُس کو جدھر متوجہ کرے کبھی بھلائی نہ لاوے یعنے جدھر جاتا ہے کوئی بھلائی نہین لاتا بلکہ برائی عرب اپنے محاورہ مین بولتے ہین کہ لا یاتینی منک خیر تجھ سے مجھے کبھی بھلائی نہ حاصل ہوگی یعنے ہمیشہ تیری حرکتون سے برائی اور تکلیف پہونچتی ہے۔ اب خود بتلاؤ کہ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ۔ بھلا یکسان ہے یہ شخص گونگا بہرا نکما بھار و نحس۔ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ۔ اور دوسرا ایسا شخص کہ جو لوگون کو انصاف کا حکم دیتا ہے یعنے خود متصف باعتدال و خوبی ہے کیونکہ جب خود عدل ہوا اس مین پوری حکمت و خوبی موجود ہے بلکہ اسقدر کمال ہے کہ لوگون کو بھی اعتدال پر رہنے کا حکم دیتا ہے اُس کی باتین سب اچھی ہین کام سب ٹھیک ہین۔ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور وہ ٹھیک راہ پر قائم ہے۔ واضح ہو کہ اس کی مثالین اہل عرب کے روبرو موجود تھین اور مقصود یہ تھا کہ تم لیے ہوتے گونگے بہرے نکمے واہیات چیزون کو پس جہالت سے تم مانتے ہو اور محمد رسول اللہ صلعم کو وحی الٰہی سے حق عزوجل کی بندگی کو فرماتا ہے اُس سے انکار کرتے ہو۔ اب مثالین یہ ہین کہ جو لوگ اہل عقل و فہم تھے اُن کے واسطے اگر تو ابوجہل و امیہ بن خلف تھے کہ راہ راست کی کوئی بات نہ کر سکتے اور نہ اُن سے کوئی بھلائی ممکن تھی اور صاحب عدل محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ عوفی رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ بھی کافر و مومن کی مثال ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابکم کافر ہے اور مثال مین یہ ضرور نہین ہوتا کہ ہر جزو اُس کا مطابق کیا جاوے حتی کہ کہا جاوے کہ کافر اپنے رب عزوجل پر بھار و بے حالانکہ اللہ تعالے پاک ہے اُسپر کوئی چیز گران نہین ہو سکتی بلکہ مقصود یہ کہ اللہ تعالے کے نزدیک کافر بیکار و خوار ہے اور واضح ہو کہ جب کافر راہ ہدایت پر نہین ہے یعنے اصل جڑ اُس کی فقط دنیا و اُس کی شہوات ہین تو جسقدر اُس کے کام و کلام ہونگے سب اسی بنیاد پر خوار و خراب بد انجام ہونگے۔ اور یہ بھی غور سے دیکھو کہ سب کامون مین جڑ دیکھنا اور انجام دیکھنا چاہیے اور باقی درمیانی کامون کی بھلائی برائی نہین دیکھتے ہین چنانچہ اگر چور بدمعاش کسی بیگناہ قافلہ کو قتل کرے

لوٹنے چلا تو رہزنی و انجام دونوں خراب ہیں اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ اس نے بہت عمدہ نشانہ مارکر قتل کیا یا عمدہ گھات سے چھاپہ مارا تو یہ حماقت کی تعریف ہے۔ اسی طرح مومن کے کام اصل و انجام کی راہ سے بہتر ہوتے ہیں اگرچہ درمیان میں اس سے خطا و گناہ سرزد ہو جاوے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ سدی و قتادہ و عطا خراسانی رحمہ اللہ نے مثال میں کہا کہ ابکم ایک غلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا اور صاحب عدل خود حضرت عثمان ہیں اور اسی کو شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا آپ اس کی کفالت کرتے اور اس کو کھانے کو دیتے اور پھر حضرت خیر گیری کرتے تھے گروہ ہمیشہ آپ کو صدقہ اور نیک کام سے منع کرتا اور اسلام سے بیزار رہتا تھا مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اس کا نام اسید بن ابی العیص لکھا ہو شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ مجاہد رح نے اصلی مقصود اسکا یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مقابلہ میں کسی بت وغیرہ کو نسبت نہیں ہو بقولہ تعالیٰ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ پاس بھید ہیں آسمان اور زمین کے اور قیامت کا کام ایسا ہے جیسے لپک نگاہ کی یا اس سے قریب اور اللہ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ہر چیز پر قادر ہے

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں و زمین کا غیب سے مراد معنے مصدری نہیں ہیں یعنے چھپنا و پوشیدہ ہونا بلکہ مراد وہ چیز جو غائب ہو۔ اگر کہا جاوے کہ غائب تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں ہے تو جواب یہ کہ بندوں سے اور مخلوق سے جو پوشیدہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ بعضے آدمی جو گمان کرتے ہیں کہ فلان ولی غیب جانتا ہے تو یہ نادانی ہے اور تحقیق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف علم دیا ہے بعض گنوار تو ایسے جاہل ہوتے ہیں کہ انکو بہت سی ایسی چیزوں کا علم نہیں ہوتا جو سامنے محسوس موجود ہیں اور بعض کو اس سے زیادہ ہوتا ہے اور بعضے حواس کی قوت سے عجیب کلیں ایجاد کرتے ہیں اور طرح طرح کے آلہ بناتے ہیں مگر ایسی ہی چیزیں جنکو تعلق حواس سے ہے اور بعضے عقلا ہوتے ہیں کہ ان فانی چیزوں سے تجاوز کر کے علوم و اسرار جانتے ہیں۔ غرضکہ فوق کل ذی علم علیم ہر علم والے پر اس سے بڑھا ہوا عالم موجود کیا گیا ہے تو ادنیٰ درجہ والا انوار اپنا اوپر والے کو غیب دان کہہ سکتا ہے کیونکہ جو چیز وہ نہ جانتا تھا وہ اوپر والے کو معلوم ہے اسی طرح دوسرے درجہ والے سے اونچا وہ جانتا ہے جو دوم درجہ والا نہ جانتا تھا ولیکن ہر ایک درجہ والا اپنے علم میں وہی جانتا ہے جو اس کو معلوم ہو چکی ہو غیب نہیں جانتا حتے کہ رسول کو خصوص ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں و جنت و دوزخ وغیرہ سب کا علم تھا حالانکہ ہم لوگوں کی نظر سے یہ چیزیں غائب ہیں چنانچہ یؤمنون بالغیب کی تفسیر میں یہ بات داخل ہے کہ ایمان لاوے کہ جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نہیں تھا کیونکہ آپ تو دیکھ چکے تھے اب صاف معلوم ہو گیا کہ غیب وہی رہتا ہے جسکا علم اللہ تعالیٰ نے نہ دیا ہو جب کسی آدمی کو ایک چیز کا علم دیدیا تو اس کے نزدیک وہ غیب نہ رہا مگر دوسرے کم درجہ والے کے نزدیک غیب رہا کہ اس پر فرض ہے کہ یقین رکھے کہ اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے اسکا علم دیدیا جو میری نظر سے غائب ہے پس صاف معلوم ہو گیا کہ غیب کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اب سمجھ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بندہ بزرگ کی نظر سے اسکے پاس کی چیز پوشیدہ کر دی تو اس کو کبھی نہ معلوم ہوگا جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کنعان میں پڑے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اسکو دور کی چیز جیسے کہ ساتوں آسمان کی چیز سے مطلع کر دے تو جان جائیگا چنانچہ مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دی۔۔۔ اسی طرح کبھی یہ علم نہیں دیا جاتا کہ کل کے روز کیا واقعات ہونگے چنانچہ صریح منصوص ہے قولہ تعالیٰ وما تدری نفس ماذا تکسب غدا او کوئی انسان نہیں جانتی کہ وہ کل کے روز کیا کمائی کریگا اور حدیث میں بھی یہ مضمون صریح منصوص ہے اور کبھی قیامت تک کی علامات سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو آگاہ فرمایا ہے چنانچہ احادیث حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں

بکثرت علامات زمانۂ قرب قیامت کے صحیح روایات سے مروی ہوئے ہیں حالانکہ اب اُن کا ظہور آنکھوں کے سامنے ہوتا جاتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ ابتدا
میں اسلام کو زور و غلبہ و شوکت کمال حاصل تھی اور نہایت بڑی سلطنت اسلام کی تھی کہ نصرانیوں کو بالکل وحشی جانوروں کی طرح پالتے تھے کچھ
اسکا گمان بھی نہ تھا و لیکن حدیث صحیح میں یہ روایت موجود تھی کہ قریب زمانہ قیامت میں روے زمین پر نصرانی سب سے زیادہ ہونگے اور سب پر
غالب ہونگے۔ و لیکن اس زمانہ میں یہ بالکل ظاہر ہوگیا ہے۔ اگر میں سب لکھوں تو بہت بڑی کتاب ہو جاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص وہی جانتا ہے
جسقدر اُس کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا علم بے انتہا ہے اور آدمی میں بے انتہا علم کا ظرف موجود نہیں ہے تو سواے اتنے علم کے
جسپر اطلاع دیدی باقی سب اُس کی نظر سے غائب ہے وہ غیب اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور حضرت موسیٰ و خضر علی نبینا و علیہم السلام کی حدیث
میں صاف مذکور ہے کہ ایک چڑیا نے سمندر سے پانی پیا تو خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ میرا و تیرا و تمام مخلوقات کا علم بمقابلہ علم الٰہی
کے اسقدر بھی نہیں جسقدر سمندر سے اس چڑیا کی چونچ میں پانی لگ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان نہایت بزرگ ہے کوئی قیاس نہیں کر سکتا اب ایمان
مستقیم رکھو اور خوب سمجھ لو کہ غیب فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اُسی کی عبادت و بندگی صحیح ہے اور سوا اُس کے جو کچھ کوئی جاہل شرک کرے
سب اُس کی جہالت ہے اللہ تعالیٰ و تبارک الاکبر ایسا ہے بے مثل و بے مثال و بے مانند و بلا شبہہ و بے قیاس و گمان و وہم ہے لم یزل و لا یزال
اُسی کی شان ہے کافروں و مشرکوں کا شرک انکی جان کا وبال ہے چونکہ ہمیشہ سے کافر و مشرک لوگ اپنی جہالت سے دعوے کرتے ہیں کہ
ہماری زندگی موت یہی ہے جو نظر آتی ہے تو کسی کو روا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کے مقابلہ میں ایسے دعوے کرے اور اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کر دی کہ وَمَا
أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ۔ اور نہیں ہے قیامت کا امر مگر جیسے پلک مارنے کی چال۔ یعنے اللہ جلشانہٗ جیسا علیم ہے ویسا ہی قدرت والا حکمت
والا سب کمالات والا ہے اُس نے آگاہ فرما دیا کہ قیامت برحق ہے تو اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ مشرک و کافر لوگ شبہہ میں پڑتے ہیں کہ مرکر کیسے
زندہ ہونگے اور یہ نہایت جہالت ہے جس نے اُن کو عدم سے پیدا کر دیا وہ کروڑ مرتبہ چاہے مارے و جلا دے پس یہاں تنبیہ کر دی کہ پلک مارتے
اللہ تعالیٰ قیامت قائم فرما دیگا یعنے تم لوگ مثل میں آپس میں پلک مارنے کا وقت بہت ہی کم کہتے ہو تو تمہاری سمجھ کے موافق اللہ تعالیٰ نے تنبیہ
کر دی کہ اُس کی قدرت میں کسی چیز کے پیدا کر دینے میں کچھ دیر نہیں لگتی ہے اسی واسطے فرمایا۔ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ۔ یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے یعنے
تمہاری سمجھ میں جو آوے اُسکو غور سے دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی زیادہ ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ بیان قیامت کی نزدیکی کا ہے یعنے
قیامت کا زمانہ دور نہیں ہے اتنا نزدیک ہے اور بات یہ ہے کہ یہ مثال بیان فرمائی اس طرح کہ تمہاری دنیا کی زندگی اگرچہ کروڑ برس تک ہو تب
بھی یہ زمانہ ایک محدود ہے اور قیامت کے بعد زمانہ بے انتہا و غیر محدود ہے پھر جس شخص کو کچھ بھی حساب معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ محدود چیز کو غیر
محدود کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہیں ہو سکتی ہے اور تصور ہی میں نہیں آسکتی ہے تو قیامت کا زمانہ اُسکے بعد والے زمانہ کی بہ نسبت لمحہ بھی
نہیں ٹھہرتا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ بالکل صحیح ہے مگر ذرا غور سے دیکھنا و سمجھنا چاہیے اور پہلا مضمون یہ تھا کہ قیامت کو قائم کر دینا جب اپنے وقت پر
ہوگا تو اُس کے قائم کرنے میں کچھ دیر نہ ہوگی پلک مارتے اللہ تعالیٰ قائم فرما دیگا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہی مراد ہے اور یہ مراد نہیں
ہے کہ تمہارے پلک مارنے میں تمہیں قیامت آجاوے گی بلکہ قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ وہ بات کہتے ہزاروں عالم پیدا فرما دے کن فیکون اُسکی
مثال ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہے جب چاہے کر سکتا ہے تو قیامت اُس کی قدرت کے سامنے
کچھ حقیقت نہیں رکھتی ہے و لیکن کافر و مشرک لوگ بے انتہا جاہل بیوقوف ہیں کہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ وللہ
غیب السموات والارض وما امر الساعۃ الآیہ۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندوں کو اپنی معرفت کلی سے آگاہ فرمایا اس طرح کہ وہ سبحانہٗ تعالیٰ
عالم بعلم ازلی ہے اور قادر بقدرت ازلیہ ہے پس عالم ازلی وہ ہے کہ وجود الوجود سے آگاہ ہوا اور جسکو ہونا کہتے ہیں جب جانا محقق ہے سب اُس کے علم
سے ہے اور وجود کی ماہیت اور جسکا وجود اُس کی قدرت و حکمت سے ہوا سب اُس کے علم میں تھا اور سب اُس کی قدرت میں جیسا تھا ویسا ہی اب

موجود ہے تو اسپر اس سب کا جڑ سے نابود اور معدوم کر دینا کچھ بھی دشوار نہیں ہو سکتا کیونکہ سب کا قیام اسی کی قدرت سے ہے وہی حی القیوم ہے جو کچھ اُس کے ساتھ چاہے کرے اگر ایجاد کرنا چاہے تو کاف کو نون سے ملنے اور کُن ہونے سے پہلے اُس کو پیدا کر دے یا ارادہ ہو۔ اس میں اتصال ہے وہ بھی اُسی نے پیدا کیا ہے خود کاف و نون کو یا وہ ہو کو اسی نے پیدا کیا تو کیا اسکے پیدا کرنے کے لیے کوئی کُن پہلے تھا بلکہ یہ فہمائش قدرت ہے یوں ہی جسکو چاہے معدوم کر دے اور جب غیب السموات والارض اسی کے واسطے ہے تو اسپر مطلع نہیں کرتا مگر جسکو چاہے اور انھیں کو چاہتا ہے جو اُس کے بندے اولیاء میں رسول و صدیق و شہداء و صالحین مومنین۔ اور اُس کو مردود بندوں کافروں و مشرکوں و شیاطین سے پوشیدہ فرما دیا ہے۔ وقد قال تعالے وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء الآیہ وقد قال الا من ارتضى من رسول الآیہ پس جو بندہ کہ غیب پر مطلع ہوا وہ بھی سب سے غیب ہے گویا وہ غیب الغیب پر مطلع ہوا ہے اور سب سے زیادہ اشرف کون غیب ہوگا سوا ہے خزائن الٰہی کے اور یہ خزائن اُس کے خالص بندوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان عجائب حکمت و غرائب علوم کی قدر وہی جانتا ہے جو جانتا ہے شیخ نصر جوہری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بندوں میں اولیاء کو مخفی کر دیا اور اولیاء میں غیب کو مخفی فرمایا اور اسکے خالص بندوں پر کوئی مطلع نہیں ہوتا سوا ہے اسکے اولیاء کے اور اولیاء بھی اپنے بندے مطلع ہوتے ہیں اور غیب پر مطلع ہونا عزیز الوجود بات ہے اور اس سے بھی زیادہ نادر الوجود بات یہ ہے کہ اللہ تعالے کے ولی کو پہچانے قال المترجم ولی کی شناخت کسی طریقہ سے نہیں ہو سکتی مگر اللہ تعالے کی ہدایت سے پس جو کوئی اللہ تعالے کے واسطے ہوا اسی کو اللہ تعالے معرفت عطا فرماتا ہے اور قولہ تعالے الا ان اولياء الله لا خوف عليهم الآیہ کی تفسیر میں گذرا کہ جنکے دیکھنے سے اللہ تعالے یاد آوے۔ اور محبت دنیا دل سے دور ہو جب غیب اپنی ذات پاک کے لیے مخصوص فرمایا تو سب مخلوق کو علم سے معزول کر کے اپنی طرف بلایا قال تعالے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ

اور اللہ نے تمکو نکالا ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے تھے اور دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ

شاید تم احسان مانو کیا نہیں دیکھے اُڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں تھام رکھتا سوائے اللہ کے

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ

اس میں پتے ہیں اُن لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اور اللہ نے بنا دیے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور بنا دیے تم کو چوپایوں کی

الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تم کو جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں اور اُن کی اُون سے اور پشم سے اور بالوں سے

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا

کتنے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک اور اللہ نے بنا دیے تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھاؤں اور بنا دیں تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ

وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

اور بنا دیے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی کا اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کا اسطرح پورا کرتا ہے احسان

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ

تمپر شاید تم حکم میں آؤ پھر اگر پھر جاویں تو تیرا کام یہی ہے کھولکر سنا دینا پہچانتے ہیں اللہ کا احسان

ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت اُنمیں ناشکر ہیں

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ - اور اللہ تعالے نے تم کو نکالا یعنے اسطرح پیدا کیا بنظر ظاہر اسباب جسکے تم کو نکالا - مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری ماؤن کے پیٹون سے تاکہ تم اُس کے لطف قدرت کو جو طرح طرح کے پیرایہ مین ظاہر ہے غور سے دیکھو - اور جو شخص کہ علم رکھتا ہے اس امر مین جب غور کریگا پیدائش کے طریقہ کو عجیب پاویگا کہ وضع حمل سے پہلے زندہ بچہ پیٹ مین بہت سخت محبوس ہوتا ہے اور پیدائش کے وقت کیونکر اُس کے واسطے اس محنت گاہ دنیا مین آنے کے لیے وسعت و آسانی دیجاتی ہے اور قبل اس کے اُسکا رزق و عمر و اعمال مع سعادت و شقاوت کے پورے کر دیے جاتے ہین - جب پیدا ہوا تو بالکل نادان - لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا - تم اُس حال مین کسی چیز کو نہین جانتے حالانکہ تمام دنیا پیش نظر ہوتی ہے اور کوئی تدبیر و فکر کسی نفع حاصل کرنے یا ضرر دور کرنے کی بالکل نہین کرتا اور نہ کسی نفع و ضرر کو جانتا ہے مگر خالق عزوجل اُس کو کمال خوبی سے پرورش فرماتا ہے جیسے نکالنا اس طریقہ سے تھا ویسے ہی پرورش کرنا تمہاری نظرون کے روبرو ایک طریقہ پر ہوتا ہے - وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ اور بنا دیے تمہارے لیے کان اور آنکھین - حرف واو فقط عطف کے لیے ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہین کہ پہلے نکالا پھر کان آنکھین بنائین بلکہ یہ دونون باتین اللہ تعالے نے دیدین پس قبل پیدائش کے یہ چیزین بنا دین تھین ولیکن نکالنا پہلے بیان کر کے پھر اُس کے بیان مین نکتہ یہ ہے کہ یہ چیزین بعد پیدائش کے کام آتی ہین - اور سمع کو واحد اور ابصار کو جمع اسواسطے فرمایا کہ سمع دراصل مصدر ہے اُس کے معنے مفرد و جمع سب آتے ہین یہان جمع مقصود ہے اور مراد آلہ سمع یعنی کان ہین اور سمع کو مقدم اس لیے فرمایا کہ آنکھ بند کر کے علوم حاصل کرنے مین کان سے کام نکلتا ہے اور ہر نصیحت جو کان سے سُنے اپنے ماننے کار آمد ہے اور آنکھ کے فوائد بھی بے شمار ہین لیکن علما نے کان کو آیت کے اشارہ سے اشرف جانا ہے سراج المنیر مین دلائل ذکر کیے مگر بعض آیات مین عمیا و بکما و صما فرمایا ہے یعنے کافرون کی مذمت مین پہلے آنکھ سے اندھے ہونا بیان کیا پھر گونگے پھر بہرے لہذا بعضے علما آنکھ کو مقدم کرتے ہین - ولیکن جواب یہ ہو سکتا ہے کہ عام منفعت نادر ہونے کو پیچھے بیان فرمایا - بہرحال یہ کوئی ضروری مسئلہ نہین ہے البتہ اگر کوئی مثلاً قسم کھا جاوے کہ واللہ تیرے سب سے اچھے حواس کو یہ غذا یا دوا لگی ہے پھر وہ دوا آنکھ کو یا کان کو لگی ہو تو فتوے دینے مین ضرورت پڑیگی کہ قسم سچی ہے یا جھوٹی ہوئی - بالجملہ احسان رکھا کہ تم کو کان دیے اور آنکھین دین - وَالْاَفْئِدَةَ اور دل دیے - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ بعض کے نزدیک افئدہ دماغ و عقل ہین جنکے ذریعہ سے نفع و ضرر کی چیزین پہچانتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ افئدہ فقط عقلین ہین جنکا مرکز قلب ہین - اقول بنا بر اس قول کے افئدہ کا ترجمہ عقلین ہونا چاہیے اور دل کو مجازاً اس معنے مین کہہ سکتے ہین کہ عقلون کا مرکز دل ہین - غرضکہ یہ حواس آدمی کو تھوڑا تھوڑا کر کے حاصل ہوتے جاتے ہین - لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ - اسواسطے دیے ہین کہ تم اللہ تعالے کا شکر کرو - یعنے آدمی ان حواس سے اپنے رب تبارک و تعالے کی بندگی مین مدد پاوے اور ہر عضو و اُس کی قوت کے ساتھ اپنے رب کی طاعت بجا لاوے - چنانچہ صحیح بخاری مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو اُس نے میرے ساتھ لڑائی ظاہر کی اور کوئی بندہ میرے یہان کسی طاعت کے ساتھ اُس طاعت سے بڑھ کر تقرب نہین چاہیگا جو مین نے اُسپر فرض کر دی ہے اور ہمیشہ بندہ میری طرف نزدیکی چاہتا ہے نوافل طاعات کے ساتھ یعنے فرائض ادا کرنے کے بعد سنن و مستحبات ہر قسم کی طاعات صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ وغیرہ کے نوافل سے قرب چاہتا ہے یہانتک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پس جب مین نے اُس کو محبوب کیا تو ہو جاتا ہون اُسکے کان کہ جس سے سنتا ہے اور آنکھ کہ جس سے دیکھتا ہے اور ہاتھ کہ جس سے گرفت کرتا ہے اور پاؤن کہ جس سے چلتا ہے اور اگر کچھ مجھ سے مانگتا ہے تو جو مانگے مین اُس کو دیتا ہون اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو جس سے پناہ چاہے اُس کو پناہ دیتا ہون اور جن امور کو مین کرنے والا ہون کسی مین مجھے اتنا تردد نہین جو مجھے ایسے بندہ مومن کے قبض کرنے مین ہے جو اپنی موت کو ناگوار رکھتا ہے اور مین اُس کے ناخوش کرنے کو مکروہ رکھتا ہون حالانکہ موت اُس کے لیے ضروری ہے - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ جب بندے نے خلوص کے ساتھ بندگی کی تو اسکے سب کام اللہ تعالے کے واسطے ہو جاتے ہین پس سنتا ہے تو اللہ تعالے کے واسطے اور دیکھتا ہے تو اللہ تعالے کے واسطے یعنے جو شرع نے کہا اللہ تعالے کے لیے کرتا ہے اور گرفت کرنا اور چلنا اللہ تعالے ہی کی بندگی مین ہوتا ہے سب باتون مین اللہ تعالے ہی

سے استعانت لیتا ہے اسی واسطے صحیح کے سوا ے اس حدیث کی بعض روایت میں اسقدر زائد ہے کہ بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش یعنے میرے ہی ساتھ سنتا
ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ہی ساتھ گرفت کرتا ہے۔ آیت میں بھی شکر کرنے کے یہی معنے ہیں مفسر جسم کہتا ہے کہ خلاصہ معنے شکر کے یہ
ہیں کہ جو چیز اللہ تعالے نے دی اُس کو جسطرح مشروع کیا اور حکم دیا ہے اُسی میں صرف کرے گویا یہ شخص اس چیز میں امانت دار ہے اور واضح ہو کہ اولیاء
مشائخ نے اس حدیث کے بیان حکمت میں کہا کہ امین جب پوری امانت ادا کرے تو اُس کی خواہش وغرض ذاتی اس چیز میں کچھ نہ ہوگی اور جو کوئی کسی کی امانت
میں اپنی غرض بھی چاہے تو خیانت ہوتی ہے لہذا جب اللہ تعالے کے ساتھ کسی نے امانت ادا کرنی چاہی تو ظاہر ہے کہ جان ومال سب اللہ تعالے کی
امانت ہے پس جسم کا کھانا پینا سونا اور مال کا رکھنا وصرف کرنا خالص اُسی کے واسطے ہو اور جسطرح شرع واحادیث وآیات میں بیان ہے جسم وجان کے
لیے برتاؤ رکھے تو صاف ظاہر ہے کہ زنا وچوری وتن پروری وغیرہ سب سے پاک ہوگا اور جب ایسے مرتبہ پر پہونچا تو مصداق [illegible] فارغم از کبر و کینہ
وازہوا ۔ یعنے تکبر وکینہ وہوائے نفسانی سے پاک ہو گیا جب آثار شیطانی وخواہش نفسانی سے چھوٹا تو اُس کی روح کا ظہور ہوا اس روح کی بزرگی اللہ
تعالے نے قولہ نفخت فیہ من روحی میں اور قولہ الروح من امر ربی میں بیان فرمائی ہے اور جسکے آثار میں سے صفات ملکیہ ہیں اور یہی مرتبہ اپنی خودی سے فنا
ہونے کا اور بقا سے حق عز وجل کے ساتھ باقی ہونے کا ہے اور بزرگوں نے فرمایا کہ یہ قرب معرفت وتوحید ہے اور اسی واسطے اس کا دیکھنا وسننا وچلنا
وغیرہ سب حیات قدم کے ساتھ ہوتے ہیں تو یہ معنے بھی اس حدیث کے صحیح ہیں کہ اُس کے بلا افعال لقدرت الٰہیہ ہوتے ہیں اور آثار عبدیت وکرامات جو
کچھ خالق عز وجل چاہتا ہے اُس بندے سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ خود کسی بات کو نہیں چاہتا کیونکہ خواہش سے پاک ہوتا ہے حالانکہ عوام الناس
اس کی خوشامد وخدمت اسی غرض سے کرتے ہیں کہ ہمارے واسطے ایسی دعا کریگا اور خدمت نہ کرینگے تو ناخوش ہو جائیگا ۔ اور یہ نادانی ہے بلکہ اللہ
تعالے اُن لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اُس کے ولی بندے کی خدمت وخاطر للہی شروع کریں اور ایسا اُس کا عتاب بلکہ غضب ہوتا ہے جو اُس کے
نیک بندے کو ایذا دیں اور ظاہری صورت تو سب آدمیوں کی یکساں ہے لیکن درمیان میں فرق بے انتہا ہے اور آگاہ رہنا چاہئے کہ بعضے فقیر
شیطان کے ولی ہوتے ہیں اور اکثر باتیں بتلاتے اور عادت کے خلاف اُن سے بھی حرکات سرزد ہوتے ہیں تو پہچان مشکل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالے نے
اپنے بندوں کو نہایت آسان پہچان دیدی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالے کا ولی ہے وہ پوری طرح شریعت وسنت پر قائم ہوگا اور جو بے پروا
ومطلق ہو کہ شیطان کا ولی ہے اُس کو اللہ تعالے نے یہ قدرت نہیں دی کہ شریعت وسنت پر چل سکے اور یہاں وہم کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالے کی
نہایت رحمت ہے اور عجیب حکمت یہاں یہ ہے کہ عوام الناس بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں کہ آخرت پر یقین کر کے سچے مومن ہیں تو ایسے لوگ اولیاء
سے آخرت چاہتے ہیں اور دنیا کی متاع فقط اس نیت سے چاہتے ہیں کہ اُن کو ضرورت وفراغت کے ساتھ اس طرح حاصل ہو کہ اُن کو آخرت کے
کاموں میں پریشانی نہ پیدا ہو کیونکہ جب رزق ومعاش میں پریشانی ہوئی تو نماز وروزہ وغیرہ سب اعمال میں فراغت خاطر نہ ہونے سے نقصان ہوتا ہے
پس ایسے لوگ تو لامحالہ حقیقی ولی اللہ سے رجوع کرتے ہیں اور دوسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جو دنیا کے طالب ہیں اور کچھ خیال اُن کو آخرت کا نہیں ہوتا اور
یا نہیں ہوتا تو ایسے لوگ جب کسی فقیر کو جو حقیقت میں شیطان کا ولی ہے پاتے ہیں اور صریح دیکھتے ہیں کہ یہ شخص شریعت پر قائم نہیں ہے تو اس سے پرہیز
نہیں کرتے بلکہ اُس کی طرف الٹا ہوکر بلا اجازت شرعی کے اچھا سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ ولی کے کام اچھے ہی ہوتے ہیں اگرچہ ہماری سمجھ میں نہ آویں اور یہ نہیں سمجھتے
کہ اس کا ولی ہونا کہاں سے سمجھ لیا اور ولی کے کام سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور حکم شریعت برا کہتا ہے اور منع کرتا ہے اُس کو نہیں مانتے ہیں اور اللہ تعالے نے اُن کو آنکھ
کان اور عقل دی تھی کہ راہ مستقیم شرعی پر چلیں سو چاہئے شکر کرنے کے کفران نعمت کیا کیونکہ شکر یہی تھا کہ ہر ایک سے شرع پر چلنے کا کام لیں پھر ایسے ہی لوگ
ہوئے جنہوں نے بزرگوں کے روحی تصرفات اُن کے اختیاری سمجھے اور اُنسے بدتر دوسرے ہوئے کہ جنہوں نے اُن کی صورتیں بنا کر اُنکو اپنے امور کا مختار قرار دیا
اور قال وقربانی ونذر ونیاز وغیرہ بلکہ صریح عبادات سے شرک کیا حالانکہ یہ کل قدرت فقط اللہ تعالے عز وجل کے واسطے ہے اور ہر چیز آسمان و
آفتاب وستارے وزمین وپہاڑ بلکہ ذرہ ذرہ تک اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہر وقت مسخر ہے چنانچہ مشرکوں کو تنبیہ کیا کہ آنکھیں کھولکر غور سے اُڑتی ہوئی چڑیا کے

آسمان وزمین کے بیچ میں دیکھیں۔ اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ۔ یعنی کیا ایسے لوگون نے جنکو یہ پہچان وتمیز نہین ہے کہ قدرت آلٰہی جلشانہ کسقدر عظیم اور ہر چیز پر
حاوی ہے انھون نے نہ دیکھا پرندون کو اُڑتا ہوا۔ مُسَخَّرٰتٍ۔ درحالیکہ وے مسخر ہوتے ہین۔ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ۔ آسمان کے جو مین یعنے اُس میدان مین
جو آسمان کی طرف ہے۔ مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ۔ نہین روکے ہوتا ہے اُن پرندون کو مگر اللہ تعالے۔ یعنے اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے اس طرح
پیدا کر دیا کہ پرندکے دو بازو ہین اور ہوا رقیق ولطیف ہے اور ہوا مین اسطرح بازو پھیلا کر اُس کو ایک خاص قوت اللہ تعالے کی طرف سے ایسی ہے
کہ برابر اُڑتی رہتی ہے۔ ظاہری اسباب صرف اس کام کے ہین کہ حق تعالے کے عجائب صنعت کو طرح طرح کے پیرایہ مین دیکھا جاوے کیونکہ مچھلی پانی
مین بغیر بازو کے پیرتی رہتی ہے اور اصلی قدرت اللہ تعالے کی ہے۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ۔ البتہ اس طرح ظہور قدرت مین یا اس تسخیر مین لَاٰیٰتٍ نشانات
ہین جو اللہ تعالے کی قدرت ووحدانیت پر دلالت کرتے ہین۔ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ۔ ایسی قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہین یعنے ان آیات سے سب
محروم ہین سوا ے قوم مومنین کے جنکو اللہ تعالے نے سمجھ عطا فرمائی ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کی قدرت وجملہ صفات کی معرفت جبھی حاصل ہوتی
ہے کہ رسول علیہ السلام پر ایمان لاوے اور بعد ایمان کے جن چیزون پر نظر کرتا ہے اُسی معرفت کو مشاہدہ کرتا اور سمجھتا ہے اور اُس کا نور بڑھتا جاتا ہے
اسی واسطے قوم مومنین کی تخصیص فرمائی بخلاف کافرون جاہلون کے کہ ہزارون آیات پر نظر ڈالتے چلے جاتے ہین اور کچھ بھی نہین سمجھتے ہین۔ نظیر اسکی یہ ہے
کہ جو شخص مثلاً علم طبیعیات سے واقف اور عظم اجسام وجز لایتجزیٰ کو جانتا ہے جب وہ ریل وتار ودیگر کلون کو اور جملہ آلات حرفیہ کی سیر کرے گا تو ہر مقام
پر اُس کو اپنی معلومات کے موافق ایک عجیب لطف آویگا اور جو اصول صرف اُس کے حواس مین تھے اُن کو خارج مین مشاہدہ کرے گا ایسے ہی امور عقلیہ
ومعارف قلبیہ وروحانیہ کے حالات ہین۔ قَالَ الشَّیۡخُ ابۡنُ کَثِیۡرٍ رحمہ اللہ تعالے اپنے بندون کو غفلت سے بیدار کیا کہ پرند کی طرف نظر کرین
جو خالص مخلوق آلٰہی ہے یعنے اس مین کچھ اشتباہ بھی نہین ہے کہ وہ آسمان وزمین کے بیچ مین ہوا مین مسخر ہین۔ اس کو کیسے عجیب طور سے پیدا کیا کہ دو
بازون سے اُڑتی ہین اور وہان اُس کو اللہ تعالے ہی اس شان سے رکھتا ہے اس مین اس طرح کی قوتین پیدا کر دی ہین اور ہوا کو اُس کے واسطے مسخر
کر دیا ہے اس مین مومنون کے واسطے نشانات توحید وقدرت آلٰہی ظاہر ہین۔ اب بیان ہو گیا کہ جملہ افعال انسانی وحیوانی سب اللہ تعالے کے مخلوق
ہین جیسے انسان خود مخلوق آلٰہی ہے تو مخلوق کے افعال بھی مخلوق آلٰہی ہین اور انسان کو ان مین نعمتین ملتی ہین چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ
بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا۔ اور اللہ تعالے نے کر دیا تمھارے آرام کے لیے تمھاری بیوت سے بسیر لینے آرام گاہ جتنے معیشت وغیرہ کی کوشش وحرکات سے
تھکنے کے آرام لیتے ہین اور اگر اللہ تعالے چاہتا تو آدمی کو آسمان کی طرح ہر وقت متحرک پیدا کرتا اور یا زمین کی طرح ہر وقت ساکن پیدا کرتا۔ ولیکن انکو
اضطراب وحرکات کے بعد سکون کی حاجت ہے تو بیوت اُن کے مساکن بنا دیے۔ وَجَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا۔ اور بنا دیے
تمھارے واسطے چوپاؤن کی کھالون کے بیوت یعنے جیسے شہر والے جو ایک جگہ وطن کر لیتے ہین اُن کے لیے مساکن بنا دیے ویسے ہی اہل بادیہ کے واسطے
کھالون وبالون کے خیمہ بنا دیے جتنے کہ یہ لوگ اس دنیاوی خفیف زندگی مین بہت آسانی بغیر تشویش کے سامان کیا کرتے ہین۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ عرب کے خیمون کا بیان ہے۔ بالون کے خیمون کو اس وجہ سے شامل ہے کہ بال بھی کھال پر ہوتے ہین تو کھالون ہی سے خیمہ بالون کے تیار ہوئے
تَسۡتَخِفُّوۡنَهَا۔ ان خیمون کو تم ہلکا پاتے ہو یعنے سفر وغیرہ کی حالت مین تم پر ہلکے وآسان ہوتے ہین چنانچہ فرمایا۔ یَوۡمَ ظَعۡنِکُمۡ تمھارے کوچ کے روز
یعنے کوچ کرنے وسفر کرنے مین باربرداری اُس کی ہلکی ہے۔ وَیَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ۔ اور اپنے اقامت کے روز جتنے کہ جہان اُترے ان خیمون کو آسانی سے قائم
کیا۔ خلاصہ یہ کہ سفر وحضر دونون حال مین تم پر آسان وہلکے ہین۔ وَمِنۡ اَصۡوَافِهَا۔ اور کر دیے تمھارے لیے ان جانورون کے صوف سے۔ وَاَوۡبَارِهَا
اور ان کی وبر سے۔ وَاَشۡعَارِهَاۤ۔ اور اُن کے بالون سے۔ اَثَاثًا۔ ہر قسم کا اثاثہ۔ وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ۔ اور متاع ایک وقت کے لیے یعنے وقت موت
تک اپنی زندگی کو ضروری سامان مذکور سے پورے کرو۔ واضح ہو کہ اصواف جمع صوف کی اور وہ غنم کے بال ہین یعنے دنبہ دبکریون کے پشم۔ اور اوبار
جمع وبر کی اور وہ اونٹ کے بال ہین اور اشعار جمع شعر کی اور وہ بکری کے بال ہین اور اس سے ظاہر ہے کہ انعام کا لفظ اونٹ وگائے وبکری سب کو

شامل ہے اور بعضے لوگ کلام کرتے ہیں کہ بکری پر انعام صادق ہے یا نہیں اور یہ آیت حجت ہے کہ بکری وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ اور اثاث کے معنے ابن
عباس رضی اللہ عنہ نے متاع کے بیان کیے اور یونہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و عطیہ عوفی و عطا خراسانی و ضحاک و قتادہ رحمہم اللہ تعالے
سے مروی ہے اور اسی کو خلیل رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا پس اثاث و متاع کا عطف بطور توضیح کے ہے اور اصل میں اثاث کثیر کے واسطے ہے اور
بعضے مال کثیر بھی تفسیر کی گئی اور بعض نے بعضے جامہ بیان کیا اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اثاث کا لفظ مال و متاع و کپڑوں
سب کو شامل ہے یعنی اموال تجارت کو اور فرش و لباس وغیرہ دیگر متاع کو اثاث بولتے ہیں وعلے ہذا اثاث پر متاع کا عطف اس طور پر ہے کہ پہلے عام
ذکر کرکے اس پر خاص کو عطف کر دیا جیسے جانور و گھوڑے کیونکہ جانور تو گھوڑوں کو بھی شامل ہے۔ واضح ہو کہ یہ سب نعمتیں عرب کے لوگوں پر انکے معمولات
و دسترس کے موافق ہیں اور اسی طریقہ سے سایہ و محافظت کی چیزوں کو بیان فرمایا بقولہ واللّٰہ جعل لکم مما خلق ظلالا یعنے اللہ تعالے
نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے بعض سے تمہارے لیے سایہ کر دیا۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مراد درخت ہیں یعنے درختوں سے تم پر
سایہ کر دیا بعض نے کہا کہ خیمہ و خرگاہ وغیرہ جو اوپر مذکور ہیں وہ بھی سایہ کرنے والی ہیں۔ ولیکن کبھی مسافر کے پاس وہ بھی نہ ہوں تو سایہ دار درخت
پیدا کر دیے ہیں اور کبھی اس کو محفوظ مقام چاہیے کہ جان و مال کی حفاظت ہو اور کبھی سردی گرمی سے بچاؤ کی جبال و درندہ جانوروں سے مقابلہ میں تن
کی حفاظت چاہیے تو فرمایا۔ وجعل لکم من الجبال اکنانا۔ جمع کِن یعنے اوٹ و بچاؤ اور ہر ایسی چیز جس سے سردی و گرمی و مینہ پانی وغیرہ کا
بچاؤ ہو۔ یعنے اللہ تعالے نے تمہارے لیے پہاڑوں سے اکنان بنا دیے یعنے غار و سرب وغیرہ جہاں آدمی پناہ لیتا ہے اور بسبب فقیری و بے سامانی
کے دوسرے تکلفات کی طرف دسترس نہیں رکھتا چنانچہ عرب بسبب تنگی و شدت گرمی کے سایہ درخت و اکنان کو زیادہ چاہتے تھے۔ وجعل
لکم سرابیل۔ اور بنا دیے تمہارے لیے سرابیل۔ ہر ایک لباس جیسا کہ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہے قمیص و دیگر کپڑے جو روئی و کتان
و صوف وغیرہ سے بنائے جاویں۔ تقیکم الحر جو تم کو بچاویں شدت گرمی سے۔ عرب میں گرمی کی شدت ہے جب ان چیزوں سے بچاؤ ہوا تو
ہلکی سردی حاصل ہو کر پس سردی سے بچاؤ خود حاصل ہے اور یہ کہ شیخ شہاب نے ریحانہ میں بیان کیا ہے۔ وسرابیل تقیکم باسکم
مراد باس سے یہاں فقر و مرض و بہر خوف نہیں بلکہ لڑائی کا ضرر مراد ہے یعنے زرہ و جوشن وغیرہ لوہے کے اور ریشمی لباس جو جنگ میں بچاؤ
کے لیے پہنتے ہیں اللہ تعالے نے تمہارے لیے بنا دیے۔ یعنے تم کو ایسی سمجھ دیدی کہ یہ سب سامان بناتے ہو اور حق یہ ہے کہ یہ افعال آدمیہ میں جو اللہ تعالے کی
مخلوق آدمی کے واسطہ سے مخلوق ہوتے ہیں کیونکہ مخلوق سے جو مخلوق ہو وہ اللہ تعالے کا مخلوق ہے اسی واسطے یوں فرمایا کہ اللہ تعالے نے پیدا
کر دیے۔ کذلک یتم نعمتہ علیکم۔ یونہی اللہ تعالے تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا جاتا ہے یعنے آگے اور بھی زیادہ تم کو فہم و صنعت دیگا اور
تم سے طرح طرح کی آسائش و آرام کی چیزیں پیدا فرماتا جائیگا۔ لعلکم تسلمون۔ تاکہ تم اللہ تعالے کی بندگی و فرمانبرداری پر وحدانیت و معرفت
کے ساتھ گردن جھکاؤ اور اسلام لاؤ۔ کیونکہ ان نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ خالق عز و جل کی طاعت خالص اسی کے واسطے کرو اور ان چیزوں سے ایسے
طور پر نفع و آرام اٹھاؤ کہ اسی کی طاعت سے شکر ادا ہو۔ شیخ نے ذکر کیا کہ عطا خراسانی نے کہا کہ قرآن پاک کا نزول عرب کی فہم و معرفت کے
انداز پر ہوا ہے یعنے عرب اس وقت میں سب جہان کی قوموں سے زیادہ جاہل و نادان و فقیر و وحشی تھے تو ان کی سمجھ کا دھن جن چیزوں کو وہ پہچانتے
تھے زیادہ لحاظ ہوا تاکہ باقی ملکوں والے بدرجہ اولے سمجھیں و ہر ایک عظیم نعمت کا شکر ادا کریں چنانچہ تو نہیں دیکھتا کہ من الجبال اکنانا۔ فرمایا
حالانکہ سوائے پہاڑوں کے ہموار زمین سے جو تم لوگ اکنان بناتے ہو وہ اس سے بڑھ کر آرام کا محفوظ اور بہت زیادہ ہیں ولیکن عرب لوگ
اسوقت پہاڑوں کے رہنے والے تھے اور صوف و پشم و شعر کے لباس سے احسان رکھا حالانکہ ان کے سوائے ریشم وغیرہ سے تم اس سے بہتر و
کثرت سے عمدہ لباس بناتے ہو چنانچہ شام و روم سے دیباج و حریر گران قدر آتا تھا ولیکن عرب اسوقت ایسے ہی لوگ تھے اور یونہی فرمایا و ینزل
من السماء من جبال فیہا من برد۔ کیونکہ عرب اس سے تعجب کرتے تھے حالانکہ برف کا گرانا اور پہاڑ کرنا اور اس کے عجائبات اس سے زیادہ و بہت ہیں

ولیکن عرب نہین جانتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ہر ملک والے اپنی عجیب صنائع پر بہت زیادہ اللہ تعالے کی وحدانیت پر اقرار و ایمان لاوین اور یہ وہم
نہ کرین کہ ان خفیف چیزون پر اللہ تعالے نے کیا قدرت ظاہر فرمائی کہ اس سے بہت بڑھ کر ہم پاتے ہین بلکہ ہر چیز مین ظہور قدرت ہے عرب والون مین
ان کے موافق فرمایا اور اسی زمانہ مین دوسرے ملکون مین اس سے بڑھ کر صنعت حرفت کی چیز عرب مین آتی تھی اور تجارت کے واسطے شام مین جا کر
دیکھتے تھے پس دوسرے ملکون کے لوگ زیادہ توحید کا اقرار کرین کہ اللہ تعالے نے انپر اسی طرح کثرت سے اپنی قدرت ظاہر کی ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا
یعنے اسلام سے یہ لوگ منھ پھیر لین حالانکہ اصلی فطرت اسلام پر تھی پھر وساوس شیطانی سے اس کے منھ موڑا پس اگر اسی منھ موڑنے پر جمے رہین
اور اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو حکم تو لایا ہے اس کو قبول نہ کرین تو تجھ پر کچھ باک نہین ہے تجھے تسلی رکھنی چاہیے کہ تو نے حکم ان کے رب کا ان کو پہونچا دیا
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ کیونکہ تجھ پر یہی کھلا ہوا پیغام پہونچا دینا واجب تھا۔ یعنی يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ پہچان لیتے ہین نعمت
اللہ کو یعنے ان کی عقلین مجبور ہو کر اقرار کرتی ہین کہ اللہ تعالے ہی خالق قدرت و الاختیار ہے اسی نے انعامات اپنے فضل سے پیدا کیے ہین۔ ثُمَّ
يُنْكِرُوْنَهَا۔ پھر ان نعمتون کا انکار کرتے ہین، چنانچہ رزق و مددگارون و نجوم کی طرف نسبت کرتے ہین اور اللہ تعالے کے ساتھ دوسرون کی
عبادت کرتے ہین یا کہتے ہین کہ ہم نے اپنے باپ دادون سے میراث پائی ہین یا خود اپنی قوت سے کمائی ہین یعنے انھین اسباب پر نظر کرتے ہین اور جیسے
یہود و نصاریٰ نے تمام علامات سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جانتے تھے پھر دنیاوی ریاست سے انکار کرتے تھے۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔
اور اکثر ان مین کے منکر ہین۔ یعنے جہالت سے ان کی سمجھ ہی مین نہین آتا اور محسوس چیزون کے سوائے کسی چیز کے قائل ہی نہین ہو سکتے ہین یا سرکشی سے منکر
ہو جاتے ہین یا اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنا انکار ہے تو اس صورت مین اکثر یعنے کل ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا آنحضرت صلعم نے اسپر یہ آیت پڑھی وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا اور یہ اس نے کہا کہ ہان پھر پڑھا
وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ الآیہ۔ اعرابی نے کہا کہ ہان پھر آخر تک آیات پڑھین اس نے ہر بار کہا کہ ہان پھر پڑھا كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ
پس اعرابی نے منھ موڑا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا الآیہ۔ ف۔ فی العرائس جبکہ علم الغیب تمام اپنے ہی واسطے
مخصوص فرمایا تو تمام مخلوق کو اپنے علم سے معزول کیا اور فرمایا وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ الآیہ۔ ظاہری تفسیر مذکور ہو چکی اور بلند نظر سے
اشارہ یہان یہ ہے کہ تمام مخلوق کو اللہ تعالے نے بطن عدم و قدر و مشیت سے اس طرح نکالا کہ سب اپنی اصل سے جاہل ہین اور ذات و صفات
الٰہی کو نہین پہچانتے اور احکام ربوبیت و طاعات عبودیت سے کچھ نہین جانتے پس اپنے نور سمع سے اور بصر سے اور علم سے لباس سمع و بصر و علم
پہنایا یعنے فطرت اسلام و ایمان و ایقان پیدا کیا چنانچہ اس کی قدرت سے اس کا کلام سنتے ہو اور اس کی ربوبیت سے اس کا جمال قدرت دیکھتے ہو اور
عقل سے اس کی صفات و ربوبیت و اسرار کو پہچانتے ہو اور تمہارے قلوب اس کی محبت و شوق مین مستغرق ہوتے ہین۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ جان جاؤ
کہ اس کا شکر کسی طرح بندہ سے نہین ادا ہو سکتا ہے تو اس کا فضل و احسان ہے و اسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا یعنے عہد
ازل کے وقت تم کچھ نہین سمجھتے جو تم سے عہد لیا گیا تھا بعض نے کہا کہ کسی کو نہین معلوم کہ اسپر کیا حکم جاری ہوا کہ وہ سعید ہے یا شقی ہے پھر
ازلی سعادت کو نور معاملت دیا جس سے اس کا ذکر سنتے ہین اور بصر جس سے عجائب صنعت دیکھتے ہین اور افئدہ جس سے صنائع عز و جل کو
پہچانتے ہین اور دیگر اعضا و حواس کہ اہل شکر و الیشکرین ہین پس شکر وہ ہے کہ ان حواس کی سلامتی کو اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اوپر نعمتین دیکھے جنکا
شکر ادا کرنا اس سے ناممکن ہے اور کافر وہ ہے جو گمان کرے کہ ان مین سے کسی نعمت کا شکر اس سے ادا ہو سکتا ہے۔ شیخ ابو عثمان مغربی نے
فرمایا کہ کان اس لیے دیئے کہ اللہ تعالے کا خطاب امر و نہی وغیرہ سنو اور آنکھ دی کہ عجائب قدرت کو دیکھو اور دل دیا کہ اسکے انعامات کو پہچانو
اور شکر کرو کہ ہمیشہ میری نعمتین اپنے اوپر جاری جانو اور مجھی سے میری طرف رجوع لاؤ۔ پھر اللہ تعالے نے ارواح و عقول کے طیران کی طرف
اشارہ فرمایا کہ ارواح کو جو ہوا ملکوت و سما جبروت مین باز و سعرفان و ایقان اس کی بارگاہ مجد و کبریائی پر پرواز کرتی ہین اور جاذب

اُن کا جذبہ نور ہے اُن کو وہی حق سبحانہ تعالے اپنے کشف جمال کے ساتھ قہر سطوات جلال سے محفوظ فرماتا ہے کہ ساقط از قرب نہیں ہوتے ہیں اور اُسکی
عظمت میں فنا نہیں ہوتی ہیں قال تعالے الم یروا الے الطیر مسخرات فی جو السماء الآیہ۔ بیاز و سے ہمت اس کی طلب قرب منزلت میں بے موقع و
بے ادب واقع ہونے سے مصئون ہیں۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یؤمنون۔ اہل حقیقت و رہروان راہ طریقت اور رہروان جادۂ معرفت و شریعت
کے واسطے نشانات عجائب صنعت و غرائب حکمت ہیں کہ وہاں مجال گفتگو نہیں اور بیہودہ فطرت کو گنجائش نہیں قولہ واللہ جعل لکم مما خلق
ظلالاً۔ اس میں لطیف اشارہ بوجود اولیاء ہے جنکے سایہ میں مریدین تابش آفتاب ہجر و دوری سے پناہ لیتے ہیں اور قہر طغیان و شیاطین الانس
والجان سے یہیں محفوظ ٹھکانا پاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ زمین میں اللہ تعالے کے سایہ ہیں و فے الحدیث السلطان ظل اللہ فے الارض من اکرمہ اکرمہ اللہ
ومن اہانہ اہانہ اللہ۔ یعنے سلطان روے زمین میں سایہ الٰہی ہے جو اس کا اکرام کرے اللہ تعالے اس کو بزرگ رکھیگا اور جو اُس کی اہانت کرے
اللہ تعالے اُس کو خوار رکھیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ مولانا جلال رومی رحمہ اللہ تعالے نے مثنوی میں بھی قولہ تعالے الم تر الے ربک کیف مد الظل
سے اولیاء کا اشارہ لیا ہے بقولہ ۔ کیف مد الظل نقش اولیاست ۔ قولہ وجعل لکم من الجبال اکنانا جبال سے اکنان قلوب اکابر معرفت و
ظلال اہل السعادت ہیں جنکے اندر وہ لوگ پناہ لیتے ہیں کہ سب چیزوں سے منقطع ہوکر اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ قولہ وجعل لکم سرابیل
تقیکم الحر۔ اہل معرفت کے واسطے سرابیل اُنس ہیں تاکہ آتش محبت میں سوختہ نہوں و سرابیل تقیکم باسکم۔ اصلی محاربہ انسان کا باہمی نہیں ہے کیونکہ
یہ تو مذموم و ممنوع چیز ہے بلکہ اصلی محاربہ آدمی کا شیطان نفس کے ساتھ ہے اور یہی جہاد اکبر ہے اور لباس التقوے واسطے معرفت سے آدمی ان
دشمنوں پر فتح پاتا ہے قولہ کذلک یتم نعمتہ علیکم مزید نعمت و کمال رعایت ہے کہ ان کو دوری و ہجر سے محفوظ فرمایا اور اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے
اُن کی نگہداشت رکھی قولہ لعلکم تسلمون۔ یعنے اس کے حکم عبودیت کے واسطے گردن جھکاؤ اور حکم ربوبیت کے لیے سجدہ کرو۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ
تعالے نے کہا کہ اپنے اولیاء کے لیے اپنے سایہ عنایت میں ٹھکانا دیا اور سرائر سے اُن کا لباس کیا جس سے شر و ضرر دفع رہے پس یہ لباس تقوے سے
جامع ہے اور اس کی تفاصیل ہیں چنانچہ ایک لباس عصمت ہے جس سے اُن کو محفوظ کیا کہ رب عزوجل کی مخالفت نہیں کرتے۔ لباس توفیق سے
ہمیشہ اُس کی عبادت پر ملازمت رکھتے ہیں۔ لباس خلعت ہے کہ اس سے قرب نصیب ہے دقولہ کذلک یتم نعمتہ علیکم۔ نعمت کا پورا فرمانا اسطرح ہے
کہ ان کا خاتمہ بخیر و خوبی ہو اور جملہ امور دین و دنیا میں اُن کی نگہداشت و کفایت و رعایت رہے اور خواہش نفس کی پیروی سے بچائے جاویں
اور سداد اور صلاحیت پر لگائے جاویں تاکہ اللہ تعالے کی رضامندی کو سب پر مقدم رکھیں۔ بعض نے کہا کہ نعمت پوری کرنا یہ ہے کہ جو حکم اپنے
جاری فرمایا اُسپر دل سے راضی رہیں۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اتمام النعمہ یہ ہے کہ نعمت پر سکون نہو بلکہ نعمت سے منقطع ہوکر منعم عزوجل کے
ساتھ سکون ہو۔ شیخ حمدون رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اتمام النعمہ دنیا میں تو معرفت ہے اور آخرت میں دیدار ہے یعنے اللہ تعالے نے جس
بندے پر نعمت پوری کی اُس کو دنیا میں معرفت اور آخرت میں دیدار عطا فرمایا۔ شیخ ابو محمد جریری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اتمام النعمۃ یہ ہے
کہ قلب آدمی کا شرک خفی سے محفوظ رہے اور نفس اس کا ریا کاری سے بچا رہے پھر اللہ تعالے نے اُن لوگوں کا حال بیان فرمایا جو راہ راست سے برگشتہ
ہیں۔ بقولہ۔ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا الآیہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ توفیق سے محروم ہیں وہ اولیاء اللہ تعالے کو بھی پہچان جاتے ہیں جیسے یہود
و نصارے اُس زمانہ میں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے بقولہ تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ لیکن منکر ہوتے ہیں اسیطرح اولیاء کو
پہچانتے ہیں خواہ بکرامات و دیگر آیات و فراسات صادقہ ولیکن توفیق کی راہ سے درحقیقت اُن کو نہیں پہچانتے ہیں اور از راہ بغض و عداوت و حسد
و ظلم کے اُن سے منکر ہوتے ہیں اور اس میں فقط دنیاوی ریاست و منزلت کی خواہش ہے۔ قولہ تعالے واکثرہم الکافرون چنانچہ ولایت اولیاء کو
چھپاتے ہیں۔ اس آیت میں جیسے صریح کافروں کی مذمت ہے ویسے ہی اُن عالموں کے لیے بھی ملامت ہے اور اُن قاریوں کے لیے بھی مذمت ہے
جنھوں نے مکر و فریب کا جال پھیلا کر جاہلوں کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہا ہے اور عوام کے سامنے اولیاء اللہ کی مذمت کرتے ہیں

منہ اپنی طرف پھیرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالے سے خیانت کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالے عالم الغیب ہے اور اُس سے زیادہ کون شقی ہوگا کہ اولیا رحق سے دلائل تیسیریت دیکھے پھر دنیاوی ریاست کو عوام سے اُسکے عوض خریدے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اُن کو نعمتیں حاصل ہیں مگر اُس کے شکر کی توفیق نہیں پاتے ہیں۔ شیخ نصر آبادی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے کی نعمت پہچانتا اچھا ہے اور نعمت دینے والے کو پہچاننا سب سے اچھا ہے کیونکہ نعمت پہچاننے کے بعد بھی کبھی اس سے انکار ہوتا ہے مگر نعمت دینے والے کو پہچاننے کے بعد پھر اس سے انکار نہیں ہوتا بلکہ استقامت حاصل ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ حق تعالے نے جن کو پیدا کیا اور اس قدر نعمتیں دیں پھر اُس سے انکار و کفر کیا تو آگے طرح طرح کی اُن کی بدانجامی دار آخرت کی بیان فرمائی بقولہ تعالے

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝

اور جسدن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے میں ایک بتانیوالا پھر حکم نہ ملے منکروں کو اور نہ اُنسے توبہ مانگئے

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

اور جب دیکھیں بے انصاف مار پھر ہلکی نہ ہو اُنسے اور نہ انکو ڈھیل ملے اور جب دیکھیں

أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ج

شریک پکڑنیوالے اپنے شریکوں کو بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ

تب وہ اُنپر ڈالیں بات کہ تم جھوٹے ہو اور پڑیں اللہ کے آگے اُسدن عاجز ہوکر اور بھول جاوے انکو

مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

جو جھوٹ باندھتے تھے جو منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے اُنکو ہمنے بڑھائی مار پر

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝

مار بدلا اُسکا جو شرارت کرتے تھے

وَيَوْمَ نَبْعَثُ۔ اور بیان فرما وے جسدن اُٹھاوینگے ہم۔ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ ہر ایک گروہ سے۔ شَهِيدًا۔ ایک گواہ۔ یعنے کافروں و مشرکوں پر جو حال دار آخرت میں ہونے والا ہے وہ بیان کردے جسدن یعنے بروز قیامت ہم ہر گروہ میں سے اُس کا گواہ یعنے جو پیغمبر اس اُمت پر بھیجا گیا ہے گواہی دینے کو اُٹھاوینگے چنانچہ وہ گواہی دے گا کہ اے رب میں نے تیرا پیغام انکو صاف صاف پہونچا دیا۔ واضح ہو کہ کافر لوگ اپنے سوال جواب میں منکر ہونگے اور اُن کے اعضاء و جوارح اُنپر بدکاریوں و شرک کی گواہی دینگے۔ اور ہر گروہ اپنے پیغمبر کی گواہی سے بھی منکر ہوگا اور آخر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب ان پیغمبروں کی طرف سے گواہی اداکرینگے اور یہ سب کمال عدل الٰہی ہے ورنہ اللہ تعالے نے جب ہر ایک کافر کو اُس کے اعمال سے آگاہ فرما دیا وہ علیم خبیر ہے اور مواقع قیامت متعدد ہیں اور تحقیق اس کی سابق میں گذر چکی ہے۔ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا پھر کافروں مشرکوں کو اجازت نہ دی جائے گی۔ خطیب وغیرہ نے یہاں وہ احتمالات بیان کردیے جن سے عدم اجازت آیات و احادیث میں ثابت ہے کیونکہ یہاں یہ بیان نہیں کہ کس بات کی اجازت نہ دی جائے گی چنانچہ لکھا کہ اجازت نہ دی جائے گی یعنے زیادہ گوئی کی یا دوبارہ دنیا کی طرف عود کرنے اور آزمائے جانے کی یا گواہوں کی حالت گواہی میں بلکہ سب لوگ خاموش ہونگے یا گواہوں سے جھگڑا کرنے کی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ارجح وجہ اختیار کی کہ اجازت نہ دی جائے گی یعنے عذر لانے میں کیونکہ کافروں کو خود بھی اپنا جھوٹ عذر لانا معلوم ہے جیسے قولہ تعالے ھٰذا یوم لاینطقون ولایؤذن لھم فیعتذرون یعنے یہ وہ دن ہے

کہ نہ کفار بولینگے اور نہ اُن کو اجازت دی جائیگی کہ عذر بیان کریں۔ یعنے ایسی کوئی بات جو اُن کے واسطے عذر ہو اسی واسطے یہاں فرمایا۔ وَلَا هُمْ
يُسْتَعْتَبُوْنَ یعنے نہ طلب کیا جائیگا کافروں سے عُتبیٰ یعنے رجوع ایسی چیز کی جانب عبادات وغیرہ سے کہ جس سے اللہ تعالےٰ کی رضامندی انکو
حاصل ہو۔ خلاصہ یہ کہ اُن کو کسی ایسے فعل کی تکلیف نہ دی جائیگی کہ اُن کے رب عزوجل کو راضی کرے کیونکہ آخرت دارالعمل نہیں اور نہ وہاں
امتحان و تکلیف ہے اور نہ اُن کو چھوڑا جائیگا کہ دارالدنیا کی طرف عود کریں اور توبہ کرلیں اور اللہ تعالےٰ نے صحیح فرمایا کہ اگر دوبارہ دنیا کی طرف
پھیرے جاویں تو پھر وہی کریں جو پہلے تھے خطیب رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ لاہم یستعتبون۔ یعنے نہیں زائل کیا جائیگا اُن کا عتبیٰ یعنے وہ چیز
جس پر اُن کو عتاب و ملامت ہو ہروی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ اُن سے یہ نہ چاہا جائیگا کہ ایسی بات کریں کہ عتاب اُن سے زائل ہو
وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا یعنے شرک و کفر کیا۔ الْعَذَابَ عذاب کو جسکے مستحق ہیں اور جو انکو
وعدہ دیا گیا ہے یعنے جب عذاب جہنم اُن کو نظر آویگا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ تو نہ اُن سے یہ عذاب ہلکا کیا جائیگا یعنے ایک ساعت کمی و وقفہ
نہ ہوگا پس نہ اُن کے واسطے کوئی سفارشی ہے۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ اُن کو مہلت دی جائیگی۔ اُن کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا کہ
سفارش یا مددگاری کرسکے بلکہ بغیر حساب کے موقف کے میدان سے بہت تیزی کے ساتھ گرفتار ہوں گے اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب جہنم
لائی جائیگی تو ستر ہزار زمام اور ہر زمام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے پس اس کی ایک گردن اس مخلوقات کے پیچھے بلند ہو کر سخت آواز سے
پکارے گی کہ اُن میں سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر آنکہ اس کی ہیبت سے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیگا اور کہیگی کہ میں ہر ایک سرکش ظالم پر مسلط کی گئی ہوں
جس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسرا شریک بنایا اور جو ایسا ویسا ہو یعنے کئی طرح کی اقسام لوگوں کے بیان کرے گی پھر اُن کو کنکر لیگی جیسے چڑیا دانہ چُگ
لیتی ہے وہ ان اقسام خلائق کو اُچک لے گی۔ آیات اس معنے میں موجود ہیں کقولہ تعالےٰ اذا راتہم من مکان بعید سمعوا لہا تغیظا وزفیرا واذا القوا
منہا مکانا ضیقا مقرنین دعوا ہنالک ثبورا۔ یعنے جب جہنم اُن کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اُس کا غیظ و جوش اور کرخت آواز سنینگے اور جب
اس میں تنگ مقام میں ڈالے جاوینگے جکڑے ہوئے تو وہاں اپنی موت پکارینگے۔ وکقولہ تعالےٰ ورای المجرمون النار فظنوا انہم مواقعوہا ولم یجدوا
عنہا مصرفا۔ یعنے جب بدکار لوگ جہنم کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور نہ پاویں گے اس سے کوئی چھٹکارا وکقولہ
تعالےٰ لو یعلم الذین کفروا حین لایکفون عن وجوہہم النار ولا عن ظہورہم ولا ہم ینصرون بل تاتیہم بغتۃ فتبہتہم فلا یستطیعون ردہا ولا ہم ینظرون۔
یعنے کاش جانتے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں وہ حال کہ جب نہ روک سکینگے اپنے چہروں کی طرف سے جہنم کی آگ اور نہ اپنی پشت کی طرف سے
اور نہ اُن کو مدد ملیگی بلکہ وہ آپڑے گی اُنپر اچانک پس چوندھا دیگی اُن کو پس نہ طاقت ہوگی اُن کو اس کے روکنے کی اور نہ کچھ مہلت دیئے
جاوینگے پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جنکو اپنے زعم میں شریک بناتے ہیں وے مشرکوں سے اُس دن سخت محتاجی کے وقت بیزار
ہونگے فقال عزوجل۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ اور جب مشرک لوگ دیکھیں گے اپنے شرکا کو یعنے اُن لوگوں کو جنکو
اپنے گمان میں اللہ تعالےٰ کا شریک ٹھہراتا ہے خواہ اسطرح کہ صریح اسکو خالق و قادر بناتے ہیں یا اس طرح کہ اس کی طرف سے رزق و نفع و
ضرر وغیرہ یا شریعت کے احکام مانتے ہیں غرضکہ جنکے ساتھ شرک کرتے اور دنیا میں اُن کی عبادت کرتے رہے ہیں اُن کو دیکھیں گے۔ قَالُوْا رَبَّنَا
تو کہینگے کہ ہمارے رب۔ هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا یہی لوگ ہمارے شرکا ہیں یعنے۔ الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ وہ لوگ ہیں جنکو
ہم سوائے تیرے پکارتے تھے بعض علما نے کہا کہ شاید مقصود یہ ہو کہ عذاب دونوں فریق پر تقسیم کردیا جاوے۔ ابو مسلم اصفہانی نے کہا کہ
مشرکین اپنے گناہ کو اُن لوگوں پر ڈالنا چاہینگے جن کو اپنا معبود ٹھہرایا تھا۔ واضح ہو کہ بہت سے لوگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اور اولیاء اللہ
کو شریک بناتے ہیں ولیکن فقط اپنے زعم میں ورنہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام و اولیاء اُن کے اس فعل سے نہایت بیزار بلکہ حیات میں تو انکو کافر
فرماتے لہذا آخرت میں اُن کو جواب دینگے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ پس ڈالدینگے یہ لوگ ان مشرکوں

کافرون پر بات اس طرح کہ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ تم بیشک جھوٹے ہو۔ یعنے تم نے ہماری عبادت نہین کی اور نہ ہم شرکا ہین بلکہ ہم اللہ تعالے کی
مخلوق ہین اور تم نے اپنی راے کی عبادت کی ہے۔ قال الشیخ۔ یعنے جنکو معبود بنایا ہے وے کہینگے کہ تم بالکل جھوٹے ہو ہم نے تم کو کبھی اپنی عبادت
کرنے کو نہین کہا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے دوسری آیت مین فرمایا ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وہم عن دعائہم
غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین۔ یعنے اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو سواے اللہ تعالے کے ایسے کو پکارے جو قیامت
تک اُس کو جواب نہ دیگا اور وے اُن کی پکار سے غافل ہین اور جب لوگ حشر کو اُٹھائے جاوینگے تو وے اُن کے دشمن ہونگے اور انکی
عبادت سے انکار کرینگے۔ یعنے کہینگے کہ تم نے ہماری عبادت نہین کی۔ وقال تعالے سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا۔ یعنے عنقریب قیامت
مین مشرکون کی عبادت کرنے سے منکر ہونگے اور انپر دشمنی سے برخلاف دعویدار ہونگے۔ یعنے یہ لوگ تو دنیا مین ان کی عبادت کرکے چاہتے ہین
کہ وے اُن کے مددگار ہون اور سرپرستی کرین حالانکہ وے اُن کے فعل سے واقف ہوکر اُن کے دشمن ہوجاوینگے کیونکہ بندگان حق تعالے اپنے
رب کی عظمت وکبریائی مین اپنے آپ کو کیسے ہین تو ہرگز دوسرے احمقون کے شرک سے راضی نہین ہوسکتے ہین اور جنھون نے انپر معبود ہونے کا نام لگایا
انپر بہتان باندھا پس اُن کے دشمن ہونگے۔ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ اور القا کرینگے اللہ تعالے کی طرف اس روز سلم کو یعنے
فرمانبرداری کو۔ قتادہ و عکرمہ رحمہما اللہ تعالے نے کہا یعنے آج کے روز اللہ تعالے کے واسطے ذلیل وکہدن جھکا کے مطیع ہوجاوینگے کقولہ تعالے
اسمع بہم وابصر یوم یاتوننا۔ یعنے خوب سننے والے وخوب دیکھنے والے ہوجاوینگے جسدن ہمارے حضور مین آوینگے۔ وکقولہ تعالے ولو تری اذ المجرمون
ناکسوا رؤسہم عند ربہم ربنا ابصرنا وسمعنا الآیہ۔ یعنے تو دیکھے جبکہ کافر لوگ جھکائے ہونگے اپنے سرون کو اپنے رب کے حضور مین اے ہمارے رب ہم نے
دیکھا اور سُنا اب ہم کو لوٹا دے کہ ہم نیک کام کرین کہ اب ہم کو سب بات کا یقین ہے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اور گم ہوگیا انسے
جو کچھ وے افترا باندھتے تھے۔ یعنے اللہ تعالے پر افترا کرکے جو شرکا عبادت اپنے خیال مین بناتے تھے آج وے سب زائل ہونگے پس نہ کوئی انکا
سفارشی نظر آویگا اور نہ مددگار ومعین معلوم ہوگا اور نہ کسی مین وہ صفت ہوگی جو اُنھون نے سواے حق تعالے جل شانہ کے دوسرون مین زعم
کرلی تھی۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنھون نے کفر کیا یعنے خود شرک کرکے یا اللہ تعالے کے وجود ہی سے منکر ہوکر کافر ہوے وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور دوسرون کو اللہ تعالے کی راہ سے روکا۔ خواہ اس طرح کہ صریح انکو شرک سکھلایا اور یا اس طرح کہ ان کے دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی انکے
قول وفعل پر دہریہ ونیچریہ ومشرک ہوگئے تو اُن کے عذاب شدید کو بیان فرمایا۔ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ زیادہ کردیا ہے ہم نے انکے
حق مین عذاب پر عذاب۔ کفر وشرک انتہا سے درجہ ضلالت ہے اور عذاب اُس کا بھی انتہا سے درجہ پر ہے اور اللہ تعالے نے ان لوگون کے لیے انکے
کفر کا عذاب دیا اور اسپر دوسرون کے روکنے کا عذاب دیا اور یہ بطریق شدت کے تکلیف کو برداشت کرنے سے ہے یا پیروی کرنے والون کے عذاب
سے گمراہ کرنے والون کا عذاب سخت ہے۔ زیادت عذاب کے بعض وجوہ سلف سے مروی ہین از انجملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی
بچھو ہونگے جن کے ڈنک مثل بلند درخت خرما کے ہونگے رواہ ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالے اور اُسی کے مثل براء بن عازب سے مرفوع روایت ہے
کما اخرجہ الخطیب وغیرہ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بڑے بڑے سانپ وبچھو ہونگے جن کے ایک مرتبہ کاٹنے وڈنک مارنے سے چالیس
سال تک شدت درد باقی رہیگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی پانچ نہرین اللہ تعالے جل شانہ نے انپر جاری فرمائی ہین بعض سے دن مین
اور بعض سے رات مین انپر عذاب ہوگا رواہ ابو یعلی عنہ بنحوہ۔ اور ابن مردویہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ کے مرفوع روایت کی کہ پانچ نہرین آتشی ہین
جو عرش کے نیچے سے جاری ہوکر اہل جہنم کے سرون پر گرتی ہین تین نہرین بمقدار شب اور دو بمقدار روز مین یہی ہے زیادت عذاب فوق العذاب
بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ۔ بوجہ اس کے جو فساد کرتے تھے یعنے یہ سزا زیادت عذاب کی ان کے فساد کفر وشرک وصد عن السبیل کا عوض ہے
[illegible] اس مین دلیل ہے کہ کافرون کے واسطے عذاب کے بھی مراتب ہونگے جیسے اہل الجنت کے لیے جنت مین ثواب کے منازل

بلند ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس روز کے خوفناک وقائع ہیں سے کافرون پر اہل نبوت و ولایت کا اشہاد ذکر فرمایا

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ

اور جس دن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے میں ایک بتانے والا اُنپر اُنھیں میں کا اور تجھکو لاوینگے بتانے کو ان لوگون پر

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○

اور اُتاری ہمنے تجھپر کتاب بیورا ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر اور خوشخبری حکم بردارون کو

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ۔ یعنے مکرر پوری نصیحت کرو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کافرون کو کہ وہ دن یاد کرین جس دن ہم اُٹھاوینگے ہر گروہ مین ایک گواہ یعنے اس اُمت کا پیغمبر جو کہ ان لوگون کے اوپر گواہی دیگا حالانکہ وہ انھین مین سے ایک بشر ہوگا۔ اور بعض احادیث مین وارد ہے کہ کافر لوگ اپنے پیغمبر کے پیغام پہونچانے سے منکر ہونگے تو وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اپنا گواہ دیگا اور اظہر یہ ہے کہ آپ کی اُمت مین سے مقدم صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہین اور باقی اہل ایمان اُن کے اتباع قیامت تک مین پس اُمت محمدی اپنے سے اگلون پر اور اپنے زمانہ والون یعنے قیامت تک کے کافرون پر سب پر گواہ ہے۔ بالجملہ اس اُمت کو اللہ تعالےٰ نے لوگون پر گواہ پیدا کیا ہے یعنے نہایت عادل متدین سچے چنانچہ قولہ تعالےٰ کذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس یعنی یون ہی ہم نے تم کو اے اُمت محمد بنا دیا ہے اُمت عادل تاکہ تم ہو جاؤ گواہ لوگون پر پس یہ لوگ گواہی دینگے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے کلام پاک سے بالکل صحیح و سچ جانتے ہین کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمت کو اللہ تعالےٰ کا پیغام صاف صاف سب اچھی طرح پہونچا دیا تھا پھر اس اُمت کی عدالت پر وہ لوگ گواہی چاہینگے پس اکرم الخلق و سید الانبیاء حبیب رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعدیل قبول ہوگی چنانچہ فرمایا۔ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ۔ اور ہم لاوینگے تجھکو اے محمد ان لوگون یعنی تیری پاکیزہ اُمت پر۔ شَهِيدًا۔ گواہ یعنے عادل ہونے کی تصدیق کرنے والا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تصدیق فرماوینگے کہ یہ سب عادل ہین اور حق عز وجل کی طرف سے یہ شرف و کرامت خاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کی برکت سے پھر آپ کی اُمت کو ہے اور اُس دن ہر ایک امر ظاہر ہوگا مگر کفار بقول شخصے ڈوبتا ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے خالی یہی طریقہ اختیار کرینگے کہ گواہ ہون۔ ف۔ یہان چند مسائل فقہیہ ثابت ہوتے ہین اول یہ کہ قاضی کا حال عدل یہ ہے کہ فریقین مین سے اگر ایک نے عناد سے گواہ چاہے تو باوجود اپنے علم کے اُس سے گواہ طلب کرے اور تفصیل فقہ مین ہے۔ دوم یہ کہ تعدیل کرنے والا یعنے گواہ کو عادل بتلانے والا اگر ایک شخص عادل ہو تو کافی ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اگرچہ دو ہونے مین زیادہ احتیاط ہے۔ سوم یہ کہ تعدیل کرنا بھی ایک طرح کی گواہی ہے۔ چہارم گواہ نے اگر اپنی آنکھ سے معائنہ کرنے کے مثل تصدیق حاصل کی ہو جیسے اُمت محمدی نے قرآن پاک سے اگلے انبیاء علیہم السلام کے حق مین حاصل کی تو گواہی ادا کرنا جائز ہے۔ پنجم یہان گواہ کی گواہی پر گواہ ہونا بھی صحیح نکلا اور یہی مذہب ہے۔ ششم قاضی حاکم کو چاہیے کہ فیصلہ کے وقت فریقین کو یکسان رکھے اگرچہ ایک نہایت معزز و مکرم ہوا اور دوسرا نہایت پا اور ذلیل ہو۔ ہفتم قاضی اپنے علم پر فیصلہ نہ کرے باستثنا بعض وجوہ کے جو فقہ مین مصرح ہین اور واضح ہو کہ کافرون کے اعضاء و جوارح خود گواہ ہونگے تو باوجود ایسی حالت کے اُنکے واسطے گواہ دیے گیے وعلی ہذا اگر کسی طریقہ سے بے اختیار کرکے مدعا علیہ سے اقرار ظاہر ہوا تو اُس کا اعتبار نہین ہے۔ ف۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ ہٰؤلاء سے مراد انبیاء سابقین ہین یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان انبیاء پر گواہ لائے جاوینگے لیکن آیات و احادیث سے وہی معنے مصرح ہین جو اول مذکور ہوئے اور یہان کئی امور ثابت ہوئے اول یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالےٰ نے عادل متقی قرار دیا ہے پس سب صحابہ عادل ہین ان کے حق مین جو کوئی برا کلام کہے وہ فاسق بدکار تو ہی ہے اور بعضی صورتون مین کافر ہو جائیگا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی تمام خلق پر ظاہر ہوئی اور یہ کہ آپ کی اُمت سب اُمتون پر افضل ہے اور یہ صریح قولہ تعالےٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ مین بیان ہے اور [illegible]

پس سب سے مقدم وہی ہیں پھر پیچھے اور لوگ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ عادل متقی سے اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاوے اور وہ جان جاوے اور توبہ کرلے تو عادل ہے اور یہ شرط نہیں کہ کبھی اُس سے چوک نہ ہو لیکن وہ جان بوجھکر اصرار نہ کریگا اور نہ توبہ میں تاخیر کریگا اور یہ ضرور ہے کہ اُسکے نزدیک وہ بات گناہ ہو مثلاً ایک شخص جانے کہ حقہ پینا مباح ہے اور دوسرا اعتقاد کرتا ہے کہ وہ حرام ہے تو اُس کے جاننے سے پہلا شخص فاسق نہیں ہے اور اگر وہ خود جان کر پیتا ہے تو گنہگار ہے - پھر واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام اُمت محمدی جو آپ کی سنت پر مستقیم ہے جس معنے سے اس فضیلت کے لائق ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالےٰ کا فضل ہے لیکن منجملہ اسباب ظاہری کے ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوم قرآن ہے چنانچہ اشارہ فرمایا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ۔ اور ہم نے اُتاری تجھپر اے محمد کتاب یعنی قرآن ۔ تِبْيَانًا ۔ صاف واضح بیان ۔ لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ اور ہر ایک چیز کے واسطے۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔ اور ہدایت و رحمت و بشارت واسطے ان بندوں کے جو فرمانبرداری کرنے والے ہیں ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن ہر چیز کا صاف بیان ہے ولیکن ہمارا علم اس سے قاصر ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ جو کوئی علم چاہے قرآن میں تلاش کرے کہ اس میں اگلوں پچھلوں سب کا علم ہے ۔ کرخی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ہر چیز کا بیان قرآن میں اس طرح ہے کہ یا تو خود قرآن میں مذکور ہے یا حدیث پر حوالہ ہے بقولہ تعالےٰ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ الآیہ یعنے جو تم کو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرما دے اس سے بچو اور یا اجماع اُمت پر حوالہ ہے چنانچہ مومنین کی راہ سے انحراف کرنے پر عذاب فرمایا بقولہ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم الآیہ ۔ یا اعتبار کرنے کا حکم دیا وہ قیاس ہے پس جملہ علوم شرعیہ اس میں آگئے ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے احکام شرعیہ کا علم البتہ قرآن سے ثابت ہوا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ سے بھی روایت ہے کہ کل حلال و حرام کا اس میں علم ہے ولیکن شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے واسطے اس قرآن میں ہر علم و ہر شے بیان کیگئی ہے پھر لکھا کہ یہی قول زیادہ شامل و عام ہے کیونکہ قرآن ہر علم نافع کو سابق و لاحق سے شامل ہے اور ہر حرام و حلال کے احکام کو اور جس کی طرف لوگوں کو احتیاج ہے امر دنیاوی ہو یا دینی ہو اس میں بیان ہے اور لکھا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالےٰ نے سب کا بیان بحوالہ سنت شامل کیا ہے ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ جیسے آدمی خود جانتا ہے کہ ایک کتاب میں ایک علم لکھا ہوا موجود ہوتا ہے مگر کم فہمی کی وجہ سے وہ اُس کو نہیں سمجھ سکتا اسی طرح ابتدائی لیاقت آدمی کی ایسی ہوتی ہے کہ اُس کو قرآن سے بہت سے علوم نہیں سمجھ میں آتے ہیں اور جب قلب پاکیزہ و منور ہوتا جاتا ہے وہ سمجھتا جاتا ہے اسی طرح ولی کامل جو کچھ قرآن سے پاتا ہے عوام نہیں پاتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قصور فہم سے بہت کچھ نہیں سمجھا جاتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اشارہ فرمایا کہ الا فہما اعطی الرجل فی القرآن ۔ یعنے میرے پاس البتہ ایک سمجھ ہے جو آدمی کو قرآن کے معنے میں دی جاتی ہے اور مترجم نے قولہ تعالےٰ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیہ کی تفسیر میں کچھ تفصیل ذکر کر دی ہے ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ یوم نبعث فی کل امۃ الآیہ ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا کہ اُن میں باہم تفضیل و مراتب مقرر کیے پس رسولوں کو نبیوں پر شاہد کیا اور انبیاء کو اولیاء پر شاہد کیا پس تمام مخلوقات کے روبرو اولیاء پر انبیاء گواہی دینگے کہ خالص توحید والے اور سچی محبت والے تھے اور ہمارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو شاہد صادق فرمایا کہ آپ سب پر گواہ ہوئے یعنے اپنی اُمت کے اصحاب و اولیاء پر جو کہ اگلوں پر گواہ تھے پس کوئی وہم نہ رہا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان میں موجود تھے اور صریح آیات کتاب سے شاہد کیونکہ تعالےٰ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ۔ اور قولہ تعالےٰ اولئک ہم الصادقون ۔ اور قولہ اولئک ہم المومنون حقا ۔ اور قولہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیہ اور مانند اس کے آیات آپ پر نازل ہوئی ہیں ولہذا فرمایا قولہ وانزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء پس کتاب میں ہر حق و باطل کا بیان واضح ہے اس میں صدیق و منافق کی تمیز بیان ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے روشن چراغ ہے کہ راہ راست صاف واضح ہوتی ہے اور حقیقت و معرفت اس سے روشن ہو اُس کے نور سے ہر طالب صادق اوہام و شکوک سے نکلکر نور میں آجاتا ہے وہ خطاب حبیب الے الحبیب ہے اُس کے عجائب بے انتہا ہیں اور اُس نے

علوم قدیم واسقدر ہین کہ تمام درخت اگر قلم ہون اور تمام سمندر روشنائی ہون تو اُس کے عجائب علوم کو ختم نہین کر سکتے ہین وقد قال تعالیٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الآیہ۔ وقال لو کان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ پس جو شخص تابع سنت مستقیم ہوا اُس نے بہت بڑا حصہ پایا۔ جوزجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مخلوق سب باہم بعض پر بعض شاہد ہین اور اُمت محمدی تمام انبیاء کی طرف سے اُن کی سب اُمتون پر شاہد ہین اور آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقط اکیلے اللہ تعالیٰ کے یہان عدالت ظاہر کرنے والے اور بالکل مقبول ہین پس جس شخص کو آپ نے مقدم کیا وہ مقدم ہے اور جس کو مؤخر کیا وہ پیچھے رہا اور جس نے آپ کا دامن پکڑا اُس کو نجات ہے اور جس نے آپ سے خلاف کیا وہ برباد گیا واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور آپ کو خطاب کیا پس اشارت ہے کہ آپ ہی اس خطاب کے واسطے لائق ہین اور باقیون کو خطاب آپ کی پیروی مین ہے کہ آپ کے بیان سے سمجھین اور مراد الٰہی عزوجل کو پہچانین شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ کتاب پاک مین ہر چیز کا واضح بیان ہے اور بیان کرنے والے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین شیخ نے لکھا کہ اس مین علوم صفات ونعوت واسما ہین کہ تمام مخلوقات کو حاوی ہین اور بیان طریقہ معرفت صفات ونعوت اسی مین ہے پس اہل ایمان کے لیے ہادی طریق معارف ہے اور رحمہ بدین معنے کہ دنیا کو خطاب محبت سے لطائف والطاف کے ساتھ سرفرازی ہے اور اہل محبت کو اُس کے خطاب وسماع سے نعمت تامہ ورحمت کا فیضان ہے اور بشریٰ یہ ہے کہ ہر صاحب سعادت اپنی سرفرازی کی بشارت پاتا ہے اور اُس کے سامنے سر جھکا کر اپنی سرفرازی کی بشارت دیکھتا ہے اور وہ رضوان الٰہی ہے وقال تعالیٰ ورضوان من اللہ اکبر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً عدل واحسان کا خطاب سب کو کیا ولیکن درحقیقت لائق انھین کو فرمایا جنھون نے نصیحت کو سنا اور وہ اُمت عادل یعنے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور سنت پر مستقیم ہین اس طرح کہ عدل احسان

وترحم کرین وسے وحظوظ نفسانی وممنوعات شرعیہ سے بچین قال تعالیٰ۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہے بےحیائی کو اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

تم کو سمجھاتا ہے شاید تم یاد رکھو

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے یعنے ہمیشہ اپنے بندون کو حکم دیتا ہے۔ بِالْعَدْلِ۔ عدل کے ساتھ یعنے بندے عدل پر قائم رہین۔ وَالْاِحْسَانِ۔ اور احسان کے ساتھ یعنے ہمیشہ احسان پر ثابت رہین۔ واضح ہو کہ عدل واحسان کی تفسیر مین علماء کے اقوال ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عدل یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دین یعنی دل سے یقین کرین کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہین ہے وہی زبان سے ادا کرین گے۔ احسان ادائے فرائض وواجبات ہے اور بعض نے کہا عدل فرائض ہین واحسان نوافل ہین۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ عدل اس مقام پر یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے اس مین ظاہر وباطن یکسان ہو اور احسان یہ ہے کہ ظاہر سے باطن عمدہ ہو۔ بعض نے کہا کہ عدل توحید ہے اور احسان یہ کہ فضل کرتا رہے بعض نے کہا کہ عدل یہ کہ شرک چھوڑے اور احسان یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اس طرح کرے گویا اُسکو دیکھتا ہے اور بعض نے کہا کہ احسان اخلاص ہے بعض نے کہا کہ عدل تو افعال مین اور احسان اقوال مین ہے پس وہی کرے جو عدل ہو اور وہی کہے جو نیک ہو۔ لغت مین عدل کے معنے توسط کے ہین یعنے دونون جانب برابر رہین نہ حد سے بڑھے اور نہ گھٹے۔ اور واضح ہو کہ ان اقوال مین کچھ اختلاف نہین ہے اور بات یہ ہے کہ مراد عدل سے اعتقاد وافعال واقوال سب مین درجۂ اعتدال ہے یعنے ہر ایک چیز کو اُس کی حد پر رکھنے اور اس سے تجاوز نہ کرے اسی واسطے کہا گیا کہ عدل یہ ہے کہ ہر چیز کو اُس کے موقع پر رکھے پس اللہ تعالیٰ عزوجل جامع صفات کمال وخالق ذوالجلال ہے اُس کی شان کے ساتھ شرک کرنا خلاف عدل ہے اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس کی تفسیر کلمۂ توحید سے کی یعنے لا الٰہ الا اللہ

کیونکہ انصاف سے خلاف ہے کہ اُس کی الوہیت کے ساتھ شرک کیا جاوے پس اُس کی شان مین بے ادبی ہوگی اور جن بتون وغیرہ کے واسطے کوئی
ایسی بات ثابت کی جو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہے تو اُن کو حد سے بڑھایا مگر اُس کے بڑھانے سے وے نہین بڑھ سکتے اور یہ خود کافر ہوا۔ اسی طرح
اعمال شرع مین فرائض مقدم پھر نوافل ہین اور معاملات دنیاوی مین عدل مقدم ہے وقال تعالےٰ اعدلوا ہو اقرب للتقویٰ چنانچہ اگر اپنا عزیز
قریب بھی ہو یا مقابل مین دشمن بھی ہو تب بھی نفس کی پیروی نہ کرے بلکہ عدل کے ساتھ جو حق ہو حکم کرے اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو صاف ظاہر ہوگیا
کہ عدل کے بیان مین جو اقوال ہین سب صحیح ہین اور سب سے اعلےٰ عدل اپنے رب عزوجل کی شان مین لا الٰہ الا اللہ کا اعتقاد ہے اور پھر درجہ بدرجہ
فرائض عبادات مین و عام سلطنت کے معاملات و خاص شہر و محلہ و دوستون کے معاملات مین پھر سب سے زیادہ خاص اپنے گھر والون و اپنے
نفس کے معاملات مین رعایت عدل ہے اور واضح ہو کہ اگر کسی شخص سے مثلاً کام لیا اور اُس کا حق بلحاظ عدل کے روپیہ تھا چودہ آنہ مین مگر ہم
نے اُس کو پورا روپیہ دیدیا تو عدل سے خلاف نہین بلکہ عدل کے ساتھ کچھ احسان ہے اور اگر یہ دو آنہ کسی عزیز قرابت والے کی محتاجی کے باوجود
غیر کو دیدیے کہ قریب کے واسطے باقی نہ رہا تو بھی احسان خلاف عدل ہوگیا اور اسی طرح اگر کسی نے خطا کی اور ہم کو اس کی سزا دینے کی قدرت ہے
مثلاً اُس نے کوڑا مارا اور ہم نے قدرت پائی تو اُس کو عوض مین ایک کوڑا مارنا عدل ہے ولیکن عفو کر دینا احسان ہے لہٰذا شیخ امام ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ یہان اللہ تعالےٰ نے عدل کا یعنے انصاف کا حکم دیا اور احسان کی طرف رغبت دلائی جیسے قولہ تعالےٰ فعاقبوا بمثل ما
عوقبتم بہ لئن صبرتم فہو خیر للصابرین مین ہے اور قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ مین اور مانند اس کے آیات دیگر مین عدل کے
جواز اور احسان کی فضیلت کا بیان ہے۔ اور حدیث مین عبادت کا مرتبہ احسان اس طرح مذکور ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ
یراک۔ یعنے ہر حال مین اللہ تعالےٰ کی بندگی اس طرح کرے کہ گویا تو اُس کو دیکھتا ہے سو اگر تو نہین دیکھے تو وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے جو
شریعت مقرر فرمائی ایک عدل ہے اور دوم احسان ہے اور سوم۔ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی۔ یعنے ناتے دارون کے ساتھ نیکی وصلۃ الرحم کا
حکم فرماتا ہے پس بحسب قدرت آدمی اپنے قرابت والون کو دیوے۔ بعض نے زعم کیا کہ جو حاجت اُن کو پیش آوے ولیکن صحیح یہ ہے کہ بعض صورت
مین محتاج قریب کا نان نفقہ واجب ہے اور بعض صلۃ الرحم مستحب ہے اور اسی قسم سے کوئی تحفہ بھیجنا اور دعوت کرنا اور باہمی الفت رکھنا حتےٰ کہ
زبان سے اُن کے ساتھ نیک گفتگو و خندہ پیشانی سے ملاپ رکھنا جیسے عام مسلمانون کے ساتھ چاہیے وہ بدرجہ اولےٰ اہل قرابت کے ساتھ ہے
اور اعلےٰ درجہ اعطا ہے اور سب کو شامل یہ کلام ہے کہ آیت فآت ذا القربیٰ حقہ یعنی قرابت والے کو اُس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ ہر چند کہ عدل و احسان
مین یہ بھی داخل ہے ولیکن زیادہ اہتمام کے واسطے اُس کو بیان کردیا۔ اور حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ رحم کا نام اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک نام الرحمٰن
سے مشتق فرمایا جو رحم کو ملائے رکھے اللہ تعالےٰ اُس کو ملاوے اور جو رحم یعنے ناتے کو کاٹے اللہ تعالےٰ اُس کو اپنی رحمت سے منقطع کرے۔ پھر جن چیزون
سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا وہ بھی تین ہین بقولہ تعالےٰ۔ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔ یعنے اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے فحشاء و منکر و بغی سے
پس فحشاء وہ بدکاریان جو کرنے والے سے ظاہر ہوجاوین پوشیدہ نہ رہین اور شرع نے اُس کو معصیت قرار دیکر انکار کے ساتھ منع فرمایا ہو
اور منکر وہ معاصی و بدکاریان جو پوشیدہ رہی ہون اور دوسری آیت مین فرمایا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن۔ یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کہہ دے کہ میرے رب عزوجل نے تو فواحش سے قطعی منع کردیا ہے جو ان مین سے ظاہر ہون اور جو باطن ہون یعنی فحشاء ہے اور منکرات سے دونون قطعی
منع کیا جسکو شرع مین حرام کہتے ہین۔ یعنے اگرچہ انھین معاصی مین داخل ہے ولیکن بنظر اہتمام اس سے منع فرمانے مین تخصیص کی گئی کیونکہ حدیث مین
ثابت ہے کہ بغی اور ناتا کاٹنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس کا زیادہ سزاوار نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ دنیا مین بھی اُس کی عقوبت گنہگار کو پہونچا وے مع اُس
عذاب کے جو گنہگار کے لیے آخرت مین رکھیگا ذکرہ الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ پھر بغی کی تفسیر مین بھی اقوال ہین بغی بقولے تکبر و بقولے ظلم و بقولے حسد اور
بقولے تعدی یعنے دوسرے پر حد سے تجاوز کرنا اور حقیقی معنے بغی کے یہی ہین کہ حد سے تجاوز کرنا پس جملہ معاصی مذکورہ اس مین شامل ہین اور بدلیل قولہ تعالےٰ

انما بغیکم علی انفسکم یعنی لوگو تمھاری بغاوت کا وبال تمھین پر عائد ہے یہ گناہ سب سے زیادہ بدتر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ گویا بغی سے تمام معاصی کا احاطہ کر دیا جیسے عدل سے تمام نیکیون کا احاطہ کر دیا تھا لیکن عدل سے احسان مین فضیلت ہے لہذا عدل کے بعد احسان کو ملا دیا اور معاصی مین بغی سے فواحش مین زیادتی ہے لہذا فواحش سے پہلے منع کر کے بغی سے ممانعت فرمائی۔ یعظکم لعلکم تذکرون۔ یعنے اللہ تعالے تمکو ان اوامر و نواہی کے ساتھ نصیحت فرماتا ہے تاکہ یہ نتیجہ ہو کہ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ جامع آیت قرآن کی سورۂ نحل مین ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہے رواہ ابن جریر۔ اور قتادہ رح نے اس آیت مین کہا کہ زمانہ جاہلیت والے یعنے اسلام سے پہلے عرب جس نیک کام کو کرتے اور اچھا سمجھتے اُس کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اور ہر بد کام جس سے کراہت کرتے اُس سے منع فرمایا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اسلام نے اُن کی خوبیون مین سے کوئی ضائع نہین کی بلکہ بے شمار وہ خوبیان سکھلائین جس سے وہ واقف بھی نہ تھے اور جن امور کو وے برا جانتے تھے اُن سے تو اللہ تعالے نے منع فرمایا ہے کوئی برائی مشروع نہین فرمائی بلکہ برائیون کو بالکل قطع کر دیا یعنے بعض امور کو وہ لوگ بسبب جہالت کے برا نجانتے تھے ان سب سے منع کر دیا پھر قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے کمینہ اخلاق و مذموم خصائل سے منع کیا ہے۔ قال الشیخ اور حدیث مین بھی ہے کہ ان اللہ تعالے یحب معالی الاخلاق ویکرہ سفسافہا۔ یعنے اللہ تعالے اخلاق بلند و بزرگ کو دوست رکھتا ہے اور فرمایا کہ کمینہ اخلاق کو مکروہ رکھتا ہے اور امام حافظ ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالے نے کتاب معرفۃ الصحابہ مین لکھا کہ حدثنا ابو بکر محمد بن الفتح الحنبلی حدثنا یحیی بن محمد مولی بنی ہاشم حدثنا الحسین بن داؤد المنکدری حدثنا عمر بن علی المقدمی عن علی بن عبد الملک بن عمیر عن ابیہ قال بلغ اکثم بن صیفی الی آخرہ یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسالت کی خبر اکثم بن صیفی کو پہونچی یعنے عرب کے عقیل حلیم کو تو اُس نے چاہا کہ آنحضرت کی خدمت مین خود آئے مگر اُس کی قوم نے اُس کو نہ چھوڑا اور کہا کہ آپ اس ملک کے اکابر مین سے سب سے بزرگ ہو تمھارے لیے ہم یہ خفت پسند نہین کرتے کہ تم خود وہان جاؤ تو اکثم نے کہا کہ تو پھر میری طرف سے ایسا شخص جاوے کہ جو میرا پیغام اُس کو پہونچاوے پس دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ ہم لوگ اکثم بن صیفی کی طرف سے ایلچی ہین اور اُس کا پیغام لائے ہین وہ پوچھتا ہے کہ تم کون ہو اور کیا چیز اپنے پاس رکھتے ہو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پوچھتے ہو تو مین محمد بن عبد اللہ ہون اور میرے پاس کیا ہے تو مین اللہ تعالے کا بندہ اور اُس کا رسول ہون اور یہ آیت پڑھی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک۔ وہ لوگ بولے کہ مکرر پڑھ دیجیے پس آپ نے کئی بار پڑھی یہانتک کہ اُنھون نے یاد کر لی اور واپس ہو کر اکثم کے پاس پہونچے اور کہا کہ ہم نے اُس کا نسب پوچھا تو اُس نے بڑائی نہین بیان کی مگر ہم نے پایا کہ وہ اشرف قوم قریش مین سب سے زیادہ پاکیزہ نسب ہے اور مضر مین سب سے شریف ہے اور اُس نے ہم کو چند کلمات سنائے ہم نے یاد کر لیے اور وہ یہ ہین جب اکثم نے یہ آیت سنی تو کہا کہ مین نے جان لیا کہ وہ بزرگ اخلاق کا حکم فرماتا ہے اور مذموم اخلاق سے منع فرماتا ہے یعنے کلام انتہا سے بلاغت مین ہے پس تم لوگ اُس کی پیروی مین سر ہو اور اس سے خلاف و تکبر نے مین دُم نہ ہو یعنے جلدی کر کے اس کی پیروی مین سرون کے قائم مقام ہو اور پیچھے رہ جانے سے دُمون کی جگہ ہو جاؤ۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اس آیت کریمہ کے شان نزول مین ایک حدیث روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے مکان کے سایہ مین بیٹھے تھے کہ اُدھر سے عثمان بن مظعون گزرے اور یہ اُسوقت تک اسلام نہین لائے تھے آپ نے فرمایا کہ اے عثمان بیٹھتا نہین ہے عثمان نے کہا کہ کیون نہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور باتین کرنے لگے ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ آسمان کو بلند کر لی اور برابر نظر لڑائے رہے اور پھر نظر کچھ جھکاتے گئے یہانتک کہ جھکاتے جھکاتے اپنے داہنی جانب زمین پر ٹھہرائی اور عثمان کی طرف پھر کر داہنی جانب جدھر نظر تھی متوجہ ہو گئے اور ایک حالت طاری ہوئی اور گویا آپ کچھ سُنتے ہین پھر وہ حالت رفع ہوئی اور آپ نے پھر نظر آسمان کی طرف اُٹھانا شروع کی یہانتک کہ بالکل بلند ہو گئی پھر اُس کے بعد عثمان کی طرف متوجہ ہو کر باتین کرنے لگے بعد اس کے عثمان نے کہا کہ آج مین نے

آپ کی ایسی حالت دیکھی کہ کبھی اور مجھے اتفاق نہیں ہوا تھا اور یہ حالت بیان کی پس آپ نے فرمایا کہ ہاں میرے پاس میرے رب عزّوجل کا بھیجا ہوا آیا تھا۔ عثمان نے کہا کہ اللہ کا رسول آیا آپ نے فرمایا کہ ہاں تو پوچھا کہ کیا پیغام لایا آپ نے فرمایا کہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک آیت پڑھی عثمان بن مظعون کہتے ہیں کہ یہی وقت ہے کہ میرے دل میں ایک نور نے دخل کیا اور ایمان کی جڑ قائم ہو گئی اور میری نظر میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم محبوب ہو گئے۔ **قال الحافظ ابن کثیر** اس کی اسناد جید متصل حسن ہے اور راویوں میں علی الاتصال ایک دوسرے سے سننا مذکور ہے یعنی راوی سب ثقہ ہیں اور باہم سماع کی تصریح ہے اور اسی حدیث کو مختصر کلام میں ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے ابن ابی العاص الثقفی سے روایت کی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حکم پہونچایا کہ اس آیت کو میں اس سورہ کے اس مقام پر رکھوں قال واسنادہ لاباس بہ۔ اور معالم وغیرہ میں ہے کہ **ابن عباس** رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے بزرگ آیت قرآن میں اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم ہے اور بھلائی و برائی کے بیان میں زیادہ جامع آیت سورہ نحل کی آیت قولہ ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہے اور اللہ تعالے پر سب کام سونپ دینے اور بھروسا کرنے کے لیے سب سے زیادہ قوی ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیہ ہے اور سب سے زیادہ امید وار ی کی آیت قولہ یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا الآیہ۔ ہے۔ **شیخ جلال سیوطی** رحمہ اللہ تعالے نے اتقان میں بھی اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے۔ حاکم نے مستدرک میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بھلائی و برائی کے بیان میں سب سے زیادہ جامع آیت یہ ہے ان اللہ یامر بالعدل الآیہ۔ اور **بیضاوی** رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اسی آیت کے سبب سے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور لکھا کہ اگر قرآن پاک میں کوئی اور آیت سوائے اس آیت کے نہ ہوتی تو بھی صادق ہوتا کہ قرآن مجید تبیانا لکل شیء وہدی ورحمۃ ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو دعوت فرمائی کہ وے لوگ اپنے رب کریم کی صفات سے آراستہ ہوں از انجملہ عدل و احسان و شفقت و رحمت و قدس و طہارت ہر ایسی چیز سے جو اس کے لائق نہیں ہے کیونکہ حق تعالے ہی عادل و محسن والرحمٰن والرحیم ہے ظالم نہیں بلکہ اس کی شان میں ظلم متصور ہی نہیں ہے اور وہ ہر علت سے پاک ہے پس جس بندے کو اس نے ان صفات کے انوار سے لباس دیا وہ بھی اس نور کے سبب سے عادل محسن مہربان رحیم ظاہر صادق حبیب ولی محبوب مراد و مرید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالے اس کو محفوظ فرماتا ہے پس جب وہ عدل کرتا ہے تو اول اپنے نفس کے ساتھ اس طرح عدل کرتا ہے کہ نفس کو شرک سے دور کرتا ہے اور شک اس سے دفع کرتا ہے اور سوائے خدا کے غیر پر نظر نہیں رکھتا اور عبادت کا عوض نہیں مانگتا اور دوم وہ اپنے اور دوسرے بندوں کے درمیان خود انصاف کرتا ہے اس طرح کہ دوسروں کا عیب نہیں دیکھتا بلکہ ہر حال میں اپنا عیب دیکھتا ہے اور بندوں کے درمیان انصاف کا برتاؤ کرتا ہے اور احسان اس طرح کہ حسب توفیق و قدرت تو احسان کرتا ہے بلکہ جس نے اس کے ساتھ بدی کی اس کے ساتھ بھی احسان کرتا ہے اور اپنے رب عزّوجل کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے اور غیب اس کے روبرو حاضر ہے اور نعمہا سے دنیاوی و دینی دونوں میں اہل قرابت کا لحاظ رکھے چنانچہ معرفت و محبت کے واسطے بھی اہل قرابت کی رعایت چاہیے جبکہ ان کو ارادت صادقہ ہو اور مسلمانوں میں سے جاہلوں پر ترحم و شفقت رکھے اور اپنے نفس کو فواحش سے روکے اور منجملہ فواحش باطنہ کے دعوی انانیت ہے جیسے ہوا و شہوات ظاہرہ میں پھر نفس کو ظلم سے روکنا اس طور سے بھی ہے کہ بغاوت نہ کرے یعنی عبودیت سے اس کو سرکشی و تکبر نہ ہو اور اولیاء اللہ کے قدموں کی خاک جہاں ہوں وہاں اپنے آپ جوش محبت سے یقین کے ساتھ اللہ تعالے کی یاد کرے تاکہ اس کو طمانیت ہو اور عظمت و جبروت و ملکوت الٰہی عزّوجل سے غفلت نہ ہو اور جانتا رہے کہ حق عزّوجل ہر ذرہ کو محیط اور تمام مخلوق اس کی عظمت کے سامنے فنا ہے۔ ساوی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عدل یہ نہیں ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے مقابلہ ہو بلکہ عدل یہ ہے کہ ہر حال میں ہمیشہ سے منت اللہ تعالے کی طرف سے جانے اور احسان یہ ہے کہ وفاداری کے ساتھ مستقیم رہے اسی واسطے کہا گیا کہ تو کو استقامت پر ہو مگر اس کو شمار مت کر۔ و بعض مشائخ نے کہا کہ عدل و احسان ایسی چیز ہے کہ آدمی اس کی استطاعت نہیں رکھتا کیونکہ حق تعالے عزّوجل فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا۔ اور کہاں ممکن ہے کہ آدمی اپنے اور اپنے رب کی نعمتوں کے درمیان

عدل کرے کیونکہ ہزاروں نعمتیں ہر دم ہر سانس میں لیتا ہے مگر اُس کی حکمتوں و نصیحتوں کو جو بڑی نعمتیں ہیں ضائع کرتا رہتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا۔ اور کہاں عدل ہوا کہ تو کسی دم اپنے رب منعم عز وجل کی طاعت سے سکوت کرے اور ٹھہرے جو تجھ پر انعام کرنے سے کسی دم توقف نہیں فرماتا ہے اور احسان یہ ہے کہ موت تک بندہ ٹھیک قائم رہے یعنے اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا رہے جیسے اُس کو دیکھتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ تم لوگ استقامت پر رہو مگر اُس کو شمار مت کرو۔ آگاہ فرمایا کہ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ خلق کے درمیان عدل کرے پھر کہاں وہ اپنے اور اپنے رب تعالیٰ کے درمیان عدل مرعی رکھ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ فحشاء یہ ہے کہ شریعت کی اہانت کرے یعنے شریعت کے احکام ادب کے ساتھ حتی الوسع ادا کرنے میں بے پروائی کرے اور المنکر یہ ہے کہ گناہ کرنے میں اصرار ہو یعنے نادانی سے اگر ہو گیا تو فوراً ہوشیار ہو کر اُس سے توبہ کرنی چاہیے اور ندامت دل سے بُرا جان کر پھر نہ کرنے کا قصد مصمم ہو اور جس نے ایسا نہ کیا اُس نے اصرار کیا۔ اور البغی یہ ہے کہ بندوں پر ظلم کرے اور اپنے اوپر ظلم کرے اور جس نے دوسروں پر ظلم کیا اُس نے اپنے اوپر پہلے کیا اور ظاہر ہے کہ اپنے اوپر ظلم کرنا نہایت قبیح ہے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عدل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب عز وجل کے سوائے دوسرے کسی سے موافق نہ ہو اور اپنی حد کے سوائے دوسری حد کو نہ دیکھے۔ اقول یعنے اللہ تعالیٰ کی شریعت و احکام پر ہر حال میں موافقت کرنا یہی اللہ تعالیٰ سے موافقت ہے اور خلاف کرنا مخالفت ہے تو مخالفت میں اپنے نفس کی خوشی یا شیطان کی موافقت ہے اور اُس کو چاہیے کہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے وقد قال تعالیٰ ومن یفعل ذٰلک فقد ظلم نفسہ وقال تعالیٰ حرث قوم ظلموا انفسھم۔ وقال تعالیٰ ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون۔ پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دیکھے اُس کے سوائے کسی کی طرف سے نہ دیکھے اور ایتاء ذی القربیٰ پس اللہ تعالیٰ کے واسطے جان فدا کرنا کہ تو اُسی کا اور اُسی کے ساتھ قائم اور اُسی کی طرف راجع ہے اس حق میں مخصوص ہے اور اُسی کے لیے اہل قرابت جسمی کو دینا چاہیے کہ رحم کا اشتقاق اُس نے اپنے نام سے فرمایا ہے۔ فحشاء میں سے افحش یہ ہے کہ اشیاء کی اضافت سوائے حق تعالیٰ کے غیروں کی طرف کرنا کہ وہ اس کا مالک ہے اور یہ اُس نے بنائی ہے کیونکہ مالک و موجد وہی ہے اور المنکر میں سے زیادہ منکر یہ ہے کہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ عز وجل کی سوائے غیر کی طرف سے یا غیر کے واسطے دیکھے یعنے نظر عقلی میں ہر چیز کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے واسطے دیکھے اور زبانی محاورہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور بغی میں زیادہ قبیح یہ ہے کہ عقل و اسباب پر نظر کر کے زید و عمرو سے خصومت و محبت ہو لعلکم تذکرون۔ یعنے اُس کا فضل و انعام ایک کامل قدرت تمام احسان کے ساتھ تم کو معلوم ہو۔

منجملہ عدل کے وفائے عہد ہے قال تعالیٰ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ

اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکی کیے پیچھے اور کر چکے ہو

اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ

اللہ کو اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو کرتے ہو اور نہ ہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اُس نے اپنا سوت کاتا محنت کیے پیچھے

اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ

ٹکڑے ٹکڑے کہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں پیٹھنے کا بہانہ ایک دوسرے میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو کہ زیادہ چڑھ رہا ہو دوسرے سے یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو

وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

اس سے اور آگے کھول دیگا اللہ تم کو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ۔ یعنے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کرو اُس کو پورا کرو بعض مفسرین نے کہا کہ مراد اس سے وہ عہد ہے جو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام پر ثابت و قائم رہنے میں کیا تھا ولیکن ظاہر یہ ہے کہ بیعت اسلام و جملہ عہود سب کو

شامل ہے جتنے کہ جو عہد ازل میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور شرک نہ کرنے کا اور رسولوں پر ایمان لانے کا واقع ہوا اُس کو بھی شامل ہے اور نذر کا واجب ہونا اسی دلیل سے ہے۔ بالجملہ عموم عہود کے پورا کرنے کا حکم دیا پھر قسم نہ توڑنے کا حکم دیا بقولہ۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا اور مت توڑو قسموں کو بعد اُن کے موکد ہو جانے کے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض سلف سے حکایت کی کہ توکید قسم کی اس طرح ہوتی ہے کہ ایک بار قسم کھاوے پھر دوبارہ قسم کھاوے اور اگر ایک ہی بار قسم کھائی تو کفارہ نہیں ہے ولیکن یہ قول خلاف اجماع ہے بلکہ توکید قسم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ قسم کھائے کفالت چنانچہ فرمایا۔ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا۔ درحال یہ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر کفیل کر لیا ہے۔ یعنے مثلاً قسم کھائی کہ میں تیرے ساتھ اس طرح برتاؤ کرونگا اور میرے قول پر اللہ تعالیٰ کفیل ہے پس قسم موکد ہو گئی پس معنے یہ ہیں کہ موکد قسم توڑنے میں زیادہ گناہ ہے بہ نسبت غیر موکد توڑنے کے اور یہ مراد نہیں کہ غیر موکد قسم کو توڑنا جائز ہے کیونکہ قولہ تعالیٰ واحفظوا ایمانکم یعنے اپنی قسموں کی حفاظت کرو یعنے مت توڑو ہر ایک قسم کو شامل ہے اور بعض علماء نے کہا کہ جو قسم اللہ تعالیٰ کے نام ذاتی یا صفتی کے ساتھ ہو وہ موکد ہو گئی پس کفیل وغیرہ سے تاکید ضروری نہیں ہے ہاں اس سے تغلیظ ہو جاتی ہے ولیکن اظہر یہی ہے کہ تاکید ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ بدلالات بعض آیات اور احادیث کے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ آدمی حلّاف یعنے بہت قسمیں کھانے والا نہ ہو اگرچہ قسم سچی ہو پھر بقدر ضرورت قسم جائز ہے پھر وہ دو قسم کی ہے ایک یہ کہ مثلاً دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے درمیان میں اُس نے اپنی قسم کی ضرورت دیکھی تو قسم کھائی اور ایسی حالت میں آدمی جھوٹا نہیں ہو اگر کہے کہ وہ دوسرا جسکو تو دشمن سمجھتا ہے تیری تعریف کرتا تھا حالانکہ واقع میں اُس نے ایسا نہیں کیا پس گناہ مرتفع ہے لیکن قسم ہو تو کفارہ دینا پڑیگا۔ یا یہ کہ مثلاً غصہ ہو کر قسم کھا گیا کہ میں صلح نہ کراؤنگا پھر اُسی پر صلح موقوف ہوئی تو چاہیے کہ قسم کا کفارہ دے اور صلح کرا دے کیونکہ اُس نے نیکی نہ کرنے پر قسم کھائی ہے اور صحیحین وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی بات پر قسم کھا گیا حالانکہ دوسری بات یعنی جس سے قسم ٹوٹتی ہے اس سے بہتر ہے تو جو بہتر ہے اُس کو عمل میں لاوے اور اپنی قسم کا کفارہ دیوے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے واسطے مثال میں کہا کہ میں تو اگر قسم کھا جاؤں پھر دوسری بات بہتر دیکھوں تو انشاء اللہ دوسری بات کرونگا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدونگا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے تو قسموں کی حفاظت کا حکم دیا جیسا کہ اوپر نقل ہوا تو جواب یہ ہے کہ حفاظت مشروع یہی ہے چنانچہ نیکی اُس نے کی اور قسم کو بلا کفارہ نہیں چھوڑا ذکرہ الشیخ ابن کثیرؒ۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی کہ جس کا نہ توڑنا اچھا ہے جیسے کہا کہ واللہ ہر روز ایک مرتبہ اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرونگا تو برابر قائم رہے لیکن اگر کسی روز نسیان سے ٹوٹ جاوے تو کفارہ دیوے اور یا ایسی بات کہ برابر ہو جیسے چھوہارا نہ کھاؤنگا تو حفاظت رکھے اور تمام تفصیل کتاب الایمان فتاوے ہندیہ وعین الہدایہ سے دیکھو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ہے کہ دو آیتیں دوسری دو مقام پر ہیں ایک یہ کہ لَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ الآیہ۔ اُس کے معنے دو طرح پر مفسرین سلف سے مروی ہیں اول آنکہ جو ظاہر کلام ہے یعنے مت بناؤ تم اللہ تعالیٰ کو نشانہ اپنی قسموں کا کہ تم نیکی کروگے اور تم پرہیزگاری کروگے اور تم لوگوں میں اصلاح کروگے۔ یعنے مثلاً قسم کھائی کہ واللہ میں یہ نیکی کرونگا اور وہ نیکی کرونگا یا کسی پرہیزگاری کے واسطے کہ واللہ شراب کی صورت نہ دیکھونگا اور علیٰ ہذا القیاس پس اگرچہ یہ افعال اچھے ہیں مگر قسم اُن پر کھانا نہ چاہیے اور چونکہ قسم سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے جائز نہیں تو ناچار اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی قسم کھاوے گا اور اللہ تعالیٰ کا نام گویا ہر فعل کے واسطے نشانہ ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ اس صورت میں قسمیں کھانے سے منع کیا خصوص جبکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ بے ادبی ہے کیونکہ جب اُس کا نام آوے تو اُس کی عظمت وکبریائی سے اہل ایمان کے رونگٹے خوف وہیبت سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خلاف آدمی کہ ہر دم ذرا ذرا سی بات پر قسم کھاتا ہے۔ دوم معنے یہ کہ لا تجعلوا کے بیان سے تقدیر کلام ان لا تبروا الخ ہے یعنے ان افعال کے نہ کرنے پر قسم کھانے میں اللہ تعالیٰ کا نام نشانہ مت بناؤ اور مفصل اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ بالجملہ اس مقام پر جو معنے آیت ہیں کہ قسم کو بعد تاکید کے مت توڑو اس میں اور لا تجعلوا اللہ عرضۃ الآیہ کے اول معنے میں کچھ منافات نہیں ہے اس لیے کہ یہاں تو قسم داخل عہد و میثاق ہے اور وہاں کسی فعل پر آمادگی یا تر

ومنع پر قسم وارد ہے۔ دوسری آیت قولہ تعالے واحفظوا ایمانکم الآیہ۔ یعنے کفارہ قسم کے بعد حفاظت قسم کا بیان ہے تو مراد حفاظت سے یہ کہ اُسکو بغیر کفارہ کے مت چھوڑ ولہذا جو صحیحین مین ثابت ہوا کہ بہتری کی صورت مین قسم توڑ کر اُسکا کفارہ دینا چاہیے اس سے حفاظت قسم مین فرق نہین آیا کیونکہ حفاظت بحکم شرع ہے پس بغیر کفارہ کے نہین چھوڑی گئی۔ اور یہ بھی ایسی ہی قسم مین جو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر خارج سے وارد ہوا اور یہان عہد ومیثاق مین داخل ہے اسی واسطے مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے قولہ لا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا۔ کی تفسیر مین فرمایا کہ مخالفت یعنی زمانہ جاہلیت کی باہم قسم کے عہد وپیمان مراد ہین واضح ہو کہ اسلام سے پہلے ایک قبیلہ مین کوئی غیر شخص یا کوئی کنبہ داخل ہونا چاہتا تو باہم اُن مین قسم سے عہد ہوجاتا تھے کہ نیکی وبدی مین اُس کے ساتھ قرابت کا برتاؤ کرتے تھے۔ **قال الامام الحافظ** رحمہ اللہ تعالے اور اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو امام احمد نے مسند مین جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا حلف فی الاسلام وایما حلف کان فی الجاہلیۃ فانہ لا تزیدہ الاسلام الا شدۃ۔ یعنے اسلام مین حلف نہین ہے اور جو قسم زمانہ جاہلیت مین واقع ہوگئی تو اس کو اسلام زیادہ مضبوط ہی کرتا ہے۔ وکذا رواہ مسلم فی صحیحہ ایضًا اور اُس کے معنے یہ ہین کہ اسلام تو خود ایسی چیز ہے کہ جب متحقق ہوا تو کسی قسم کی ضرورت نہین ہے ولیکن سابق مین جو عہد ہوچکا اس کے شرائط قسم عہد ہی ہین اور عہد کا حکم اسلام مین یہ ہے کہ نہایت تاکید سے اُس کو پورا کر دپس اسلام سے وہ اور بھی مضبوط ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اسلام مین بھی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے محالفہ کرایا ہے چنانچہ صحیحین مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مکان مین صحابہ مہاجرین اور صحابہ انصار کے درمیان محالفہ کرایا۔ تو جواب یہ ہے کہ محالفہ یہان یعنے مواخاۃ ہے یعنے بھائی بھائی کرادیا اس دلیل سے کہ محالفہ مین باہم میراث اس طرح نہین تھی اور یہان جن دونون مین مواخاۃ کرائی تھی وہ باہم وارث ہوتے تھے یہانتک کہ جب وقت پورا ہوگیا تو اللہ تعالے نے آیت مواریث سے اُس کو منسوخ فرمادیا اور خود مفصل قصہ مین صریح مواخاۃ مذکور ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ یارسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب مین باہم مواخاۃ کی لیکن مجھے کسی کے ساتھ بھائی نہین بنایا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا مین وآخرت مین پس صریح یہ مواخاۃ ہے نہ محالفت۔ پھر شیخ امام نے ذکر کیا کہ امام ابن جریر نے اپنی اسناد سے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ اوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ پڑھی اور کہا کہ نزول اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے مین ہے جو شخص مسلمان ہوجاتا وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتا پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ تم اس بیعت کو پورا کرو اور ایمان کو بعد توکید کے مت توڑو یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قلت اور مشرکون کی کثرت پر نظر مت کرو۔ اِنَّ اللہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ اللہ تعالے جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ تعالے غافل نہین ہے اور نہ مشرکون کے وہم کے موافق ہے کہ دنیاوی بادشاہ کی طرح جون وشمار کے ذریعہ سے اُس کو معلوم ہو بلکہ اُس کا علم تمام مخلوق کے ذرات کو ہر دم محیط ہے بلکہ مخلوق کو اپنی جان کا علم ویسا نہین جیسا اللہ تعا جانتا ہے بلکہ وہ الحی القیوم ہے کہ اُسی کے علم وحیات وقدرت سے ہر ذرہ باقی ہے پس وفائے عہد یا توڑنے کو وہ خوب جانتا ہے پس بدون وسواس واوہام کے عہد پر قائم رہو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ۔ اور مت ہو مانند ایسی عورت کے جس کی یہ مثال ہے جو آگے مذکور ہے یا مراد ایک عورت خاص ہے جو قریش مین معروف تھی جس کو خرقاء کہتے تھے کما قال السدی اور نام اُس کا ریطہ بنت سعد بن تیم تھا یا اُس کا نام سعیدہ اسدیہ تھا کما رواہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ غرضکہ وہ مجنونہ احمق تھی کہ بالون وچھالون کو جمع کر کے کاتتی پھر ٹکڑے کر ڈالتی تھی اور اللہ تعالے نے ازل سے اس کی قسمت مین یہی لکھا تھا پس فرمایا کہ تم لوگ بھی ایسی عورت کے مثل مت ہو کہ جس نے۔ نَقَضَتْ غَزْلَهَا۔ توڑ ڈالا اپنے کاتے ہوئے کو۔ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا۔ بعد مضبوطی کے ٹکڑے ٹکڑے۔ **ابن قتیبہ** نے کہا کہ حاصل معنے یہ ہین کہ عہد پورا کرو اور قسم کو لذت مت توڑو۔ اگر ایسا کروگے تو تم مثل ایسی عورت کے ہوگے۔ **قال الحافظ**۔ اور عبداللہ بن کثیر وسدی نے ذکر کیا کہ یہ ایک عورت خرقاء مکہ مین تھی جب کاتتی تو بعد درستی ومضبوطی کے اُس کو توڑ ڈالتی اور مجاہد وقتادہ وابن زید نے کہا کہ یہ مثال ہے کہ جو نقض عہد کرے وہ ایسا ہے جیسے کسی عورت نے سوت کاتکر توڑ ڈالا۔ حافظ

امام نے کہا کہ یہی ارجح ہے خواہ کہ مین کوئی ایسی عورت ہو یا نہ ہو۔ اقول کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے پھر امام نے لکھا کہ قولہ انکاثاً
کہ اسم مصدر ہو یعنے نقضت کا مفعول مطلق ہوا سے نقضت غزلہا انکاثا یعنے انقاضًا۔ اور شاید کہ کان کی خبر سے بدل ہوا سے لاتکونوا انکاثا یعنے
انکاث نہ ہو بس جمع نکث بمعنے ناکث ہے یعنے عہد شکن۔ اور اس مین شک نہین کہ کسی شخص کو عہد و پیمان سے مطمئن کردینا پھر عہد توڑ کر اُسکو دھوکا
دینا نہایت خراب بات ہے اور اس سے جو فساد ہے وہ ظاہر ہے حتےٰ کہ کوئی قوم اس کو پسند نہین کرتی اور اگر ہمارے زمانہ مین کوئی قوم ایسی پائی جاوے
کہ فریب سے دنیا حاصل کرنے کے لیے فساد کرتے ہون تو دنیا کی خواہش مین اُن کی آنکھین اندھی ہوگئی ہین بالجملہ دوسرا احتمال ارجح ہو کہ عہد شکنی
سے ممانعت ہے لہذا فرمایا۔ تَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ تم بناتے ہو اپنی قسمون کو اپنے درمیان فریب و مکر یعنے باہمی اصلاح کی جگہ تم
قسمون کے ذریعہ سے باہم فساد کرنا چاہتے ہو کہ تمھاری قسم سے دوسرا مطمئن ہو کر دھوکا کھاوے۔ حدیث صحیحین مین موجود ہے کہ ہر ایک غدر کرنے والے
کے لیے ایک جھنڈا اُس کے چوتڑون کے پاس بلند کیا جائیگا کہ یہ غدر فلان بن فلان کا ہے مقصود یہ کہ غدر ایک قبیح چیز ہے اور قیامت مین یہ
خوبصورت و قبیح صاف ظاہر ہوگا تو غادر کی فضیحت کے لیے عام اعلام ہوگا۔ قال الامام احمد حدثنا اسمٰعیل حدثنا صخر بن جویریہ عن نافع قال
لما خلع الناس الخ آخر تک یعنے امام احمد نے بسند صحیح نافع بن عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ جب لوگون نے یزید کی بیعت سے گردن
نکال لی یعنے اللہ تعالیٰ کو شاہد کرکے اُس کے واسطے بیعت کی تھی وہ توڑ دی تو ابن عمر نے اپنی اولاد و عیال کو جمع کرکے خطبہ پڑھا بعد حمد و ثنا کے
فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیعت پر اُس شخص یزید سے بیعت کی ہے اور مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے سُنا کہ ہر غدر کرنے والے کے واسطے قیامت کے روز ایک جھنڈا بلند کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یہ غدر فلان بن فلان کا ہے اور سب سے
بڑا غدر سوا شرک کے یہ ہے کہ آدمی کسی شخص سے اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی بیعت پر بیعت کرے پھر اُس کی بیعت توڑ دے پس تم مین سے
کوئی خلع مت کرے اور نہ خلافت کے معاملہ مین دھوکا کرے ایسا نہو کہ میرے اور اُس کے درمیان جُدائی ہوجاوے۔ قال المترجم
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس حدیث سے خوف ہوا کہ غدر نہ ہو ولیکن یزید نے اللہ تعالیٰ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے قدم ہٹایا تھا
اور یہ بحث علم کلام مین مصرح ہے اور یہان مین اسقدر تنبیہ کرتا ہون کہ کسی ایماندار کو یہ وہم نہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیونکر
بیعت توڑ دی کیونکہ اول تو آنحضرت علیہ السلام نے بیعت نہین کی تھی اور دوم اُسکو اللہ تعالیٰ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت دینے سے
بسبب فسق کے انکار فرمایا تھا۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام علیہ السلام کو اپنی کمال رحمت مین مستغرق کر لیا اور یزید کی گردن پر اُس کے فعل
بدکاری کا مواخذہ وہ رہا جس کا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم مین ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ بالجملہ منع فرمایا کہ عہد مت توڑو
تم اپنی قسمون کو اپنے درمیان مکر و فریب بناتے ہو۔ اَنْ تَكُونَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ۔ باین طور کہ پائی جاوے کوئی جماعت جو کہ کثیر التعداد
ہے دوسری جماعت سے۔ یعنی تم حلیف ہوجاتے ہو لوگون کے جب وے تم سے تعداد و قوت مین زیادہ ہوتے ہین تاکہ تمھاری طرف سے اطمینان کرین
پھر جب تم نے اُن پر قابو پایا تو اُن سے غدر کیا پس جب ایسی حالت مین غدر منع ہے تو پہلے سے قابو ہونے کے باوجود غدر بدرجہ اولےٰ منع ہے کذا
فی تفسیر الامام اقول اربیٰ من امۃ مین اُمت سے چھوٹی جماعت مقصود ہوگی یعنے تم سے دوسرے لوگ کثیر التعداد ہین اور ممکن ہے کہ غدر سے ممانعت
کے واسطے عام صورت مین بیان کیا کہ قسم کو فریب اس طرح سے تم قرار دیتے ہو کہ جیسے چھوٹی جماعت اپنے سے بڑی جماعت سے حلف کرکے جب قوت
پاوے غدر کرے۔ بعض مفسرین نے اُس کو نقض عہد کی وجہ قرار دیا یعنے نقض عہد اس جہت سے کرتے ہو کہ تم ایک گروہ کو جس کی طرف جانا چاہتے ہو قوت
و کثرت والا پاتے ہو بہ نسبت دوسری جماعت کے جس کے ساتھ تم نے عہد کیا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ قریش جب اپنے
حلیف لوگون کی قلت دیکھتے اور اُن کے دشمنون مین کثرت پاتے تو حلیف لوگون سے عہد توڑ کر اُن کے دشمنون سے حلف کر لیتے پس اس سے منع
کردیے گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت مین قریش اچھے عہد و امانت والے تھے چنانچہ غزوۂ اُحد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی

فرمایا کہ قریش عہد و امانت کے لوگ ہیں اور تمام حدیث مع قصہ کے اپنے مقام پر ہے لیکن آخر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی پر
اصرار کر کے ایمان سے منہ موڑ رہے ہے تو موجودہ لوگوں کے اخلاق بگڑ گئے پس شاید کہ مجاہد رحمہ نے اس زمانہ کی اُن کی حالت و بعض واقعات کا ذکر کیا
ہے ورنہ قریش والے ایسے بدعہدی سے محفوظ تھے۔ اور اظہر یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو خاصتہً اور سب کو عموماً ممانعت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ والوں کی قلت دیکھکر مشرکوں کی کثرت و مالداری کی وجہ سے عہد شکن نہ ہوں۔ حاصل معنے یہ ہوئے کہ اگر تم قسم و عہد کو بعد مضبوطی کے توڑ دو تو
مثل ایسی عورت کے ہو جو اپنا کاتا ہوا توڑ ڈالے اور ایسا کرنے میں تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان میں فریب و مکر بنا لوگے کہ کثرت و قوت والوں کو دیکھکر
قلیل جماعت سے عہد شکنی کرو۔ پھر تنبیہ کی کہ اللہ تعالے کی قدرت میں سب کچھ ہے وہ چاہے اپنے رسول و مومنین کی جماعت کثیر کر دے اور سب
قوت و شوکت انہیں کو حاصل ہو اور مشرکوں و نافرمانوں کی جماعت ہی نہ رہے بلکہ سب فرمانبردار ہو جاویں پس وہم مت کرو کہ اگر مومنین اللہ
تعالے کے نزدیک محبوب ہوتے تو کم اور فقیر کیوں ہوتے۔ اِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهٖ۔ اس حال سے تو اللہ تعالے فقط تم کو آزمائش میں ڈالتا ہے یعنے
جو تم میں سے سچے ہیں ہر حال میں اسلام اور اللہ تعالے کی فرمانبرداری پر مستقیم رہینگے اور جس بات پر اللہ تعالے کو کفیل کیا ہے اسی پر بھروسا کر کے ثابت
قدم ہونگے اور عہد پورا کریں گے نہ توڑیں گے اور جو بدبخت ہے عہد توڑ کر وہ اس میں مبتلا ہو جائیگا۔ غرضکہ یہ امتحان ہے تا دنیا میں سچا و جھوٹا متمیز
ہو جاوے۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اور تاکہ قیامت میں تم پر ظاہر کر دے جس میں تم اختلاف کرتے تھے
پس اہل صدق و وفا کے درجات بلند کرے جنہوں نے حق کو سچے ایمان سے لیا اور اللہ تعالے پر یقینی بھروسا کیا تھا اور اہل کذب و باطل کو عذاب
دے جنہوں نے قسموں سے اللہ تعالے کو کفیل کیا ولیکن قسمیں مکر و فریب تھیں اللہ تعالے پر بھروسا نہ تھا صرف لوگوں کی کثرت و قوت شوکت پر
نظر تھی اسی واسطے عہد توڑ دیا۔ قال الحافظ الامام اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قولہ اربیٰ من امۃ یعنے اکثر۔ اقول و صحیح ہو
کہ قولہ اربیٰ زیادہ کے معنے میں ہے اسی سے ربوا سود کو کہتے ہیں پس کثرت خواہ بنظر تعداد ہو یا صرف بنظر کثرت مال و شوکت ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ
تعالے نے کہا کہ دوسروں کو زیادہ تعداد اور عزت والا پاکر عہد توڑ کر اُن سے حلف کر لیتے تھے۔ اسی کے مانند ضحاک و قتادہ و ابن زید سے مروی ہے
اور قولہ یبلوکم اللہ بہ ضمیر بہ کا مرجع سعید بن جبیر سے کثرت مروی ہے کما رواہ ابن ابی حاتم ولیکن شیخ ابن جریر رحمہ نے مضمون جملہ سابق قرار دیا ہے
اور شاید یہی حضرت سعید بن جبیر کی مراد ہے۔ بالجملہ غدر کرنا ممنوع اور سخت معیوب ہے اور شیخ کی تفسیر سے سورہ انفال میں مذکور ہوا کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصرانی بادشاہ روم سے معاہدہ کیا تھا اور اُس کی مدت مقرر ہو گئی تھی جب قریب ختم کے پہونچی تو معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر
لے کر اُن کی جانب روانہ ہوئے اور قریب پہونچ گئے جب میعاد ختم ہو گئی تو اُن پر حملہ کیا اور وہ لوگ غافل تھے پس پیچھے سے عمرو بن عبسہ رضی اللہ
عنہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور پکارا کہ اے امیر معاویہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا چاہیے نہ غدر اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ
اگر کسی قوم سے کوئی مدت مقرر ہو تو پہلے سے عہد کو نہ کھول ڈالے یہاں تک کہ مدت گذر جاوے پس معاویہ رضی اللہ عنہ مع لشکر کے واپس آئے
اقول حضرت عمرو بن عبسہ نے اس واقعہ میں خلاف عہد یہ امر قرار دیا کہ مدت گذرنے سے پہلے اپنے مقام سے لشکر لے کر روانہ ہونا چاہیے تھا بلکہ
بعد مدت گذرنے کے روانہ ہونا چاہیے۔ ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد مدت گذرنے کے اُن پر حملہ کیا تھا اور وہ لوگ اس وجہ سے غافل تھے
کہ ہنوز مدت باقی ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ملک میں ہوں گے۔ واضح ہو کہ اس آیت میں جیسے قریش کو اور جیسے مومنوں کو بیعت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم توڑنے سے ممانعت ہے ویسے ہی عموماً یہود وغیرہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑنے سے ممانعت ہے حالانکہ پہلے اُس کے
مدینہ میں یہ صورت واقع ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قلت دیکھکر یہودیوں نے عہد توڑ دیا اور قریش کی کثرت دیکھکر اُن سے عہد کر لیا تھا اور میری
مراد نہیں کہ آیت اس بارہ میں نازل ہوئی ہے ف۔ فے العرائس قولہ تعالے واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ واضح ہو کہ اصلی عہد وہ ہے جو بندوں نے
اللہ تعالے کے ساتھ میثاق ازلی میں اقرار کیا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہے پس اجسام کے واسطے جیسے دنیاوی پیدایش ہیں معاملات باہمی کے عہد و وفا کرنے کا

حکم دیا جو کہ ظاہر تفسیر ہے ویسے ہی شیخ نے عہد ارواح و عہد ازل کے اشارہ کو بیان کیا اور کہا کہ وہ عہد زیادہ مؤکد ہے جو ارواح نے حضرت رب تبارک و تعالےٰ کے ساتھ اس حال میں دیا جب عدم سے بجبت قدم اُن کا ظہور ہوا اور عہد کیا کہ تیری ربوبیت کے واسطے ہم عبودیت کھینچینگے اور کسی طرح کا شرک نہ کرینگے اور کسی چیز کو عرش سے لیکر فرش تک تیرے سوا پسند نہ کرینگے پس ہر ایسی چیز سے جو لائق عبودیت نہ ہو باہر ہونگے اور حق تعالےٰ عز و جل نے وعدہ دیا کہ اُن کو دوامی مشاہدہ عطا ہوگا پس حقیقی وفاء عہد متعلق بعنایت آلٰہی و رعایت قدیم ہے اور یہ اُنھین کے واسطے جنھون نے بطوع و رغبت دہان قبول کیا ہے ورنہ جنھون نے اکراہ سے جواب دیا ہے وہ غدر مین مبتلا ہین اور تمام کوشش جو بندہ سے ظاہر ہو اُسی عنایت ازلی کا اثر ہے پس اگر ہمارے عہد مین نقض ہوا بوجہ غیرت سابقہ ازلیہ کے اور بوجہ تغیر ہماری صفات کے ایک حال سے دوسرے حال پر کہ فطرت سے بدلکر جہالت مین مبتلا ہوئے تو حادث ہین اور اللہ تعالےٰ کے عہد مین نقض نہین ہو سکتا کیونکہ وہ حدوث کی تغیر سے پاک ہے اور بڑی وسیع رحمت والا ہے اپنا عہد پورا فرماتا ہے اور اُس کے واسطے کوئی علت نہین ہے قال اللہ تعالےٰ ومن اوفٰی بعہدہ من اللہ یعنے اللہ تعالےٰ سے بڑھکر عہد پورا کرنے والا کون ہے شیخ نصرآبادی نے کہا کہ تو دو عہد کے درمیان ہے ایک عہد آلٰہی کہ اُس سے بڑھ کر کون عہد پورا کر سکتا ہے اور دوم تیرا عہد پورا کرنا جب تو غور سے نظر کرے تو چشم عبرت سے اپنی ہی طرف دیکھ پھر عہود مختلف ہین عہود اقوال اور عہود افعال اور عہود احوال اور ان سب مین تجھ سے صدق مطلوب ہے پھر عوام کے عہود ہین اور خواص کے عہود ہین اور خواص الخواص کے عہود ہین پس عوام پر جو عہد ہے یہ ہے کہ ظاہر امور پر لازم رہین یعنے ظاہر شریعت پر مستقیم رہین اور خواص پر یہ عہد ہے کہ بواطن کی حفاظت رکھین ۔ اور خواص الخواص پر یہ عہد ہے کہ سب سے خالی ہو کر اُس کے لیے ہو جاوین جس کے لیے سب ہے اور فرمایا کہ جس نے عہد کو اپنے بھروسے پر اُٹھایا اُس نے پہلے ہی قدم مین اُس کو توڑ دیا اور جس نے اُس کو بقوت حق عز و جل اُٹھایا تو اُسپر اُس کا عہد و میثاق محفوظ رکھا جاتا ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ عہود و مواثیق تو اول عہد ازل مین ہو چکے پس جو شخص کہ ایفاء عہد پر مستقیم ہوا اُس کے لیے حقائق کے راستہ وقتاً فوقتاً کھولتے جاتے ہین اور جس نے عہد مین خیانت کی تو وہ اپنے وقت کے ساتھ گرفتار رہ جاتا ہے اور راہ ہدایت کے دروازے اُسپر بند ہوتے جاتے ہین شیخ نے کہا کہ مجھے یہان ایک نکتہ ظاہر ہوا یعنے قولہ تعالےٰ ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا پر نظر کرو کہ اگر عہد و قسم ازل مین بندون کی جانب سے واقع ہوا تو اُن کو عہود و میثاق کی وفا کرنے مین اختیار ہے اور اگر صرف حق عز و جل کی طرف سے وقوع ہوا اور بندون کے عہود و قسم اُس کے نتائج و فرع ہین تو بندون سے اختیار ساقط ہے اور اُن کے عہود و قسم توڑے رہتے ہین اور حق عز و جل کی طرف سے ہمیشہ پورے ہوتے رہینگے کیونکہ او تعالےٰ قادر مختار ہے اس کی شان مین تغیر و زمان و مکان کو دخل نہین ہے ۔ قال المترجم بندے مکلف ہین اور تقدیر کا مسئلہ عوام کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اہل الحق کا قول حق یہان نہ جبر ہے نہ اختیار ہے بلکہ درمیان مین طریق سنت پر چلو و اللہ یہدی من یشاء فافہم

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَلَتُسْـَٔلُنَّ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کرتا لیکن بہکاتا ہے جسکو چاہے اور سوجھاتا ہے جسکو چاہے اور تم سے پوچھ ہوگی

عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

جو کام تم کرتے تھے اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسمین رکھنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جاوے کسی کا پاؤن جمے پیچھے اور تم چکھو

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا

سزا اسپر کہ تم نے روکا اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑی مار ہو اور نہ لو اللہ کے قرار پر مول

قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

تھوڑا بیشک جو اللہ کے یہان ہے وہی بہتر ہے تم کو اگر تم جانتے ہو جو تم پاس ہے نبڑ جائیگا اور جو اللہ پاس ہے

بَاقٍ ط وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

سو رہتا ہے اور ہم بدلے میں دیں گے ٹھہرنے والوں کا حق بہتر کاموں پر جو کرتے تھے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً - یعنے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں جاری ہوتا تو تم سب کو ایک امت کر دیتا ولیکن اس کی مشیت میں نہیں جاری ہوا اسی لیے تم میں اختلاف و باہم بغض ہے بقولہ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم یعنے ہمیشہ ان میں باہم اختلاف رہیگا سوائے ان کے جن پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہے اور اسی لیے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ - ولیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضے مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں اور دونوں اس امتحان میں ہیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فیصلہ کرے۔ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ - اور ضرور جان لو کہ قیامت کے روز تم پوچھے جاؤ گے ان حرکات سے جو تم کرتے تھے۔ یہ سوال محاسبہ و مواخذہ ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ بندۂ مومن جس سے اللہ تعالیٰ تجاوز فرماوے اس کے نامہ اعمال اس کی نظر سے گذارے جاوینگے مگر گرفت و بازپرس نہوگی اور جس سے بازپرس ہوئی وہ ہلاک ہوا۔ حساب یسیر یعنے حساب آسان کی یہی تفسیر ہے اور اگر دیگر احادیث میں سوال اقرار کرانے کے طور پر مومن مغفور سے بھی وارد ہوا ہے لیکن مواخذہ مناقشہ نہوگا۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ - اور مت بناؤ اپنی قسموں کو فریب اپنے درمیان۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا - کہ پھسل جاوے قدم بعد اپنے جمے ہونے کے۔ یہ ایک مثل ہے ایسے شخص کے حق میں جو سیدھی راہ پر تھا پھر مڑ گیا پس جھوٹی قسموں سے مکر کر کے راہ راست سے قدم مت ہٹاؤ۔ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - اور چکھو برائی بوجہ تمہارے روکنے کے راہ الٰہی سے اور تمہارے لیے عذاب عظیم ہے یعنے اگر ایسا کروگے تو تم نے لوگوں کو راہ حق سے روکا کیونکہ کافر جب دیکھیگا کہ مومن نے معاہدہ کر کے غدر کیا تو اس کو دین حق کے ساتھ وثوق نہیں رہیگا پس اس سبب سے اسلام میں نہ آوے گا اور تم کو دنیا میں اس کی برائی چکھنی ہوگی اور آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی معاہدی کو مارا تو اس کو جنت کی خوشبو نہ ملیگی باوجودیکہ اس کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ تک پہونچتی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ وہ شخص کافر ہو گیا بلکہ مقامات حساب و قیامت میں مومنوں کے برخلاف یہ شخص جس نے معاہدی (جو عہد میں داخل ہے ۱۲) کو قتل کیا ہے اس خوشبو سے محروم ہوگا۔ بعض نے کہا کہ فتزل قدم میں قدم مفرد نکرہ ہے تو جب کہ ایک قدم کا پھسلنا اسقدر برا ہو تو زیادہ قدموں کی لغزش بہت ہی بدتر ہے۔ واضح ہو کہ معاہدی کا قتل کرنا اور غدر کرنا جان بوجھکر اس طرح ممنوع ہے اور اگر بغیر جانے کسی معاہدی کو قتل کر دیا تو دیت لازم آوے گی جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے واقع ہوا اور یہود خیبر نے ایک صحابی کو قتل کر کے انکار کیا وہ رائیگاں پائے گئے چونکہ یہود فدک کو عہد کے ساتھ رکھا گیا تھا اور گواہ نہ تھے اس وجہ سے ان پر باوجود ان کی بدعہدی کے اسلام کی طرف سے کچھ قصاص نہوا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بعد عرصہ کے جلائے وطن کر دیا۔ اصل بدعہدی یہود کی طرف سے تھی حالانکہ ذمہ مسلمانوں کا ایک ہوتا ہے۔ یعنے اگر ذی اختیار سردار نے یا عام میں سے کسی نے عہد دیا تو سب مسلمانوں پر اس کی حفاظت واجب ہے ولیکن یہود تو آیات الٰہی کو ثمن قلیل کے عوض فروخت کرتے تھے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہاں منع فرمایا کہ۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا - یعنے مت خریدو یعنے مت بدلو اللہ تعالیٰ کے عہد کو تھوڑے مول سے۔ یعنے دنیاوی نفع حقیر کے واسطے اللہ تعالیٰ کا عہد و قسم کو مت توڑو کہ تم چند روز حقیر مال دیکھوگے بدبختی ابدی پاؤگے پھر آخرت میں عذاب ہے۔ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ - جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے وہ تمہارے واسطے بہتر ہے یعنے نعمہائے جنت کہ جن کو کبھی زوال و انقطاع نہیں ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اگر تم جانتے ہو ایمان لائے ہو تو حقیر کو باقی [illegible] بدلے اس پر قطعی دلیل سب کی سمجھ کے لائق یہ ہے کہ۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ - جو تمہارے پاس ہے یعنے یہاں اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے [illegible] واختیار سے تمہارے تصرف میں جتنا چاہی دیدی ہے وہ فنا ہوگی آدمی خود ہی فنا ہو جاتا ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ - اور جو اللہ [illegible]

کے یہاں ہے یعنے دار آخرت کے بیسے اللہ تعالے نے مہیا فرمائی ہے وہ باقی ہے اُس کے واسطے اللہ تعالے نے کبھی زوال نہین رکھا ہو اور یہ نعمت جنت اللہ تعالے ہر ایک بندے مومن کو اُس کے اعمال کے بدلے عطا فرماوے گا بلکہ بہتر چنانچہ فرمایا۔ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوٓا۔ اور البتہ ہم اپنے فضل سے بدلا دینگے اُن کو جنھون نے صبر کیا اپنے سختی مین اور اللہ تعالے کے عہود کی نگہداشت و طاعت مین اگرچہ کچھ تکلیف ہوئی مگر جمے رہے۔ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ بہتر اُس کا جو کرتے تھے پس اعمال سے جزا و ثواب بہتر وافر ہے ہر نیکی کا بدلہ دس گونہ ہے اور نیکی تو صورت مین جیسی تھی ویسی تھی اور اُس کا ثواب نہایت عیش و عشرت ہے۔ اور بُرائی جو سرزد ہوگئی اللہ تعالے اُس سے تجاوز فرمائیگا جبکہ اُمیدواری کے ساتھ ایمان پر قائم رہا۔ ف فی العرائس قولہ ما عنکم ینفد الآیہ۔ یہان اشارات سے بعض لطائف ثابت ہوتے ہین از انجملہ یہ ہے کہ موارد قرب و الوہیت جو بندہ کے دل مین آتے ہین اور اُس کے پاس ہوتے ہین وہ معارف کے واسطے ہین ولیکن زائل ہون گے اور باقی رہنے کے واسطے اصل الاصل یعنے مشاہدہ ہے از انجملہ معارف یعنی جمال معروف ہین فانی ہوتے ہین اور جو انوار صفات ہین وہ البتہ باقی ہین انھین سے معارف حاصل ہوتے ہین۔ اس مین اُمیدواری عظیم ہے کہ جنھون نے بلائے محنت و فراق اُٹھائی ہے اُن کو اُمید سے بڑھ کر ثواب ہے کیونکہ اُن کی اُمید مین اسی قدر ہون کی جتنی اُن کی ہمت و نیت و قصد ہے حالانکہ یہ سب حادث و قاصر و معلول ہین اور دیدار آلہی عز و جل تمام خلق کے احاطہ سے باہر ہے یعنے وجود خلق اُس کی کیفیت و ادراک سے بے بہرہ ہے اور وہ بے حساب ہے کما قال تعالے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو بندون کے پاس اعمال مین سب فانیات ہین اور اللہ تعالے نے جو جزا مقرر فرمائی ہے وہ علی الدوام باقی ہو اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بندون کے پاس اعمال فرائض و نوافل جو کچھ ہون فانی ہین اور اللہ تعالے کے یہان اُسکے اوصاف و نعوت باقی ہین کیونکہ حادث فنا ہوگا اور قدیم باقی ہے شیخ ابو عثمان نے کہا کہ صبر کی جزاء احسن کے واسطے علامات ہین کہ جس نے صبر کیا اللہ تعالے اُس کو رضامندی دیتا ہے پس جسنے قضا پر رضا رکھی اور صابرون کا طریقہ اپنے اوپر لازم کر لیا تو اللہ تعالے اُس کو دنیا و آخرت مین عمدہ ثواب دیگا بعض نے کہا کہ تمھارے اعمال فانی ہین اور احکام اُس کی رحمت حق وغیرہ باقی ہین اور بعض نے کہا کہ تمھارے شوق فانی ہین اور باقی شوق آلہی بجانب اپنے بندون کے ہے اور یہ فضل بے حساب غیر متناہی ہے پھر اللہ تعالے نے نیک ثواب والون کو بیان فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ صَـٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم

جسنے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہے تو اُسکو ہم جلا دینگے اچھی زندگی اور بدلہ مین دینگے اُنکو حق انکا

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝

بہتر کامون پر جو کرتے تھے۔

یہ اللہ تعالے کی طرف سے ایسے بندون کو وعدہ ہے جو نیک کام کرین بحالت ایمان۔ مَنْ عَمِلَ صَـٰلِحًا جس نے نیک عمل کیا یعنے قرآن پاک و حدیث کی متابعت و شریعت کے موافق عمل کیا۔ مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ۔ عام ہے کہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت ہو۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ درحالیکہ اُس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو اللہ تعالے و اُس کے رسول و آخرت کا یقین ہو اور جانتا ہو کہ یہ کام شرع مین نیک مشروع ہے۔ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً تو ہم اُس کو زندہ رکھینگے حیات پاکیزہ کے ساتھ۔ یعنے دنیا مین جب تک اُس کی زندگی مقدر فرمائی ہو اللہ تعالے اُس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیگا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم اور ہم اُن کو سب کو جو ایسی صفت پر نیکوکار ہونگے آخرت مین بدلا دینگے اُن کا ثواب۔ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ بہتر اُس سے جو دنیا مین کرتے تھے۔ یعنے اُن کے اعمال نیک و طاعات سے بدلا بہتر ہے ایک تو دس گونہ اور دوسرے ثواب و رضوان نہایت عظیم الشان ہے۔ واضح ہو کہ یہان علوم ہین اول یہ کہ یہ عوض نیک و ثواب عظیم ہر ایک نیک کام کے واسطے ہے۔ دوم یہان مرد و عورت سب کو صریح وعدہ ہے چنانچہ مرد مثلاً جہاد کرتا ہے اور عورت نہین تو عورت کے واسطے جو احکام

طاعت کیے ہین وہی عمدہ ثواب کے واسطے کافی ہین۔ سوم مومن کی شرط ہے کیونکہ کافر کو یا تو آخرت کا یقین نہین تو وہ وہان کے واسطے کچھ کرتا ہی نہین اور یا جانتا ہے کہ دوسرا جہان ہے ولیکن اللہ تعالے کے حکم پر نہین چلتا بلکہ اپنی شریعت بنا کر کافر جاہل ہے پس شرک کے ساتھ کوئی عمل قبول نہین ہوسکتا تو اُس کے عمل کا کچھ اعتبار نہین ہے ولیکن دنیا مین اُس کو بقدر عمل ملتا ہے چنانچہ آویگا چہارم جزا دو طرح کی بیان فرمائی ایک یہ کہ دنیا مین اُس کو پاکیزہ زندگی ملیگی۔ دوم آخرت کا ثواب عظیم۔ پھر دنیاوی زندگی پاکیزہ کی تفسیر مین اقوال ہین چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و ایک جماعت سے مروی ہے کہ حیات طیبہ رزق حلال ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قناعت ہے اور یہ قول ابن عباس و عکرمہ و وہب بن منبہ سے بھی مروی ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ سعادت ہے یعنے اللہ تعالے اُس کو سعید زندہ رکھتا ہے۔ حسن و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ کسی کے واسطے حیات خوشگوار نہوگی مگر جنت مین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اُن بزرگون نے یہ معنے لیے کہ اللہ تعالے مومن نیکوکار کو آخرت مین بحیات طیبہ زندہ رکھیگا ولیکن دوسرون نے اُسکو دنیاوی زندگی پر محمول کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ وہ رزق حلال و عبادت ہے اور خوش دلی کے ساتھ طاعت کرنا۔ شیخ امام نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ حیات طیبہ ان سب باتون کو شامل ہے چنانچہ حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مین ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم و رزق کفافا وقنعہ اللہ بما اتاہ۔ یعنے بے شک وہ فلاح پا گیا جو اسلام لایا اور اُس کو کفایت کے لائق رزق دیا گیا اور اللہ تعالے نے اُس کو جو دیا اُس پر قناعت بخشی۔ رواہ الامام احمد والترمذی ومسلم و روی الترمذی وصححہ والنسائی بنحوہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہے اور مراد یہ ہے کہ دلی یقین کے ساتھ اعمال و طاعات بھی بجا لایا اور چونکہ کبھی دل مین تصدیق و یقین ہوتا ہے مگر نفس کی سرکشی سے اعمال مین قصور ہوتا ہے تو ایمان بغیر عمل کے ہوتا ہے اس واسطے اسلام فرمایا۔ اور رزق کفاف یہ ہے کہ اس کی ضرورت کے لائق اوسط درجہ کا ہو نہ حاجت سے زائد ہو جیسے دنیاوی شہوات مین اُڑانے کے لیے ہوتا ہے اور نہ کم ہو کہ تکلیف مین ہو اور طاعات ادا کرنے مین پریشان ہو۔ قناعت یہ ہے کہ اتنے رزق پر راضی ہو اور اُس کو شہوات و لذات دنیاوی اور ثروت کی طرف نظر نہو اور اس قدر کفاف پر ناگواری نہ ہو بلکہ اگر ثروت والون کو دیکھے اور اُس کی طبیعت خواہش کرے تو دل سے نفرت کرے اور اپنے نفس کے خطرہ سے استغفار کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے انس بن مالک رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یظلم المؤمنین حسنۃ یعطی بہا فی الدنیا ویثاب علیہا فی الآخرۃ واما الکافر فیطعم بحسناتہ فی الدنیا حتے اذا افضے الے الآخرۃ لم تکن لہ حسنۃ یعطی بہا خیرا۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ مومن کی نیکی مین کچھ کمی نہین فرماتا ہے اُس کو نیکی کے طفیل مین دنیا مین دیتا ہے اور نیکی کا ثواب آخرت عطا فرماتا ہے اور رہا کافر تو وہ اپنی نیکیون کا عوض دنیا مین دیدیا جاتا ہے یہانتک کہ جب آخرت مین پہونچایا گیا تو اُس کی کوئی نیکی ہی نہین ہوتی جس کے عوض بھلائی پاوے۔ رواہ مسلم فی صحیحہ ایضا۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ سوائے طریقہ عبادات وغیرہ کے دوسرے طور پر مثل صدقہ و خیرات و اہل قرابات سے سلوک کے کافرون سے بھی نیکی شمار ہوتی ہین اور بعض آیات بھی اس پر شاہد ہین ولیکن کافرون کو اُن کی نیکیون کا عوض اس دنیا مین دیدیا جاتا ہے اور وہ دنیاوی ثروت و مال و متاع وغیرہ جس کی خواہش کرین بلکہ اس نیکی کا عوض سوا اس کے کچھ اور نہین ہوتا اس لیے کہ توحید حق عز و جل کے ساتھ دار آخرت پر اُن کو یقین ہی نہین ہے اور حدیث و آیت سے ثابت ہے کہ اعمال کا مدار نیات پر ہے اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کی نیت اپنے اعمال مین دار آخرت ہوتی ہے لیکن یہ اعمال خالصہ ایسے ہین کہ اللہ تعالے اُن کی برکت سے دنیا مین بھی مومن کو اُس کی زندگی ایمان و طاعت پر مثمر حسنات رہنے کے لیے مناسب سامان عطا فرماتا ہے اور آخرت مین پورا ثواب بدون کمی کے ملیگا بلکہ نیکی کسی کو نہ ہوگی اور اسپر اللہ تعالے اپنی طرف سے فضل عظیم عطا فرمادیگا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ حدیث مین دعا مذکور ہے کہ اللہم قنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ۔ یعنے الٰہی جو مجھے روزی کرے اُس پر قناعت مجھ کو دیدے اور مجھے اُس مین برکت فرما دے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اچھے پیشہ سے کمائی

اور اعمال صالحہ پر زندگی پاکیزہ حیات ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ حیاتِ طیبہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ شیخ ابو بکر
الوراق نے کہا کہ طاعات میں حلاوت ہے۔ سمرقندی رح نے کہا کہ حیاتِ طیبہ قبر میں ہوگی کیونکہ مومن موت کے ساتھ دنیا کی مشقت سے راحت پاویگا
سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا کہ حیاتِ طیبہ یہ ہے کہ بندہ کے خیال سے اُس کی تدبیر پر نظر دور کر دیجاوے اور حق عز و جل اپنی مخلوقات کی
تدبیر فرماتا ہے اسی پر مختار رہے۔ بعض نے کہا کہ مخلوق سے بے پروائی ہونا اور حق عز و جل کی طرف محتاج رہنا یہی حیات پاکیزہ ہے۔ ف فی العرائس
قول تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ الآیہ۔ واضح ہو کہ عمل صالح میں چیزیں ہیں اول یہ کہ تمام خلق سے اور جو کچھ عالم میں ہے سب سے علیحدہ ہونا
اور اُس کو قدیم کے مقابلہ میں بنظر حقارت دیکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی ہو کر نفس کو قربان کرنا اور اُس کے امتحان میں لذت پانا
سوم یہ کہ ہر حال میں عوض و ثواب سے نظر اُٹھائے رہنا یعنے یہ جاننا کہ یہ کام میں اللہ تعالیٰ کے رضامندی کے واسطے کرتا ہوں و لیکن یہ نہیں کہ
مجھے اس کا عوض فلاں نعمت ملے حالانکہ نیک کام کا ثواب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضرور ملیگا۔ پھر یہ شرط ہے کہ وہ بندہ مومن ہو یعنے درجہ
یقین پر اپنے حال و اعمال میں خالص نیت اللہ تعالیٰ عز و جل کی قبولیت و رضامندی کی رکھے اور نیز اللہ تعالیٰ جلشانہ نے جو وعدہ احکام
غیب کے فرمائے ہیں نور بصیرت سے گویا اُن کا مشاہدہ کرتا ہے اور نیز اُس کی نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے سب سے پاک ہو اور یہ بھی یقین رکھے کہ اس کا
وجود و اُس کی طاعات کچھ جناب حق عز و جل قدیم کے لائق نہیں ہیں اور یہ بات تو یوں بھی ظاہر ہے کہ جناب کبریا قدیم ہے اُس کی درگاہ کے لائق
حادث نہیں تو اس حادث کے اعمال جو حادث در حادث ہیں کیونکر ہو سکتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جلشانہ اپنے فضل سے بندوں کو اپنے رضوان سے
سرفراز فرماتا ہے یہ اُسی کا فضل عظیم ہے۔ پس جو شخص ان صفات کا ہو حق تعالیٰ عز و جل اُس کے قلب و روح و عقل کو حیات ازلی کی برکت
عطا فرماتا ہے یہی حیاتِ طیبہ ہے اُسی سے اُس کے انوار جمال دیکھتا ہے اور اُسی کے وصل سے مانوس اور اُسی کے فضل سے عافیت میں رہتا ہے اور یہ
عافیت بحیاتِ طیبہ ہے پس ظاہر و باطن اُس کے لطف کے لباس میں اُس کے قہر سے محفوظ ہوتا ہے اور یہ مقام عافیت خارج از مقام امتحان
ہو جاتا ہے۔ یہ ثواب دنیا میں اُس شخص کا ہے جو اپنے رب عز و جل کی طرف متوجہ ہو اگر اُسی کے واسطے نہ اپنی غرض سے اور نہ کسی دوسرے کی لالچ
سے۔ پس اُس کی حیات بحی القیوم بلا کدورت و فتور ہے اور ہر دم اُس کو مشاہدہ خارج از کیفیت ہے اور کوئی شخص بدون پاکیزگی کے جس نے حالت
آلودات و شہوات نفس و وساوس شیطانی کو پاک نہیں کیا وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حیاتِ
طیبہ قناعت ہے۔ شیخ سوسی رح وغیرہ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ وہ زندگانی فقر اور صبر ہے۔ حریری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فہم سے
صبر کرنا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ دونوں جہان اپنی خاطر سے گرا کر رب عز و جل کے ساتھ باقی رہنا۔ اور یہ بھی کہا کہ روح یقین و صدق
نیت قلبی سے زندگی بسر کرنا۔ سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیاتِ طیبہ اُس قلب کو ہے کہ کونین سے نظر ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ ہے
امام جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خلق کے ساتھ اپنے نفس سے زندگی کرنا درحالیکہ اُس کا قلب مشاہدۂ الٰہی میں مستغرق ہو۔ اور یہ بھی کہا کہ قلب
صافی اور روح لاقی اور بدن وقاسے طاعت میں وافی ہونا۔ بعض نے کہا کہ حسن معرفت و تجرید ہمت کے ساتھ قلب اپنے رب کی یاد میں ہو
امام صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ قناعت و رضامندی کے ساتھ جینا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو قلب اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور زبان اُسکی
یاد میں اور اعضاء و جوارح اُس کی طاعت و خدمت میں ہوں یہی حیاتِ طیبہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب بندے کے واسطے پانچ مقام حاصل ہوتے
ہیں اول عیش سرمدی دوم حیات ابدی اور سوم سچی بندگی چہارم قرب الٰہی اور پنجم ملک ازلی تو یہی حیاتِ طیبہ ہے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ
تعالیٰ نے کہا کہ جو میسر آوے اُس پر رضامندی اور تکالیف مقدرہ پر صبر و شکر کرنا حیاتِ طیبہ ہے کیونکہ کسی نفس کو پاکیزہ حیات نہ ہوگی جب تک وہ
قضا و قدر پر راضی نہ ہو۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے قولہ وہو مومن کے معنے میں کہا کہ نیک کام نہیں ہوتا مگر وہ مومن ہے اور جو مومن نہیں
اُس کے اعمال کبھی صالح نہیں ہوتے ہیں اور معنے یہ ہیں کہ فی الحال اُس نے نیک کام کیا اور وہ انجام پر مومن مرا کیونکہ فی الحال جو صفائی حاصل ہو

اس سے کچھ نفع نہیں جب تک کہ انجام میں ایمان نہ ہو کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے اور بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اس وقت ایمان کا اقرار کیا اور دل سے اُس نے مانا کسی فریب و نفاق کی نیت نہیں ہے پھر اُس نے نماز و روزہ و صدقہ و حج وغیرہ اعمال صالحہ کیے پھر آخر کو وہ مرتد ہو کر مرا نعوذ باللہ منہ تو چاہیے کہ وہ جہنمی نہ ہو اس لیے کہ اعمال صالحہ کا ثواب جنت ہے پس شیخ نے اس کا جواب دیا کہ اعمال صالحہ فی الحال صالح بظاہر ہیں اور حقیقت میں نہیں معلوم پھر اگر وہ آخر میں کافر مرا تو اعمال مذکور صالح نہ تھے کیونکہ صالح اعمال فقط مومن کے ہوتے ہیں اور اگر آخر میں مومن مرا تو اعمال مذکورہ صالحہ تھے جن کا ثواب عظیم پاویگا فافہم۔ بعضے کہتے ہیں کہ مومن سے یہاں یہ معنے بھی معلوم ہیں کہ اُس کو یقین ہو کہ میری نجات فقط اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے میرے اعمال اس کا سبب نہیں ہو سکتے ہیں۔ اقول اگر وہم ہو کہ پھر عمل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے انکار ہوگا اگر اُس کی شریعت سے منحرف ہو۔ اور اعمال درجات عالیہ ہیں اور اعمال یہاں تک اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتے ہیں کہ بندہ ولی اور مشاہدہ میں حیات طیبہ مستغرق ہوتا ہے فافہم پھر شیخ کے اُستاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حیات طیبہ وہ قسم قرب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حیات طیبہ وہ کیفیت محبوب ہوتے ہیں کہ حیات طیبہ اولیا رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا ہر سوال پورا کرتا ہے اور ہر امید بر لاتا ہے اور خاص لوگ تو وہ ہیں کہ نہ اُن کی کوئی حاجت نہ سوال اور نہ کچھ مقصد و نہ درخواست اور غور کرو کہ دونوں قسم کے اولیا میں کتنا فرق ہے کہ کسی کی حاجت و مراد ہو وہ پوری کر دی جاوے اور کسی کو کچھ حاجت نہیں وہ کچھ نہیں چاہتا کیونکہ جس کی طرف حاجت ہو وہی حاصل ہے قسم اول تو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ادب کے ساتھ قائم ہیں اور قسم دوم بندگان آزاد میں اول خواہش نہ ہونے سے بالکل آزادی ہے اور اس حال میں وے اللہ تعالیٰ کی طاعات میں مستغرق ہیں فرشتوں کو کبھی شہوت نہیں ہے لیکن یہ لوگ سردار ہیں کہ سے افضل ہیں اور حدیث میں قرب النوافل کے آخر میں ہے کہ اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُس کو دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو اُس کو پناہ دیتا ہوں۔ انتہٰی مترجماً۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ قرب النوافل کی ولایت میں ادب سے شریعت و طاعت پر قیام ہوتا ہے

پھر حق تعالیٰ عز و جل نے قرآن پاک کی قرات کے لیے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى

سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے اُس کا زور نہیں چلتا اُن پر

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ

جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اُس کا زور اُنھیں پر ہے جو اُس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو

هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

اُسکو شریک ٹھہراتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حکم دیا کہ جب قرآن پڑھنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈیں شیطان رجیم سے۔ اہل تفسیر نے کلام کیا کہ قولہ تعالیٰ فَاِذَا میں فا کیسی ہے بعض نے کہا کہ فا ترتیب ہے یعنے عمل صالح کے بعد اُس کو بیان کیا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کریں اور یہ فعل بھی عمل صالح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قراءۃ قرآن کے ساتھ حکم دیا ہے اسی واسطے بعض نے کہا کہ یہ آیت متعلق بقولہ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء ہے۔ یعنے قرآن پاک یا میں صفات ہم نے تجھ پر اُتارا۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ سو جب تو اس کتاب قرآن کو پڑھے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ تو پناہ ڈھونڈ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ راندہ ہوئے شیطان سے یعنے استعاذہ کے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کر کہ تجھ کو اپنی ایک مخلوق شیطان سے جس کو اُس نے ملعون راندہ ہوا کر دیا ہے اور بندوں کے امتحان کے لیے چھوڑا ہے اُس سے پناہ دیوے۔ چونکہ امتحان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے

اسی واسطے اکثر علماء نے تصریح کی ہے کہ خوف شیطان سے نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہونا چاہیے کہ اُس کی نافرمانی و خشم سے شیطان کا تسلط نہ کیا جاوے
کیونکہ فرمانبردار بندون پر اللہ تعالیٰ کی رحمت رہتی ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ۔ یعنے شیطان کا کچھ غلبہ و تسلط نہین ہوتا۔ عَلَی
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اُن لوگون پر جو ایمان لائے یعنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و آخرت کا یقین کیا۔ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۔ اور اپنے رب پر
بھروسا کرتے ہین۔ واضح ہو کہ جب ساری قدرت و قوت اللہ تعالیٰ کے واسطے جانتے ہین تو وے لوگ عہد و بیعت کو کبھی کبھی اس خیال سے نہ توڑینگے
کہ دوسرے مخالف فریق مین لوگون کی کثرت و ثروت ہے اگرچہ اُن کو کچھ تکلیف بھی پیش آوے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے اور
قرآن پاک مین یہ تعلیم موجود ہے مگر جو لوگ نافرمانی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی صفات مین غیر کی شرکت جانتے ہین اُن پر شیطان مسلط ہوتا اور انکو
فہم قرآن سے پردہ کرتا ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ۔ اس کا قابو تو فقط انھین لوگون پر ہے جو اُس سے دوستی
کرتے ہین حتی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لاتے اور گناہون کے مرتکب ہوتے اور دنیاوی شہوات مین مبتلا ہو کر انھین کو اصل قرار دیتے ہین اور
آخرت سے غافل و منکر ہین۔ بظاہر اگرچہ وے اپنی خواہش و خیال سمجھتے ہین مگر درحقیقت تمام آدمی دماغ مین یکسان ہین یعنے حواس سب کے
پاس برابر ہین پھر حواس مین جو صورت آتی ہے وہی اس مین نقش ہوتی ہے اور یہ صورت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو شیطانی پس کافر لوگ اس
صورت کو اپنے دماغ مین نقش ہونے دیتے ہین اور مومنین اُس کو آنے نہین دیتے یا میٹ دیتے ہین۔ دوم صورت از جانب فرشتہ تو کافر اُس کو
قبول نہین کرتے اور مومنین اُسی کو قبول کرتے ہین پس کافرون کی دوستی درحقیقت شیطان سے متحقق ہے۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ
اور ان لوگون پر مسلط ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ شرک کرتے ہین۔ یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا درحقیقت شیطان کے ذریعہ سے ہے کیونکہ
بت اور دیگر اشیاء جن کی پرستش لوگ کرتے ہین اُن کو تو پوجنے والون سے نہ خبر اور نہ رضامندی اور اصل مین یہ وسوسہ شیطانی ہی جس کی
عبادت کرتے ہین۔ ف۔ یہان چند مقام ہین کہ استعاذہ جس کا حکم دیا ہے یہ حکم کس قسم کا اور کب ادا کرنا چاہیے اور صیغہ اُس کا کس عبارت
سے ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہ حکم مستحب ہے واجب نہین ہے چنانچہ شیخ ابوجعفر ابن جریر وغیرہ امامون نے اُسپر اجماع
ہونا نقل کیا ہے اور جو احادیث اس بارہ مین آئی ہین ہم نے ابتداء تفسیر مین بسط کے ساتھ ذکر کر دی ہین اقول اور عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے
مروی ہے کہ استعاذہ واجب ہے۔ اگر کہا جاوے کہ خطاب تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے جواب یہ کہ اس سے زیادہ تاکید نکلتی ہے کیونکہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجود معصوم پیغمبر افضل ہونے کے جب وساوس شیطانی سے پناہ مانگنے کا حکم ہو تو قطعی قیاس صحیح سے ثابت ہوا
کہ اُمت کو بدرجۂ اولےٰ یہ حکم ہے۔ پھر استعاذہ قبل قرارت کے ہونا جمہور کا مذہب ہے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ جمہور اسی طرف گئے ہین کہ استعاذہ
قبل التلاوۃ ہے اور حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو ائمہ قراءت سے ہین اور ابوحاتم سجستانی سے مروی ہے کہ بعد قراءۃ کے چاہیے۔ اقول ظاہر آیت
یہی ہے کہ جب قراءۃ کرے تو استعاذہ کرے ولیکن بقول زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس کے معنے یہ ہین کہ جب ارادہ قرارت کرے تو تو استعاذہ
پڑھ جیسے نماز کو کھڑا ہو تو وضو کر اور جیسے کھانا کھاوے تو بسم اللہ پڑھ۔ مسئلہ۔ مذہب جمہور کے موافق حنفیہ مذہب مین بھی اعوذ پڑھنا
امام کو چاہیے اور مقتدی نہین پڑھیگا اس لیے کہ وہ قرارت نہین کرتا ہے۔ شیخ امام نے لکھا کہ ظاہری احتجاج کے موافق جو حمزہ و ابوحاتم سے
مروی ہے اسی کے مثل امام نووی نے شرح مہذب مین حضرت ابوہریرہ و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی سے نقل کیا ولیکن صحیح قول جمہور رہے
کہ ابتدا سے قرارت مین چاہیے تاکہ قرارت کرنے والے پر شیطان تلبیس نہ کرے اور اُس کو غور و فکر سے پڑھنے مین مانع نہ ہو۔ پھر کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ لیس له سلطان علی الذین آمنوا الآیہ پس لازم آیا کہ جب کوئی شیطان کے وسوسہ مین آجاوے وہ مومن نہین کیونکہ مومن ہوتا تو اُسپر قابو
نہ ہوتا۔ لہذا شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے معنے یہ بیان کیے کہ شیطان کو مومنون پر غلبہ نہین ہوتا اس طرح کہ اُن کو ایسے گناہ مین
ڈالے جس سے وے توبہ نہ کرین اور دوسرے علماء نے کہا کہ سلطان کے معنے حجت کے ہین یعنے شیطان کو اُن پر ازراہ حجت کے غلبہ نہین ہے

پس وے لوگ باطل کو بھی حق نہیں جانیں گے جیسے گمراہ شرک لوگ کرتے ہیں۔ دوسروں نے فرمایا کہ استثنا کے مانند ہے کہ مومنوں کو اللہ
تعالیٰ نے اپنا بندہ کر لیا اور شیطان سے چھڑا لیا ہے اور نیز قولہ علی الذین یتولونہ۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی اُس کی اطاعت کرتے ہیں
اور دوسروں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کو ولی بنا لیا۔ قولہ والذین ہم بہ مشرکون۔ یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک بنا لیا
اور احتمال ہے کہ با سببیہ ہو یعنی بسبب شیطان کی طاعت کے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور بعض نے کہا کہ اموال و اولاد میں
شیطان کو شریک کیا۔ پھر بعض نے کہا کہ قرأت ہر رکعت میں مکرر ہوتی ہے تو استعاذہ ہر رکعت میں قرأت سے پہلے ہونا چاہیے۔ یہ اس
صورت میں ہے کہ ہر رکعت بقرأت علیحدہ ہو اور اگر تمام نماز ایک ہی حکم میں ہے تو اول جزیہ کا تعوذ سب کے واسطے کافی ہے اور یہی ظاہر مذہب
حنفیہ ہے ولیکن اگر کوئی شخص پڑھے تو کچھ مضائقہ نہ ہونا چاہیے جیسے بسم اللہ قبل الحمد قبل سورہ کے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر مستحسن ہے واللہ
تعالیٰ اعلم۔ پھر تعوذ کا صیغہ مختار حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک قولہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے جیسا کہ شیخ سیدھلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
نے ذکر کیا۔ ورنہ جس صیغہ سے پناہ مانگے اصل سنت ادا ہو جائے گی۔ وف۔ اشارات مع تفسیر آیات کو عرائس میں بیان کیا کہ قولہ تعالیٰ انہ لیس
لہ سلطان علی الذین آمنوا الآیہ۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں صریح بیان کر دیا کہ شیطان کا فریب و گمراہ کرنے میں اُن بندوں پر غالب نہیں ہوتا
جن کو ازل میں اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا واسطے ایمان و معرفت کے یعنی اُس کے اسماء و صفات کو پہچانتے اور انفراد و انداد کی نفی دیتے ہیں
پس اسکی بندگی میں شرک کو دخل نہیں دیتے اور اسکے وجود و توحید کا یقین رکھتے ہیں اور اسی کا تصرف ہر حال میں یقین کرتے ہیں پس اُسکا تسلط ایسے لوگوں پر نہیں کیونکہ ویسے لوگ
حق تعالیٰ کی نگہداشت و رعایت میں ہیں پس شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ اُنکے ایمان میں وسوسہ و تردد ڈالے ولیکن دنیاوی شہوات کی راہ سے انکو وسوسہ
ڈالتا ہے پس جب آفتاب جلال اُنکے چہروں و قلوب و ارواح پر چمکتا ہے تو وسوسہ ڈالتے وقت شیطان جل جاتا ہے حتی کہ انکو افاقہ حاصل ہو جاتا ہے پس جب افاقہ ہوا تو پھر
اُنہیں وسوسہ ڈالنے کا قصد کرتا ہے پھر جب انھوں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اُس کے شر سے اور اپنے رب تعالیٰ کی طرف توکل سے پناہ چاہی تو شیطان
ملعون اپنے قصد کا نے ٹھیک کر ایسا پگھلنے لگتا ہے جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو کوئی چاہے کہ شیطان
سے محفوظ رہے اُس کو چاہیے کہ اپنا ایمان و یقین ٹھیک کرے پھر اللہ تعالیٰ پر اپنا توکل مضبوط کرے پھر ایمان یہ ہے کہ حالت آسانی و تکلیف
دونوں میں صرف اپنے رب تبارک و تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے اور اُس کے عوض میں کسی چیز پر راضی نہ ہو اور توکل یہ ہے کہ رزق کیواسطے
اللہ تعالیٰ پر ایسا بھروسا ہو جیسے تجھے اپنے معلوم پر بھروسا ہوتا ہے۔ شیخ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بندہ اپنی نسبت بندگی کو
اپنے رب عز و جل کے ساتھ درست رکھے تو اُس کے بعد اُس پر کوئی منازعت وجھگڑا طبیعت یا شیطان کی طرف سے نہیں پیش آتا ہے پس
حق تعالیٰ جلشانہ نے بیان فرمایا کہ اُس کی حکمت و قدرت بالغہ سے شیطان کا غلبہ کن لوگوں پر ہے فقال انما سلطانہ علی الذین یتولونہ۔ شیطان
کے مسلط ہونے کے یہ معنے ہیں کہ حیلہ و مکر اور وسواس اُن میں ڈالتا ہے اور خالق عز و جل نے ہر ایک مخلوق میں جو چاہا پیدا فرمایا اور یہ معنے نہیں
ہیں کہ شیطان کو طاقت ہے کہ مخلوق آلہی میں جس کسی کو چاہے گمراہ کر دے بدون اس کے کہ اللہ تعالیٰ چاہے کیونکہ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا
صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں منحصر ہے کسی مخلوق کو اُس میں دخل نہیں ہے وہی منفرد بوحدانیت ہے اور شیطان کا تسلط اُسی پر جس کو
اللہ تعالیٰ نے گمراہ ازلی فرمایا ہے پس اپنے تسلط سے وہ بہکاتا اور خوب وسوسہ ڈالتا ہے اور گمراہ ازلی اُس کے تابع کیا جاتا ہے اس طرح کہ وہ
اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور رہے مومنین و مسلمین تو وے کبھی نفس کی مراد پوری کرنے میں اُس کے پیرو ہو جاتے ہیں مگر کفر و ضلال میں اُس کی
پیروی نہیں کرتے ہیں پس مومنوں کے ساتھ اُس کا وسوسہ زیادت گناہ کی غرض سے ہوتا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جس نے اپنی خواہش کی
پیروی کی اُس نے شیطان سے دوستی کی اور جس نے دنیا کی طرف میل کیا اُس نے شیطان کی پیروی کی اور جس نے دنیا میں لوگوں پر بڑائی
چاہی وہ شیطان کا مرید ہو گیا اور جس نے ظاہری علم کے خلاف عمل کیا اور مخالفت چاہی اُس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا اور جس نے

مسلمانوں کی خیانت کی اُس نے شیطان کو اپنے قلب پر راہ دیدی اور جو شخص کہ ظاہر و باطن کسی مخالفت شریعت میں پڑا اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور جس نے شیطان سے دوستی پیدا کی اور اُس کو اپنا ولی بنایا تو وہ حق تعالے عز وجل سے بری ہو گیا پھر منجملہ وساوس شیطانیہ کے جو شبہہ قرآن پاک میں عموماً کافروں کی جہالت سے پیدا ہوتا ہو دفع فرما دیا بقولہ تعالے

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

اور جب بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے تو کہتے ہیں تُو تو بنا لاتا ہے یوں نہیں پر اُن بہتوں کو

لَا يَعْلَمُونَ ○ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

خبر نہیں تو کہہ اسکو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والوں کو اور

هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ

راہ کی سوجھ اور خوشخبری مسلمانوں کو اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اُسکو تو سکھاتا ہے آدمی جسپر

الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ○ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ

تعریض کرتے ہیں اُسکی زبان ہے اوپری ہے اور یہ زبان عربی صاف جنکو اللہ کی باتیں یقین نہیں آتیں

اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اُنکو اللہ راہ نہیں دیتا اور اُنکو دُکھ کی مار ہے جھوٹ بناتے وہ ہیں جنکو یقین نہیں

بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ○

اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں

واضح ہو کہ کمال رحمت سے اللہ تعالے نے اہل القرآن کو ہدایت فرمائی اور ازل سے اپنی عظیم رحمت صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم کے واسطے رکھی تھی کہ اول میں اُن پر ایک رحمت کے واسطے جو اُن کے علم میں تھی ایک حکم مقرر کیا خواہ آسان کہ دوسرے وقت میں بجائے اُس کے دوسرا سخت حکم دیا اور یا سخت کہ جیسے اول میں جو کچھ کمائے اُس کو صدقہ کر دینے کا حکم تھا سوائے اسقدر کے جو اپنے عیال کے صرف میں آوے پھر منسوخ کر دیا صرف زکوٰۃ رکھی پس اللہ تعالے علیم ہے اُس نے اپنے بندوں کو کمال قرب و منزلت کے واسطے اس طرح درجہ اعلےٰ پر بلند فرمایا جیسے معلم اپنی اولاد کو آہستہ آہستہ تعلیم کرتا اور بدلتا جاتا ہے اور ایک ہی حالت پر نہیں چھوڑتا ہے حالانکہ وہ اول سے جانتا ہے کہ یہ حکم اُس کے واسطے اس عمر تک ہے اور اس درجہ تک ہے پھر اُس کو دوسرے طور سے تعلیم میں ترقی لیجاوے گا اسی طرح اللہ تعالے جل شانہ نے کمال رحمت سے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برگزیدہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک حکم کی جگہ دوسرا بدل لینا کچھ اس وجہ سے نہیں کہ اس حکم میں عیب تھا بلکہ اس وجہ سے کہ یہ حکم اُسی وقت تک لائق تھا پس سمجھنا کہ یہ کل جہالت و نادانی ہے کہ پہلے حکم کا انجام نہیں معلوم تھا جیسے کہ آدمی اپنی اولاد کی تعلیم میں جو طریقہ پانچ برس کی عمر میں رکھتا ہے جانتا ہے کہ دس برس کی عمر میں دوسرا طریقہ بدلا جاوے پس یہاں اللہ تعالے جل شانہ کی طرف سے جو خیال اُن منکر کافروں کو ہوا وہ وسوسہ شیطانی ہے جو وہ کافروں کے دلوں میں سما گیا تھا جس کی وجہ سے حق کو چھوڑ بیٹھے تھے پس اللہ تعالے نے اُس کو رد فرما دیا بقولہ و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ یعنی جب ہم نے ایک آیت کا حکم اٹھا لیا اور بجائے اُس کے دوسرا حکم قائم فرمایا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے جیسے قول منسوخ ہے ایسا ہی قتادہ رحمہ اللہ تعالے۔ واللہ اعلم بما ینزل۔ اور اللہ تعالے خوب واقف ہے جو کچھ اُس علم میں جو اُتارتا ہے یا حالانکہ اللہ تعالے اپنے علم سے اُتارتا ہے جو نازل کرتا ہے۔ قالوا۔ تو کافر لوگ بوجہ اپنی اسقدر نادانی کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے ہیں کہ انما انت مفتر یہ تو تیرا افترا ہے تو ہی مفتری ہے

یعنے فرشتہ کا پیغام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے نہیں ہے حالانکہ یہ کمال حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے ہے جو وہ چاہتا ہے
حکم فرماتا ہے اس میں اُس کی قدرت کی دقیق حکمتیں ہیں مگر کافروں کو بجائے عقل کے جہالت نے گھیرا اور شیطان نے مسلط ہو کر اُن کو گمراہی کی طرف
اندھا کر دیا کہ قرآن وحی سے انکار کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مفتری ہونے کا شبہہ کیا۔ بَلْ نہیں یعنے تو مفتری ہرگز نہیں ہے بلکہ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بہتیرے اُن میں سے کچھ علم نہیں رکھتے۔ یا وحی قرآنی کے معنے سے واقف نہیں یا نہیں جانتے کہ نسخ مستلزم
نادانی وافترا نہیں بلکہ کمال حجت و مصلحت ہے۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ یعنی منکروں کو کہہ دے جو اللہ تعالیٰ
تجھے خطاب فرماتا ہے کہ قرآن کو روح القدس جبرئیل نے تیرے رب کی طرف سے بحق نازل فرمایا ہے اس میں افترا و کذب کو دخل نہیں ہے
وہ انتہا سے مرتبہ اعجاز بلاغت ہے جس کی ایک آیت کے مثل نہیں لاسکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق و امانت و دیانت سے
خوب واقف تھے اور اقرار کرتے کہ تمام نیک باتوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے و منع کرتے ہیں خود کسی مال و متاع و ریاست کی
خواہش نہیں کرتے بلکہ یتیم و مفلس وغیرہ کی خود خبرگیری کرتے ہیں قرآن اُن پر معجزہ عظیم ہے جس کی ایک آیت کے مثل نہیں لاسکتے ہیں معجزات
دیگر اُن سے برملا ظاہر ہوتے ہیں پھر ان سب باتوں کے باوجود جہالت کے مشتبہ ہے کہ قرآن پاک میں نسخ کیونکر ہوتا ہے ایمان سے پھرتے اور
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مفتری بتلا کر کفر کی طرف اصرار کرتے ہیں حالانکہ آیات کے معانی تمام نور و حکمت ہیں کہ جہاں دل مطمئن و منور
ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ثابت رکھے اُن کو جو ایمان لائے کیونکہ آیات سے اُن کے دلوں میں ایمان پر ایمان
بڑھتا ہے اور نور پر نور زیادہ ہوتا ہے۔ وَهُدًى اور ہدایت۔ وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور بشارت ہے واسطے طاعت کرنے والوں کے پس
مومنوں کے خلاف کافروں میں اُس کے خلاف فوائد حاصل ہوتے ہیں کہ بجائے تثبیت کے اُن میں لغزش و تزلزل پیدا ہوتا اور ہدایت
کی جگہ زیادہ گمراہی انکار کی اور بجائے بشارت کے جھڑکی و عذاب کے وعدہ کی پاتے ہیں اور اندھیرے پر اندھیرا اُن کے دلوں پر طاری ہو جاتا ہے
پھر باوجود اس کے کہ کوئی عربی اپنی طرف سے تعلیم کرنے کا کسی طرح اقرار نہ کرتا تھا اور نہ کسی عجمی کی طرف سے ہرگز گمان ہو سکتا تھا خواہ مخواہ
الحاد اور ہٹ دھرمی سے بہتان لگایا کہ عجم کا کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھلاتا ہے اور عجم کے لوگوں میں سے چند غلام یہاں مکہ وغیرہ
میں رہتے تھے حالانکہ وہ سب انہیں کافروں کے غلام تھے اور ظاہر ہے کہ جب برادری والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیتے تھے
تو یہ غلام کیونکر ساتھ دیتے مگر یہی بہتان لگایا کہ یہ غلام سکھلاتے ہیں جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی فرمائی اور کافروں کی
ملامت کے ساتھ رد فرمایا بقولہ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ یعنے قسمیہ آپ سے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ
یہ کفار کہتے ہیں کہ محمد کو تو قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے نہ فرشتہ لاتا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ بشر سے ان کا اشارہ ایک
غلام کی جانب تھا جو قبیلہ قریش میں سے بعضے لقبیہ کا مملوک تھا اور مالک اس سے فروخت کرنے کی خدمت لیتا تھا وہ صفا کے پاس
بیٹھا بیچا کرتا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اُس کے پاس بیٹھ جاتے اور اُس کے صاحب ہیں اُس سے تسکین کی بات کرتے
اور یہ غلام دراصل عجمی تھا زبان عرب بہت کم جانتا تھا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ۔ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ
زبان اُس شخص کی جس کی طرف الحاد کرتے ہیں یعنے ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ وہ سکھلاتا ہے۔ اَعْجَمِيٌّ عجمی ہے یعنی سوائے عرب کے ہے یا وہ
گنواری بولی بولتا ہے۔ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ اور یہ قرآن صاف زبان عربی ہے پس ایسے شخص سے کیونکر یہ قرآن سیکھا جاسکتا ہے
جو فصاحت و بلاغت میں مرتبہ اعجاز سے باہر ہے اور مرتبہ اعجاز یہ ہوتا ہے کہ بشر کا کام نہ ہو کہ اُس کے مثل زبان بولے اس نے بشر کو عاجز کر دیا ہو
باوجود اس کے تمام ان معارف و معانی کو شامل ہے جو بنی اسرائیل پر متفرق اترے عجمی اُس کو کیونکر سکھلا سکتا ہے یہ قول تو وہ بھی نہ کہیگا جس کو
ذرہ برابر عقل ہو۔ محمد بن اسحٰق نے سیر میں لکھا کہ مجھے خبر پہونچی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بنو الحضرمی کے غلام [illegible]

کے پاس جو مروہ کے پاس بیٹھا کرتا اور اُس کو جبر کہتے تھے بیٹھ جاتے پس قریش والوں نے بہتان باندھا کہ آپ اس سے سیکھتے ہیں تو یہ آیت اُتری
ایسا ہی عبد اللہ بن کثیر سے مروی ہے اقول نہایت تعجب یہ ہے کہ وہ غلام اپنے آقاؤں کو ظاہر نہ کرتا بلکہ جب واقف ہوتا کہ میرا کہا ہوا بیان
کیا ہے تو برملا اُس کو ظاہر کرتا یہ انتہا سے حماقت و بہتان قریش کا تھا۔ شیخ نے لکھا کہ عکرمہ و قتادہ سے مروی ہے کہ اُس کا نام یعیش تھا اور
ابن جریر نے اپنی اسناد سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مکہ میں ایک شخص لوہاری کا کام کرتا اور تلواریں بناتا تھا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اُنکو اسلام کی تعلیم دیتے پس قریش آپ کو اُس کے پاس آتے جاتے دیکھتے تو بہتان لگایا کہ یہ غلام ہی محمد کو سکھلاتا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی
عبید اللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے یہاں روم کے دو شخص کاریگر تھے اور اپنی کتاب پڑھا کرتے اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ
میں کھڑے ہو کر سنتے پس قریش نے بہتان باندھا تو آیت اُتری۔ زہری رہ نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ مشرکوں میں سے ایک
شخص وحی لکھتا تھا وہ مرتد ہو کر بیہودہ بکنے لگا۔ دوسرے مفسرین نے اُس کے نام میں اور بھی اقوال بیان کیے مثلاً نصرانی غلام تھا جس کا نام
ابو میسرہ تھا۔ یا عداس نام تھا بعض نے کہا کہ دو غلام آہنگر تلواریں بناتے تھے ایک کا نام جبر اور دوسرے کا یسار تھا۔ شیخ نحاس رہ نے
کہا کہ یہ اقوال باہم متناقض نہیں ہیں کیونکہ شاید متفرق لوگوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک شخص کی طرف بہتان باندھا ہو۔ بالجملہ اس میں دو
وجہ سے قریش کی ہٹ دھرمی وعداوت ظاہر تھی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمی تھے تو غیر زبان سے وقوف مستبعد تھا دوم یہ کہ
ایسے فتنہ شاید میں جو غلام ایسا ہوتا وہ اپنے آقاؤں سے پہلے بیان کرتا۔ اور واضح ہو کہ علوم قرآن وغیرہ الٰہیہ اخلاق اس وقت اس قدر مستحکم
و قوی علوم کے ساتھ موجود ہیں کہ جو لوگ علوم حکمت میں کمال رکھتے ہیں اُس کے علوم کے سامنے اطفال مکتب ہیں اور قرآن اُس وقت تک
بحمد اللہ اترا ہے پس کمال ثبات وصدق کے ساتھ اُس کے آیات و احکام پورے ہوئے اور تمام اہل کتاب کو صاف اعلام دیا گیا کہ تم پہلے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشرکوں پر غلبہ چاہتے تھے اب جبکہ ظاہر ہو کر آیا تو بسبب جہالت وعداوت انصار کے منکر ہو گئے۔ قرآن پاک
نے تمام دینوں پر دین اسلام عنقریب غالب ہونا بیان ہے پس وہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آٹھ برس کے عرصہ میں پورا ہو گیا۔ بالجملہ آیات
ثبوت اس قدر کثرت سے ظاہر ہیں کہ سوائے کور باطن کے کوئی منکر نہیں ہو سکتا اور کور باطن خواہ مخواہ آیات سے انکار کرتا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ یعنی جو لوگ محض وہم و ہٹ دھرمی کے ساتھ بدوں حجت کے آیات الٰہی سے منکر ہوتے ہیں لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ
اللہ تعالیٰ اُن کو راہ نہیں دیتا جس راہ سے نجات پاویں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور لامحالہ اُن کے واسطے آخرت میں عذاب دردناک
ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مفتری و کذاب نہیں ہے۔ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ۔ وہی
لوگ جھوٹ افترا باندھتے ہیں جو۔ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ یقین نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر یعنی کافر ملحد لوگ اللہ تعالیٰ پر
افترا باندھتے ہیں جو لوگوں کے درمیان بھی جھوٹے ہوتے ہیں اور رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو نہایت صادق القول اور نہایت نیکوکار
و اعلیٰ کمال علم و عمل میں معروف تھے اسی واسطے قریش میں صدوق امین کے نام سے مشہور تھے کما قال تعالیٰ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ
بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ یعنے قریش تجھے جھوٹا نہیں کہتے ولیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کرتے ہیں۔ ہرقل بادشاہ روم نے جب ابوسفیان سے
پوچھا کہ قبل دعوے رسالت کے تم لوگ کبھی اُس کو جھوٹ سے تہمت کرتے تھے تو یہی کہا کہ کبھی نہیں پس ہرقل نے کہا کہ پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ
آدمیوں کے معاملات میں جھوٹ کبھی نہ بولے اور جاکر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے پس کاذب مفتری وہ ہیں کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے ہیں اور
اس سے زیادہ کون افترا ہوگا کہ خالق عزوجل جس نے اُن کو پیدا کیا اور رزق دیتا ہے اُس کے سوائے بتوں و ستاروں کی گردش اور اپنی قوت
سے رزق کے مدعی ہیں اور صحت وعافیت درختوں کی پیداوار وموسم کی نیرنگیاں سب دوسرے اسباب کی قدرت سے کہتے ہیں پس اس سے
زیادہ کذب وافترا کیا ہوگا کہ خالق کی صفت مخلوق میں اور خالق ومخلوق کو برابر کرتے ہیں۔ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ یہی لوگ جھوٹے

ف۔ فی اشارات العرائس قولہ تعالیٰ قل نزلہ روح القدس الآیہ۔ چونکہ اعدائے دین کفار ومشرکین کو استعداد معرفت بخطاب الٰہی نہین
تھی اسی وجہ سے اُن کی جبلت مین انکار وکفر تھا کیونکہ اُن کی جبلت مرتبہ معرفت الٰہی سے مردود از لعین۔ واقع ہوئی تھی اور اُس کے شہود وجود
سے بالکل بے خبر تھے اُن کو کیا تمیز تھی کہ کلام عزیز سے کیا صادر ہوتا ہے اسی وجہ سے خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اور حکم دیا کہ قل
نزلہ روح القدس من ربک۔ یعنے جو خطاب ہم تجھ کو فرماتے ہین کہ تجھ پر یعنے تیرے قلب پر روح القدس نے قرآن نازل کیا ہے یہ تو اُن کافرون
سے کہہ دے۔ یعنے اللہ تعالے نے ازل مین کلام فرمایا اور یہ کلام جبرئیل کی طرف وحی فرمایا اور جبرئیل کو حکم دیا کہ اللہ تعالے کے حبیب محمد صلے اللہ
علیہ وسلم پر نازل کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُن مومنون کو پہونچا دے جنھون نے ارواح سے اللہ تعالے جل شانہ کو میثاق
ازل کے وقت پہچانا اور اُسی کے کلام سے کلام کیا ہے اسی واسطے مومنین کا ثبات اُس کا فیض بیان فرمایا یعنے مومنین اپنے رب عز وجل کے
خطاب کے ساتھ اُس کی معرفت مین ثابت قدم رہین اور اُس کی طاعت مین مستقیم قائم رہین۔ وهدی وبشری للمسلمین۔ یہ صفت
کتاب الٰہی ہے کہ وہ آئینہ معرفت ذات وصفات ہے اور اہل طاعت وایمان کے لیے دوام وصال کی خوشخبری دینے والی ہے اور واضح
ہو کہ جب اللہ تعالے نے کلام چاہا تو خود اپنی ذات پاک سے اس طرح کلام فرمایا جیسا اُس کی شان بلند کے لائق ہے یعنے کسی مخلوق کے فہم کی
رسائی اُس کی کیفیت پر نہین ہے وہ بلا کیفیت اور بدون حرف وآواز کے ہے اُس مین کوئی صفت یا مشابہت یا لگاؤ ایسی بات سے نہین
ہے کہ جو مخلوقات کی ہوتی ہے پھر اپنے کلام کو اپنی قوت سے قوت اور اپنے جلال سے جلالت اور اپنی عظمت سے عظمت عطا فرمائی پس حضرت
جبرئیل علیہ السلام اس کلام کو اپنی لائق قوت سے سُنتا ہے وہ سماعت بقوت قدسیہ ہے جو قدس سے مستعار ہے اگر یہ نہ ہوتا تو عالم آیت کی
سماعت سے فنا ہو جاتا۔ قال المترجم حق یہ ہے کہ شیخ وغیرہ اہل الحق نے ایسے اشارات کے بیان مین اسی الفاظ وعبارات سے تعبیر کی
اور جو شخص نور عقل سے مستفید ہے وہ جانتا ہے کہ کوئی چیز حادث ایسی نہین ہے کہ قدیم جلشانہ کی صفات کو اپنے فہم مین اپنی قوت سے ادا کرے
کیونکہ وہ پاک عالی متعالی ہے ولیکن اشارات بغیر چیزے کرنے کے سوا کوئی چارہ نہین اور مقصود یہ ہے کہ آدمی اپنی نادانی سے صرف اپنے فہم پر
اکتفا نہ کرے طالب حق ہو اور ہر حال مین اپنے آپ کو نادان جاہل جانے کیونکہ جو ظرف بھرا ہوا اُس مین گنجائش نہین ہے واللہ تعالے
ہو الہادی۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ سماع کلام بھی خود بقوت ربانی ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کلام پاک کو اُٹھایا اور آیت
مین ہے کہ۔ اذا قال ربکم قالوا الحق وہو العلی الکبیر۔ اور حدیث مین اُس کی تفسیر ہے کہ کلام کی عظمت سے ملائکہ خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ مین
گر جاتے ہین پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کلام کو اُٹھایا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اُترے تاکہ ادا کر دین پس حق عز وجل
اس قوت وجلال کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے قلب پاک کو پہناتا ہے ولیکن حق تعالے جلشانہ کو مخلوقات سے نسبت ومشابہت
نہین اور سماجانا اور پہچانا جانا وغیرہ جو کچھ قیاس مین آوے سب سے وہ پاک ہے لیکن قوت کاملہ الٰہیہ سے قلب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس کلام کو سنا اور محفوظ کر لیا پھر یہی قوت اُس کے تمام وجود مین فیض پاتی ہے پس اللہ تعالے جلشانہ نے اظہار فرمایا کہ اُس کے پاک رسول
علیہ السلام پر یہ عظمت نہایت بھاری ہے چنانچہ ارشاد فرمایا بقولہ تعالے انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس
وحی کے بوجھ مین باقی رہے یہان تک کہ حق تعالے عز وجل نے اس جامع کمالات کو جس کے واسطے تمام مخلوقات مخلوق ہوئی ہے اپنی حفظ
عنایت مین کر لیا پس درحقیقت القا کرنا اور برداشت کرنا اُسی جلشانہ کی طرف سے ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو سنتے ہی روح القدس مع
تمام ارواح مقدسہ کے پارہ پارہ وفانی ہو جاتے پس جہان تک قدس کی صفت بڑھتی ہے اُس کو اس صفت سے ظہور تمام ہوتا جاتا ہے اور
علل وحوادث سے تعلق نہین ہوتا۔ قال المترجم اسی واسطے احیاء العلوم وغیرہ مین قرآن پاک کی تلاوت کے واسطے مراتب لکھے ہین
جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدا مین عوام کے مانند تصحیح قیام اور مجاہدہ وریاضت پر اقدام ہو اور غور سے سمجھا جاوے پھر گویا کہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی زبان پاک سے سنتا ہے پس برداشت وحی جو انفرادی سے سنے پھر گویا وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام سنتا ہے پھر گویا سماع حق عز وجل ہے اور یہ مرتبہ ظہور ہے کہ اس وقت حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور ولی کو حاصل ہوتا ہے فافہم۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ارواح کے واسطے نہ کدورت خواب ہے اور نہ لذت شہوات اور نہ موت ہے نہ حیات بلکہ جواہر لطیفہ ہیں وہ لطافت اُن کی حیات قوی ہے اور اسی لطافت سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح القدس ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے عدم ثبات اسلام سے ظاہری یا باطنی ارتداد وغیرہ کا حکم فرمایا

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لائے پیچھے مگر وہ جس پر زبردستی کی اور اُس کا دل برقرار ہے ایمان پر لیکن

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ

جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو اُنپر غضب ہے اللہ کا اور اُنکو بڑی مار ہے یہ

بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اس واسطے کہ انہوں نے عزیز رکھی زندگی دنیا کی زندگی آخرت سے اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے انکے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور وہی ہیں غافل لوگ

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ یعنی ایمان لانے کے بعد جس نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا۔ خواہ زبان سے کفر کا کلمہ کہا یا کوئی فعل کفر کا کیا خواہ اپنی خوشی و اختیار کے ساتھ یا اس طرح کہ اُس پر کسی نے زبردستی کی۔ تو اُس کا حکم آگے آتا ہے ولیکن اس سے استثناء ہے قولہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ سوائے اُس کے جس پر زبردستی کی گئی حالانکہ اُس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو ایسے مجبور آدمیوں کے سوا جس نے بعد ایمان کے کفر کیا یعنے اپنے اختیار کے ساتھ جس کی توضیح یہ ہے۔ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ولیکن جس نے کھولدیا کفر کے ساتھ سینہ۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ تو اُنپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور اُن کے لیے عذاب عظیم ہے۔ اس آیت کے سمجھنے کے لیے اہتمام چاہیے لہٰذا پہلے ایمان متحقق ہو پھر کفر کرے اور اُس کا نتیجہ غضب الٰہی و عذاب عظیم دنیا میں و آخرت میں کیونکر ہوگا اور اس میں سے وہ مستثنیٰ ہے جس پر اکراہ ہو تو اکراہ کے معنے کیا ہیں اور کیونکر متحقق ہوتا ہے اور اُس کا حکم کیونکر ہے اور کفر کے واسطے سینہ کھل جاتا یا نہیں کھلتا اُس کے واسطے کیا ثبوت ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا ائمہ حنفیہ کے نزدیک دل کی تصدیق سے ہوتا ہے چنانچہ قلبہ مطمئن بالایمان صریح ہے کہ ایمان کا محل دل ہے۔ و زبان کا اقرار اس واسطے ہوتا ہے کہ ظاہر میں اُس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کیا جاوے کہ اُس پر جہاد نہ ہو یا جزیہ لیا جاوے اور مومنہ عورت سے نکاح کر دیا جاوے اور اُس کے جنازہ پر نماز پڑھی جاوے اور باقی اُس کے احکام اُس کے ساتھ برتے جاویں لہٰذا اگر کسی نے دل میں یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اُس طرح کہ جیسے اُس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور دل میں ایمان اُتر آیا مگر اُس نے ظاہر میں اقرار نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے مگر ظاہر میں اُس کے ساتھ کافروں کا برتاؤ کیا جائیگا اور برتاؤ کرنے والے پر کچھ گناہ نہ ہوگا کیونکہ ہم کو معلوم نہ ہوا اس لیے اقرار کرنا یا افعال اسلام ادا کرنا یہی دلیل تھی وہ پائی نہیں گئی اور واضح ہو کہ خالی اگر کوئی جان لیوے کہ بلاشبہ

محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں تو یہ کافی نہیں کیونکہ بہت سے یہودی علماء بھی اُسوقت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر جانتے تھے کما قال تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم وکما قال تعالے ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق ـ کیونکہ حق چھپانا بعد جاننے کے ہے پھر بھی یہ لوگ کافر رہے بلکہ جاننے کے ساتھ دل میں یقین کو اور مان لینے کو اُتار لینا اور مان لینا ضرور ہے پھر جس نے یقین مان لیا کہ چھپایا تو ایک تو وہ خام ہو دوسرے اُس نے دوسروں کی راہ ماری اس لیے کہ دوسرے بھی ایمان نہ لائے ـ بالجملہ ایمان کا محل دل ہے لیکن شرع میں بعضے اعمال و اقوال ایسے بتلائے گئے ہیں کہ جب ہم کسی شخص سے جو ایمان لا کر ظاہر ہو گیا یا نہ ہوا ہو اس سے یہ اعمال دیکھیں تو حکم دیدیں کہ اللہ تعالے نے اُس کے دل میں بھی ایمان نہیں اُتارا مثلاً وہ بتوں کو سجدہ کرے یا مثلاً قرآن پاک کو جھوٹا بتلا دے یا علماء کی بنظر عالم ہونے کے توہین کرے یا شریعت کو ڈھکوسلا بتلا دے یا زنار باندھے غرضکہ فقہ کی کتابوں میں جن باتوں سے مرتد ہونا لکھا ہے اُن میں سے کوئی بات پائی جاوے تو شرع نے یہ پہچان رکھی ہے کہ اُسکے دل میں ایمان نہیں آیا پھر اگر ظاہر ہو کہ اُس نے ایسا کیا تو مرتد ہے یعنے اُس پر مرتد کا حکم جو بیان ہوگا جاری کیا جاوے اور اگر ظاہر نہیں ہوا تو اُس کے اوپر مرتد کا حکم جاری نہ ہوگا اگرچہ اللہ تعالے کے نزدیک سے وہ مرتد ہوا ـ اور فتاوی میں مذکور ہے کہ جس نے اقرار نہ کیا لیکن مسجد میں نماز جماعت وغیرہ ادا کی تب سے اُس کے اسلام کا حکم دیدیا گیا اور جو یہ اُس پر سے ساقط ہوا تو پھر افعال ارتداد سے مرتد ہونے کے حکم میں ہوگا ـ اور واضح ہو کہ فقہاء نے لفظ تکفیر کا اطلاق کیا اور یہ تکفیر سے بھی ہو سکتا ہے یعنے کفر کی جانب منسوب کرنا تو اس میں اشارہ ہوتا ہے کہ ظاہر میں اُس کو کافر کہا جاوے اور وہی برتاؤ کیا جاوے مگر ممکن ہے کہ باطن میں وہ اللہ تعالے کے نزدیک کافر نہ ہوا اور یہ جیسے کفارات بھی ہو سکتا ہے اور یہ تحقیق وقوع ہے اور شیخ شامی رح نے حاشیہ درمختار میں نقل کیا کہ یہی اخیر صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک صواب اس میں [illegible] یہ ہے اس طرح کہ بعضے افعال اس قسم کے ہیں کہ شرع نے اُن کے صدور کے ساتھ عدم ایمان کا حکم دیدیا ہے جیسے مثلاً کوئی توحید کا کلمہ پڑھے اور بت کو سجدہ کرے تو شرع نے آگاہ کردیا کہ اُس کے دل میں یقین نہیں ہے پس ایسے اعمال سے تحقیقی کفر کا حکم دیا جاوے اور بعضے افعال اس قسم کے ہیں کہ اگرچہ ان میں یہ تصریح نہیں ہو اگرچہ کفر لازم آتا ہے جیسے مجلس وعظ کی اہانت کرنے یا مسخرا پن سے نقل کرنے کے لیے کچھ لوگ جمع ہوئے تو ظاہر شرع میں تکفیر ہے اگرچہ افعال کی نیت یعنی وعظ کی راہ سے یہ نہ ہو ـ بالجملہ اس میں نیت کا باطنی اعتبار ہونا چاہیے اگرچہ ظاہری شرع میں تکفیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ مترجم نے [illegible] ترجمہ فتاوی عالمگیریہ میں احتیاطاً جا بجا تکفیر کو اول معنے میں لیا ہے اور جا بجا بمعنے دوم ترجمہ کیا ہے فاحفظہ ـ پھر واضح ہو کہ یقین ایمانی اللہ تعالے کی توحید کا یعنے یہ کہ سوائے اُس کے کوئی اِلٰہ نہیں ہے اور صدق رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے بندے و رسول ہیں مع یقین اس کے کہ تمام انبیاء و رسل بندے و رسول تھے و روز قیامت و آخرت کا مع یقین کتاب وحی یعنے قرآن اور دیگر کتب سماوی اور ملائکہ اور تقدیر الٰہی کے چاہیے غرضکہ ضروریات ایمانی سب کا پورا یقین ہو اگر اُن میں سے اُس نے کسی کا بھی انکار یا شک کیا تو وہ ایمان سے خارج ہے اور یہ ضروری ہے کہ اُن میں سے ہر ایک بات کو خود سمجھے اور اس مرتبہ پر کہ ہاں اُس کو یقین ہو گیا کہ یونہی ہے ولیکن یہ ضرور نہیں کہ اُس کو وحی کی کیفیت بھی تحقیق ہو جاوے کیونکہ یہ تو اکابر اولیاء کرام آفتابی نورانی عقل سے کچھ منکشف ہوتی ہے تو عوام کا کیا اعتبار ہے کہ یہ بات اُس کے دل صافی میں یقین کے ساتھ اُتر آوے کہ یہ حق ہے میں نے دل سے مانا اور اپنے رب کو وحدہ لاشریک جانا ـ یہاں ایک مقام مشتبہ ہے کہ جمہور عوام تو نہیں کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اعمال ثواب روزہ و نماز وغیرہ کے بہت سے مسائل میں اُن کی تقلید کرنی چاہیے کیونکہ دلیل سے تحقیق کرنا اُن کی استعداد سے باہر ہے لا محالہ کسی دیندار عالم سے شریعت کا حکم حاصل کر کے اُس پر عمل کریں گے خلاصہ یہ کہ اعمال و اعتقادات دونوں میں سے اعمال میں تقلید جائز ہے اگرچہ اُس کی دلیل نہ جانتا ہو کیونکہ اُس میں جاننا مقصود نہیں ہے بلکہ عمل کرنا مقصود ہے ہاں نیت خالص اللہ تعالے کے واسطے ثواب کی امید سے ہو لہذا اس نسبت میں تقلید جائز ہے رہے اعتقادات تو ان میں دلی یقین ہے اور یہ کسی دوسرے کی تقلید سے نہیں ہو سکتا تو خود اپنے دل میں یقین چاہیے ہے پس اللہ تعالے کی وحدانیت کا یعنے اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے یعنے وہی اللہ ہے کوئی

اُس کے سوا کے آگے نہین ہے اور رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صادق رسالت کا اور سب باتون کا جو ایمان کے واسطے چاہیے ہین اپنے دل
مین یقین ہو اُس مین کسی دوسرے کی تقلید بیکار ہے یعنے یہ بات نہ ہو کہ فلان شخص کہتا تھا کہ مثلاً قرآن مجید اللہ تعالے کا کلام وحی ہے مین بھی کہتا ہون
بلکہ خود یقین کرے کہ قرآن کلام الٰہی ہے پس ہر شخص پر ایمان خود فرض عین ہے اعتقادات ایمانی کے لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے دل کو
شیطانی وسواس سے بچائے رکھے اور اللہ تعالے کی وحدانیت وصداقت رسالت ودار آخرت وجنت ودوزخ وقیامت وقبر کا بلا شک وشبہ
کے دل مین پورا یقین رکھے اور یقین کے ساتھ نماز وروزہ وغیرہ اعمال سے بہت جلد ایک نور دل مین آجاتا ہے کہ پھر شیطان کے وسواس کو بھی
کم موقع رہتا ہے اور وہ ایسا صاف پہچاننے لگتا ہے جیسے آنکھون والا کنکر کو موتی سے تمیز کر لیتا ہے اور اللہ تعالے کی انتہا سے درجہ کمال کی رحمت
یہ ہے کہ اپنے بندہ کو اپنی معرفت وایمان اس طرح دیوے کہ اُس کا دل یقین کے ساتھ کھل جاوے قال اللہ تعالے أَفَمَن شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ
فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ - یعنے جو بندہ کہ کھول دیا اللہ تعالے نے اُس کا سینہ واسطے اسلام وایمان کے وہ اپنے رب کی جانب سے نور پر ہوتا ہے۔ اور
حدیث صحیح مین ہے کہ جب نور دل مین آجاتا ہے تو سینہ ودل اُس کے لیے کھل جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُس کی
کچھ نشانیان ہین فرمایا کہ ہان یہ ہین کہ دنیا سے فانی سے جو دھوکے کا مقام ہے اپنے کو بچاتا ہے اور دار آخرت کی طرف جھکتا ہے جو ہمیشگی کا گھر ہے
اور موت کے لیے سامان مہیا کرتا ہے۔ اس حدیث کے موافق ہر مسلمان اپنے آپ کو پہچان سکتا ہے اور جسقدر کمی دیکھے اُسی قدر کوشش
کرے اور اپنے دل کو شیطانی خطرات سے اور کافرون ومشرکون کی باتون سے بچاوے اور اللہ تعالے سے عاجزی کے ساتھ ایمان کامل
کی دعا مانگے اللہ تعالے ارحم الراحمین ہے انشاء اللہ تعالے اپنے فضل سے اُس کو یہ نعمت عطا فرماویگا یعنے ایمان کامل جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہین
بلکہ قیاس مین بھی نہین آسکتی ہے پھر یہ یقین وایمان کسی طرح زائل نہین ہوتا لیکن گناہ کرنے سے دل کے اوپر گھٹا البتہ چھا جاتی ہے اور اگر گناہ
ہو گیا پھر اُس نے خوف سے توبہ کر لی تو اللہ تعالے اس گھٹا کو دور کر دیتا ہے اسی واسطے جو کوئی توبہ نہین کرتا بے خوف ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ
اُس کو کچھ یقین نہین ہوتا ورنہ ذرا سی بات ہے کہ حقیر مال ومتاع کی اُمید پر آدمی پوری مشقت اُٹھاتا ہے اور دنیاوی حاکم جو کبھی سچی بات پر واقف
اور کبھی نہین واقف ہو سکتا ہے جرم قانونی کے ارتکاب سے سخت ہراسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالے بہت حلیم وغفور ہے کہ بندون کی بدکاریون
سے خود اُن کی ذات سے زیادہ علیم وخبیر ہو کر اُن کو رزق وصحت ومال واولاد عطا فرماتا ہے اللھم غفرانک۔ بالجملہ کبھی یہ یقین ایسی بدکاریون سے
کہ فوراً توبہ نہ کی ہو بے رونق وپوشیدہ ہو جاتا ہے اور کبھی اُس پر ایسے مصائب پیش آتے ہین کہ اُن کو برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے پس ایسے
وقت مین شیطان بہت سے شبہہ سامنے کر دیتا ہے تو بعضے بدقسمت جن کے واسطے ازلی شقاوت لکھی ہے مرتد ہو جاتے ہین اور بعضے خوش قسمت
جن کے حق مین ازلی سعادت لکھی ہے ان شبہات کو رد کر دیتے ہین اور یقین مین فرق نہین آنے دیتے اگرچہ جان جاتی رہے۔ اب یہ بیان ضرور ہے
کہ یقین دلی تو ہر حال مین باقی رہنا چاہیے ولیکن کیا شرع شریعت مین اس یقین کے برخلاف ظاہری عمل کرنا جائز ہے اگرچہ ظاہری عمل ایسے ہون کہ
جو اس امر پر ظاہر مین دلالت کرتے ہون کہ دل مین یقین نہین ہے۔ توضیح یہ ہے کہ بالاتفاق ایسے اعمال نہین جائز ہین سوا ایک صورت کے
اور وہ صورت یہ ہے کہ کسی دشمن نے اُس پر اکراہ کیا اور وہ دل سے یقین کو تو جان نہین سکتا پس دل مین یقین واطمینان رہا اور ظاہر مین قول
وفعل ایسا کیا جس سے ظاہر ہو کہ دل مین بھی یقین وتوحید نہین ہے تو یہ معاف ہے۔ پھر اکراہ کے معنے جاننا ضرور ہے واضح ہو کہ اکراہ زبردستی
خوف دلا کر مجبور کرنا۔ وہ دو طرح کا ہے ایک یہ کہ جان تلف کرنے کا خوف دلایا دوم یہ کہ مال لینے یا قید کرنے یا کوڑے مارنے وغیرہ کا خوف دلایا
پھر یہ شرط ہے کہ جو خوف دلانے والا ایسا کر سکتا ہو۔ ائمہ حنفیہ مین اختلاف ہے کہ اکراہ فقط ایسے شخص سے معتبر ہے جو سلطان ہو یعنے صاحب سلطنت
وغلبہ ہو یا ہر ایسے شخص سے ہو سکتا ہے جو اس فعل پر قادر ہو جس کی دھمکی دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلطنت سے بھی مراد اسی قدر غلبہ وقوت ہے
کہ جس بات کی دھمکی دیتا ہے وہ کر سکتا ہو تو دونون قول کے معنے ایک سے ہی ہو جاوینگے بہرحال فتویٰ اسی پر ہے کہ اُس کو قدرت مذکورہ حاصل ہونا

چاہیے سلطان ہو یا کوئی اور ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ دوسری قسم کے اکراہ میں ظاہری قول و فعل کفر کا کرنا بھی روا نہیں ہے اور پہلی قسم کی اکراہ
میں جبکہ جان کا خوف ہو ظاہری قول و فعل کفری کہنا روا ہے جب کہ دل کا یقین برقرار ہو آیت میں اسی کا استثنا رہے اور مباح ہونے سے
یہ مراد ہے کہ اگر قتل ہو جاوے اور یہ بھی نہ کرے تو ثواب عظیم و رحمت آخرت و رضوان کریم پاوے۔ محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک
روایت نقل کی جاتی ہے کہ ظاہری قول و فعل کفری سے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مومن رہیگا لیکن ظاہر میں اُس پر حکم دیدیا جائیگا کہ مرتد ہوا
اور اُس کی عورت اُس کے نکاح سے باہر ہو جائیگی۔ اور یہ روایت مختار نہیں ہے اور واضح ہو کہ اگر درحقیقت دل سے بھی اُس نے یقین کھو دیا
اور ظاہر میں بھی کفر کیا ہو پھر اُس نے دل سے توبہ کر کے رجوع کر لیا تو مسلمان ہو جائیگا۔ اب اگر ایک شخص نے ظاہر میں کفر کیا پھر دعوے کیا کہ میں نے
دل سے یقین نہ چھوڑا تھا اور اُس کی عورت نے دعوے کیا کہ اس کے مرتد ہوجانے کی وجہ سے میرا نکاح نہیں رہا ہے میں اس کے ساتھ حرام طور پر
نہیں رہ سکتی ہوں مجھے میرا مہر ملے اور میں اب اس سے نکاح بھی نہیں کرونگی تو اُس وقت میں یہ دشواری ہوگی کہ مرد کی نیت کا حال کیونکر معلوم ہو
اور یہ بحث طویل ہے فتاوے ہندیہ کے مسائل سے تلاش کرو اور مترجم اس مقام پر بعض روایات متعلق تفسیر لاتا ہے جن میں اس قسم کا اکراہ بعض
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر واقع ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف
ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے ساتھ سے متفرق ہو جاؤ پس جسکو قوت ہو وہ آخر رات تک تاخیر کرے اور جسکو قوت
نہ ہو وہ اول ہی رات میں چلا جاوے پھر جب تم سنو کہ میں نے کسی سرزمین پر قرار پکڑا تو مجھ سے ملجانا پھر حضرت بلال و عمار و خباب اور قریش کی ایک
باندی جو مسلمان ہوگئی تھی مکہ میں رہ گئی کہ صبح ہوگئی پس مشرکون نے ان سب کو پکڑ لیا اور ابوجہل اُن کی ایذا پر سرغنہ ہوا پس بلال کو کہا کہ
پھر کافر ہو جاوے مگر نور یقین ایسا جما ہوا تھا کہ اُنھون نے صاف انکار کیا تو مکہ کی تمازت آفتاب میں جہاں چھالے پڑجاتے ہیں بلال کو لٹا کر
اُنپر لوہے کی جلتی زرہ رکھتے پھر پہناتے اور کہتے کہ شرک کرے اور بلال کہے جاتے کہ وہ ایک ہی ہے وہ ایک ہی ہے اور خباب رض کو باندھا کانٹون
میں گھسیٹتے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ نے اُن سے ایسا کلمہ کہا جو اُن کو اچھا معلوم ہوا اور رہی وہ باندی تو اُس نے انکار کیا پس ابوجہل ملعون نے
چار میخین گاڑ کر اُس کے چارون ہاتھ باندھے اور اُس کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر اُس کو قتل کر دیا رضی اللہ عنہا رضوانا کاملا پھر اُن لوگون نے بلال
و خباب و عمار کو چھوڑا تو یہ لوگ بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہونچے اور اپنے حال سے آگاہ کیا مگر عمار رضی اللہ عنہ پر
وہ اپنا کلمہ جو کہا تھا نہایت شاق تھا اور اُنھون نے نہایت خوف و ہراس سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض
کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت تو نے وہ کلمہ کہا تھا اُس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی کیا اُس کلام کے واسطے کھل گیا تھا جو تو نے کہا یا نہیں
پس عمار نے عرض کیا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الا من اکرہ وقلبہ مطمئن الآیہ یعنے یہ آیت نازل ہوئی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول عمار بن یاسر کے حق میں ہے جبکہ مشرکون نے اس کو سخت ایذائین
دین تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرے پس اکراہ کے ساتھ عمار نے مشرکون سے موافقت کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر خواہی
کرتے ہوئے آئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔ ہکذا قال الشعبی وقتادہ وابومالک۔ اور بیہقی و ابن جریر نے عمار بن یاسر کے قصہ کو روایت کیا
اور اس میں یہ بھی ہے کہ عمار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا اور مشرکون کے بتون کی تعریف کی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا
کہ اپنے دل کو کیسے پاتا تھا تو کہا کہ ایمان پر مطمئن تھا تو آپ نے فرمایا کہ ان عادوا فعد یعنے پھر اگر دوبارہ اتفاق ہو تو تجھے ایسا کرنے کا اختیار ہے
اسی واسطے علماء نے کہا کہ اگر کفر پر اکراہ کیا جاوے تو جان باقی رکھنے کے واسطے ظاہر میں موافقت کرنی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ
موافقت نہ کرے اور انکار کرے جیسے بلال رضی اللہ عنہ نے کیا حالانکہ مشرکین سخت ایذائین دیتے حتی کہ شدت حرارت میں اُنھون نے بڑا پتھر
اُن کے سینہ پر رکھا اور شرک کو کہا مگر انکار کیا اور یہی کہے گئے کہ وہ واحد ہے وہ اکیلا ہے اور کہا کہ اگر اس سے بڑھ کر تمھارے جلانے والے کسی کلمہ کو

جانتا تو وہ کہتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسی طرح حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہوا کہ جب مسیلمہ کذاب نے اُن سے کہا کہ تو محمد کو
رسول اللہ جانتا ہے فرمایا کہ ہاں بیشک پھر کہا کہ مجھے رسول اللہ جانتا ہے فرمایا کہ نہیں تو کذاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹ کر دے اُسپر
ثابت قدم رہے رضی اللہ عنہ۔ انتہی ملخصاً۔ واضح ہو کہ عمار بن یاسر سے سوال کرنا دلیل ہے کہ اُس حالت کی نیت معتبر ہے پس فقہاء نے یہاں
تین صورتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ اُسوقت کفر کی نیت و تصدیق بھی ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص مرتد ہو گیا و لیکن پھر اگر توبہ سے رجوع لاوے
تو قبول کیا جائیگا۔ دوم یہ کہ اُس وقت اُس کے دل میں کوئی نیت ہی نہ ہو مثلاً اُس کے دل میں صرف خوف و دہشت اس فعل کی ہے
نہ ایمان کا خیال ہے نہ کفر کا و لیکن کفر کا فعل کرتا ہے اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اصل میں ایمان تھا وہی رہا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ
مرتد ہو جاتا ہے کیونکہ واسطے قلب کا مطمئن بایمان ہونا چاہیے اور تفصیل کلام فتاویٰ میں ہے اور سوم یہ کہ اُس کا دل مطمئن بایمان ہو اور یہ اطمینان
کسب میں کہ ان امور تکلیف کی اور ان افعال کو جو کفر کے کرنے پڑتے ہیں خارج سے سمجھے اور دل میں ایمان کو لیے رکھا ہو اور شک کے رکھے تو ایمان
اپنے حال پر ہے۔ اور حدیث صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اے ابوہریرہ شرک نہ کرنا اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا آگ میں جلایا جاوے۔
اور ایک حدیث صحیح میں ہے کہ اگلی اُمتوں میں ایسے ہوئے تھے کہ اُن میں سے ایک کے بدن کا گوشت لوہے کی کنگھی سے بدن میں چھید کر دیا جاتا
اگر وہ دین سے نہیں پھرتا تھا اور کسی کے سر پر آرا چلا کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور وہ دین سے منہ نہیں موڑتا تھا۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
نقل کیا کہ مفسرین و اہل العلم نے اجماع کیا ہے کہ جس شخص پر کفر کرنے کے لیے اکراہ کیا جاوے یہاں تک کہ اُس کو اپنے قتل کا خوف ہو تو ظاہری
کفر کرنے میں مضائقہ نہیں جب کہ اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اُس پر کفر کا حکم نہ دیا جائیگا اور اُس کی جورو اُس کے نکاح سے بائن نہ ہوگی پس حکم
کرتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خود اُس کی نیت کا اعتبار اُس کے قول سے ہو جائیگا اور کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور عورت پر بھی حجت
ہوگی خلاصہ یہ کہ یہاں حقیقی کفر تو نہ ہوگا لیکن دنیاوی ظاہری احکام میں اُس کا قول حجت ہوگا یا نہیں تو بنقل قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ حجت ہوگا۔
اور عمار رضی اللہ عنہ کا اقرار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتبار فرمایا فافہم۔ واضح ہو کہ اصول میں یہ مسئلہ ہے کہ لزوم سے کافر نہیں ہوتا مثلاً
جیسے اس زمانہ میں بعضے جاہل لوگ آپس میں تکفیر کرتے ہیں کہ حنفی مذہب حنفیہ کا مقلد ہے تو اُس نے دوسرے عالم کا قول امر و نہی میں مانا تو لازم آیا
کہ اُس نے رب بنایا بدلیل قولہ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا الآیۃ و بتفسیر حدیث عدی بن حاتم کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب بنانا اُن کا یہ تھا
کہ اُن کے امر و نہی میں اتباع کرتے تھے پس مقلدین مشرک ہیں اس میں دو قسم کی جہالت ہے اول یہ کہ اصول تحکم و اعتقادات بھی نہیں بلکہ
فروع میں کلام ہے دوسرے کفر بواح یعنی صریح کا یہاں دخل تک نہیں اور لازم لگا کر تکفیر کی حالانکہ تکفیر بلازم خلاف اجماع مسلمین ہے
اور خود یہ لوگ بہت سے شرک خفی سے اپنے آپ کو پاک نہیں کہہ سکتے جیسے خالق افعال فی الواقع اللہ تعالیٰ عز و جل ہے اور ہر قسم کے
افعال پر اُن کی نظر تدبیر کی طرف بلکہ اپنے نفس کی طرف ہوتی ہے پس حلال نہیں ہے کہ ایسے سفیہ و بے علم لوگ تکفیر و تضلیل کا فتویٰ دیں
اور اہل قبلہ کی تکفیر کریں پھر واضح ہو کہ مرتد کی دو قسم ہیں ایک مرد کہ اُس کی آخری سزا قتل ہے اور عورت مرتدہ قتل نہ کی جائیگی۔ دوم
طفل جس کے اسلام کا حکم اُس کے والدین کی تبعیت میں کیا گیا تو بعد بلوغ کے اگر مرتد بالغ ہو تو قتل نہ کیا جاوے۔ پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
نے ذکر کیا کہ امام بخاری نے باسناد عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کچھ لوگوں کو جلا دیا جو اسلام سے
مرتد ہو گئے تھے یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو کہا کہ میں ہوتا تو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کے عذاب جیسے عذاب سے مکروہ کرتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اُس کو قتل کرو پس یہ خبر
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی تو فرمایا ویح ام ابن عباس رواہ البخاری ایضاً۔ اور امام احمد نے باسناد خود ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے
ابتداء الجزء الرابع عشر
روایت کی کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن پر عامل مقرر فرمایا تھا

پس ابوموسٰے رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص دیکھا تو پوچھا پس اُنھون نے کہا کہ یہ شخص یہودی تھا مسلمان ہوا پھر یہودی ہوگیا اور ہم دو مہینہ سے
اُس کو اسلام کی طرف پھیرنا چاہتے ہین یہ سُنکر معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ مین کھڑے سے نہ بیٹھونگا جب تک تم اس کی گردن نہ مار دو
اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ و اُس کے رسول کے حکم کے موافق ہے کہ جو شخص اپنے دین سے پھرے یا کہا کہ بدلے اُس کو قتل کرو ۔ یہ قصہ صحیحین مین دوسرے
الفاظ سے ہے شیخ نے لکھا کہ مسلمان جو اکراہ مین پھنس جاوے اُس کے حق مین افضل یہ ہے کہ دین پر ثابت قدم رہے اگرچہ اس سے وہ قتل
کردیا جاوے چنانچہ حافظ ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن حذافۃ السہمی صحابی کے حال مین لکھا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو رومی لڑائی مین
قید کرکے لے گئے اور قسطنطنیہ مین اپنے بادشاہ کے پاس لائے بادشاہ نے کہا کہ تو شریف القوم ہے نصرانی ہوجا مین اپنی بیٹی تیرے بیاہ مین دونگا
اور اپنی بادشاہت مین شریک کردونگا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام مال جسکا تو مالک ہے اور تمام ملک جس کے عرب مالک ہین
اگر یہ سب تو مجھے دے اس پر کہ مین دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر جاؤن تو ایک دم پلک مارنے تک کے واسطے بھی نہ کرونگا ۔ بادشاہ نے کہا کہ
تو پھر مین تجھے قتل کرونگا ۔ فرمایا کہ تجھے اپنے قصد کا اختیار ہے پس بادشاہ نے حکم دیا تو سولی پر چڑھائے گئے اور تیر اندازون کو حکم دیا اُنھون نے
حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤن کے پاس سے تیر نکالے یعنے بچا دیا اور بادشاہ اُن سے کہتا جاتا کہ اب بھی نصرانی ہوجا مگر ہر طرح
اُنھون نے انکار کیا تو اُن کو سولی پر سے اُتروایا اور ایک کڑھاؤ آہنی لاکر اُسکے حکم سے رکھا گیا اور تیل گرم کیا گیا اور اُس نے مسلمان قیدیون
مین سے بعضے منگوا کر اُس مین ڈلوائے کہ تھوڑی دیر مین اُن کی ہڈیان سپید سپید اوپر اُترانے لگین پھر عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر نصرانیت پیش کی
مگر اُنھون نے انکار کیا تو حکم دیا کہ اس کو بھی اسی کڑھاؤ مین ڈالدو پس چرخ کے ذریعہ سے اوپر اُٹھائے گئے تاکہ ڈالدیے جاوین پس حضرت
عبد اللہ رضی اللہ عنہ روئے تو اُس کو طمع ہوئی کہ ڈر کر مان جاویگا پس اُتروایا تب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین فقط اس بات سے رویا
کہ اے رب میرے پاس فقط یہ جان حقیر ہے کہ ایک دم مین اس کڑھاؤ مین ختم ہوجائے گی مجھے آرزو تھی کہ جسقدر میرے بدن پر بال ہین
اسقدر میری جانین ہوتین کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر ایک پر ایسا عذاب ہوتا بعض روایات مین آیا ہے کہ اُس نے ایک دم کی تکلیف اُن کے
کلام سے سُنکر اپنی عداوت سے اُن کو قید کیا اور چند روز تک کھانا پانی بند کردیا پھر اُن کے پاس شراب و سُوّر کا گوشت بھیجا مگر اُنھون نے اقرار
نہ کیا پھر بلاکر پوچھا کہ تو نے کیون نہین کھایا تو فرمایا کہ یہ تو میرے واسطے حلال ہوگئی تھی مگر مین نے نہ چاہا کہ تو میرے حق مین یا اسلام کے حق مین
بدگوئی کر سکے ۔ آخر بادشاہ نے کہا کہ تو میرے سر کا بوسہ لے مین تجھے چھوڑ دونگا کہا کہ فقط مجھے چھوڑ دیگا بولا کہ اور تیرے ساتھ تمام مسلمان
قیدیون کو چھوڑ دونگا پس اُس کے سر کا بوسہ لیا اور بادشاہ نے اُن کو مع تمام مسلمان قیدیون کے رہا کردیا پس جب واپس ہوکر آئے تو
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبد اللہ بن حذافہ کے سر کا بوسہ لیوے اور مین شروع کرتا ہون پس
کھڑے ہوکر عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت صریح ہے کہ حق عز وجل کی محبت مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو
وہ مرتبہ تھا کہ جس کا اندازہ نہین ہوسکتا ہے اور اس طرح جانبازی کرتے اور اس جمال جلال کے واسطے اپنی جان کو بہت حقیر جانتے تھے
اور آدمی کو اپنے شیخ و اُستاد کے ہاتھ چومنا اور پیر کو مرید کے سر کا بوسہ لینا جائز ہے ۔ اور اس مین اشارات و معارف و اسرار ہین کہ جو بندے
اہل الحق و اہل دل ہین وہی سمجھ سکتے ہین مترجم کی وسعت سے باہر ہین فافہم واللہ تعالےٰ اعلم ۔ اب تلخیص کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آیت مین
مرتد ہونے والون کا حکم بیان کیا ولیکن دل سے ایمان پر ثابت رہنے والون کو اکراہ کی حالت مین ظاہری افعال سے مستثنےٰ فرمایا پس بعض علماء
سے نقل ہے کہ اکراہ کی صورت مین اگر دل بایمان مطمئن رہا تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ مومن ہے لیکن ظاہر مین اُس کی جورو بائنہ ہوجاتی ہے اگر
کہا جاوے کہ پھر کیا وہ قتل کیا جائیگا تو ان بعض کی طرف سے جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ اُس کا اقرار ظاہر مین جدید ایمان پر محمول ہوگا لیکن صحیح یہ
ہے کہ ظاہر مین بھی حکم ارتداد جاری نہ ہوگا پھر بعض علماء نے جن مین حسن بصری و شافعی و اوزاعی و سحنون بھی ہین کہا کہ اکراہ کی صورت مین

اُس کو زبانی کفر کے قول کی اجازت ہے اور فعل کفر مانند غیر خدا کو سجدہ کرنے وغیرہ کی اجازت نہیں ہے ولیکن یہ قول بھی ظاہر آیت کے لائق نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ قول و فعل دونوں کی اجازت ہے اور شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ سے اُس کی ثبوت میں کلام ہے اور جمہور علماء و موافق نقل قرطبی کے اجماع مفسرین علماء کے مطابق اکراہ کی صورت میں جبکہ قلب مطمئن بایمان ہو ارتداد و عذاب مدفوع ہے ولیکن اگر کوئی شخص صبر کرے یہانتک کہ قتل ہوجاوے تو ثواب عظیم پاوے۔ اب رہا وہ بدبخت کہ دین اسلام و توحید عز و جل سے مرتد ہوجاوے وہ قتل کیا جاوے اور یہ دنیاوی عذاب ہے اور آخرت میں حکم الٰہی اُس پر عذاب عظیم ہے۔ ذٰلِكَ۔ یہ غضب و عذاب عظیم ہے۔ بِاَنَّهُمُ۔ اس سبب سے ہے کہ اُنھوں نے اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ محبت سے اختیار کرلیا حیات دنیا کو۔ عَلَى الْاٰخِرَةِ۔ آخرت پر۔ معلوم ہوا کہ ادنےٰ درجہ ایمان کا یہ ہے کہ آخرت کو دنیا سے بہتر سمجھے۔ اگر کہا جاوے کہ ہر شخص موت کو ناگوار رکھتا ہے تو جواب اس کا حدیث میں ہے کہ بندۂ مومن کو وقت موت کے اللہ تعالےٰ کی رضوان و رحمت کی بشارت دیجاتی ہے پس وہ اللہ تعالےٰ کی لقاء کو چاہنے لگتا ہے۔ غرضکہ ایک چیز کا دل سے یقین کرنا اور ہے اور کبھی نفسانی خواہش سے ناگوار سمجھنا اور ہے جیسے مریض کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ دوا اچھی مفید ہے اور بدپرہیزی مضر ہے ولیکن باقتضائے خواہش وہ دوا کو مکروہ اور بدپرہیزی کو محبوب رکھتا ہے اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ جو علماء تابعین میں سے مفسر ہیں جب حجاج ثقفی ظالم نے اُن کو گرفتار کرکے قتل کا حکم دیا تو فرمایا کہ تو میرے قتل سے خوار و پشیمان ہوگا اُس نے تکبر سے کہا کہ میں نے تجھ سے اچھے اچھے قتل کر ڈالے تو فرمایا کہ ہاں صحیح ہے تو نے مجھ سے اچھے شہید کیے اُن کو حیات دنیاوی وبال تھی اور موت کے خواہشمند تھے اور تجھے ابھی زندگی کی ہوس ہے۔ اُس نے نہ مانا اور شہید کردیا۔ رات کو چونکر خواب سے چونک پڑا اور بیان کیا کہ سعید مجھ سے کہتے ہیں کہ اُٹھ چل میں تیرے انتظار میں ہوں پھر اُس کے لوگوں نے ہر چند اُس کی طمانینت کی مگر تسکین نہ ہوئی آخر اُس کے بعد چالیس روز زندہ رہ کر مرگیا۔ غرضکہ جس نے یقین کے ساتھ دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی جانا وہ دنیاوی زندگی کے واسطے بھی ایمان و آخرت کو ترک نہیں کریگا اسی واسطے مرتد ہونے والوں کو فرمایا کہ اُنھوں نے آخرت کو چھوڑا اور حیات دنیا کو اختیار کرلیا وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالےٰ راہ نہیں دیتا ایسی قوم کو جو منکر ہیں یعنے آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور حق یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالےٰ عز و جل سے کفر کیا اور اُس کی شان و قدرت کو بھلایا وہ حد قیاس سے زیادہ اُلٹی راہ چلتا ہے کیونکہ وہ خود عجائب قدرت کا نمونہ موجود ہے پھر اللہ تعالےٰ کی قدرت ایسی بے انتہا و وسیع ہے کہ تمام آخرت و تمام جنت و دوزخ اُس کی قدرت کا ایک ذرہ ہیں پس اندازہ کرو کہ یہ لوگ کس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ۔ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالےٰ نے مہر کردی ہے۔ یہ بھی عجائب صنعت الٰہیہ ہے کہ بظاہر یہ لوگ خوب سُنتے اور خوب تیز نظر سے دیکھتے ہیں لیکن اہل معرفت کو بصفائی صاف نظر آتا ہے کہ اللہ اکبر اُس کی قدرت ہے کہ یہ لوگ حق سے ایسے اندھے و بہرے و احمق ہیں۔ واضح ہو کہ انسان کو شرف تمام جانوروں پر اسی فہم و بصیرت و سماعت سے ہے کہ جو کافروں سے مہر کی ہوئی ہیں تم نہیں دیکھتے کہ ظاہری بینائی تو گدھ وغیرہ جانوروں میں بہت تیز ہے اور بیا پرندہ کیسی خوبصورتی سے بغیر ہاتھوں کے جھونجھ بناتا ہے اور مانند اس کے حواس اکثر جانوروں میں انسان سے زیادہ اور قوت زیادہ ہے پس بلا شبہہ انسان کو شرف باعتبار حواس کے نہیں بلکہ عقل سے ہے اور اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے کہ باوجود صریح حواس کے کافروں کے حواس پر مہر ہے کہ بیہوش ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ اور یہی لوگ غافل ہیں۔ جب معلوم ہوگیا کہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار باقی میں جانا ضرور اور موت سر پر ہے مگر کافر نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور بہت تمام اسی میں مصروف کی جسکو کل چھوڑ جائیگا اور وہاں عذاب میں پڑیگا اور وہ عذاب ہی میں زمانہ بزمانہ ترقی کرتا جائیگا تو اس سے بڑھکر غفلت کون ہے کہ یہاں ایک کوئی نیکی اُس کے پاس نہیں ہے۔ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ ٹھیک ہے کہ یہ لوگ آخرت میں فقط یہی خسارت والے ہیں کیونکہ اول تو اُنھوں نے غضب الٰہی کمایا دوم مستحق عذاب عظیم ہوئے سوم حیات دنیا کو پسند کرکے آخرت چھوڑی چہارم ہدایت سے

محروم ہوئے پس جسم دل وآنکھ وکان پر مہر ہے پس غفلت میں انتہا درجہ کو پہونچے ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ

پھر یوں ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اس کے کہ بچلائے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے تیرا رب

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا

ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے جس دن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے اور پورا ملیگا ہر کسی کو جو

عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اپنے کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

یہ اور ایک قسم ہے جو اسلام لائے پس شیخ نے لکھا کہ مکہ میں کمزور پڑے تھے اُن کی قوم انپر تکلیف سے عذاب کرتی تھی اور زنجیروں میں قید رہتے تھے پس انھوں نے مجبور ہو کر مشرکوں کے ساتھ موافقت کی پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو قابو دیا پس اپنے اہل وعیال ومال چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے اور مومنوں کے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد کیا اور صبر کے ساتھ رضاے الٰہی حاصل کرنے میں قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر اُن کو بخش دیا۔ کشاف میں لکھا ہے کہ ثم اس مقام پر دونوں حال میں فرق بعید کے لیے ہے یعنے حال اُن لوگوں کا جنھوں نے مثل بلال وعمار کے تکلیفات اُٹھائیں اور چاہے کچھ موافقت کی ہو مگر علٰحدہ ہو گئے اور حال دوسروں کا جنھوں نے اتفاق کر لیا مگر فتنہ میں مبتلا ہو کر پھر ایک وقت میں خالص ہو کر ہجرت وجہاد اور صبر کیا۔ اور ظاہر کلام اس کا مقتضی ہے کہ یہ عموماً اُن صحابہ کا بیان ہے جنھوں نے ایذائیں اُٹھائیں پھر ہجرت کر کے صبر کیا ثم یعنے پھر واضح ہو کہ۔ اِنَّ رَبَّكَ تیرا رب۔ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔ اُن بندوں کے لیے جنھوں نے مہاجرت کی بعد ازانکہ فتنہ میں پڑے بقراءۃ مجہول یا جنکو کافروں نے فتنہ میں ڈالا بقراءۃ معروف۔ ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا پھر جہاد وصبر کیا۔ پس حاصل یہ کہ اول تو انھوں نے فتنہ برداشت کیا جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا اور چونکہ ظہور انوار ومعارف بہرکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مشاہدہ تھا تو امتحان بھی زائد تھا لیکن انھوں نے اس فتنہ میں مضبوطی سے ایمان نہ چھوڑا اور اسی پر قائم رہے پھر انھوں نے ہجرت کی یہ ہجرت مکہ سے مدینہ کو تھی یا حبشہ کی طرف والی ہجرت بھی شامل ہو پس آل واولاد ومال ووطن سب چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ واس کے رسول کے واسطے خلوص نیت رکھی۔ پھر جہاد کیا یعنے اللہ تعالیٰ کے واسطے اس پر اپنی جان فدا کی کہ اس کا کلمہ بلند ہو اور اس کی مخلوق نیک راہ لگے پس جان فدا کی اور پھر بغیر مال ومتاع کے اور ہر طرح کی تنگی کی تکلیفات پر صبر کیا۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنی ایسی طاعت کے بعد تیرا رب بیشبہہ غفور رحیم ہے گویا اس سے آگاہ فرمایا کہ رب عزوجل کی مغفرت بہت وسیع ہے لیکن ایسی طاعت کے بعد تو قطعی مغفرت ہے پھر اس مغفرت کے ظہور کا وقت اگرچہ موت کے وقت ہی شروع ہو جاتا ہے پھر پورا وقت بتلا دیا کہ۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا۔ یعنے اُس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آوے گا باپ بیٹا جورو بیٹی سب اپنے اپنے نفس کی فکر میں محتاج ہونگے ہر نفس اپنے نفس کی طرف حجت لاویگا کوئی دوسرا کام نہ آوے گا پھر اگر اس میں ایمان سلامت ہے اور کوئی کام اس نے رضاے حق عزوجل کا کیا ہے تو اسکے واسطے شفاعت بھی ہے اور انجام کو نجات ومغفرت ہے۔ اور شاید یہ معنے ہوں کہ ہر نفس پر اس کے ہاتھ پاؤں گواہ ہونگے نیکی ہو تو نیک گواہ اور بدی ہو تو برائی کے گواہ ہونگے اور حدیث میں ہے کہ آخر آدمی اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمھاری کمبختی ہو کہ تمھاری طرف سے تو میں جھگڑتا تھا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور انپر کچھ ظلم نہ ہوگا یعنے بدی کے بابت کچھ بڑھایا نہ جائیگا اور اللہ تعالیٰ چاہے کم کر دے اور نیکی کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا مگر اللہ تعالیٰ ایک نیکی والے کو بہت کچھ بڑھا دیگا اور اس پر اپنا فضل عظیم عطا فرماویگا۔ پھر واضح ہو کہ فتنہ کے اقسام میں اعلیٰ یہ ہے کہ دار الکفر وغیرہ میں آدمی اپنے ایمان کے ساتھ طاعت رب عزوجل ادا کرنے سے باز رکھا جاوے اور اس میں بہت سی صورتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ

خود بخود وقفہ میں پڑتا ہے مثلاً اُس کو رزق حلال ملنے کی صورت نہ ہو یا ہو تو بغیر معصیت نہ ہو اور ادنے اقسام میں سے دارالاسلام کے اندر بہت ہیں جیسے امر بمعروف یا نہی از منکر نہ کرسکے یا کسی کی اولاد زیادہ اور آمدنی کم ہو و لیکن حق تعالے عز وجل نے ایسے شخص کے واسطے جو فرائض و واجبات و طاعات کو ادب سے ادا کرتا ہے اپنے فضل سے کفارات مقرر کر دیے ہیں مثلاً فرض نمازیں اپنے درمیان کے گناہوں کے واسطے کفارات ہیں اور جمعہ سے جمعہ تک اپنے درمیان کے مع تین روز زائد کے کفارہ ہیں اور معیشت کی مشقت کفارہ اور باہم سلام کرنا صدقہ اور عیال کا نفقہ اُسکے واسطے نیکیاں و صدقہ اور خود اپنی جان کا کھانا پینا وغیرہ کفارہ و صدقہ ہے غرضکہ آدمی کے واسطے خلوص نیت خود نیکیاں ہیں اور اللہ تعالے کا فضل عظیم ہے نیک نیت و صدق چاہیے پھر جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک جہاد تو کفار کے ساتھ اس نیت سے قتال کرنا کہ اللہ تعالے کی توحید کا کلمہ بلند ہو اور حاصل یہ کہ عدل جاری ہو و ظلم مٹ جاوے اور تمام مخلوق رفاہیت و آرام سے اللہ تعالے کی عبادت کرے۔ دوم قسم جہاد کی وہی بڑا جہاد ہے وہ یہ کہ اللہ تعالے کی طاعت میں حسن نیت کے ساتھ ہر دم نفس کی لڑائی اور شیطانی وساوس کی کشمکش مٹاوے اور ظاہر ہے کہ دل کو ایسے خطرات سے اور نفس کی خواہشوں سے بچانا ہر دم اپنی جان سے لڑائی ہے اور ہجرت ایک تو یہ ہے کہ دارالکفر سے نکلکر کسی دارالاسلام میں اس نیت سے جانا کہ وہاں اللہ تعالے کی توحید پر قیام کرے۔ شیخ ابن مالک رحمہ اللہ تعالے نے شرح مشارق میں اس کے بعد لکھا کہ کچھ مکہ سے مدینہ جانے کی خصوصیت نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ ہاں ہمیشہ جب انسان دارالکفر میں اس طرح مبتلا ہو کہ ایمان کا خطرہ ہو تو کسی ملک اسلام میں چلا جاوے اور حدیث میں ہے کہ انا بریٔ من مسلم بین ظہرانی المشرکین۔ یعنے جو مسلمان کہ کافروں کے درمیان قیام کرے میں اُس سے بری ہوں۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔ و لیکن مدینہ ہجرت کے واسطے اس لیے پسند کیا جاوے کہ حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان ملک حجاز کیطرف ایسے سمٹ کر پھر جاوے گا جیسے سانپ پھر کر اپنی بانبی کی طرف جاتا ہے پھر ہجرت کی ایک قسم اور بھی ہے اور وہ ہر وقت ہر مسلمان کو حاصل ہوسکتی ہے چنانچہ حدیث صحاح میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون ہجرت افضل ہے فرمایا کہ ان تہجر ما کرہ ربک۔ یعنے جو بات تیرا رب مکروہ جانتا ہے اُس کو تو چھوڑ دے اور پوچھا گیا کہ مہاجر کون ہے فرمایا کہ من ہجر ما نہی اللہ عنہ۔ وہ شخص کہ جس نے ہر وہ قول و فعل چھوڑ دیا جس سے اللہ تعالے جلشانہ نے منع فرمایا ہے۔ یہ صریح ہے کہ بندہ مومن کو ہر جگہ ہجرت کا ثواب حاصل ہے جبکہ وہ شرع کے موافق تقوے کرے۔ صبر اپنے نفس کو روکنا اُسی حد پر جہانتک اللہ تعالے نے اجازت دی ہے پھر اس سے بڑھ کر طلب آخرت و رضوان الٰہی عز وجل کے لیے مشقت و مجاہدہ و ریاضت پر رکے رہنا کمال ہے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کو ندا ہوگی کہ کہاں ہیں صبر کرنے والے پس وے کھڑے ہونگے تو اُن کے مراتب عالیہ و انعامات عالیہ دیکھکر اُن کے سوائے جو لوگ صابر نہیں رہے تمنا کرینگے کہ کاش ہمارے جسم کی بوٹیاں قینچیوں سے کاٹی جاتیں۔ پھر حق تعالے نے ایک مثل بیان فرمائی جسکے مصداق گذر چکے اور قیامت تک جہاں کیفیت ہوگی صادق ہو

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

اور بتائی — اللہ نے کہاوت ایک بستی تھی — چین امن سے — چلی آتی تھی — اسکو روزی فراغت کی — ہر جگہ سے — پھر ناشکری کی

بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

اللہ کے احسانوں کی — پھر چکھایا اُس کو اللہ نے مزہ کہ اُنکے تن کے کپڑے ہوے بھوک اور ڈر — بدلا اُس کا — جو کرتے تھے — اور اُن کو پہونچ چکا

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

رسول اُنھیں میں کا — پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُنکو — عذاب نے — اور وہ گنہگار تھے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالے نے ایک مثل بیان فرمائی ضرب متضمن معنے جعل ہے لہذا متعدی بدو مفعول ہوا۔ قَرْيَةً ایک قریہ کبھی شہر کو کبھی قصبہ کو اور کبھی گانؤں کو بولتے ہیں مفسرین کے یہاں دو قول ہیں اول یہ کہ مراد کوئی معین قریہ ہے دوم یہ کہ غیر معین ہے جسکو

جس قریہ پر یہ مثال صادق آوے وہی ہو سکتا ہے قول دوم کی طرف زمخشری و بیضاوی گئے ہین۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تمام قریون مین
سے جو اس صفت کا ہو کہ اللہ تعالےٰ کی نعمت پر اترا کر ناشکری کرے یہ مثال صادق ہے اور جائز ہے کہ اس صفت کا کوئی قریہ مراد ہو اور یہ بھی جائز
ہے کہ اگلی اُمتون مین سے کوئی قوم اس صفت کی ہو گذری ہو اُسی کو اللہ تعالےٰ نے اہل مکہ کے واسطے مثل بیان فرمایا۔ اکثرون کے نزدیک قول
اول راجح ہے اور وہ مکہ ہے۔ ابن عباس و مجاہد و عوفی سے مروی ہے کہ وہ مکہ ہے و واقدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ بہ کو بسبب
واضح ہونے کے نہین بیان فرمایا۔ غرضکہ جمہور مفسرین کے نزدیک آیت کا نزول اہل مکہ کے حق مین ہے اور مین کہتا ہون کہ ارجح قول دوم
ہے اسی واسطے قریہ نکرہ ہے اور نزول آیت کا اہل مکہ کے حق مین اس کے منافی نہین ہے اس واسطے کہ مکہ والے بھی بدرجہ اولےٰ ایسے لوگون مین داخل
ہین چنانچہ مکہ پر صادق آتا ہے کہ وہ ایک شہر تھا کہ کَانَتْ اٰمِنَةً یعنی امن تھا چنانچہ سورہ لایلاف مین فرمایا۔ وَاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ شیخ امام
نے لکھا کہ اس مثل سے مراد اہل مکہ ہین کیونکہ وہ قریہ مامون تھا۔ مُّطْمَئِنَّةً مطمئن تھا۔ یعنے کہ لوگ اُس کے گرد و پیش سے اُچکے جاتے مگر جو حرم کے
اندر آجاتا اُس کو کوئی نہین چھیڑتا تھا۔ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ اس کے یہان اُس کا رزق آتا ہر جگہ سے چنانچہ دوسری
آیت مین فرمایا۔ اولم نمکن لھم حرما آمنا یجبی الیہ ثمرات کل شئ۔ یعنے کیا ہم نے اُن کو مطمئن نہین جگہ دی ایک حرم امن مین کہ اُس کی طرف ہر چیز کے
ثمرات لائے جاتے ہین۔ رغد یعنے آسانی و وسعت کے ساتھ۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ پس اُس نے اللہ تعالےٰ کی نعمتون کی ناشکری کی۔ قال
الشیخ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی نعمتون سے انکار کیا شاید اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ کے انعامات کو بتون کی طرف نسبت دیتے تھے اور سب سے بڑی
نعمت اُنپر بعثت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھی چنانچہ فرمایا الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار جھنم کیا تو نے نہین دیکھا ایسے لوگون کو
جنھون نے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالےٰ کی کفر سے اور اُتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر کو یعنے جہنم مین یعنے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو کر بدر
کے روز قتل ہو کر جہنم مین پڑے۔ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔ یعنے جب اُنھون نے رسول کو نہ مانا اور ہر طرح مخالفت پر جم
گئے تو اللہ تعالےٰ نے اُن کی امن و وسعت رزق کو بھوک اور خوف سے بدل دیا۔ کیونکہ جب اہل مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی
و نہ مانا تو آپ نے اُنپر بد دُعا فرمائی اللھم اشدد وطاتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔ یعنے اے رب ہمارے تو اپنی سختی سے مضر کو روند
اور یہ اُنپر کردے قحط کے ساتھ مانند اُن سالہاے قحط کے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت مین مصریون پر ہوئے تھے پس اُن کو قحط نے
گھیرا یہانتک کہ اونٹ حلال کرتے وقت پشم جن مین خون لگتا اُس کو بھی کھایا اور سورہ دخان وغیرہ سے ثابت ہے کہ بوجہ شدت بھوک کے
دن کو آسمان دھوان دھار تاریک معلوم ہوتا۔ اور خوف اُن کو اُسوقت دیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب مہاجرین کے
اصحاب انصار رضی اللہ عنھم کے یہان مدینہ ہجرت کر آئے تو آپ کی سطوت و لشکرہاے مجاہدین کی صولت سے خوفناک ہوئے اور تباہ ہوتے رہے
یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کے امتحانات بھی اس درمیان مین پورے کیے اور مکہ اپنے رسول و مومنین کے واسطے فتح کر دیا۔ یہ سب جو واقع
ہوا۔ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ بوجہ اُن کی شرک و بد اعمالیون کے جس مین سب سے زیادہ تکذیب و ایذاے رسول بھی واقع ہوا۔ وَلَقَدْ
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ۔ اور کچھ شک نہین ہے کہ آیا اُن کے پاس رسول اللہ کا انھین مین سے سو اُس کو جھٹلا بنایا۔ فَاَخَذَهُمُ
الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ پس پکڑا اُن کو عذاب نے در حالیکہ وے ظالم تھے۔ یعنے اپنی جانون پر اُنھون نے ظلم کیا کہ اسکو عذاب دائمی مین
مبتلا کیا پس کبھی مبتلاے قحط ہوئے اور کبھی بدر مین قتل ہوئے اُن کی تجارتین جاتی رہین لوگون نے غلہ بھیجنا موقوف کر دیا عزت و امن رزق
جاتا رہا بجاے اُس کے خوف و تنگی مین پڑے اور جو مراد وہ عذاب ابدی مین پڑا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے مکہ فتح کر دیا۔ اور اُس گروہ ناشکرے
ضد اصحاب مہاجرین واہل مدینہ کے اصحاب انصار شکر گذار تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو بعد خوف کے امن دیا اور بعد تنگی کے وسیع الرزق کیا
اور اُن کو قیامت کے واسطے سردار کر دیا۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالےٰ یہ جو ہم نے کہا کہ یہ مثل اہل مکہ کے واسطے ہے یہی عوفی نے ابن عباس سے

روایت کیا اور یہی قول مجاہد و قتادہ و عبدالرحمٰن بن زید کا ہے اور یہی امام مالک نے زہری سے نقل کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود
وقت نزول کے اگرچہ مکہ ہو لیکن مفاد اس مثل کا ہمیشہ ہر ایسے قریہ کے واسطے ہے جو انعامات الٰہی کے ساتھ اتراکر معصیات سے ناشکری کرے
اور اسی معنے میں وہ روایت ہے جو شیخ نے امام ابوجعفر کی تفسیر سے نقل کی کہ مجھ سے حدیث فرمائی ابن عبدالرحیم برقی نے کہا مجھ سے حدیث کی
ابن ابی مریم نے کہا ہم سے حدیث کی نافع بن یزید نے کہا ہم سے حدیث کہی عبدالرحمٰن بن شریح نے کہا کہ ہم سے عبدالکریم بن الحارث الحضرمی نے کہا
کہ مین نے مشرح بن ہاعان کو کہتے سُنا کہ مین نے سلیم بن نمیر رحمہ اللہ تابعی سے سُنا فرماتے تھے کہ ہم لوگ ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بی بی کے ہمراہ حج سے پوٹے اور اُس زمانہ مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ مدینہ مین اپنے
مکان مین گھر سے تھے مصری باغیون نے اُن کو گھیرا تھا تو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا راہ مین پوچھتی آئین کہ کیا انجام ہوا یہانتک
کہ دو سواروں کو دیکھ کر بلوایا پوچھا تو اُنھون نے عرض کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے پس حضرت ام المومنین نے یہ سنکر استرجاع
کیا اور فرمایا کہ قسم اُس کی جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ یہ وہی قریہ ہے جسکے حق مین اللہ تعالے نے فرمایا وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ یاتیہا
رزقہا الآیہ۔ اور ابن شریح نے کہا کہ مجھے عبیداللہ بن المغیرہ نے ایسے شخص سے جس نے اس سے بیان کیا تھا خبر دی کہ سلیم بن نمیر کہا کرتے کہ وہ مدینہ
ہے مترجم کہتا ہے کہ بوجہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ عظیم برپا ہوئے اور صحیح بخاری مین حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے وقت مین اُس کو جانتے تھے ولیکن جو کچھ اللہ تعالے چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے۔ ف اس آیت مین ایک نکتہ
بلاغت زبان عربی کے متعلق بیان کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف۔ یعنے چکھایا اللہ تعالے نے
اس قریہ والون کو لباس بھوک و خوف کا۔ اور یہ نہین فرمایا کہ پہنایا اُس کو لباس جوع و خوف۔ یہ استعارہ بہت بلیغ ہے کیونکہ مراد اس سے
ہفت سالہ قحط ہے اور قریہ کو اس قحط کا اثر بطور لباس کے ہوا اور لوگون پر اس سے دُبلاپن و بدرنگی و بدحالی مثل لباس کے چھاگئی با وجود اُسکے
قریہ مین جو اشارہ ہوا کہ یہ عذاب دنیاوی ایک ذوق ہے اور اصل عذاب آخرت ابھی باقی ہے علماء بیان نے کہا کہ یہ تجرید الاستعارہ ہے اسطرح
کہ مانند جوع و خوف کے جو انسان کو گھیر لیتی ہے اُس کے واسطے لباس کا استعارہ کیا کیونکہ اُس کا اثر مثل لباس کے آدمی کو شامل ہوتا ہے پھر جوع
و خوف جس سے استعارہ فرمایا تھا اُس کے مناسب ایک وصف ذوق ذکر کیا کیونکہ ذوق کا اطلاق جوع و خوف کے ادراک پر عرب کے
نزدیک بمنزلہ حقیقت کے ہو گیا ہے چنانچہ بولتے ہین کہ ذاق فلان البؤس والضر یعنے فلان شخص نے بیماری و خوف وغیرہ کو چکھا یہی تجرید استعارہ
ہے اور اگر لباس کی رعایت سے کسا ہا لباس الجوع ہوتا تو اگرچہ مستحسن ہوتا لیکن تجرید الاستعارہ زیادہ عمدہ ہے۔ امام رازی نے کہا کہ
اہل قریہ کو اس جوع و خوف مین ایک نوع کی حالت مشابہ بمذوق اور حالت مشابہ بملبوس ظاہر ہوئی تو اللہ تعالے نے دونون کی رعایت
سے اذاقہا فرمایا۔ اور پہلے بیان ہوا کہ ذوق سے جو ایک معنوی اظہار خفت کا ہے وہ پہنانے کے لفظ سے نہ ہوتا بلکہ پورا عذاب ظاہر ہوتا جو
خلاف واقع ہے اور عجب ہے کہ بعض ایسے لوگون نے جو عربی زبان سیکھ جانے کے مدعی تھے یہان اعتراض کیا چنانچہ حکایت ہے کہ ابن الراوندی نے
جو ایک ملحد شخص زندیق تھا شیخ ابن الاعرابی سے جو امام فن لغت و مشاہیر مین سے ہین پوچھا کہ کیا لباس کا بھی ذوق دیا جاتا ہے تو شیخ نے
جواب دیا کہ اے نسناس یعنے جنگلی آدمی فرض کر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے تو عربی فصیح ہونے مین شک نہین ہے۔ حاصل جواب یہ ہے
کہ قرآن فصیح زبان عرب ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خود فصیح عرب تھے اور اُس وقت کے تمام فصحا نے تسلیم کیا اور بلاغت قرآنی کے آگے سر
نیچا کیا تو اب کسی شخص کو جو زبان عربی سیکھے یہ دعوے محض بیجا ہے کہ یہ استعارہ جائز ہے یا نہین ہے اور حال یہ ہے کہ علماء بیان یعنے ائمہ فن
بلاغت نے بوجوہ مذکورہ بالا اُس کی تحسین مین مبالغہ کیا ہے۔ ف عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے ثم ان ربک للذین ہاجروا من بعد
ما فتنوا الآیہ کے اشارات سے ہے کہ جو لوگ اہل ارادت صادقین سے ہون اور اپنے حظوظ نفس کو چھوڑ دین بعد ازانکہ معصیت و امتحان مین

مفتون ہو چکے ہوں پھر نفس و ہوی کے پھندے سے نکلکر دونوں کو سرنگوں کریں اور عبودیت الٰہی میں مستقیم ہوکر ترک حظوظ نفس پر صابر رہیں اور محاربہ شیطان میں جہاد کریں تو اللہ تعالے فرماتا ہے ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ جو کچھ اُن سے سابق زمانہ میں گناہ ہوگئے اللہ تعالے اُن کو بخشنے والا ہے اور اب اپنی رحمت کے ساتھ اُن کو محفوظ رکھتا ہے کہ نفس کے پھندے میں گرفتار نہ ہوں پس اللہ تعالے اُن کو ذوق اُنس سے مزہ دیتا ہے کہ پھر اُنکو طاقت نہیں رہتی کہ ایک دم اُس کی طاعت سے فتور کریں۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ایسے بد لوگوں سے دور رہو جن کی صحبت سے تم کو فتنہ پہونچنے کا خوف ہے پھر کوشش کے ساتھ نیک لوگوں کی صحبت میں جمے رہو اور نیکی کے واسطے تکلیف اٹھانے میں صبر کرو اور ابتدائے حال کی طرف رجوع کرنے میں کوشش نہ کرو۔ قولہ تعالے یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا۔ نفوس میں تفاوت ہے کوئی تو اپنی معصیت سے مجادل ہوگی اور کوئی اپنی طاعت سے اور کوئی اپنے خوف جہنم سے اور کوئی اپنی امید جنت سے مجادلہ کرے گی بہرحال یہ نفوس اپنے مجادلہ میں مشغول ہوکر مشاہدۂ رب عزوجل سے غافل ہونگی اور نفس مطمئنہ کہ جسکو سوائے رب عزوجل کے طلب نہیں ہے وہ اپنے رب عزوجل کی حضوری میں انبساط کے ساتھ عرض کرے گی کہ مجھے دنیاوی دار محنت میں مبتلا سے فراق کیا گیا اور دشمنوں کے ساتھ چھوڑا گیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ مجھے میری مراد حاصل ہو اور انکشاف دیا جاوے کہ دائمی وصال میں مسرور رہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث میں بھی اہل جنت کے تین فرقہ ثابت ہوئے ایک وہ جو بخوف جہنم عبادت کرتے تھے اور دوم بامید جنت طاعت کرتے تھے یہ دونوں جنتی ہیں اور سوم وہ جو کہ اپنے خالق عزوجل کیواسطے خالص تھے اور اُن کو اللہ تعالے کے فضل رحمت میں ٹھکانا ہے جنت خود اُن کی آرزو کرے گی۔ شیخ نے کہا کہ جس نفس کو یہ شوق نہیں وہ اپنے مجادلہ میں اپنے رب تعالے سے محجوب اور اپنے اعمال و آرزو کے ساتھ دنیا و آخرت میں مشغول ہے اور حق تعالے ہر ذی فضل کو اپنے فضل سے سرفراز فرما کر اُس کی مراد دیدے گا اور ہر نفس بقدر اپنی طاعت کے حصہ پاوے گا اور حق تعالے عزوجل عالم الغیب وعادل ہے اُس کے یہاں بھول چوک نہیں ہے سب کو اپنے فضل سے جزائے عظیم عطا فرماویگا اور اُس کے ملک سے ذرہ کم نہ ہوگا اور جب چاہے سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ بعض مشائخ خراسان نے کہا کہ مخلوق کا وقت تو اسی میں گیا کہ دنیا میں اپنے اعمال سے مجادلہ اور آخرت میں اپنے نفس سے مجادلہ ہے پھر معرفت حق عزوجل کے لیے کب فارغ ہونگے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مومن کے واسطے نفس نہیں ہے قال تعالے ان اللہ اشترے من المؤمنین انفسہم۔ پس اُن کے نفوس کو اللہ تعالے نے خرید لیا پھر اُن کے پاس ودیعت رکھا ہے تو اُس میں اُن کا کچھ حق نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف نفس کے اندر امر حق عزوجل کی نگہبانی کرنے پر ہوتے ہیں۔ قولہ وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ الآیہ منجملہ اشارات کے قریہ مطمئنہ قلب عارف ہے کہ اللہ تعالے کی یاد سے مطمئن تھا اور اللہ تعالے کے کشف جمال سے اللہ تعالے کے لطف میں اُس کے قہر سے اور وسواس نفس وہوا جس شیطان سے بےخوف تھا ہمیشہ اُس کا رزق معرفت ومحبت واُنس ومشاہدہ بلا کدورت مشقت وتکلف کے اُس کو پہونچتا تھا پھر اگر اللہ تعالے نے اُسپر نعمت پوری کرنی چاہی تو اُس سے خطا ونسیان وخیال وگمان دور کردیا پس ہمیشہ اُس کو اپنے اسرار کی نگہداشت ہے اور اگر اللہ تعالے نے اُسپر امتحان چاہا تو اُسپر نسیان رکھدیا اور فتوح کے دروازے بند کردیے تاکہ ہجر کے مزے چکھے اور خائف ہوجاتا ہے حالانکہ پہلے بیخوف تھا اور اطمینان کے بعد پریشان رہتا ہے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ قلب کا فارغ ہونا دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے سے ایک بڑی نعمت ہے اور جب کسی بندہ کو یہ نعمت حاصل ہوئی پھر اُس نے اس نعمت کی ناشکری کی اس طرح کہ ہوا وہوس کے دروازے اپنے اوپر کھول لیے اور شہوات میں مقید ہوا تو اللہ تعالے جلشانہ اُس کے دل پر تشویش دیدیتا ہے اور صفائے وقت کو مکدر کرکے اُس سے فراغ چھین لیتا ہے کیونکہ نفس کی کدورت شہوات سے قلب کے انوار زائل ہوجاتے ہیں۔ ثم قال تعالے

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

سو کھاؤ جو روزی دی تم کو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اُسی کو پوجتے ہو

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

یہی حرام کیا ہے تم پر مردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوائے کسی کا پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا

نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنانے سے کہ یہ

حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ○

حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بھلا نہیں پاتے

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○

تھوڑا سا برت لینا اور انکو دکھ کی مار ہے

قولہ فکلوا۔ بعض علما تفسیر نے کہا کہ پہلے شکر کا حکم دیا تو بعد اُس کے فکلوا بیان کیا اور کھانے کا ذکر اس لیے کہ یہ ذریعہ شکر ہے اور اہل مکہ بلکہ عموماً کافروں مشرکوں میں خود رائی کا عیب ہوتا ہے جس چیز کو جس طرح چاہتے ہیں کھاتے پیتے اور حرام و حلال استعمال کرتے اور اُس کو اچھا سمجھتے ہیں اور اہل مکہ تو اس خیالی برتاؤ کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کو مکر بہتان باندھتے تھے بعض علما نے کہا کہ فکلوا کفر چھوڑنے پر فرع ہے یعنے جب تم نے کفر چھوڑا اور ایمان لائے تو کھاؤ یہ چیزیں۔ پہلے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خطاب مشرکوں کو ہے یا مومنوں کو ہے۔ واحدی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک خطاب مشرکوں کو ہے اور یہ ظاہر ہے اور جمہور مفسرین نے کہا کہ خطاب مومنوں کو ہے اور ظاہر کلام شیخ ابن کثیر سے یہی معلوم ہوتا ہے اور اولے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق بندوں کو عام خطاب کیا پس سب کو شامل ہے اگرچہ وصف الکذب فقط مشرکوں میں ہے مومنوں میں نہیں ہے مگر مومنوں کو اس امر سے ممانعت ہے پس حکم دیا۔ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا یعنے کفر و شرک چھوڑ دو اور ناشکری مت کرو پس کھاؤ حلال طیب اُس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو رزق دیا۔ اس سے مسئلہ نکلا کہ کبھی رزق حرام بھی ہوتا ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ معتزلہ وغیرہ بعضے فرقے کہتے ہیں کہ رزق حلال ہی ہوتا ہے اور جواب یہ ہے کہ اگر عمر بھر ایک شخص کو حرام میسر آیا تو اُس کو کبھی رزق ہی نہیں ملا لہذا جو بندے کو ملے وہ رزق ہے مگر امتحان یہ ہے کہ سود اور رشوت و فریب و حرام مزدوری وغیرہ نہ کھاوے نیک کمائی کر کے کھاوے جیسے یہاں فرمایا کہ جو رزق تم کو ملے اُس میں سے حلال طیب کھاؤ۔ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا یعنے اس نعمت کا اور تمام نعمتوں کا۔ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔ اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو یعنے اگر سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں قائم ہو تو اُس کی ناشکری مت کرو کیونکہ عبادت اُسی کے واسطے ہے جس نے پیدا کیا اور رزق دیا پھر حرام بتلا دیے بقولہ۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ۔ یعنے یہی تو ہے کہ تم پر حرام کر دیا اللہ تعالیٰ نے مُردار کو اور مُردار دو طرح ہوتا ہے ایک وہ جانور جو اپنی موت سے مر جاوے اور دوم وہ کہ حلال کرنے سے پاک نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام پر حلال نہ کیا جاوے۔ اور حرام کیا خون کو یعنے دم مسفوح جیسا کہ سورہ انعام میں مفصل گزرا ہے اور مرداروں میں سے مچھلی اگرچہ خود مر جاوے حلال ہے اور خونوں میں سے جگر یعنے کلیجی حلال ہے۔ اور حرام کر دیا گوشت سور کا۔ سور کی نجاست خود ظاہر ہے سوائے پلید آدمی کے کوئی اُس کی رغبت نہیں کر سکتا اور سور نجس العین ہے اُس کے گوشت کو ذکر کر دیا کہ حرام ہے تو کھال و سری و پایہ و اوجھ و چربی سب بدرجہ اولے حرام و نجس ہیں لیکن سور کے بالوں سے کوچی بنا کر تانبا پیتل صاف کرنے کا کام لینا جائز ہے اور قنیہ وغیرہ میں جو لکھا کہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ سور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اس روایت کی کوئی اصل صحیح نہیں اور جب ظاہر حدیث کے خلاف ہو تو کسی کو اس پر فتویٰ دینا روا نہیں بلکہ حرام ہے بالجملہ ائمہ حنفیہ کا اتفاق ہے کہ سور نجس العین ہے البتہ درندے کی کھال کی نسبت اختلاف ہے کہ

صورت میں ایک روایت مذکور ہے اور وہ بھی ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اور حرام کردیا تم پر وہ کہ آواز بلند کی جاوے واسطے غیر خدا کے اُس کے ساتھ۔ واضح ہو کہ اس آیت کے مانند سورہ بقرہ کی آیت گزر چکی ہے اور بیان فی الجملہ مزید توضیح کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ہمارے شیخ الشیوخ مولانا عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں بیان اہل یعنی اہلال کی تفسیر فقط آواز بلند کیجانے سے لکھی اور یہ نہیں لکھا کہ ذبح کے وقت آواز بلند کیے جانے سے حرام ہوتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھدیا تو اُس کی تحقیق یہ ہے کہ عرب اپنے بتوں کے لیے نام لے کر آواز سے ذبح کرتے تھے تو بعض مفسرین نے اُسی سبب سے ذبح کی قید ذکر کردی اور آیت کریمہ عام ہے خواہ ذبح کے وقت آواز بلند کرے یا کسی وقت ولیکن کہا جانا بہرحال بعد ذبح کے ہوگا۔ اب یہاں فقہ کا ایک مسئلہ معروف ہے کہ جانور کا قربان کرنا اگر اللہ تعالیٰ کی تقرب کے لیے ہو تو حلال ہے اور اگر کسی غیر کی تقرب کے لیے ہو تو حرام مردار اور وہ شخص مرتد ہو جائیگا۔ مسئلہ اگر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دوسرے کا نام ملا دیوے تو ذبیحہ مردار ہوگیا اور یہ مسائل فتاویٰ کے احکام مرتدین وغیرہ میں صاف لکھے ہیں۔ مسئلہ اگر بادشاہ شہر میں آیا اُس کی آمد کے لیے قربانی کی تو مردار اور وہ شخص مرتد ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ اہلال کے معنے آواز بلند کرنے کے ہیں قاموس سے ظاہر ہے کہ اہل الصبی یعنی طفل نے رونے کی آواز بلند کی۔ اور یوں ہی جو بولنے والا آواز بلند کرے۔ اور جوہری نے صحاح میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ وما اہل لغیر اللہ بہ۔ یعنے اُسپر پکارا گیا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا نام۔ اور اصل میں اہلال آواز بلند کرنا ہے مترجم۔ پس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ جس جانور پر اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسرے کا نام پکارا گیا وہ حرام ہے۔ اب معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں حالی یہ معنے نہیں ہیں کہ جو چیز ذبح کیجاوے غیر خدا کے نام پر کیونکہ اہلال کے معنے ذبح کے لینا اور غیر اللہ کے معنے نام غیر اللہ کہنا اپنی طرف سے تفسیر ہے۔ اور نظام نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اجماع علماء نقل کیا کہ جو مسلمان اپنے ذبیحہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کا تقرب قصد کرے وہ مرتد ہے اور اُس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ یعنے حرام ہوا۔ اب یہاں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کا اعلان کیا اور ذبح کے وقت فقط اُسی کا نام لیا تو ثواب پایا اور ذبیحہ حلال طیب ہے۔ دوم یہ کہ غیر کے واسطے پکارا اور ذبح کرتے وقت غیر کا نام لیا تو مرتد کافر ہوا اور ذبیحہ مردار ہے۔ سوم یہ کہ غیر کے نام کا جانور پکارا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو یہ ذبیحہ حرام مردار ہے جبکہ اُس نے غیر اللہ کا تقرب چاہا لیکن اگر پہلے اُس نے تقرب کے لیے فلاں کے نام کا جانور ٹھہرایا تھا پھر توبہ کرکے اُس نے یہ نیت کی کہ یہ جاندار جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہر سے پیدا کیا اور روح دی ہے اُس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے قربانی کرکے ثواب پاؤں پس اسی پر اُس نے ذبح کیا پھر جو ثواب ملا اور یہ بھی اُمید رکھی کہ اللہ تعالیٰ ثواب دیدے اور قبول کرلے تو یہ ثواب جسکو چاہے ہدیہ دے اور حدیث میں ہے کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنے وہ شخص ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا۔ دیکھو اس میں غیر کے واسطے ذبح کرنے پر لعنت ہے اور غیر کا نام ذبح میں لینے کی خصوصیت نہیں ہے تو خواہ ذبح کے وقت اُس کا نام لے یا کسی کا نام لے وہ ذبیحہ مردار اور وہ شخص ملعون ہوا جبکہ اُس نے غیر کے واسطے ایسا کیا۔ واضح ہو کہ دیگر اموال دکھانا کپڑا وغیرہ سے بھی غیر کی طرف تقرب سے گناہ عظیم ہے لیکن حیوان اور دیگر اموال میں ایک فرق یہ ہے کہ آدمی کو روا ہے کہ اپنا مال جسکو چاہے دیدے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرع میں مال کا اُس کو مالک انتفاعی کر دیا ہے بخلاف روح حیوان کے کہ حیوان کے گوشت پوست سے نفع اُٹھانے کا مالک کیا ولیکن ہنوز یہ نہیں کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے گوشت توڑ کر نفع اُٹھاؤ یا اُس کی کھال کھینچو بلکہ روح نکالے جانے کے بعد انتفاع ہے اور روح کا مالک نہیں کیا پس روح نکالنا اس طرح حلال کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر قربان کی نیت سے ذبح کرو حلال ہوگیا اب گوشت و پوست سے نفع اُٹھاؤ پس زندہ جانور سواری وغیرہ کے لیے جس کسی کو چاہو نفع اُٹھانے کیلیے دیدو اور حلال ہونے کے لیے تقرب فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جائز ہے اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تقرب خالص کی نیت سے قربان کرکے ثواب چاہے جسکو دیدو اور چاہو کسی مخلوق کی طرف سے نائب ہو کر جناب الٰہی تعالیٰ میں تقرب کی نیت سے ذبح کردو۔ میں نے اہل ایمان کی

سلامتی دین کے واسطے اتنا کلام واضح کر دیا تاکہ باطل میں مبتلا نہ ہون اور اللہ تعالے ہی ہادی ہے۔ بالجملہ مردار و خون و گوشت سور و ما اہل بہ
لغیر اللہ حرام کر دیے پھر باوجود اس کے بندون پر آسانی کر دی کہ اگر وہ ان چیزون مین سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو تو فی الجملہ تناول مباح ہی
چنانچہ فرمایا۔ فَمَنِ اضْطُرَّ یعنی جو بندہ کہ مضطر ہو یعنے بیقرار ہو کر ان مین سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو خواہ اُس کی یہ کیفیت دو وقت کے
بعد ہو یا دو دن بعد یا تین روز بعد ہو اور اکثر تین روز مین ایسا ہو جاتا ہے۔ غَيْرَ بَاغٍ۔ درحالیکہ وہ بغاوت کرنے والا نہ ہو یعنی کسی دوسرے پر
جو ایسی اضطرار مین ہے زبردستی تجاوز نہ کرے۔ وَلَا عَادٍ۔ اور نہ عدوان کرے یعنے قدر ضرورت سے نہ بڑھے بلکہ اسی قدر کھاوے جسکے ساتھ
اس کی جان بچ جاوے۔ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ تو اُس کو کھالینا مباح ہے کہ اللہ تعالے غفور رحیم ہے۔ واضح ہو کہ بعضے علماء نے کہا کہ
اضطرار کے وقت یہ چیزین حرام نہین رہتی ہین اور محققین کے نزدیک حرام یا نجس تو اپنے حال پر رہتی ہین لیکن اللہ تعالے نے بلا بغاوت و بغیر تعدی
کے اس مین سے بقدر ضرورت کھانے کا گناہ دور کر دیا ہے۔ مسئلہ ایک شخص نے مضطر ہو کر مردار مین سے کچھ کھایا پھر اُس کو چاہیئے کہ رزق طیب
کمانے کے لیے اللہ تعالے کے نام پر کوشش کرے اگر میسر نہ آوے تو پھر اضطرار کے وقت اُسی قدر مباح ہوگا اور اگر اُس نے کمائی کی تلاش نہ کی
باوجودیکہ کر سکتا تھا تو گنہگار ہوگا۔ واضح ہو کہ بغاوت و عدوان کی تفسیر جو مذکور ہوئی امام ابو حنیفہ رح کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے
نزدیک باغی سے مراد یہ کہ سلطان وقت پر بغاوت کے واسطے نہ جاتا ہو اور لا عاد سے یہ مطلب کہ مسافرون پر ڈاکہ ڈالنے کا قصد نہ ہو۔ اس
قول پر باغی و عادی کو چاہیے بھوک سے مر جاوے مردار کھانا مباح نہ ہوگا اور کلام اس مین سابق اس کے مثل آیت مین گذر چکا ہے۔ واضح ہو
کہ تمام مخلوقات کا خالق حضرت باری تعالے جلشانہ ہے جس طرح اُس نے کمال حکمت و قدرت سے بندون کو تصرف کی اجازت دی اُسی
طور پر تصرف جائز ہے اور یہ بندون کے حق مین عبادت ہے پس یہ روا نہین ہے کہ کوئی شخص ان چیزون مین اپنی رائے سے حلت و حرمت
لگاوے کیونکہ نفس و روح کا علم اُن کے خالق عز و جل کو ہے اور طریق آخرت عوام کی عقل و سمجھ سے باہر ہے لہذا منع فرمایا بقولہ تعالے۔ وَلَا
تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ۔ لا تقولوا کا مفعول الکذب ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی لا تقولوا
الکذب لاجل وصف السنتکم۔ یہ زجاج و کسائی کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور معنے یہ ہین کہ مت کہو جھوٹ کو بوجہ
تمہاری زبانون کے وصف کے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ بحیرہ و سائبہ کے بارہ مین ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اُن کا
قول ہے کہ ما فی بطون ہذہ الانعام خالصۃ لذکورنا و محرم علی ازواجنا۔ حاصل یہ کہ کسی جانور کو حرام یا حلال اپنی زبانی وصف کی وجہ سے
مت کہو بدون اُس کے کہ تمہارے پاس اللہ تعالے کی طرف سے کوئی حجت ہو۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ بدون دلیل کے کسی کو حرام یا حلال کرنا
جبکہ عمدی ہو کفر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالے کی شان ہے کہ وہ علم و حکمت سے بندون پر شرع مقرر فرماتا ہے۔ ابو نضرہ رح سے مروی ہے کہ مین نے
جب سے سورۂ نحل کی یہ آیت پڑھی تو اُس وقت سے مین فتوی دینے سے بہت خوف کرتا ہون۔ اس مین اشارت ہے کہ یہ بات کچھ جانورون
کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ ہر ایک امر کے حکم شرعی مین بدون دلیل کے تحسین یا مخالفت اور تحلیل یا تحریم روا نہین ہے ورنہ اسی آیت کی وعید مین
داخل ہوگا۔ ہمارے زمانہ مین ایسے لوگ ہین کہ قیاس درکنار اُس کے شرائط و آداب کی رعایت بہت مشکل ہے اُن کے نزدیک باب اجتہاد بہت
آسان ہے پس ایک گروہ اس طرف ہے کہ بہت سی نئی باتون کی نسبت اچھے و حلال و ثواب کا کام ہونے کا حکم لگاتے ہین اور اپنے قیاس کو
کسی طرح شرعی نہین ہے حجت قرار دیتے ہین۔ دوسرا گروہ ہے کہ دلائل شرعیہ یعنے احادیث کو اپنے واسطے اجتہاد کرنے کے لیے ہر وقت بالکل سہل
کر لیا ہے حالانکہ باب اجتہاد بہت مشکل ہے اور لازم ہے تھا کہ ہر مسئلہ اجتہادی کے تعلقات کو ابواب فقہ کے ساتھ مرتبط کرتے اور دیکھتے کہ کہان تک
اُن کے اور ماخذ اجتہاد سے اُن کے اقوال مین مخالفت پیدا ہوتی ہے اور یقین کرتے کہ مقصود ان افعال سے صرف ثواب طاعت ہو اور یہ
اصلی بات ظاہر و باطن کی اصلاح ہے لیکن ان پر تمام ہمت منحصر رکھتے اور ثواب کے واسطے عبادات شرعیہ پر قائم رہتے اور خود اجتہاد کی تکلیف مالا یطاق

سے بچتے یا اول فریق اپنے قیاس کی ضلالت سے دور رہتے کیونکہ دین میں ثواب عظیم کے لیے بہت امور موجود ہیں کچھ اُن کے قیاسی فعل کی حاجت نہیں ہے بالجملہ اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا کہ بدون لیاقت استدلال شرعی کے کسی امر پر اپنی زبانی وصف سے جھوٹا حکم مت لگاؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ۔ جس کا انجام یہ ہو کہ تم جھوٹ افترا باندھو اللہ تعالےٰ پر حالانکہ اُس کی طرف سے کوئی سند تمھارے پاس اُس کے واسطے نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مجتہد سے بھی خطا ہوتی ہے تو اُس نے بھی جھوٹ باندھا جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ اُس نے اللہ تعالےٰ و رسول و اجماع اُمت سے اپنی کوشش خوب صرف کر کے حکم نکالا اپنی طرف سے بلا دلیل نہیں کہا تو وہ معذور ہے اسی واسطے احادیث میں مجتہد خطا کرنے والے کے واسطے بھی ایک ثواب ہے اور مجتہد صواب کے لیے دونا ثواب ہے اور معلوم ہو چکا کہ اس قول سے صرف ثواب مقصود تھا وہ ہر طرح حاصل ہے کیونکہ سوائے اعتقادیات کے جو روح کے ساتھ ہیں اُن اعمال کا ثواب باقی رہیگا وہ ہر طرح حاصل ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ۔ جو لوگ کہ اللہ تعالےٰ پر دروغ باندھتے ہیں فلاح نہیں پاتے ہیں کسی کام کا نہ دنیا میں اور نہ دین میں۔ رہا دنیا تو نہایت حقیر و چند سانس کی ہے اس میں سے بھی اس شخص کا حصہ بہت خفیف ہے چنانچہ فرمایا۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ۔ یعنے دنیا میں متاع قلیل ہے چند روز تمتع اٹھا کر آخر موت ہے اور رہا آخرت میں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور اُن کے لیے عذاب دردناک ہے۔ حدیث کا مضمون ہے کہ تمام عیش کے ساتھ جو دنیا میں رہا جب عذاب آخرت سے کچھ مزہ چکھیگا تو اُس کو یاد نہ رہیگا کہ اسپر کبھی راحت گذری اور جس نے وہاں کے عیش سے چکھا اُس کو دنیا کی تکلیف کبھی یاد نہ ہوگی پھر یہ عذاب دائمی ہے اور دنیا تو چند سانس تھی۔ پھر واضح ہو کہ یہود و نصاریٰ میں یہ آفت پھیل گئی تھی بلکہ اب تک ہے کہ اُن کے علما جسکو چاہتے حرام و جسکو چاہتے حلال کرتے اور لوگ عوام اپنے معتقدوں کے حکم پر چلتے تھے یعنے اُس کو مختار جانتے کہ وہ جو چاہے حکم دے مثلاً وہ چاہے ایک قوم پر سے روزہ معاف کر دے یا دوسرے مہینہ میں مقرر کر دے لیکن یہود پر جو کچھ حرام کیا تھا اسکو ذکر فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا

اور جو لوگ یہودی ہیں انپر ہمنے حرام کیا تھا جو تجھ کو سُنا چکے پہلے اور ہم نے اُنپر ظلم نہیں کیا پر اپنے

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِ

اوپر آپ ظلم کرتے تھے پھر یوں ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر جنھوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اُس کے پیچھے

ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اور سنوار پکڑی تیرا رب ان باتوں کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے

۱۵ ع ۹

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا۔ یعنے فقط یہودیوں پر نہ اوروں پر۔ حَرَّمْنَا۔ ہم نے حرام کر دیا۔ مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ۔ وہ جو ہم نے تجھ پر نازل کر کے بیان کیا اس سے پہلے حسن رح نے کہا یعنے سورۂ انعام میں اور قتادہ نے پڑھا کہ جہاں یہ فرمایا وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذي ظفر ومن البقر والغنم الآیہ پھر حرام کر دینا یا تو اس جہت سے ہوتا ہے کہ اُس چیز میں خواہ جسم کے واسطے یا روح قلبی و اسرار باطنی کے واسطے ضرر ہے اور یا اس وجہ سے کہ جن لوگوں پر کچھ حرام کیا وے سرکش و خود رائے ہیں تو اُنپر سختی لے لئے تکلیف بڑھا دی اور ہمارے رسول بالله صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ لن يشاد الدين احد الا غلبه۔ یعنے دین میں کوئی شخص شدت اُٹھانے پر آمادہ نہ ہوگا مگر کہ دین ہی اسپر غالب آجائیگا۔ یعنے چاہیے کہ دین میں آسانی رکھو سختی مت لاد و جیسے بعضے وہمی لوگ ذرا ذرا سی بات پر حرام و مکروہ کرنے لگتے ہیں اور یہ چند مدت کے لیے ایسی سختی سے تھا کہ اُس کے خلاف کرتے ہیں تو اُن کے اعتقاد کے موافق اُنپر وہی سختی ہوگی جیسے یہود نے حدیث تجاوز کیا تھا اسی واسطے فرمایا۔ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ۔ اور ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ دین و آخرت کے واسطے تحصیل کی راہ اُنپر آسان رکھی تھی۔ وَلَٰكِن۔ لیکن وے لوگ

اللہ تعالیٰ عزوجل کی عبودیت میں سر تسلیم پر نہیں رکھتے تھے۔ کانوا انفسہم یظلمون - خود ہی اپنی جانوں پر ستم کرتے تھے چنانچہ اول کی آیت میں فرمایا - جزیناہم ببغیہم وانا لصادقون یعنی ہم نے اُن کو یہ بدلا دیا تھا اُن کی خودرائی سرکشی و حد سے تجاوز کرنے کا اور ہم سچے ہیں -

واضح ہو کہ شیخ ابن الہمام نے حاشیہ ہدایہ میں یہ مسئلہ لکھا کہ شرع میں جہاں کئی طرح جائز ہے اُن میں سے آسان طریقہ اختیار کرنا اور ڈھونڈھنا جائز ہے یا چاہیئے کہ مشکل تلاش کرے پھر اُس کی توضیح میں کلام کرنے کے بعد تحقیق یہ لکھی کہ آسان ڈھونڈھنا جائز ہے بلکہ بدلیل احادیث ابواب اُس کو مستحب ہونا چاہیئے - اور بعض علماء نے مفتی کے حق میں ادب لکھا کہ لوگوں پر آسان فتوے دے اور خود اُس کو اختیار ہے کہ زیادت ثواب کے لیے جو طریقہ چاہے اختیار کرے - اگر کوئی کہے کہ مترجم نے سابق میں لکھا کہ بدلیل قولہ تعالیٰ وامر قومک یاخذوا باحسنہا یعنی اے موسیٰ اپنی قوم کو حکم دے کہ توریت میں سے جس طرح احسن ہے اُس کو اختیار کریں اور یہاں لکھا کہ آسان لینا مستحب ہے تو جواب یہ ہے کہ جو شخص خلوص رکھتا ہے جب اُس نے دیکھا کہ یہ آسان میں اچھی طرح ادا کر سکتا ہوں تو یہی اُس کے لیے احسن ہے بہ نسبت اُس سخت کے جو بُری طرح ادا کرے گا اور مترجم کا مقصود یہی تھا کہ اہل ایمان اپنے افعال میں سے جو آسانی سے کر سکتے ہیں اور یہ باعتبار اشخاص کے مختلف ہے بعض کسی طریقہ کو آسانی سے کر سکتا ہے اور دوسرا دوسرے کو بہر حال جو اُنپر آسان ہیں اُن میں سے احسن اختیار کریں مثلاً ایک شخص ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصیدہ کہہ سکتا ہے اور درود شریف بھی پڑھ سکتا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ درود شریف پڑھنے میں وقت کی برکت عظیم حاصل کرے کیونکہ یہ اُس سے احسن اور نہایت مثمر ثواب و محبوب ہے اور جیسے ایک تاجر عالم کو وقت ملتا ہے جس میں یہ درود پڑھ سکتا اور یا طلبہ دین کو حدیث شریف کی تعلیم بھی کر سکتا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ پڑھانا اختیار کرے کہ اس میں زیادہ خوبی و فضیلت ہے - پھر واضح ہو کہ ناشکری نافرمانی و سرکشی و غیرہ تا کہ کفر و شرک جو کچھ آدمی سے سرزد ہو گیا اور یہ ظاہر ہے اُس کی نادانی سے ہوا تو اس سے وہ کبھی توبہ سے مایوس نہیں ہے بلکہ توبہ کر کے رجوع لاوے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے چنانچہ ارشاد فرمایا - ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجہالۃ - پھر بلاشبہ تیرا رب اُن کے حق میں جنھوں نے بدکاری کی جہالت سے کیونکہ انہوں یہاں اپنے کرم سے بندوں کا عذر بھی فرما دیا کہ اس سے نادانی میں سرزد ہوا اور حقیقت ظاہر کر دی کہ ہر شخص نادانی سے بدکاری کرتا ہے و لیکن دانائی کی خواہش نہ کرنا یا کہ ہو جانا اُس کے واسطے غضب ہے پس جس نے نادانی سے بدکاری کی - ثم تابوا من بعد ذلک - پھر اُس کے بعد انھوں نے توبہ کی یعنی اپنی بدکاری کی حالت بدلی اور چھوڑ کر حق تعالیٰ کی طاعت کی طرف رجوع لائے - واصلحوا - اور اپنی آپ اصلاح کی یعنی وہ بد اعمال چھوڑ کر اُن کے بجائے نیک اعمال کیے - ان ربک من بعدہا لغفور رحیم - بیشبہ تیرا رب اُس کے بعد غفور رحیم ہے - اُن کو بخشیگا اور اُنپر رحمت فرماویگا - اگر کہو کہ کافر اگر کفر چھوڑے تو الٰہی مقبول نہ ہو گا جب تک نیک کام نہ کرے تو جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ توبہ اُسی وقت قبول ہو گی بفضل الٰہی کیونکہ کفر چھوڑنا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا یہ سب سے بڑا نیک عمل ہے اور توبہ کرنا یہ اصلاح ہے پس معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کے بعد جو اصلاح کرنا بیان فرمایا ہو یہ تاکید و توضیح ہے اور فائدہ یہ ہے کہ توبہ وہ ہو جو اصلاح ہے اور بعض لوگ ظاہر میں توبہ استغفر اللہ کہتے ہیں حالانکہ دل میں چھوڑنے کا عزم نہیں یا فقط زبان سے لفظ ظاہر میں ہے تو یہ خود ایک بد کام اور فساد ہے نہ اصلاح پس جس نے توبہ کی مقبول ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے بہت راضی ہوتا ہے اُس سے زیادہ جیسے کوئی مسافر کا اونٹ ریگستان بیابان میں جس پر اُس کا کھانا پانی تھا جسکو وہ ایک پیڑ کے نیچے اُتر کر باندھ کر سو گیا تھا جاگا تو وہ گم ہو گیا ہے پس ادھر اُدھر تلاش کی کہیں نہ ملا آخر مایوس ہو کر مرنے پر آمادہ ہوا کہ اسی پیڑ کے نیچے مر جاوے اسی غم میں پھر اونگھ گیا جب آنکھ کھلی تو وہ اونٹ پھر کر وہیں آ گیا ہے پس اُس کو جیسی خوشی ہو گی اُس سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہے - حدیث میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے وہ شخص جس نے کبھی گناہ نہیں کیا - ف فی الحسینی قولہ تعالیٰ ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجہالۃ - یعنی صفات الٰہی عزوجل و قہر و لطف سے نادان رہ کر انھوں نے ہوا ہے

نفس کی پیروی کی اور وساوس شیطانی کو دل مین اچھا سمجھکر جگہ دی حالانکہ یہ وسواس بالکل قہر تھا ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا۔ پھر جب
اُن کو سوجھ بوجھ ہوئی اور مکائد شیطانی دیکھے اور نفس کو پہچانا اور اپنی خطاکاری وجہالت کو جانا پس اپنی گذشتہ بدکاریون و عمر تلف ہو جانے
پر نادم ہوئے اور جو بگاڑا تھا اب جسقدر وقت باقی ہے اُسی مین اُس کی اصلاح کی اور پورا تقوی وطہارت اور نہ مین کوشش کی اور غفلت
مین جو عمر گذری اُسپر نادم رہے تو اللہ تعالےٰ اُن کو استقامت عطا فرماتا ہے کہ اُس کی طاعت کی نعمت عظیمہ حاصل کرین اور اُن کو قہر سے
محفوظ فرماتا ہے۔ ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ اُن کے واسطے مغفرت افعال سابقہ فرمائی خواہ اس طرح کہ اُن گناہون سے تجاوز فرمایا
اگرچہ بند سے نے خود وہ اوقات ضائع کیے ہین خواہ اس طرح کہ ان اوقات کو نیکیان کر دیا اور یہ بات بندے کی ندامت پر ہے اور اللہ تعالےٰ
عز وجل ارحم الراحمین ہے پھر اس مغفرت کے ساتھ اُنپر رحمت کاملہ عطا کی یعنی آیندہ اُن کو وساوس وقہریات سے محفوظ فرماکر طاعات پر مستقیم
کر دیا۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی وگناہ جس سے ہو جہالت ہی سے ہوگا اور جہالت بہت ایسی ہوتی ہے کہ اُس سے دانائی
سوجھ جاتی ہے جہل سے علم پیدا ہو جاتا ہے اور یہی توبہ کی کنجی ہو جاتا ہے اور توبہ کے بعد نیکی کرتا توبہ کی صحیح ہونے کے لیے ضرور ہے اور جس نے بہت جلد
اپنی توبہ کو نیکیون سے صحیح نہ کر دیا اُس کی توبہ پھر بگڑ جاتی ہے کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا پس اصلاح ضرور ہے۔
پھر حق تعالےٰ نے اپنے خاص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال فرمایا کہ عرب وغیرہ یہود ونصاریٰ انھین کی طرف نسبت کرتے ہین اور
وہ کس طرح تنہا تمام کافرون مین توحید وطاعت پر تھے فقال عز وجل

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار اللہ کا ایک طرف کا ہو کر اور نہ تھا شریک والون مین حق ماننے والا اُسکے احسانون کا

اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اُس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر اور دی دنیا مین ہمنے اُسکو خوبی اور وہ آخرت مین اچھے لوگون مین ہے

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

پھر حکم بھیجا ہمنے تجھکو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شریک والون مین

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً۔ یعنے ابراہیم ایک اُمت تھا۔ واضح ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وقت مین تنہا پیغمبر و مومن موحد
تھے اور باقی سب کافر تھے پھر ابراہیم کو اُمت فرمایا۔ حالانکہ امت ایک گروہ ہوتا ہے اور امت لفظ مونث ہے اگرچہ معنے مین مذکر کو شامل
بلکہ اصل ہے تو بعض علماء نے کہا کہ یہ کرامت ابراہیمؑ کی ہے کہ تنہا اُن کو ایک امت قرار دیا۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ مرد عالم کو عرب
اُمت کہتے ہین اور جس شخص مین سب خوبیان جمع ہون وہ اُمت ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ سلف کے اکثر مفسرین نے کہا کہ اُمت کے معنے یہان
خیر ونیکی کا سکھلانے والا یہی ابن مسعود رض سے مروی ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے سفیان الثوری سے باسناد اور اعمش سے باسناد نقل کیا۔
اور لکھا کہ مالک رح نے کہا کہ ابن عمر رض نے فرمایا کہ اُمت وہ ہے جو لوگون کو اُن کا دین سکھلا وے۔ اور شعبی نے باسناد خود فروہ بن نوفل سے نقل کیا
کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ معاذ ایک اُمت تھا تو مین نے اپنے دل مین کہا کہ شاید حضرت ابن مسعود رض نے غلطی سے بجائے ابراہیم کے معاذ کہدیا
(بن جبل صحابی معروف رضا)
پھر خود فرمایا کہ تو اُمت جانتا ہے مین نے کہا کہ اللہ تعالےٰ دانا ہے فرمایا کہ امت وہ شخص جو نیکی سکھلا وے اور معاذ ایسے ہی شخص تھے شیخ ابن جریر رح
نے اس کو کئی وجہ سے ابن مسعود رض سے روایت کیا ہے۔ بالجملہ ابراہیمؑ کی اُمت ہونے کے معنے یا تو یہ کہ خیر کے سکھلانے والے تھے یا نیک خصلتون کے
جامع تھے یا آنکہ اللہ تعالےٰ کے شرائع کے عالم تھے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ تنہا مومن تھے اور باقی سب کافر تھے لہٰذا اُن کو اُمت فرمایا۔ جیسے
آنحضرت صلعم نے زید بن عمرو بن نفیل کے حق مین کہا کہ اس کو اللہ تعالےٰ تنہا ایک امت اُٹھاوے گا کیونکہ اُس نے جاہلیت والون کو چھوڑ دیا تھا

قتادہ رح نے کہا کہ امت یعنی امام ہادی تھے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور یہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے واسطے فرمایا
انی جاعلک للناس اماما۔ یعنے جس کی پیروی کر کے لوگ خیر حاصل کرتے ہیں۔ شیخ ابن الجوزی نے ابن الانباری سے نقل کیا کہ آیت کریمہ میں
اُمت ایسا ہے جیسے عرب بولتے ہیں کہ فلان رحمۃ وعلامۃ اور یہاں تانیث لفظی سے قصد یہ ہوتا ہے کہ اس صفت میں وہ سب مراتب کو جامع
اور بدرجہ انتہا پہونچ گیا ہے کیونکہ مراتب کے مجموعہ کو تانیث لفظی سے تعبیر کرنا معروف ہے اور عرب اسماء مبہمہ کو جمع و واحد دونوں پر لاتے
ہیں اور مثال اُس کی قولہ تعالیٰ فنادتہ الملائکۃ۔ الآیہ کہ جمع سے مراد جبرئیل فقط ہیں کیونکہ انہیں نے مریم کو منادی کی تھی اور ابراہیم اسواسطے
اُمت ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں صفات فضائل واخلاق خیر وسمات حمیدہ سے ایک مجموعہ جمع کر دیا تھا جو متفرق ایک اُمت میں پایا جاوے
بالجملہ حضرت ابراہیم کے اوصاف میں سے فرمایا کہ کان امۃ ایک اُمت تھا۔ قانتا للہ۔ قانت یعنی مطیع واسطے اللہ تعالیٰ کے یعنے اُس کی حکموں پر
قائم۔ حضرت ابن مسعود رض نے ہر ایک قانت کی تعریف میں کہا کہ جو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی اطاعت میں قائم ہو۔ ابن عباس رض نے کہا
کہ اسلام پر قائم تھے اور اُن کے وقت میں اُن کی قوم کا کوئی شخص اسلام پر سوائے اُن کے نہ تھا اسی واسطے اُن کو امت قانت فرمایا۔ انس بن مالک رض
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہیں کوئی بندہ جس کے واسطے ایک اُمت گواہی دے یعنے وہ مسلمان تھا مگر آنکہ اللہ تعالیٰ
اُن کی گواہی اُس کے حق میں قبول فرماتا ہے اور امت ایک مرد سے لے کر زیادہ تک ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان ابراہیم کان امۃ۔ رواہ ابن مردویہ
حنیفا۔ یعنے حنیف تھا اور حنیف وہ ہے کہ باطل دینوں و راہوں سے اپنے قصد سے مڑ کر دین حق میں آوے۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم اُمت تھے اور
اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اور سب گمراہوں سے مُنہ موڑ کر حق تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے تھے۔ چونکہ قریش کے مشرک اور یہود و نصاریٰ
باوجود شرک و بد اعمالیوں کے ابراہیم کو اپنے طریقہ پر سمجھتے اور اس کا صریح رد تو اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں کر دیا ہے یہاں بھی تردید کی
بقولہ۔ ولم یک من المشرکین۔ اور وہ نہ تھا مشرکوں میں سے یعنے مشرک ہونا تو درکنار وہ مشرکوں میں سے کبھی نہ تھا۔ لم یکن کا نون کثرت
استعمال سے خلاف قیاس گر گیا۔ غرضکہ وہ خالص موحد تھا بچپن سے آخر عمر تک۔ شاکرا لانعمہ۔ شکر کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ کی تمام
نعمتوں کا جو اُس پر فرمائی تھیں۔ واضح ہو کہ سابق میں تحقیق گزری کہ حقیقت میں شکر الٰہی عز وجل ادا نہیں ہو سکتا پس مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ
کی طاعت میں قائم اور شکر الحمد للہ کہتا رہتا تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور شاکر قرار دیا۔ اجتبٰہ۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو چن لیا یعنی
نبوت کے واسطے خاص کیا اور یہ روز ازل میں بعلم الٰہی ہو چکا تھا اس کا ظہور دنیا میں ہوا۔ وھدٰہ الیٰ صراط مستقیم۔ اور اُسکو راہ مستقیم
یعنے اسلام و دین حق کی ہدایت دی۔ یہ ہدایت اپنی طرف سے بدون واسطہ کسی نبی کے دی تھی جیسا کہ قولہ تعالیٰ ولقد آتینا الآیہ کے اوپر
بیان فرمایا ہے۔ وآتینٰہ فی الدنیا حسنۃ۔ اور دیدی تھی ہم نے اُس کو دنیا میں خوبی۔ یعنے خوبی خصلت یا خوب حالت۔ ظاہر یہ ہے کہ
بدون بدی کے خوبی عام طور پر صادق تھی۔ بقول بعض وہ اولاد صالح ہے۔ واضح ہو کہ شیخ سیوطی نے یہاں میں اقوال نقل کیے کہ ان کی اولاد
بارہ تھی یا آٹھ و لیکن حضرت اسمٰعیل و اسحاق معروف پیغمبر ہیں۔ بقول بعض حسنہ تعریف خوب ہے یعنی اُن کے بعد والے قیامت تک اُن کے
حق میں ثنا وصفت کرتے ہیں جب تک کوئی مسلمان باقی ہے بقول بعضے تشہد میں درود کے اندر ہے بقولے زبان صدق۔ بقولے قبولیت
عام کہ تمام اُمتیں اُن کو مانتی ہیں۔ عمدہ یہ ہے کہ حسنہ اُن تمام خوبیوں کو مع عمر طویل وسعت رزق وغیرہ شامل رکھا جاوے غرضکہ اُس کو دنیا
میں سراسر خوبی عطا کی۔ وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین۔ اور وہ آخرت میں صالحین سے ہے یعنی جنت میں اعلیٰ مقامات میں ہے۔
اگر وہم ہو کہ یہ سراسر خوبیاں اُن کے بعد کسی پیغمبر میں ہوئیں۔ جواب یہ ہے کہ یہاں نفس خوبیاں حاصل ہیں اور خوبیوں میں سب سے اعلیٰ
درجہ جن کے ذریعہ سے سب سے افضلیت ہو وہ فقط محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہو گیا تھا بدلیل احادیث واللہ اعلم پھر مجملہ فضائل
حضرت ابراہیم اپنے بندہ خاص کے فرمایا۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ یعنے پھر یہ بیان ہے کہ اے محمد

تجھ کو وحی فرمائی کہ ابراہیم حنیف کی ملت پر اتباع کر یعنی باوجودیکہ تو سید اولاد آدم و افضل الانبیاء و امام المرسلین و افضل الخلائق اجمعین ہے ہم نے
ابراہیم کا مرتبہ بڑھانے کو تجھے اُس کی ملت پر چلنے کا حکم دیا پس تیری ملت وہی ملت ابراہیم ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور ابراہیم تو
مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اس میں صریح مشرکوں کو خوار کر دیا جو اپنی کجروی کو جو شرک و کفر کی نجاسات تھے آلودہ تھی ملت ابراہیم بتلاتے تھے ملت
و دین درحقیقت ایک ہی چیز ہے لیکن شرع الٰہی بہ نسبت رسول کے جو اُس کو پہونچاتا ہے ملت ہے اور بہ نسبت اُمتیوں کے جو اُس پر عمل کرتے ہیں
دین ہے۔ پھر ملت سے کیا مراد ہے جسکی پیروی کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے بقول بعضے وہ توحید و اُس کی طرف دعوت ہے۔ شیخ
ابن جریر رح نے کہا کہ بتوں سے بیزاری اور حق تعالےٰ کی طرف بالکل جھکنا بطریق اسلام۔ واضح ہو کہ بت وہ ہر چیز ہے جو لہو ولعب سے اللہ تعالےٰ
سے غافل کر دے۔ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ مراد اصول و عقائد و اکثر فروع میں سوائے ایسے اعمال فروع کے جو بمقتضائے زمانہ تبدیل
کیے گئے ہیں۔ بقول بعضے تمام شریعت میں سوا اس قدر کے جو منسوخ ہو۔ اگر وہم ہو کہ ابراہیم کی اتباع ملت کا حکم ہوا تو وہی افضل ہوئے۔ جواب
اس کا قرطبی رح نے لکھا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ افضل کو اپنے سے مفضول کی پیروی کرنا روا ہے ایسی بات میں جو صواب کی طرف مؤدی ہو
اور افضل پر کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بالاتفاق جماعہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں باوجودیکہ قولہ تعالےٰ فبھداھم اقتدہ۔ سے
آپ کو اقتدائے انبیاء کا حکم ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ اصلی فضل و کرامت اللہ تعالےٰ کی مقبولیت ہے اور مقبولیت الٰہی اُس کے
علم و حکمت قدیم کے مطابق ہے وہاں کسی شخص کے فعل و طاعت کو یا کسی علت و سبب کو دخل نہیں ہے چنانچہ جسکو سب سے افضل کیا وہ اُسی
وقت سے افضل ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور علیٰ ہذا درجہ بدرجہ مراتب انبیاء علیہم السلام متفاوت ہیں تو ظاہر ہو گیا کہ جو افضل ہے
چاہے وہ کسی ملت پر ہو افضل ہے اور افضلیت کو اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے ہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے خاص بندہ کیواسطے محبوب طریقہ اختیار
فرماتا ہے معلوم ہوا کہ وہ ملت ابراہیمی ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان ابراہیم کان امۃ قانتًا الآیہ۔ ابراہیم باعتبار حقائق کے آدم
ثانی ہیں یعنے اللہ تعالےٰ نے اُن کو پیدا کیا بدید ارجمیع صفات و استیلاء انوار ذات جلت عظمتہ پس تجلی فرمائی قدم کے ساتھ ازراہ ذات کے
اور بقاء کے ساتھ ازراہ صفات کے اور اسماء و نعوت سے برسم افعال پس سب تجلی اس کی روح و قلب و عقل و سر کے واسطے واقع ہوئی پس موجود
بوجود حق ہوئے اور اللہ تعالےٰ کے نور کے لیے مشکوۃ ہوئے اور تجلی الٰہی سے ایک نور ہوئے اور متخلق بخلق حق و موجود بلطف و مقدس بالقدس و خلیل
بخلت ازلی و حبیب بمحبت لم یزلی اور مصطفےٰ باصطفاء الٰہی ہوئے اور وصف بصیر و سمیع و متکلم سب بصفات حق عز و جل انھیں پائے گئے پس وہ
عالم میں عین الحق تھے اور بطن آدم میں ان کا منیت تھا پس جو اوصاف سب میں جمع ہوئے وہ ان میں تنہا تھے اسی سے وہ ایک اُمت تھے
اور مطیع بعبودیت اور آزاد بحنیفیت کہ سوائے جمال حق عز و جل کے کسی طرف مائل نہ تھے لہذا فرمایا۔ ولم یک من المشرکین۔ یہ بات کچھ اللہ تعالیٰ
کی قدرت سے دور نہیں کہ عالم کو ایک میں جمع کر دے پھر مزید وصف فرمایا بقولہ شاکرا لانعمہ اجتباہ وھداہ الی صراط مستقیم۔ شکر نعمت اس طرح
کہ جو مراد حق عز و جل تھی اُس کے واسطے اپنے نفس کو فدا کر دیا اور منجملہ طاعت کے تھا کہ اُس کی مراد کے موافق اپنے فرزند کو ذبح کیا اور اُس کی
بلا پر صابر اور اُس کے حکم قضاء پر راضی غرض کہ شاکر بندہ کر دیا۔ اجتباء ازلی تھی کہ خلیل کیا اور اپنی معرفت کی راہ دی اور کمال استقامت کے
ساتھ پورا کیا۔ قانت۔ وہ ہوتا ہے کہ مقام انس میں اُس کا قلب اپنے رب عز و جل کے ساتھ مطمئن رہا حنیف وہ ہے جس کا دل قدس کی
صفت کے ساتھ مرید رہا ہو۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ امت کے یہ معنے کہ خیر کا معلم اور نیکی پر عامل ہے اور بعض نے کہا کہ قانت وہ ہے جو یاد سے کبھی
غافل نہ ہوا اور حنیف وہ ہے جو اپنے کسی عمل کو کسی شرک خفی وغیرہ سے مخلوط نہ کرے۔ بعض نے کہا کہ یہاں شرک سے پاک کرنے میں یہ بھی شامل
ہے کہ ملتا یا نہ ملتا اور نفع و ضرر وغیرہ ایک ہی طرف سے دیکھتے تھے۔ واسطی رح نے کہا کہ شکر نعمت یہ ہے کہ قبول قضاء و قدر کو خوشی سے
کیا نہ کراہت سے۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ شاکر نعمت کی شان سے ہے کہ وہ اپنے شکر کو ایک جدید نعمت اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیکھتا

اس طرح کہ اُسی نے اُس کو شکر کی توفیق دی تاکہ جان جاتا ہے کہ ہر شکر کی نعمت سے ادائے شکر محال ہے اور فضل آلٰہی نہایت وسیع ہے اُس نے محض فضل سے اُس کو اپنی بیشمار مخلوق مین سے شکر کی توفیق دی اور اُسپر ہدایت کا احسان کیا یہ جانتا رہے کہ ہدایت اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُسکے واسطے محض فضل سے سابق ہو چکی تھی وہان اُس کی کوشش کو کچھ دخل نہ تھا۔ بعض نے کہا کہ قنوت جس کے واسطے عطا ہو وہ قانت ہے اور قنوت یہ کہ ہمیشہ حق کے ساتھ قائم رہے اور حنیف وہ ہے جو دین مین استقامت کے درجہ پر ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنا مزید فضل ظاہر فرمایا بقولہ وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ الآیہ۔ دنیا مین نبوت و رسالت و خلت کا درجہ عظیم دیا اور آخرت مین کمال نعمت ہے کہ ہمیشہ بلا حجاب اُس کو دیدار میسر ہوگا کیونکہ ایسے اوصاف کے واسطے یہ انعام لائق ہے کہ قرب وجوار مین منزلت عالی پاوے۔ اسی واسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دنیا مین خوبی جمع کرنے سے یہ نتیجہ ہوا کہ آخرت مین مرتبہ قرب عطا ہوگا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جیسے مومن بندون کے دلون کو معاملات کے واسطے اصلاح پر پیدا فرمایا ہے اپنے انبیاء کو قرب و دیدار دوام کے لیے مخلوق فرمایا ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ فقط خلت ہے وہ اپنے بندون کا آپ متولی ہو یہان سے اسی کی طرف جذب ہین۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ دنیاوی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بالکل اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہو گیا اور غیر کے لیے جگہ نہ رہی پھر آخرت کی خوبی بیان کرنے کی مجال کسی کو کہان سے حاصل ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کو ہمارے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم و جملہ انبیاء علیہم السلام کا امام کر دیا تو تمام اُمت کے واسطے بدرجہ اعلےٰ امام ہین لقولہ تعالےٰ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم الآیہ ملت کا تکملہ صرف ظاہری حرکات و اعمال سے نہین جب تک کہ باطنی نیات و خصال جمع نہ ہون پھر ظاہری تو معلوم ہین اور ان مین فقط عمل کی صورت مین بندگی پر قیام ہے اور حقیقۃً اللہ تعالےٰ نے چاہا منسوخ و مبدل فرمایا ہے و لیکن باطنی حصہ ہمیشہ برقرار ہے اور وہ خلت و محبت و رضا و تسلیم و سخاوت و وفا اور کرم ذاتی ہے۔ واضح ہو کہ ابتدا سے وحی آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ تھی جس سے اپنے خلیلؑ کو برگزیدہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ درجات آخرت مین فضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ آپ کی ابتدا تو متابعت خلیلؑ ہے گویا آپ کی ابتدا درجہ خلت ہے پھر آپ کی انتہا کمال تجرید و توحید ہے۔ یہان سے واجب ہے کہ مرید اپنے شیوخ کا ادب رکھے اور اُن کے واسطے تو اضع ملحوظ رہے اگرچہ اللہ تعالےٰ اُس کو بڑا مرتبہ دیدے چنانچہ شیخ دینوری رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اتباع خلیل کا حکم دیا کہ پھر کسی کو شیطان وسوسہ نہ دلاوے کہ اتباع سے سرکشی کرے اور ملت ابراہیم سخاوت و نیک خلق ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مزید لطف یہان تک ہوا کہ حق تعالےٰ کے واسطے دونون جہان ترک کیے پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا وانک لعلی خلق عظیم اور یہ فضل و رحمت آلٰہی ہے جو اُس نے اپنے علم قدیم مین مقرر فرمائی واللہ تعالےٰ واسع علیم۔ اُسی فضل مین سے ہر ایک اُمت کو حصہ ہے چنانچہ یہود کا حال فرمایا

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہفتے کا دن جو ٹھہرایا سو اُنہین پر جو اس مین پھوٹ گئے اور تیرا رب حکم کریگا ان مین قیامت کے دن

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

جس بات مین پھوٹ رہے تھے

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ یہی ہے کہ کر دیا گیا سنیچر ان لوگون پر جنھون نے اختلاف کیا اس مین۔ اس کے معنے یا تو یہ ہین کہ سبت یعنی سنیچر کا وبال اُن لوگون پر ڈالا گیا اور وے فقط یہود ہین پس کسی اور قوم پر نہین ہے۔ یا یہ معنے ہین کہ سنیچر کا فرض ہونا صرف یہود پر ہوا۔ چونکہ دونون معنے واقع ہوئے ہین اور کلام مین دونون معنے ظاہر ہوتے ہین اس لیے دونون لکھ دیے گئے۔ پھر واضح ہو کہ یہود نے اس مین اختلاف کیونکر کیا۔ تو بیان اُس کا خود یہود کی روایات سے لیا گیا مگر اُنھون نے مختلف وجوہ بیان کیے چنانچہ علماء نے لکھا کہ ایک تو یہ بیان ہے کہ موسیٰؑ نے یہود کے واسطے ہفتہ کے دنون مین سے جمعہ کا روز معین کر دیا اور یہود کو آگاہ کیا کہ باقی ایام سے افضل ہے مگر

یہود نے جھگڑا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو بھی مخلوق پیدا کی اور آدم کا داخل ہونا و نکلنا ہوا مگر سنیچر کو کچھ نہیں پیدا کیا تو یہ دن اس کی عبادت کے لیے اچھا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر موسیٰ کو وحی کی کہ اچھا تو اُن کو اُسی روز پر چھوڑ دے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور شریعت توریت میں متحکم کر دیا کذا ذکرہ الحافظ الامام رح ۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر جاہل یہودی بلکہ اُن کے عالم بھی یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ سنیچر کو اللہ تعالیٰ نے تھک کر عرش پر آرام کیا اور اُس کی صورت بھی بتلاتے ہیں مگر ایسے کلمات کا لکھنا بھی بے ادبی ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسے احمقوں کے افترا سے پاک ہے جو مخلوق کے مانند اُس کی پاک شان کے لیے بہتان بکتے ہیں اور انتہا سے حماقت یہ ہے کہ ہر چیز میں جو اس کے سوا ہے کچھ قائل نہیں ہیں دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ہفتہ میں سے ایک دن فقط تعظیم عبادت کے واسطے مقرر کرنے کا حکم دیا جسمیں اور کچھ کام نہ کریں پس توریت کی شریعت والوں نے جو یہود و نصاریٰ دونوں ہیں باہم اختلاف کیا پس یہود نے تو سنیچر پسند کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے انپر لازم کیا پھر جب نصاریٰ ہوئے تو انھوں نے اتوار مقرر کیا اور سابق کے پسند کو منسوخ کیا حالانکہ نصرانی اسکے قائل ہیں کہ سابق میں انبیا مثل موسیٰ و ہارون و داؤد وغیرہم سب انبیاے بنی اسرائیل علیہم السلام بھی سنیچر ہی کی تقریر پر رہے اور وہی شریعت توریت ہو گیا تھا چونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کی راے پر چھوڑا تھا لہذا ہر ایک پر اُس کا پسند کیا ہوا دن لازم کیا پھر امت محمد صلعم کے لیے اپنی رحمت سے جمعہ کا دن مقرر کر دیا اُن کی راے پر نہیں چھوڑا پس اصلی افضل دن اُن کو بتلا کر نعمت پوری کر دی صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رض کی روایت سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن الآخرون ہم لوگ پچھلے السابقون یوم القیامۃ ۔ قیامت کے روز اگلے ہیں ۔ بید انہم اوتوا الکتاب من قبلنا و اوتیناہ من بعدہم ۔ اتنا ہے کہ وے لوگ دیے گئے کتاب آسمانی ہم سے پہلے اور ہم کو کتاب دی گئی اُن کے بعد ۔ ثم ہذا یومہم الذی فرض علیہم یعنی الجمعۃ ۔ پھر یہ اُن کا دن ہے جو اُن پر فرض کیا گیا تھا یعنی جمعہ کی نسبت فرمایا کہ جو روز انپر خالص عبادت کے لیے فرض ہوا تھا وہ یہ دن ہے ۔ فاختلفوا فیہ ۔ سو انھوں نے اس دن میں اختلاف کیا یعنی اپنی کوشش و راے کے اوپر اعتماد کر کے یہ دن نہ پایا ۔ فہدانا اللہ لہ پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس دن کی ہدایت فرمائی فالناس لنا فیہ تبع الیہود غدا والنصاریٰ بعد غد پس لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں یعنی جمعہ ہمارا ہے یہود کل کے روز یعنی سنیچر میں اور نصاریٰ پرسوں یعنی اتوار میں ۔ حضرت خدیجہ رض سے امام مسلم نے اسکے مانند روایت کیا ہے ۔ پھر واضح ہو کہ سبت میں اختلاف کی کیا صورت ہوئی تو مجاہد رح سے روایت ہے کہ مراد تھی کہ جمعہ مقرر کریں انھوں نے بجاے اس کے سنیچر کو اختیار کیا یعنی ان کے اختیار پر سنیچر ہی لازم کر دیا گیا ۔ ابو مالک و سعید بن جبیر نے کہا کہ سنیچر اختیار کر کے اس کو بعض نے رکھا اور بعض نے حرمت توڑ دی موسیٰ نے ایک شخص کو دیکھا کہ سنیچر کو لکڑی کا گٹھا لادے جاتا تھا اُس کی گردن مار دی ۔ اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ یہودی گمان کرتے تھے کہ سبت بھی ابراہیمؑ کی شریعت میں سے ہے پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا انما جعل السبت علی الذین الآیہ ۔ یعنی سبت کی شریعت ان لوگوں پر کی گئی تھی جنھوں نے اس میں اختلاف کیا اور ابراہیمؑ پر یا دوسروں پر اسکی شریعت نہیں فرمائی ہے بلکہ ابراہیمؑ سے ایک زمانہ دراز کے بعد بنو اسرائیل پر سبت مشروع فرمایا ہے واحدی رح نے کہا کہ یہ اکثر مفسرین پر مشتبہ ہو یہاں تک کہ بعض مفسرین نے کہا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے یہودی تو سبت کو دیگر ایام سے محترم جانتے اور بعضے اختلاف کر کے اتوار کو محترم رکھتے تھے حالانکہ یہ غلط ہے یہودی اپنے وقت میں سب متفق تھے اس طرح اختلاف نہیں کرنے سے یہ دوسری بات ہے کہ بعض لے گناہ کے طور پر اُس دن عبادت نہ کی ہو ۔ اور اتوار کو اُس کے بجاے نصاریٰ نے ایک زمانہ دراز کے بعد نکالا ہے ۔ بالجملہ شریعت توریت کے احکام میں سے اجتہادی روز سنیچر کا متعین ہو گیا تھا جیسا کہ آثار و اخبار صحیحہ سے ظاہر ہے پھر نصاریٰ نے اُس کو منسوخ کر کے اتوار کیا جیسے ختنہ شریعت توریت میں واجب تھا اس کو متروک کر دیا اور جیسے سور حرام رہا کبھی حلال نہیں ہوا اسکو حلال کر لیا حتی کہ ذبح کرنے کی جگہ گردن مروڑنا پھیل گیا ۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ اور بے شبہ تیرا رب ضرور حکم فرما دے گا ان لوگوں بیچ پھوٹ ڈالنے والوں میں قیامت کے روز اُن باتوں میں جسمیں وے اختلاف کرتے رہے ۔ یعنی ہر ایک کو اُسکے عمل کی سزا و جزا دیدے گا کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام لوگون کو راہ حق کیجانب نیک طریقہ سے ہدایت کرین

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتین سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح اور الزام دے انکو جسطرح بہتر ہو تیرا رب

ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ○

بہتر جانتا ہے جو بھولا اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو راہ پر ہین

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ یعنی دعوت کر اور بلا طرف اپنے رب کی راہ کے یعنی اسلام کی جانب اور جنکو دعوت فرماوین وہ معلوم ہین یعنے عموماً تمام آدمیون کو کیونکہ آنحضرت صلعم کو برخلاف باقی سب انبیاء علیہم السلام کے اللہ تعالیٰ نے تمام مشرق و مغرب یہود و نصاریٰ و مجوس و ہنود و بودہ سب کو اسلام کی دعوت کے لیے مبعوث فرمایا۔ پھر یہ دعوت آپ نے فرمائی یہانتک کہ یہ راہ کو مستقیم کر دیا پھر آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین و اتباع تا قیامت اس مین آپ کے جانشین ہوئے اور بخصوص صحابہ رض نے اشاعت دین حق کے واسطے جو کام کیے اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا وہ ایسے ہین کہ سبحان اللہ وبحمدہ تمام زمین نور الٰہی سے منور ہو گئی اور تمام قومون پر شفقت و رحمت کی نگاہ رکھتے تھے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تھی اور جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا کہ دعوت فرما اے محمد اپنے رب کی راہ یعنی اسلام کی طرف تمام لوگون کو۔ بِالْحِکْمَۃِ حکمت کے ساتھ یعنے ایسے کلام کے ساتھ جو محکم اور صحیح و واضح ہو جیسے قرآن پاک ہے اور حضرت صلعم کی حدیث مین ہے کہ مجھے عطا ہوا قرآن اور اسکے ساتھ اُس کی مثل یعنی حدیث شریف۔ اور یہ بھی حدیث مین ہے کہ مین جوامع کلام دیا گیا ہون یعنے ایک بات ایسی جامع کہ اُس سے دین و دنیا کے بکثرت فوائد صحیحہ نکلتے ہین بعض نے کہا کہ مراد حکمت سے قرآن ہے و بقول بعضے نبوت یعنے حدیث بعض نے کہا کہ ایسے قطعی دلائل سے جو یقین پیدا کرتے ہین اور شک دور کرتے ہین۔ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اور نیک نصیحت کے ساتھ۔ یعنے ایسے کلام کے ساتھ جو سننے والے کو اچھا معلوم ہو اور اس مین اُس کے حق مین تمام خوبی و نفع ہو۔ لہذا واعظ کو چاہیے کہ سننے والون کے نفع پانے اور انکی خیر خواہی مطابق انکے حال کے و دنیا و دین مین قطعی لحاظ رکھے اور نیت خالص اُن کی نصیحت ہو۔ اور یہ جو واعظ اپنا لقلقہ دکھلانے کو قصہ و حکایات جنکا موقع ان لوگون کے حال کے مناسب نہین ہے مثلاً انکو ضرورت صحیح اعتقادات و اعمال کی ہے اور وے زہد و تقویٰ کی حکایات لاتے ہین تاکہ سننے والے قصہ سے خوش ہون چاہے اُن کو فائدہ ہو یا نہ ہو تو یہ خیانت و ملامت ہے کہ دنیاوی غرض سے وعظ کہتے ہین واضح ہو کہ حق بات ہر طرح کہی جاسکتی ہے لیکن ایسے طور پر کہنا چاہیے کہ اپنے نزدیک اس طریقہ سے ان مین زیادہ موثر ہوگی اگرچہ حق سے تجاوز کرنا کسی حال مین روا نہین ہے چاہے سننے والا پسند کرے یا نہین۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی و بندگی پر نظر رکھنا چاہیے پھر واضح ہو کہ کبھی سننے والا ایک جھگڑالو عنادی آدمی ہوتا ہے جس سے اُس کے اقوال توڑ کر سمجھانے کی حاجت ہوتی ہے جیسے یہودی لوگ تھے تو حکم فرمایا۔ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ اور حجت قائم کر انپر ایسے طریقہ سے جو احسن ہے یعنی مہربانی و نرمی کے ساتھ بدون سختی کے یا بدون ایسے کلام کے جس سے وہ خواہ مخواہ دشمنی پر آمادہ ہون۔ مثال اس کی جیسے یہود مدینہ کے اور نجران کے نصاریٰ آپس مین جھگڑنے لگے کہ ابراہیم یہودی تھے اور دوسرے کہتے کہ نصرانی تھے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لم تحاجون فی ابراہیم وما انزلت التوراۃ والانجیل الامن بعدہ۔ تا قولہ ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا پس نہایت نرمی و ملائمت سے اُن جاہلون کو روکا اور سچی بات سمجھائی۔ لہذا مفسرین نے کہا کہ دین کے بارہ مین مناظرہ جائز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسی شخص کو یہ حکم دیا جو حق پر ہو اور غرض اُس کی اظہار حق ہو اور جانے کہ مقابل مین ایک شخص باطل پر ہے اور اسی وجہ سے باہم دلی دوست علماء سلف کے دینی بات مین آپس مین مناظرہ کرتے اور ذرا بھی انمین کبیدگی نہین ہوتی تھی کیونکہ حق کی تلاش مین دونون خوشی خوشی ایک دوسرے کی بات سنتے اور شاگرد رہتے تھے بھلا اب انکے پیچھے زمانہ مین عالم لوگ وزیرون و بادشاہون کے دربار سے پرچا کر حنفی و شافعی کا مناظرہ اس غرض سے کرتے کہ دوسرے کو قائل

اور یہ مذموم طریقہ پہلا جس سے باہم رنجش پھیلی جیسا کہ صاحب عین العلم نے اور امام غزالی نے اس کی تصریح کی ہے بعض مفسرین نے کہا کہ آیۃ میں ان کی
جبلت تین قسم کی واقع ہوئی ہے اول علماء جنکے لیے دعوت بسبیل حکمت ہے۔ دوم ایسے لوگ جنکی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے سلامتی اور نیکی رکھی ہے
اور یہی لوگ ہیں جنکے واسطے موعظت حسنہ کا طریقہ ہے اور سوم جھگڑالو بد باطن و کجنہاد جنکے واسطے مجادلہ کی ضرورت ہے اور مترجم کہتا ہے
کہ ہمارے زمانہ میں یہی لوگ بہت کثرت سے ہیں۔ بلکہ ہمارے وقت میں حدیث کے قرب قیامت کے آثار میں سے یہ معجزہ صاف ظاہر ہے کہ
اسوقت میں ہر شخص اپنی رائے پر نازاں ہے ہر چند اُس کو ظاہر کرو کہ تیری رائے صاف کجی پر ہے مگر اسکو اپنی رائے چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور
واضح ہو کہ منجملہ مجادلہ حسنہ کے یہ امر بھی ضروری ہے کہ جب خالص نصیحت چاہتا ہے تو خصم کی اذیت دینے پر صبر کرے، چنانچہ حضرت مجاہد رح سے
اس آیت میں مروی ہے کہ تجھے اگر کافروں سے ایذا پہونچے تو منھ موڑے رہ اور خیال مت کر اور رسالت پہونچانے میں کمی نہ کر۔ بعض علماء نے
کہا کہ اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہوگئی جبکہ قتال و جہاد کا حکم آگیا اور صحیح یہ ہے کہ ان بعض کا قول فقط وہم ہے کیونکہ مجادلہ حسنہ میں ایذا پر صبر کرنا
کچھ اس امر کو مانع نہیں ہے کہ جہاد کیا جاوے کیونکہ جہاد تو عدل قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کا کلمۂ توحید بلند کرنے کے لیے ہے تو یہ انھیں لوگوں پر ہے جو
مطیع نہ ہوں یا کسی طرح نہ مانیں سوا اس کے کہ فساد کرتے رہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ۔ تیرا رب وہی خوب جانتا ہے۔ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ
ایسے کو جو اس کی راہ سے بھٹکا یعنی اس دعوت و موعظت و مجادلہ حسنہ سے کسی کو یہ دعویٰ نہ ہو کہ دوسرا خواہ مخواہ راہ راست پر آجاوے اسلیے
کہ ہدایت دینا اور نہ دینا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اُسی کی حکمت بالغہ میں ہے جسکو اُس نے ہدایت نہیں دی وہ کبھی راہ پر نہ آدیگا مگر اُس کو
وہی خوب جانتا ہے۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اور وہی ایسے کو بھی جانتا ہے جو راہ پر آنے والا ہے واضح ہو کہ موعظت کے ساتھ حسنہ
فرمایا اور چونکہ جدال میں ظاہری صورت ایسی ہے کہ مقابل یہ سمجھے کہ مجھے قائل کر دیا جائیگا اور مجھ پر شرم طاری ہوگی تو اسکے ساتھ قید لگا دی کہ طریقہ
احسن ہو یعنی نہایت خوب ہو پس خالص نیت سے مناظرہ کرنے والے پر لازم ہے کہ ایسے مواقع بچاوے جس سے شیطان وسوسہ ڈالکر خصم کو خواہ مخواہ
ہٹ کرنے پر آمادہ کر دے۔ پھر مناظرہ کرنے والا کبھی یہ خیال بھی نہ لاوے کہ میرے خوش سلیقہ سے کچھ اثر نہ ہوگا بلکہ یہ خدمت اس خوبصورتی سے اُسنے
اللہ تعالیٰ کے سامنے ادا کی اور رہا نفع دینا ہدایت کا سو وہ فقط اللہ تعالیٰ جلشانہ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہی گمراہ کو اور ہدایت پانے والے کو
خوب جانتا ہے۔ اور گمراہ کو یہاں پہلے بیان کرنا اس وجہ سے کہ کلام انھیں کے نفع پہونچانے میں ہوا اور اشارہ ہے کہ جھگڑالو ون نے اللہ تعالیٰ کی
فطرت سلیمہ کو بدل ڈالا اور اُسپر جمے ہوئے ہیں اور یہ کبھی تو اللہ تعالیٰ نے جہل دور کر کے خوبی اسلام ظاہر ہونے کو ان میں رکھا اور کبھی اس وجہ سے کہ اسکے
علم میں گمراہ قابل الخیر نہیں ہے پس وہ کسی خوب طریقہ سے خوبی نہیں پاوے گا۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے شیخ امام ابن جریر رح سے نقل کیا کہ حکمت سے
مراد کتاب یعنی قرآن اور حدیث ہے اور موعظت حسنہ جو قرآن میں ایسے خوفناک وقائع اگلے کافروں کے مذکور ہیں جن سے سلیم الفطرۃ لوگ سمجھکر
کجی سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور احسن طریقہ جدال نرمی و شفقت اور میٹھی بول چال ہے جیسے موسیٰ و ہارون کو حکم دیا تھا
کہ فقولا لہ قولا لینا۔ یعنی تم دونوں فرعون سے نرم بول میں کہنا۔ اقول شاید دعوت کرنے والے کے واسطے اس میں خلوص امتحان ہے کہ خصم جسکے لیے
بہتری چاہو جب اُس نے سخت جواب دیا تو اپنا نفس بھی آمادہ جواب ہو جاتا ہے اور اخلاص جاتا رہتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور آخر میں آنحضرت صلعم کو
تسلی دی کہ جو نہ مانے اسکے واسطے آپ غمگین ہوتے تھے تو آپ کی نظر اپنی عظمت و جلال کی طرف پھیری کہ کسی میں کچھ قدرت پیدا کرنے کی نہیں ہے۔ تیرا
کام اُن کو پیغام سنانا ہے۔ باقی اُنکا انجام ہمارے قبضہ میں ہے۔ ف و فی العرائس من الاشارات فی قولہ تعالیٰ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ الآیہ۔
لازم ہے کہ داعی الی الحق جمہور سے بزبان شریعت کلام کرے اور زبان حقیقت سے گفتگو نہ کرے کیونکہ اگر زبان حقیقت کی گفتگو ہوتی تو حضرت سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم احق تھے پس اگر زبان حقیقت سے کلام کریں تو وہاں عقلیں پارہ پارہ ہو جائیں گی اور خلق بدون فہم و علم کے مبہوت رہ جائے گی اور
موعظت حسنہ وہ ہے کہ نفس کے لیے اس میں کچھ حصہ و مزہ نہ ہو اور اسی قدر کہے جسقدر سننے والے کی عقل و طاقت ہو بعض مشائخ نے کہا کہ ہر ایک

ان کی مقدار کے موافق کلام کرنا چاہیے اور موعظت حسنہ اسی قدر ہے جس میں امید ورغبت دلاوے اور خوف وڈر سناوے۔ بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکمت کو مقدم فرمایا اس میں کیا بھید ہے تو فرمایا کہ حکمت حاصل ہو تو زبان سے ٹھیک بات کہے اور دل سے ٹھیک فکر کرے اور اعضا سے ٹھیک جنبش کرے پس کلام وفکر وحرکت سب حکمت پر ہے۔ شیخ امام جعفر رح نے کہا کہ دعوت بحکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اسی سے اسی کی طرف دعوت ہو اور موعظت حسنہ یہ ہے کہ مخلوق کو تحت قدرت دیکھے جو تیرا کہنا مان لے اس کا شکر گزار ہو اور جو نہ مانے اسکو معذور مان لے۔ قولہ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ جدال خوب تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اس کی طرف لوگوں کو دلالت کرے پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور اس کی صفات میں سے معرفت اسطرح دلاوے کہ جو مخلوق نے پایا ہو مثلاً اس کے کرم ولطف ورحمت وشفقت وغیرہ سے قدر صالح بیان کرے۔ بعض نے کہا کہ سوائے انبیاء کے جو کوئی جدال اختیار کرے اس میں حظ نفس میں سے کچھ ہوتا ہے اور یہ نہ چاہیے کہ اگر اس نے نہ مانا تو اُسپر غصہ ہو جاوے۔ قولہ ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ یعنی اس میں تیری بات کچھ اثر نہ کرے گی۔ قولہ وہو اعلم بالمہتدین یعنی وہ لوگ جنکو توفیق ازلی حاصل ہے کہ ہدایت پا جاوینگے پس تیرے فرمان سے اُن کے سینہ کھل جاتے ہیں۔ شیخ سہل رح نے فرمایا کہ جس سبیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو دعوت کرنے کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے کہ یہی راہ سیدھی دنیا سے آخرت کو گئی ہے۔ پھر ہر ایک طریقہ حسنہ کہ عقوبت وغیرہ میں بھی انصاف وصبر کا حکم دیا

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ

اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اُسقدر جتنی تم کو تکلیف پہونچی اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہو صبر والوں کو اور تو صبر کر

وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ

اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور انپر غم نہ کھا اور مت خفہ رہ انکے فریب سے اللہ ساتھ ہے اُنکے جو

اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے عدل کا ہر حال میں حکم دیا چنانچہ اگر کسی نے ظلم کیا اور اُسپر قابو پایا تو بہتر یہ ہے کہ معاف کرے اور اگر بدلا لینا ہی چاہے تو فرمایا۔ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ۔ اور اگر تم معاقبہ کرو یعنے اسپر جو عقاب وظلم ہوا اس کا بدلا لینا چاہو۔ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ۔ تو عقاب کرو برابر اسکے جسکے ساتھ تم کو عقاب کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ظلم کو بھی عقاب فرمایا حالانکہ عقاب وسزا تو دوسرا فعل ہے اور یہ بطریق مشاکلت کے ہے جیسے بولتے ہیں کہ تم پر کوئی ظلم کرے تو تم بھی اسپر اسی قدر ظلم کرو حالانکہ دوسرے کیطرف سے بدلا انصاف کا ہے ظلم نہیں ہے ظلم تو اول کی طرف سے ہوا تھا بصورت میں دونوں یکسان ہیں۔ عبد الرزاق نے اپنی اسناد سے ابن سیرین رح سے روایت کی کہ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم سے کسی نے کچھ لیا تو اُس کے مثل اس سے لے لو۔ یہی قول مجاہد وابراہیم وحسن بصری وغیرہم کا ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ یہ آیت ایسے لوگوں کے واسطے ہے جنکو کسی ظالم سے کچھ مصیبت پہونچی تو جب اس کو قابو ہو تو ظالم سے ویسا ہی بدلا لیوے جیسا ظلم ہوا اور اس سے زیادہ تجاوز نہ کرے۔ بغوی رح نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور ابن زید رح نے کہا کہ مسلمانوں کو اول میں حکم دیا گیا تھا کہ مشرکوں کے ناگوار قول وفعل سے چشم پوشی کریں برداشت کریں پھر کچھ لوگ ایسے مسلمان ہوئے جنمیں قوت ومنعت تھی تو اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ اجازت فرما دے تو ہم ان کتوں سے بدلا لیویں پس یہ آیت اُتری پھر جہاد سے اُس کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اقول یہ روایت زیادہ قوی نہیں ہے اور جہاد سے اس حکم کے منسوخ ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے اس لیے کہ اس کا حکم اب تک باقی ہے اور جہاد سے کچھ منافی نہیں ہے ظاہرا نسخ کے اصطلاحی معنے مراد نہیں ہیں۔ اور اگر نزول کے وقت کوئی سبب خاص ہو تو بھی حکم آیت کا وہی ہے جو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور عفو ہر حال میں محمود ہے چنانچہ فرمایا۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ

اور اگر تم برابر بدلا لینے سے بھی صبر کرو۔ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ۔ تو بیشک یہ صبر کرنے والون کے واسطے بہت بہتر ہے۔ اور خیر لکم نہین فرمایا بلکہ خیر
للصابرین کہا تو یہ ثنا و صفت کے لیے ہے کہ مدح کے مقام پر ضمیر کی جگہ ظاہر لفظ فرمایا جس سے ظاہر ہوا کہ یہ لوگ درجہ صابرین مین داخل ہونگے
پھر جمہور علما کے نزدیک یہ آیت کچھ منسوخ نہین بلکہ محکم ہے کیونکہ حکم اس کا یا تو برابر بدلا لو اور اگر صبر کرو تو بہت خوب ہے اور صابرون کے واسطے
اجر جمیل کی بشارت ہے اور حقوق و قصاص وغیرہ مین مساوات وعدل کو خلاف خواہش نفس کے مرعی رکھنا چاہیے اور حد سے تجاوز نہ ہونے پاوے
کہ کچھ بڑھا لیا جاوے اور یہ باتین کبھی منسوخ ہونے کے لائق نہین ہین کیونکہ نسخ تو امر و نہی پر وارد ہوتا ہے ولیکن ابن زید و ابن عباس وضحاک سے
نسخ کے الفاظ مروی ہین ظاہرا مراد اصطلاحی معنے نسخ کے نہین ہین اور نیز سبب نزول سے بھی مخالف ہے۔ ابی بن کعب رض سے روایت ہے کہ جب
جنگ احد کا دن ہوا تو انصار رض مین سے چونسٹھ شہید ہوئے اور مہاجرین مین سے چھ آدمی جن مین حضرت حمزہ بن عبد المطلب بھی تھے اور مشرکون نے
انکو مثلہ کر ڈالا یعنے جہالت سے کان ناک وغیرہ کاٹ ڈالے پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اور حضرت حمزہ کو بہت زیادہ مثلہ کیا۔ پس انصار نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ
نے ہم کو قریش پر فتح دی تو ہم بھی انپر اس کی کثرت دکھلا دینگے پھر جب فتح مکہ کا روز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیہ پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لیوینگے۔ لوگو۔۔ اس قوم سے باز رہو سوائے چار آدمیون کے یعنی چار شخص بتلا دیے کہ ان کو قتل
کردو۔ رواہ الترمذی وقال حسن والنسائی وابن حبان والطبرانی والبیہقی ورواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد۔ اور ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جب حمزہ رض
شہید ہوئے تو آنحضرت صلعم انکی شہادت پر آئے اور ایسا حال دیکھا جو آپ کا دل دکھانے والا تھا اس سے زیادہ کوئی منظر نہ تھا حضرت حمزہ رض کو مثلہ کر دیا گیا تھا
پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرماوے۔ تو میرے علم مین تا جہانتک [illegible] والا اور بہت نیکی کار تھا اور اگر تیرے پچھلون کو غمناک نہ کرتا تو مین تجھے یون ہی
چھوڑ دیتا کہ اللہ تعالیٰ تیرا حشر درندون کی متعدد راہ سے کرتا اور فرمایا کہ واللہ بجائے تیرے مشرکون مین سے ستر آدمی کو مثلہ کرونگا پس جبرئیل نازل
ہوئے اور سورہ نحل کے خاتمہ کی آیات لائے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل الآیہ آنحضرت وہان کھڑے تھے پس آنحضرت صلعم نے صبر اختیار کیا اور اپنی قسم کا
کفارہ دیدیا۔ رواہ الطبرانی والبیہقی وغیرہم وقال الحاکم صحیح الاسناد۔ اور ابن عباس نے مرفوعا اس کے مانند روایت کیا جسکو طبرانی وابن المنذر وغیرہ
نے روایت کیا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ محمد بن اسحق نے عطاء بن سائب سے مرسل روایت کی کہ سورہ نحل پوری مکہ مین نازل ہوئی سوا
تین آیتون کے جو اسکے آخر مین ہین یہ مدینہ مین نازل ہوئین جب جنگ احد کے بعد جبکہ حمزہ رض شہید ہوئے اور مثلہ کیے گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے غلبہ دیا تو مشرکون سے تیس آدمی مثلہ کرونگا جب مسلمانون نے یہ سنا تو کہا کہ واللہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو غلبہ دیا تو
ہم ان مین سے اتنے مثلہ کرینگے کہ عرب نے کبھی اسطرح مثلہ نہ کیا ہو پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیہ۔ اور شعبی وابن جریج نے کہا
کہ احد کے واقعہ مین مسلمانون کے قول پر کہ ہم انہین سے مثلہ کرینگے اس کا نزول ہوا انتہیٰ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ نزول اس کا احد کے روز ہوا ہے
ولیکن صحابہ انصار رض نے شاید یہ اختیار کیا ہو کہ ہم بدلا لیوین چنانچہ عبد اللہ بن امام احمد نے ابی بن کعب سے مانند روایت سابقہ کی روایت کی اور اس مین
یہ زاید ہے کہ فتح مکہ کے روز کسی انصاری نے کہا کہ آج کے بعد قریش پہچانے نہ جاوینگے پس آنحضرت صلعم نے منادی کرادی کہ آنحضرت نے سب گورے
کالون کو امن دیدی سوائے فلان وفلان وفلان وفلان کے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لینگے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو خاص کر صبر کرنے کا خطاب فرمایا ہے بقولہ۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ اور تو صبر کر اور نہین صبر تیرا مگر ساتھ اللہ کے یعنے اللہ
تعالیٰ کی قوت و توفیق سے ہے اور امت مرحومہ آپ کے تابع ہے ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند تھی حتی کہ آپ کو مسلمانون کی شہادت
وان کی تکلیفون اور کافرون کی ایذاؤن کا خیال وملال ہوتا تھا اس کے ساتھ کمال ترحم سے کافرون کے کفر کرنے اور عذاب مین گھسے جانے سے بھی صدمہ
پہونچتا تھا لہذا فرمایا۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور تو انپر غمگین مت ہو یعنی کافرون کے اس طرح کفر کرنے اور آگ جہنم مین جانے پر اصرار کرنے سے تجھکو
غمگین نہ ہونا چاہیے حالانکہ بحکم قولہ حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ آپ نہایت خواہش سے چاہتے کہ یہ لوگ عذاب الٰہی سے باز رہین بس تنگدل ہوتے

تو فرمایا۔ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ۔ اور مت ہو تنگی مین اُس چیز سے جو کفار مکر کرتے ہین۔ حاصل آنکہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور اپنی عظمت وحکمت کیطرف پھیر آکہ یہ تمام مخلوقات اس خالق عزّ وجل کی ہے جو اپنی حکمت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے کافرون کیواسطے جو اُس نے چاہا ہے کرینگے اور اسکا ضرر مسلمانون پر عائد نہین ہوگا کیونکہ انکو اللہ تعالے فتح دیگا ولیکن کافرون کا مکر افضلین کی ذات پر عود کرنیوالا ہے کیونکہ وے چاہتے ہین کہ اپنی تدبیر سے اسلام میٹ دین اور کفر قائم کرین اور اس کا انجام یہ ہے کہ جو اللہ تعالے نے چاہا وہ ہوگا کہ اسلام کا نور چمک جاوے اور کافرون کا مکر اُن کو جہنم مین پہنچائیگا اور یہی اللہ تعالے نے اُن کے حق مین مقدر فرمایا تو اسکو کوئی روک نہین سکتا ہے اور اُن کے مکر ولیسی نامعقول حرکات مثلہ وغیرہ سے اہل ایمان کو صدمہ پہونچانے وپریشان کرنے سے ان مین گھبراہٹ کا وسوسہ نہ ہو چنانچہ فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا یعنے اللہ تعالے کی معیت ہے ان بندون کے ساتھ جنھون نے شرک وگناہون سے تقوی کیا پس اللہ تعالے کا علم محیط اور مدد اور فضل ونصرت شامل حال ہے تو شیطانی وسوسہ اثر نہین کر سکتا۔ وَالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ۔ اور ان بندون کے ساتھ جو احسان کے مرتبہ پر ہین پس جو ظلم کرے اس سے عفو کرے اور جو برائی کرے اُسکے ساتھ احسان کرے ایسے بندے اللہ تعالے کے محبوب اور محفوظ ہین۔ اس مین ادب ہے کہ اللہ تعالے کی تمام مخلوق پر خواہ کافر ہون یا مومن ہون خواہ آدمی ہون یا جانور ہون سب پر شفقت وترحم رکھنا چاہیے پس اگر کہا جاوے کہ اس سے جہاد کو مناسبت نہ ہوگی تو جواب یہ ہے کہ پوری مناسبت ہے بلکہ مناسبت نہ جاننا بے عقلی ہے مثلاً کسی شہر مین ڈاکہ ڈالنے والون نے مسافرون کو مار ڈالا اور اُن کی اولاد قتل کرنا دیکھو کا پیاسا چھوڑنا شروع کیا تو فرض ہے کہ ان رہزنون سے قتال کیا جاوے حتی کہ اگر سب مارے جاوین تب بھی مضائقہ نہین کیونکہ سب مخلوق لاکھون امن مین رہے۔ چور کی سزا دینے سے لاکھون بخوف ہوتے ہین جو زہر کھلاوے۔ یا لوگون کو ناحق قتل کرے اس کا قتل کر دینا بہت اچھا ہوا اور جہاد اسی قدر ہے حتی کہ مطیع ہوجاوین تو اُن کو آرام دینا اور اُن کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ پھر اگر ایک آدمی بھوک وپیاس سے مرا جاتا ہو اور ایک جانور بھی اور پانی صرف اسقدر ہے کہ اس جنگل مین ان مین سے ایک کی جان بچ سکتی ہو تو آدمی کا بچانا فرض ہے اور جانور ذبح کر دیا جاوے غرض عقل سے درجہ بدرجہ رعایت وحسن ادب ومراتب ہین جو اس کا لحاظ نہ رکھے وہ احمق ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم الآیہ۔ اسکے اشارات مین بہت سے علوم نفیسہ ہین ازانجملہ یہ کہ اپنے نفس کی خوشی کے واسطے انتقام نہ لینا چاہیے ہان اللہ تعالے کے واسطے جائز ہے اور جو مکروہات بحکم قضا پیش آوین اُنپر صبر کرنا اور امتحان مین پورا ہونا مجاہدہ وریاضت والون کا اعلی مقام ہے برابر بدلا لینا تو اول مرتبہ والون کا مقام ہے اور صبر رکھنا یہ اہل رضا کا مرتبہ ہے مرید کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ امور شریعت مین متمسک ہوتا ہے اور شریعت کے رنگ سے رنگا ہوتا ہے اور جو شخص مرتبہ عرفان کو پہونچا وہ توحید مین مستغرق ہوتا ہے پس ادب تو لباس مریدین کا ہے اور رضا بقضا مقام اہل عرفان کا ہے۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ صبر کرنا یعنے بدلا نہ لینا اہل صبر کے واسطے بہتر ہے جو عقوبت کرنے کو چھوڑتے ہین حالانکہ اُس کو علم نے مباح کیا ہے اور لازم اس ادب کو یہ ہے کہ صابرون کے لیے ترک بہتر ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اس امر کو کہ جس صبر سے رضا وترک عقوبت صابرین سے ہوتا ہے وہ بقوت الٰہی عزّ وجل ہے بقولہ واصبر وما صبرک الا باللہ یعنے امتحان الٰہی مین بلا پیش آنے سے صبر نہین ہوتا مگر باللہ یعنے اسطرح کہ کشف جمال قدس فرمایا جاوے اور یہ بھی ہے کہ صبر باللہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے صبر سے بندہ متخلق ہو اور نیز اس صبر کا عوض اللہ تعالے ہے اور نیز ایسے صبر کو آدمی اپنے نفس کے ساتھ نہین کر سکتا ہے پس بلاء الٰہی کا تحمل اللہ تعالے ہی کے ساتھ ہے بندہ کا بھروسا اپنے نفس پر ہمیشہ بیکار ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ اس مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے وہی انکے پردہ مین رکھنے کا متولی تھا کہ حضوری سے اُن کو بروقت معائنہ کسطرح منظور فرمایا اور وہ تین فریق ہین ایک گروہ وہ کہ قیومیت وازلیت مین برابر باقی بالچپ بقا کے وقت اس گروہ پر کوئی آفت اتصال انوار ابدی بانوار سرمدی مین نہین پہونچی اور ایک گروہ اُس کی زینت وحسن اختیار مین ہوا تو اُن کو غیبت مین معمور ادراک مین محجوب فرمایا پس وے حقیقت سے محجوب ہین اور ایک گروہ کو شواہد طاعات وزہد مین رکھا اور تغیر مقام کے خطاب مین اُن کو متلذذ کردیا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اللہ تعالے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم بھی فرماتا ہے اور اس کو یہ معنی بھی فرماتا ہے پس یہ مقام اعلی ہے واللہ تعالے اعلم

بالصواب شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انبیاء کو صبر کا حکم دیا یعنی فی قولہ تعالے واصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل الآیہ اور ہمین سے
حصہ اعلیٰ واسطے رسول صلعم کے کر دیا کیونکہ صبر آنحضرت صلعم کو اپنے ساتھ فرمایا نہ آنحضرت صلعم کے ساتھ بقولہ الا باللہ شیخ نوری رح نے کہا کہ یہ صبر دو
ہے کہ اللہ تعالے کے حکم پر اسی کی قوت سے ہو۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ حکم صبر بطور تکلیفی احکام کے ہے اور صبر باللہ بطریق معرفت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ اول مین سختی ہے اور آخر مین راحت ہے اور اول امر عبودیت ہے اور دوم آگاہی دی کہ حق ربوبیت کے یعنی ربوبیت کے احکام بیان ہون پر اسی کی قوت
سے پورے ہوتے ہین پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ سابق تقدیر پر نظر فرماوے تا کہ ہموار دتا بیر مین محزون نہ ہو بقولہ ولا تحزن علیہم ولا تک فی ضیق الآیہ
یعنی نظر عالی اس امر کی طرف رہے جو ہماری مراد اُنسے ہے یعنی اسی حال پر رہنا جو سابقہ علم اُنسے متعلق ہوا ہے اور اسکو مت دیکھ جو تیری مراد اُنسے ہے کیونکہ
حکم ربوبیت سابق پر حکم عبودیت ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کافرون سے کبھی دل تنگ نہین ہوتے تھے ولیکن اللہ تعالے
نے پہلے سے تنبیہ کر دی ایسے امر سے جو بشریت مین متصور ہو سکتا ہے اگرچہ آنحضرت صلعم اس سے پاک تھے بندہ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے اس کلام مین جالی ہے
واللہ اعلم کیونکہ آنحضرت صلعم کی دلتنگی کافرون کے قول سے جابجا آیات مین مصرح ہے لیکن کلام اہل ظاہر وعلما محققین کے درمیان اس امر مین فرق
ہے کہ یہ دلتنگی وحزن کس طور پر واقع ہوا تھا اور کب تک رہا پس ظاہر مین تو کافرون کے قول سے جیسے عرف مین لوگون کو دلتنگی ہوتی ہے وہ واقع ہوتی
تھی اور اہل تحقیق کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم امر آخرت وعذاب جہنم کے مکاشفہ سے ہر ایک شخص کو اپنے اپنے مرجع کیطرف جاتے دیکھتے تھے کیونکہ معرفت یقین
کے ساتھ بھی بدون مکاشفہ کے یہ امر ظاہر ہے کہ جو شخص امر حق سے انکار کرے اور شرک وکفر پر اصرار کرے وہ دائمی عذاب جہنم کی طرف جاتا ہے اور عذاب
جہنم معاذ اللہ منہ ایسا سخت وشدید ہے کہ اگر دنیا مین دو شخصون مین ایسی سخت دشمنی ہو کہ اس سے زیادہ خیال مین نہ آسکتی ہو پھر اس عذاب
مین اسکا دشمن رکھوا جاوے مگر اُس کے اختیار سے تو اُمید نہین کہ وہ خوشی سے اجازت دیدے کیونکہ دنیا مین اگر دشمن ہو ایسے انواع تکالیف وعذاب
مین رکھا جاوے تو بندہ کم اُس کو روا رکھتا ہے ولیکن آخرت مین ہر ایک کے اعمال خود اُس کے واسطے جہنم یا جنت ہین پس کسی طرح نہین چاہتے تھے
کہ یہ لوگ دوزخ مین جاوین حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے رات مین آگ جلائی اور کیڑون پتنگون نے اس مین گرنا شروع کیا پھر وہ ہٹاتا ہٹاتا
رہا اسی طرح تم لوگ جہنم کی آگ مین کودے پڑتے ہو اور مین تمہاری گردن کو پکڑ کر ہٹاتا ہون پھر یہ صحیح ہے کہ کافر لوگ یہ بھی چاہتے تھے کہ جو اس آگ سے
بچانے والا ان کو بھی تکالیف دیکر ساتھ تشنیع لیجاوین تو اُن کی حفاظت فرمانے مین کافرون کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کرتے تھے حالانکہ درحقیقت کافرون کے لئے
نفع وراحت کے واسطے یہ نہین چاہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالے سے کفر یا شرک کرین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب شیخ استاد رح نے کہا کہ
اس مین اشارت ہے کہ تقدیر پر نظر کرنا چاہیے یعنی اگر اللہ تعالے چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس جس چیز کا خطرہ ہمارے بیان نہین ہے وہ
تجھ مین موثر نہ ہونا چاہیے۔ اور ہم نے جس کی قدر کو ساقط کر دیا اُس کو اُسی اندازہ سے دیکھنا چاہیئے۔ قال المترجم اگر وہم ہو کہ کیا ہر ایک کو ذلیل
وحقیر سمجھے تو جواب یہ ہے کہ نہین یہ مطلب نہین ہے بلکہ یہان دو نظر ہین اول یہ کہ تمام مخلوقات کو جناب الٰہی عز وجل کے مقابلہ مین بالکل معدوم و
ناچیز سمجھے پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کر کے اُس کو سب سے حقیر جانے پس عظمت الٰہی عز وجل پر ایمان لاوے اور دوم یہ کہ تمام مخلوقات کو اپنے مقابلہ
مین دیکھے تو سب سے اپنے کو حقیر سمجھے اور حضرت خالق عز وجل کی خلقت بہرحال اپنی وضع پر بالکل خوب وبہتر ہے سے پیر ما گفت خطا بر قلم صنع
نرفت + آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد + اور اسی معنے مین اس آیت مین سے اشارہ نکالا گیا کہ تمام مخلوق پر شفقت چاہیئے فافہم۔ پھر اللہ تعالے نے
اپنے رسول علیہ السلام کے قلب کو تسلی فرمائی کہ اللہ تعالے ہر متقی محسن کے ساتھ ہے بقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون۔ یعنے بحسب رب
تبارک وتعالے کی ان بندون کے ساتھ ہے جنھون نے اللہ تعالے کی عظمت دیکھکر اُس کی تعظیم کی اور جلال دیکھکر اُس کی بزرگی پہچانی از غیر سے بیزار
ہوئے اور یہ معرفت اُس کی اس حال مین ہو کہ اُس کے جمال مشاہدہ سے بیخود اور انوار قدم مین مستغرق ہون جیسا کہ احسان کی تفسیر حدیث مین آئی
ہے پس اللہ تعالے اُن کے ساتھ ہے اس راہ سے کہ اُن کو فانی وجود سے فنا کر کے اپنے وجود باقی سے بقا دیوے شیخ ممشاد دینوری سے روایت

کہ مین نے ایک فرشتہ کو دیکھا وہ کہنے لگا کہ جبکہ کوئی اللہ تقوی کیا تھا مع اللہ ہو وہ فنا ہو سوائے ایک کے مین نے پوچھا وہ ایک کون ہو کہا کہ اللہ تعالے جس کے ساتھ ہو ۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالے کے واسطے اپنے افعال مین تقوی کیا تو اللہ تعالے اُس کے ساتھ احسان فرماتا ہے اس طرح کہ اسکے احوال کو نیک کردیتا ہے ۔ امام علی بن موسی الرضا نے اپنے باپ سے اُنھون نے امام جعفر صادق سے روایت کی کہ تقوی سے مراد تقوی مع اللہ ہے یعنے سوائے حق عز وجل کے غیر کی طرف نظر نہ ہو ۔ اور احسان سے مراد خلق پر احسان ہے یعنے مخلوق کے واسطے شفقت و ترحم ہر حال مین رعایت رکھے ۔ واسطی رح نے کہا کہ تقوی مین چند امور کی رعایت ہے کیونکر تقوی کیا اور کس چیز کا تقوی کیا اور کسواسطے تقوی کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ انھین تین باتون کی رعایت سے تقوی کے مراتب مفصل معلوم ہوتے ہین مثلاً شرک سے تقوی کیا ہر چیز سے بیزار ہو کر خلوص طاعت کے ساتھ اللہ تعالے کے واسطے یا جنت کے لیے یا دوزخ کے خوف سے یا شرک مع جملہ معاصی کے تقوی کیا ۔ بلکہ اکثر لوگ متفرق افعال مین ان مراتب کو سب مین یکسان نہین رکھ سکتے ہین اور اسی معنے مین تقوی کے سات مرتبہ ہین سب سے اول شرک سے تقوی ہے جس پر ایمان کا مدار ہے اور اعلی مانند تقوی انبیاء علیہم السلام کے ہے اور درمیان مین مراتب ہین واللہ سبحانہ تعالے اعلم ۔ شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ اہل تقوی جنھون نے نظر بصیرت کو غیر سے اٹھایا اور بچایا اور اپنی قوت و طاقت سے بیزار ہو کر اللہ تعالے ہی کے حول و قوت پر بھروسا کیا اور مُحسن وہ ہے جس نے اللہ تعالے کی بندگی مین اسطرح قیام کیا گویا وہ دیکھتا ہے اور یہ مشاہدہ مین ہو سکتا ہے ۔ قال المترجم حدیث مین ہے ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنے تو اللہ تعالے کی عبادت کرے گویا اُسکو دیکھتا ہو سو اگر تو نہین دیکھے تو وہ دیکھتا ہے ۔

تم بحمد اللہ الجزء الرابع عشر ویتلوہ الخامس عشر من سورہ اسرے انشاء اللہ تعالے ۔